نظیری ایں عبیر از عشق سازد.
کہ ایں عطر گز گلزار او نیست

نفحاتِ عبیری

شرح

غزلیاتِ نظیری

جلد اوّل

از

محبوب الٰہی پروفیسر اورینٹل کالج فتحپوری دہلی

ناشر

مکتبۂ الٰہیہ دہلی

قیمت

جید پریس دہلی

تقریظ

1952

از جناب شمس العلماء حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب ریٹائرڈ پروفیسر سینٹ اسٹیفن کالج دہلی و صدر شعبہ عربی و فارسی و اردو دہلی یونیورسٹی

نظیری فارسی کے خیال بند شعراء میں ایک بلند پایہ شاعر ہے۔ اور اس کا کلام سہولت الفاظ کے باوجود مشکل۔ اسی لیے اس کی کلیات کی شروح لکھی گئیں اور فارسی میں لکھی گئیں جو اس زمانہ میں کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔ اردو میں ابتک جہاں تک مجھے علم ہے کسی نے اس کی شرح نہیں لکھی حالانکہ کتاب یا اس کا کم و بیش انتخاب اکثر یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے اور طلبہ کو شرح کلیات نظیری کی ضرورت رہتی ہے۔ اسی کمی اور ضرورت کو پورا کرنے کیلئے جناب مولوی محبوب الٰہی صاحب پروفیسر اورنٹیل کالج فتحپوری دہلی نے یہ شرح لکھی ہے اور بہت خوب لکھی ہے۔

میں نے کتاب کو جستہ جستہ پڑھا اور طلبہ کیلئے اسے نہایت مفید پایا۔ یہی ہونا بھی چاہیئے تھا کہ جناب مولوی محبوب الٰہی صاحب کو فارسی سے خاص ذوق ہے اور شعر کے مفہوم سمجھنے میں خاص ملکہ ہے۔ اسی لئے کلیات نظیری کی شرح جیسی کتاب میں جو باتیں ہونی چاہئیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ اہم الفاظ کی تحقیق، محاورات کی تنقیح، مغلقات کی توضیح، عروض کی ضروریات۔ بیان بدیع کے اشارات قرآن و حدیث کی تلمیحات، تصوف کے نکات، صوفیہ کے واردات، مختلف علوم و فنون کی اصطلاحات کی ضروری تشریحات، غرض وہ کونسی بات ہے جو فہم کلام نظیری کیلئے ناگزیر ہے اور اس کتاب میں نہیں۔ طرز بیان بھی جناب مولوی صاحب کا علمی اور صاف و سلیس ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ اہل علم اس کتاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اور طلبۃ العلم اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے۔ فقط

عبد الرحمٰن

تقریظ

از جناب سید منظور حسین صاحب موسوی پرنسپل پروفیسر و صدر انجمن علوم مشرقی اینگلو عربک کالج دہلی

ہندوستان کے ایرانی نژاد شعراء میں نظیری ایک بلند پایہ اور صاحب کمال شاعر سمجھا جاتا ہے۔ تغزل اس کے کمال کا جوہر ہے اور معاملہ بندی اس کا طرۂ امتیاز۔ ایسے باکمال شاعر کے کلام کی شرح لکھنا کوئی معمولی بات نہیں۔ اور پھر شرح بھی ایسی جو نہ صرف طلبہ کے لیے مفید ہو بلکہ صاحبان نظر بھی اسے کارآمد سمجھیں۔ مجھے مسرت ہے کہ مولانا مولوی محبوب الٰہی صاحب پروفیسر اورنٹیل کالج فتحپوری نے اپنی شرح نظیری کو ان دونوں طبقوں کیلئے یکساں مفید بنایا ہے۔ اس بے نظیر شرح میں وہ تمام خصوصیات جو ایک مکمل شرح کیلئے لازمی ہیں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ تلمیحات کی تصریح محاسن کلام کی توضیح اور الفاظ کی تشریح حسب ضرورت کی گئی ہے۔ اس کیساتھ ہی مولانا کی بامحاورہ اور سلیس اردو نے کتاب کو اور بھی قابل قدر بنا دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ طبقہ طلبہ عموماً اور اہل علم خصوصاً اس بے نظیر شرح کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور مولانا ممدوح کی اس ادبی خدمت کی خاطر خواہ داد دیں گے۔

منظور حسین موسوی

۷۸۶

مقدمہ

از جناب مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی فاضل دیوبند ایم۔ اے پروفیسر مشن کالج دہلی

غزلیات نظیری کو فارسی لٹریچر میں جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ مجموعہ تقریباً فارسی کے ہر اعلیٰ کورس میں داخل ہے اور اس بنا پر بعض اصحاب نے اس کے حاشیے لکھے۔ اور پنجاب سے کئی ایک اس کے ترجمے اور شرحیں بھی شائع ہوئیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ وہ سب نامکمل اور بعض تو نہایت ہی خطرناک غلطیوں سے پر ہیں۔ ضرورت تھی کہ اس کی ایک ایسی جامع شرح لکھی جائے جس سے طلبا کو نظیری کے سمجھنے میں ہی نہیں بلکہ اس کے کلام کے محاسن معلوم کرنے میں آسانی ہو اور ان میں فارسی شاعری کا صحیح ذوق پیدا ہو سکے۔ اس ضرورت کے پیش نظر میرے محترم دوست مولانا محبوب الٰہی صاحب منگلوری نے غزلیات نظیری (ناعد نصاب) کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا۔ اور مجھ کو بڑی خوشی ہے کہ کچھ عرصہ کی عمیق مصروفیت کے بعد اب وہ اس کو ملک کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ موصوف فاضل دیوبند ہونے کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل اور فرسٹ کلاس منشی فاضل ہیں سات سال سے مدرسہ عالیہ فتحپوری میں منشی فاضل اور مولوی فاضل کلاس کو تعلیم دینے کا تجربہ رکھتے ہیں خود ان کا فارسی شعر و شاعری کا ذوق نہایت پاکیزہ اور ستھرا ہوا ہے۔ جی میں آتا ہے تو وقتاً فوقتاً فارسی میں غزل بھی کہہ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے نزدیک یہ شرح اب تک کی تمام شرحوں سے زیادہ مکمل، مفید، اور تعلیمی اعتبار سے طلبا کی تمام ضرورتوں کو باحسن وجوہ پورا کرنیوالی ہے، آپ نے اپنی شرح میں امور ذیل کا التزام کیا ہے جن کو مطالعہ کرنیوالے اصحاب ہر مقام پر پائیں گے۔

خصوصیات شرح (۱) ہر غزل کی بحر، ارکان اور تقطیع کے بیان کا التزام رکھا ہے۔ (۲) تشریح کے عنوان کے ماتحت حل لغات، اشتقاق، جملہ کی ترکیب نحوی اور نسخوں کی تصحیح کی گئی ہے۔ (۳) ترجمہ قوسین میں اضافوں کے ساتھ اس خوبی سے کیا ہے کہ ترجمہ ہی مطلب بن گیا ہے۔ (۴) توضیح کے عنوان سے مطلب کو اور واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ نیز آیات و احادیث کی طرف تلمیحات کو بھی واضح کر دیا ہے۔ (۵) شعر کے ماحصل اور شاعر کے مقصود کو مختصر مگر جامع الفاظ میں خلاصہ کے عنوان کے ماتحت بیان کر دیا ہے۔ (۶) عنوان اشارہ قائم کر کے صنائع و بدائع اور شعر کی معنوی خوبیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

(۷) جا بجا بلند پایہ شعراء کے اردو فارسی ہم مضمون اشعار ثبت کر دیئے ہیں جن سے اشعار کی مراد سمجھنے میں بہت کافی مدد ملتی ہے۔

(۸) بہت سے اشعار کو خود نظیری کے اشعار سے حل کیا ہے۔ اور ایک مضمون کے متعدد اشعار یکجا جمع کر دیئے ہیں۔

ان خصوصیات کے علاوہ بہت سے ایسے مشکل اور مغلق اشعار جن کی تشریح و توضیح سے اکثر شارحین نے پہلوتہی کی ہے۔ موصوف نے کافی غور و خوض فرما کر ان کو پوری طرح حل کر دیا ہے۔ چنانچہ ناظرین

حسب ذیل[1] اشعار کی شرح کا اگر دوسرے شارحین و مترجمین کی آرار سے مقابلہ کریں گے تو یہ حقیقت خود بخود ان پر واضح ہو جائیگی

بر فلک تا بہ مسیحا رشتۂ زنار ما — بر زمین منصور افراز ستونِ دار ما

صفا از عقدۂ دلہاست آن زلفِ معقد را — بحمد اللہ کہ ربطے ہست با مطلق مقید را

وجودِ مرکز پرکارِ ہستی کے شدے ثابت — احد خود قاب قوسین ار نبودے میم احمد را

گر جام صبح بے صفت فقر پر کنند — خورشید سر نگوں نکند کاس شام را

خاتم جم شکستہ تن ہیکل عشق ساختہ — منظر دوست کردہ دل جام جہاں نمائے را

از چاہ غبغبش ید در آوردہ ماہ را — بر ماہ عقرب سیہش بستہ راہ را

آمیزش از صلاح دو یکدل بہم رسد — جائے کہ تار تار رشتہ شد دوتا متاب

شوقے اگر نجات ز خود بینیت دہد — بگریز ور رخ ز آئینہ ہم بر قفا متاب

در سفرہ ہیچ نیست سوال از برون چرا — قفل کشودہ بر درِ گنج عطا متاب

با حکم قضا ساز کہ در دیر نظیری — مقبول مغاں نیست نمازے کہ قضا نیست

علمے چند ز عیب دگراں بردو زیم — کاں قدر جامہ رسوائی با معلم نیست

معشوقۂ من قبلہ نما، قبلہ، نظر گشت — تا گشت نظر از رخ چوں آئینہ برگشت

تا بوسہ گہ خیرہ مذاقاں نہ کند دست — دنداں زدم آں ساعد چوں شاخ شکر گشت

روزگار از خاطرم چوں نیل از رخسار شست — آسماں بر آتشم چوں عود در مجمر شکست

ہزار بار برون میزنند طبل رحیل — ہنوز رخت ز ایواں کسے نبردہ بکاخ

مجھ کو امید ہے کہ غزلیات نظیری کا مطالعہ کرنے والے حضرات اس شرح سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔ اور اس طرح فاضل شارح کی محنت کی داد دے کر علمی قدردانی کا ثبوت دیں گے۔

حالات شاعر

نام و نسب محمد حسین نام۔ نظیری تخلص۔ نیشا پور وطن تھا۔ اس کے سنہ ولادت کا کوئی ٹھیک پتہ نہیں چلتا۔ تمام تذکرے اس سے خاموش ہیں۔ نظیری کے قصائد کے تتبع سے کچھ تھوڑا بہت اس کی عمر کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن ان سے بھی کوئی قطعی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اس نے اپنے ہاں دو توام بچوں کی پیدائش پر جو قصیدہ کہا ہے اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی

---

[1] یہ چند اشعار ہم نے بغرض نمونہ پیش کر دیئے ہیں ورنہ ان سے کہیں زیادہ ہیں۔

قبل اس کے ہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا۔ یا زندہ نہیں رہا تھا اور اس قصیدہ لکھنے کے وقت اسکی عمر تقریباً ۴۵ سال تھی۔
چنانچہ کہتا ہے۔

کنم تلاش فزونی بدین دو دانش فرزند — گواہ دولت جد و فضیلت پدر آمد
بایں قصیدۂ برجستہ شد تدارک عیشم — کہ دختر و پسرم توامان بیکدگر آمد
کنوں بحد بلاغت رسد بہمیر و جیم — کہ بعد سن بلوغم یک اربعین بسر آمد

مگر یہ بچے زندہ نہ رہے جیساکہ دوسرے لڑکے نورالدین محمد کے مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے جو لڑکی کے مرنے کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اور دس روز کا ہی ہو کر وفات پا گیا تھا۔ نظیری اس واقعہ کو کس درد سے بیان کرتا ہے، کہتا ہے۔

موئے سرش بنقرہ برابر گذاشتم — قسمت نگر کہ خاک بموئے میاں فتاد
دختر کہ بار مرد پسر در عوض بزاد — امسال غبن شد کہ زیاں بر زیاں فتاد
گفتم ز بعد یک چلہ تطہیر او دہم — از اعتکاف یک دہہ بیتاب شد
صبح نخستیم نفسے چند رخ نمود — صبح دوم بہ نیم نفس در نقاب شد

صبح نخست سے پہلا لڑکا مراد ہے جو چند ماہ زندہ رہا اور صبح دوم سے نورالدین محمد مراد ہے جو چند روز بعد ہی انتقال کر گیا۔ اس کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ نظیری خانخاناں کے ہمراہ دکن میں تھا، چنانچہ کہتا ہے۔

یا شکر دکن گل ایران سرشتہ شد — در طبع ہند خاصیت گل شکر نماند
سبع المثانی آں ولد ثانیم نماند — ام الولد برفت کہ ام الکتاب شد

نظیری ۱۰۰۴ھ میں دکن گیا تھا[1]۔ اس بنا پر ترتیب یہ قائم ہو جاتی ہے کہ نورالدین ۱۰۰۴ھ کے دوران میں مرا۔ اس سے ایک سال قبل یعنی ۱۰۰۳ھ میں توام بچوں میں سے بچی ہوئی لڑکی کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ پس یہ توام بچے ۱۰۰۳ھ کے شروع یا ۱۰۰۲ھ کے آخر میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ اور اس وقت نظیری کی عمر ۵۶ برس کی تھی۔ اس لحاظ سے نظیری کی پیدائش غالباً ۹۴۶-۴۷ھ میں ہوئی ہوگی۔

شاعری | نظیری کو شاعری کا شوق شروع سے تھا۔ اور چونکہ ملکہ شعر گوئی خداداد تھا، اسلئے آغاز مشق ہی سے اس کی شہرت ہو چلی تھی۔ کاشان میں مقامی اساتذہ شعر و سخن حاتم، فہمی، مقصود، خردہ، شجاع، رضائی کے مقابلہ میں ان کی غزلوں پر غزلیں کہیں اور اس جدت ادا کے ساتھ کہیں کہ اس کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔

خانخاناں سے تعلق | یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عبدالرحیم خانخاناں کی علم پروری و فیاضی کا شہرہ دور دور تک پھیل چکا تھا۔

---

[1] گلزار ابرار

نظیری نے بھی اس کے دربار کا ارادہ کیا۔ اور آگرہ میں خانخاناں سے ملاقات کی۔ خانخاناں کے دربار میں عرفی۔ انیسی۔ اور شکیبی جیسے اور بھی بڑے بڑے شاعر موجود تھے۔ لیکن نظیری کو ان سب سے زیادہ دربار میں رسوخ حاصل تھا۔ خانخاناں اس کی ہر طرح دلجوئی کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ نظیری نے خانخاناں سے کہا کہ لاکھ روپیہ کا ڈھیر لگایا جائے تو کس قدر ہوگا؟ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ خانخاناں نے لاکھ روپیہ منگوا کر سامنے رکھدئے۔ نظیری نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ آج آپ کی بدولت میں نے لاکھ روپیہ تو دیکھ لئے۔ خانخاناں نے یہ روپیہ نظیری کے گھر بھجوا دیے[1]

نظیری کو خود بھی خانخاناں کے اس تعلق پر ناز تھا۔ ایک دفعہ خانخاناں نے انیسی کو ایک خط لکھا اور اس کے حاشیہ پر نظیری کو بھی سلام لکھدیا۔ نظیری اسے برداشت نہ کر سکا۔ اور ایک قصیدہ میں اس طرح اس شکایت کا اظہار کیا۔

مدحت دو سہ مخصوص دل ما نکشیدے مخدوم چنین یاد نہ کرد ست خدم را
تا نام خود از حاشیہ بستم کز پیش مہمان طفیلی نتواں بود قلم را

اکبر کے دربار سے تعلق خانخاناں کی وساطت سے نظیری کا تعلق اکبر کے دربار سے ہوا۔ اوّل اوّل جب نظیری اکبر کے دربار میں پہونچا۔ تو وہاں جہانگیر کے فرزند کے تولد پر جشن کا سامان ہو رہا تھا۔ غالباً یہ خسرو کی پیدائش کا جشن تھا۔ نظیری نے اس موقعہ پر ایک مرصع قصیدہ لکھ کر پیش کیا جس میں وہ اپنے حاسدین کا بھی اس طرح ذکر کرتا ہے۔

جہانستانشہہان تیرہ طبع و دَنی چہ مدام در پیش افتادہ اند ہمچو و بال
زبیم نظیری ایں ناقدان کم مایہ گہر بقدر خزف کشتہ زر بنرخ سفال

حج چند برس تک یہاں رہا اور دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ جانے کے باعث نظیری نے حج کا ارادہ کیا۔ اور با انداز حسن طلب خانخاناں کی خدمت میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا جس میں سفر حج کے اخراجات کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ خانخاناں نے سفر کا سامان کر دیا۔ وہ سورت کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہو کر مکہ معظمہ پہونچا۔ راستہ میں بدوؤں نے لوٹ لیا۔ مگر وہ حج و زیارت سے شرف اندوز ہوا۔ مولانا شبلی نعمانی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ سفر ۱۰۱۲ھ میں ہوا ہے۔

شاہزادہ مراد کے دربار سے تعلق حج سے واپس آکر نظیری نے شاہزادہ مراد کے دربار میں رسائی پائی۔ شاہزادہ مراد سے نظیری کو قلبی تعلق تھا اور وہ علاوہ شاہی عزت و احترام کے اس سے دلی محبت کرتا تھا۔ چنانچہ شاہزادہ مراد کی وفات پر اس نے جو مرثیہ کہا ہے اس کے شعر نہ دل کے آنسو نہیں، بلکہ دل اور جگر کے ٹکڑے معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہتا ہے

اے زخم تیرہ رخ چوں ارغواں کجاست دے زخم دہی شہ گیتی ستاں کجاست

---

[1] شعر العجم جلد سوم ۱۱۱ سے ۱۱۲ تا شرح بھی۔

برگ و شگوفہ ریخت ثمر از کجا خورم   بشکست شاخ برگ مر آشیاں کجاست
شوق سجود و حرمت تعظیم کمتر ست   آں تار صدر و سرکشی آستاں کجاست

جہانگیر کے دربار میں رسائی | ۱۰۱۴ھ اکبر کی وفات ہوئی۔ اور جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھا۔ یہ شعراء اور علماء کا نہایت قدردان تھا۔ اور خود بھی شعر و شاعری کا ستھرا مذاق رکھتا تھا۔ نظیری اس زمانہ میں گجرات میں قیام پذیر تھا۔ اور تجارت کرکے بسر اوقات کرتا تھا۔ لیکن اس کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی۔ جہانگیر نے اسے دربار میں طلب کیا۔ نظیری پایۂ تخت میں پہونچا تو جہانگیر ان دنوں شکار میں مصروف تھا۔ تین ماہ تک غریب کو انتظار کرنا پڑا۔ آخر کار دربار تک رسائی ہوئی تو انوری کے مشہور قصیدہ ع باز ایں چہ جوانی و جمال ست جہاں را۔ پر اس نے خود ایک قصیدہ لکھکر پیش کیا۔ جہانگیر نے خوش ہوکر ایک ہزار روپیہ۔ ایک گھوڑا۔ اور خلعت اس قصیدہ کے صلہ میں نظیری کو مرحمت کی۔ جہانگیر نے اس واقعہ کو خود اپنی تزک میں تفصیل کیساتھ لکھا۔

یہاں رہکر وقتاً فوقتاً جہانگیر کی عطا بخششوں سے فیضیاب ہوتا رہا۔ ایک دفعہ جہانگیر نے اس سے ایک عمارت کے کتبہ کی فرمایش کی۔ اس نے یہ غزل لکھی۔

اے خاک درت صندل سرگشتہ سراں را   یاد آمدہ چاروب رہت تاجوراں را

جہانگیر نے صلہ میں تین ہزار بیگہ زمین بخشی[1]

ذاتی حالات و اخلاق | مولانا شبلی نظیری کو طامع و حریص بتاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اسے زرگری میں کمال حاصل تھا اور تجارت بھی کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ ہم اس خیال سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ خانخاناں نے انیسی کے خط میں حاشیہ پر جو نظیری کو سلام لکھا تھا۔ اس کا واقعہ گذر چکا ہے۔ خانخاناں سے نظیری کا اس پر شکایت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خودداری اور عزت نفس کے جذبات سے بالکل عاری نہیں تھا۔ پھر اس کا تجارت میں مشغول ہونا اس کا ثبوت ہے کہ وہ اور شاعروں کی طرح دربار کی مداحی پر تکیہ نہیں کرتا تھا بلکہ اپنے قوت بازو سے کمانے میں بھی تساہل نہیں کرتا تھا۔ رہا مداحی میں بعض جگہ حد سے زیادہ مبالغہ کرنا۔ یہ اس زمانہ کی شاعری کا عام دستور تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اسے دربار میں مقبولیت حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

عقائد میں **تشدد**۔ اس کا ذاتی کیرکٹر اس درجہ مضبوط تھا کہ بعض انتہائی خطرناک مواقع پر بھی نہیں چوکتا تھا۔ اور مسائل کے باب میں جو بات اسے حق معلوم ہوتی تھی۔ اس کو کسی لطیف پیرایہ میں ظاہر کر دیتا تھا۔ اکبر پر ابوالفضل کا جتنا اثر تھا وہ ہر شخص جانتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نظیری ایک موقع پر ابوالفضل کے ملحدانہ خیالات اور دربار اکبری کے آزادانہ مذاکرات اور مباحثوں پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

طبیعت ہمہ ابنائے دہر ملحد شد   ولے ز فطنت تو بر طرف فتاد الحاد

۱؎ سرو آزاد و ید بیضا بحوالۂ شعر العجم۔

اگرچہ فضلۂ از فاضلان حاصل دہر | بہ طمع جاہ و غنا کرد مذہب ایجاد
پس از حصولِ مرادات حال آں فاسد | مثلِ چو باغ گشت و حسرت شداد

ترک دنیا | وفات سے چند سال پیشتر وہ دنیا کے مخمصوں سے تنگ آکر گوشہ نشین ہوگیا تھا۔ ۱۰۱۲ھ میں گجرات سے آگرہ آیا۔ اور یہاں خانخاناں کو اپنا دیوان حوالہ کرکے پھر گجرات چلا آیا۔

وفات | ۱۰۲۲ھ میں احمد آباد میں انتقال کیا۔ مکان کے قریب ایک مسجد بنوائی تھی اسی میں دفن ہوا۔ یہ مآثر رحیمی کی روایت ہے ورنہ اور تمام تذکروں میں سال وفات ۱۰۲۱ھ لکھا ہے۔ ہم نے سن ولادت کے متعلق اپنا جو اندازہ شروع میں لکھا ہے اگر وہ صحیح ہے اور سن وفات ۱۰۲۱ھ مانا جائے تو اس حساب سے اس کی عمر ۴۷، ۵۷ سال کی ہوتی ہے۔

خصوصیات کلام | نظیری کی خصوصیات کلام پر تفصیلی گفتگو کرنے کے لئے ایک فرصت درکار ہے اور یہاں اس کی گنجائش نہیں۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ نظیری قصیدہ گوئی میں اپنا کوئی خاص رنگ قائم نہیں کرسکا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خاقانی۔ عرفی اور انوری نے قصیدہ نگاری کا جو معیار قائم کردیا تھا۔ اس سے تجاوز کرنا اس خاص صنف میں غیر معمولی انہماک اور مشق و مہارت کا طالب تھا۔ اور غالباً نظیری کو اپنی خاص افتاد طبع کے باعث اس کا موقع نہیں ملا۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے غزل گوئی میں اسے معنوی اور صوری دونوں حیثیتوں سے بہت کچھ ترقی کی۔ اور اس میں وہ وہ جدتیں پیدا کیں کہ فارسی تغزل کی شان کہیں سے کہیں پہونچ گئی۔

نظیری و عرفی میں چشمک | عرفی اور نظیری کے درمیان کافی چشمک رہی۔ چنانچہ نظیری نے عرفی کے ایک ہم طرح قصیدہ کا جواب لکھا گو بقول علامہ شبلی اعتراضات میں اس کو پوری کامیابی نہیں ہوئی تاہم اس نے وہ وہ باتیں نکالیں کہ اگر ممدوح زود رنج ہوتا تو یقیناً عرفی راندۂ درگاہ قرار دیدیا جاتا۔

فیصلہ صائب | میرزا صائب نے نظیری کے تفوق کا کھلے الفاظ میں صدق دل سے اعتراف کیا ہے اور عرفی کا مرتبہ نظیری سے کم قرار دیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

صائب چہ خیال ست کہ شوی ہمچو نظیری | عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

نظیری کے تغزل کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کی نفسانی کیفیات کا نہایت ژرف نگاہی سے معالعہ کرتا ہے۔ اور پھر قدرت بیان و شستگی زبان کی وجہ سے اسے اسطرح پیش کرتا ہے کہ وہ معنوی چیزیں پیکرِ محسوسات میں آکر آنکھوں کے سامنے چلتی پھرتی نظر آنے لگتی ہیں۔ مثال کے لئے اشعار ذیل ملاحظہ کیجئے۔

از کف نمی دہد دلِ آساں ربودہ را | دیدیم زور بازوئے ناآزمودہ را

نکتہ سنج جانتے ہیں اس شعر میں "دل آساں ربودہ را" اور "بازوئے ناآزمودہ را" ان دونوں کا امتزاج نے کیا لطف پیدا کردیا ہے۔ عاشق کا دل نہایت تنگ ہوتا ہے کہ اس میں سوائے محبوب کی یاد کے کسی اور چیز کی مطلقاً گنجائش نہیں ہوتی۔

یہ ایک عام مضمون ہے۔ لیکن نظیری اس کو کس خوبی سے ادا کرتا ہے۔

بدل تنگی کنم دل خویش ہمیشہ / کہ تنہا جائے غمہائے تو باشد

"جائے غمہائے تو" کہہ کر اس نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ محبوب کا غم دراصل غم نہیں، بلکہ وہ تو عین زندگی کی تمنا، اور منتہائے آرزو ہے۔" عاشق کو خود اپنی جان کا دشمن زمانہ بتاتا ہے۔ مگر اسی مضمون کو نظیری نے کس لطیف پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔

با خودم دشمن جان باید بود / چہ کنم دوست عدو افتاد است

تو بخویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری / بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ نظیری چونکہ فطرۃً بڑا خدا پرست تھا۔ اسلئے اس کے کلام میں تصوف کا عنصر کافی پایا جاتا ہے۔ وہ حافظ شیرازی کی طرح تمام زندگی ایک "خندہ عیش" بنا کر ہی صرف نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ اس کو یقین ہے کہ زندگی کے لئے مسرت وغم دونوں توام ہیں اور ایک مبصر کا فرض ہے کہ وہ دونوں میں توازن باقی رکھے اس کے نزدیک یہ دنیا مزرعۂ عمل ہے جب تک انسان محنت و مشقت کا عادی نہیں ہوگا اسے راحت نہیں مل سکتی۔ چنانچہ کہتا ہے

نیست ممکن بزندگی آرام / تا نفس باقی ست در تنگ و پوست

فرحتے نیست کہ در پہلوئے آں صد غم نیست / روز مولود جہاں کم ز شب ماتم نیست

گفت و شنود دوستاں مایۂ عیش می‌شود / آنکہ شمردہ زد نفس ہمدمی ملک نخواست

تا یک دلت پسند کند قرب او مجو / سرمایۂ قبول در انکار عالم ست

ایک اور غزل میں کہتا ہے۔

گریز دار صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست / کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست

ہوائے وصل کسے می‌کند کہ بوالہوس است / دراں دلے کہ محبت بود تمنا نیست

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ بسا اوقات پہلے مصرعہ میں ایک دعویٰ کرتا ہے اور پھر دوسرے مصرعہ میں اس کو ثابت کرنے کے لئے مادی اشیاء میں سے کسی شے سے استدلال کرتا ہے۔ مثلاً اشعار ذیل دیکھئے۔

بس غنچہ نشگفتہ تاراج خزاں رفت / رسمے است کہ رہزن زند از قافلہ پس را

حسن چندے سر بدل شوخی و رعنائی دہد / شہ چو گیرد مملکت اول بہ یغمائی دہد

ز اظہار محبت بر زبان خلق افتادم / چو محتاجے کہ گنجے یابد و ظاہر کند زودش

محبت در دل غمدیدہ الفت بیشتر گیرد / چراغے را کہ دودے ہست در سر زود درگیرد

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ بعض معنوی کیفیات کو ادا کرنے کے لئے وہ جن الفاظ کا انتخاب کرتا ہے وہ اس معنی پر اس طرح منطبق ہوتے ہیں کہ ان لفظوں کی بجائے اگر کوئی اور لفظ اس جگہ پر رکھدیا جائے تو معنی اس خوبی سے ادا نہیں ہو سکتے۔ مثلاً عاشق و محبوب میں مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔ دونوں راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہیں نظیری اس صحبت کا نقشہ اس عجیب و دلکش طریقہ سے کھینچتا ہے۔

چہ خوش است از دو یکدل سر حرف باز کردن — سخن گذشتہ گفتن گلہ را دراز کردن

اثر عتاب بردن ز دل ہم اندک اندک — بہ بدیہہ آفریں بہ بہانہ ساز کردن

حقیقت یہ ہے کہ اس مضمون کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اور طریقہ اظہار ہو ہی نہیں سکتا۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ نظیری نے روزمرہ اور محاورے کثرت سے استعمال کئے ہیں جن سے اس کی لسانی مہارت، اور قدرتِ بیان کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً

سحر کشیدن:۔ صبح تک جاگتے رہنا۔ — بخواب گرفتن:۔ سوتے میں جا پکڑنا۔

سر حرف باز کردن:۔ باتوں کا دفتر کھولنا۔ — نسخہ بر داشتن:۔ کتاب کا نقل کرنا۔

بر پیالہ دست زدن:۔ ساغر رد کرنا۔ — تار بار مثل شدن:۔ دو غیر جنسوں کا ملنا[1]

سعید احمد اکبر آبادی ایم۔ اے

---

[1] سن ولادت کی تحقیق میں میرے فاضل دوست مولانا محبوب الٰہی صاحب نے میری امداد کی ہے اور بقیہ حالات میں سے اکثر شعر العجم سے اور کچھ خود نظیری کے اپنے کلام سے ماخوذ ہیں۔

عرض شارح

حامداً و مصلیاً و مسلماً

شعراء متاخرین میں سے جو قبول عام نظیری کے حصہ میں آیا وہ غالباً اس دور کے کسی اور شاعر کو نصیب نہیں ہوا۔ میرے نزدیک اس کی خاص وجہ عہد متاخرین میں متقدمین کے طرز تغزل کو نباہنا ہے بلا شبہ نظیری اس میں کامیاب ہی نہیں بلکہ اپنے ہم عصروں پر سابق رہا، خود کہتا ہے

تا اقتدا بحافظ شیراز کردہ ایم　　　گردیدہ مقتدائے دو عالم کلام ما

یہی وجہ ہے کہ دیوان نظیری، فارسی کے اس دور انحطاط میں بھی ہندوستان میں مقبولیت عامہ کا مالک ہے۔ غالباً کوئی یونیورسٹی ایسی نہیں جس کے فارسی کورس میں پورا دیوان یا انتخاب شامل نہ ہو۔ پنجاب یونیورسٹی کے منشی فاضل کورس میں تو غزلیات نظیری ایک عرصہ دراز سے داخل ہے اور سچ پوچھئے تو پرچہ نظم کی جان یہی ہے۔

ترجمہ کرنے والوں نے عام کورس کی کتابوں کی طرح اپنی ذمہ داریوں کا احساس کئے بغیر غزلیات نظیری کے ترجموں کی بھی بھر مار کر ڈالی مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض حضرات مترجمین نے تو بغیر سوچے سمجھے جو بر وقت ذہن میں آیا لکھ مارا۔

ظاہر ہے کہ یہ طریقہ کار طلبہ کے لئے سخت گمراہ کن اور ان کی محنتوں کو ضائع کر دینے والا تھا اس وجہ سے دل میں ایک داعیہ پیدا ہوا کہ غزلیات نظیری پر کچھ لکھا جائے، اس کے علاوہ میرے احباب نے بھی مجھے مخلصانہ مشورہ دیا کہ اگر یہ کام انجام پا گیا تو طلبہ کے لئے اس پرچہ میں بہت کچھ سہولت ہو جائے گی اور غزلیات نظیری کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی مدد ملے گی۔ بنا بریں خدا پر بھروسہ کر کے میں نے کام شروع کر دیا اور کسی حاشیہ اور شرح کو پیش نظر نہیں رکھا کیونکہ خطرہ تھا کہ موجودہ حواشی اور شروح کہیں ذہن کو صحیح سمت سے ہٹا کر غلط راستہ پر نہ ڈال دیں۔

البتہ تسوید سے فارغ ہو کر نظر ثانی کے وقت بحر، اوزان اور تقطیع کا مقابلہ حافظ عبدالمجید صاحب کی شرح سے کیا، وزن و تقطیع کے لحاظ سے کہیں اختلاف نہیں پایا۔ صرف چند بحور کے ناموں میں اختلاف نظر آیا۔ لیکن قواعد عروض کے تتبع کرنے کے بعد مجھے اپنی تجویز میں تغیر کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ بعض اشعار کے مطلب کا مقابلہ بھی حافظ صاحب موصوف اور دیگر شارحین کی شرح سے کیا اور مولوی صادق علی صاحب کے حاشیہ کو بھی دیکھا، بصورت اختلاف اگر کسی شعر میں اپنے بیان کردہ مطلب کے ساتھ دوسرے محشی یا شارح کی توجیہہ بھی صحیح ہو سکتی تھی تو اس کو ثانوی درجہ میں نقل کر دیا، ورنہ ترک کر دیا۔

ترجمہ کرتے وقت محاورہ اور سلاست عبارت کے ساتھ ساتھ اس امر کا لحاظ بھی پورا رکھا ہے کہ طلبہ کو ہر ہر لفظ کا ترجمہ سمجھ میں آجائے۔ اپنی ان تمام امکانی کوششوں کے باوجود مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ انسانی ذہن خطا و سہو سے منزہ

نہیں۔ یقیناً مجھ سے خطاءً یا سہواً غلطیاں ہوئی ہوں گی۔ ناظرین سے امید ہے کہ وہ اصلاح فرمائیں گے اور مجھ کو بھی میری غلطی پر تنبیہ فرما دیں گے۔ تاکہ آئندہ اڈیشن میں اس کی مکافات کی جا سکے۔

بد و خوبم ہمہ پیشت نہادم
شنیدستم کہ تو خوردہ نہ گیری
وے گر نکتے یابی ز انصاف
مرا آگہ کنی عذرم پذیری

معذرت

افسوس ہے کہ باوجود پوری کوشش کے کچھ نہ کچھ کتابت کی غلطیاں رہ ہی گئیں۔ جو تصحیح کے بارے میں میری ناتجربہ کاری اور حضرتِ کاتب یا سنگ ساز کی کرم فرمائیوں کا نتیجہ ہیں۔ لیکن الحمد للہ کہ ایسی غلطی کوئی نہیں جس سے عبارت میں خلجان واقع ہو۔ اگر کتاب کی اشاعت کے موخر ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو صحت نامہ شامل کر دیا جاتا۔ اب ناظرین کے ذوقِ صحیح پر حوالہ کر دینے کے سوا کوئی صورت نہیں امید ہے کہ وہ تصحیح فرما لیں گے۔

احقر محبوب الٰہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحر :- ہزج مثمن سالم - ارکان :- مفاعیلن ہشت بار -

تقطیع :-

اذا ما شئت ان تحیی	حیوۃ حلوۃ المحیی	برسوائی برآور سر	ز مستوری برون نہ پا
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن

۱ اِذا ما شِئتَ اَن تَحْیٰی حَیٰوۃً حُلْوَۃَ المَحیا — برسوائی برآور سر ز مستوری برون نہ پا

۲ حدیثِ حسن و مشتاقی درونِ پردہ پنہاں بود — برآمد شوق از خلوت نہاد این راز بر صحرا

۳ رُخ خط و خالِ رُخسارش قضا شکلے نمود اوّل — قلم برداشت ہر ذرہ ورق برگشت از انشاء

(۱) تشریح :- اِذا حرف شرط - شِئتَ - صیغہ واحد مذکر مخاطب - تحیٰی - فعل مضارع از حیات - حُلوۃ - شیرینی - محیا - زندگی گذارنے کا مقام - اور بمعنی زندگی - ترجمہ :- اگر تو شیریں اور راحت و آرام کی زندگی گذارنے کی خواہش رکھتا ہے تو رسوائی (عشق) میں سر برآوردہ بن اور (گوشہ) گمنامی سے باہر قدم رکھ (توضیح) یعنی زندگی کا مزہ گوشہ نشینی اور گمنامی میں نہیں ہے بلکہ اس حیاتِ مستعار کا مقصد ہی اس محبوبِ حقیقی کے عشق میں رسوائے عالم ہو جانا اور مستوری و خفا کے پردوں کو چاک کر دینا ہے کہ ع

بدنام شدن در دو جہاں غایت نام ست -

(۲) تشریح :- حدیث - افسانہ - قصہ - مشتاقی - عشق - بر صحرا نہادن - فاش کر دینا - آشکارا کر دینا - ترجمہ :- قصۂ حسن و عشق پردہ میں چھپا ہوا تھا (کہ) شوق یعنی جذبۂ ظہور خلوت سے نکلا اور یہ (تمام) راز آشکارا کر دیا (توضیح) اس شعر میں حدیث قدسی "کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ" کی طرف تلمیح ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا مجھے شوق ہوا کہ پہچانا جاؤں اس لئے میں نے مخلوقات کو پیدا کیا - پہلا مصرعہ "کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً" کی تفسیر "شوق" سے اَحبَبتُ کی طرف اشارہ ہے اور "نہاد این راز بر صحرا" فَخَلَقتُ الخَلقَ کا بیان ہے

(۳) تشریح :- رُخسارش - ش ضمیر کا مرجع ذاتِ گرامی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا ذات خداوندی ہے - قضا - حکم خداوندی - ترجمہ :- آپ کے رخسار کے خط و خال کا قضا نے سب سے پہلے ایک نقش تیار کیا (پھر کیا تھا) ذرہ ذرہ نے قلم اٹھایا اور صفحۂ ہستی (اسکے عکس) تحریر ہو گیا (توضیح) اس شعر میں حدیث اول ما خلق اللہ نوری کی طرف اشارہ ہے یعنی سب سے پہلے نور محمد صلعم پیدا ہوا اور روحانی و جسمانی عالم آپ ہی کے نقوش خط و خال کا عکس اور پرتو ہیں - اور اگر ضمیر کا مرجع ذات خداوندی کو قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ مشیتِ ایزدی نے فاحببت ان اعرف کے مطابق اپنے چہرۂ قدیم کے خط و خال یعنی صفاتِ جمالیہ و جلالیہ کو اطلاق سے تعین کی شکل میں ظاہر کر دیا اس صورت میں ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کے مضمون کی طرف اشارہ ہوگا - یعنی اللہ تعالےٰ

دراں گلشن ہوا بُودم کہ مستی زاد از نرگس ۴ دراں مجلس صفا بُودم کہ عشق از حسن شد پیدا

برحمت اتّصال اُفتد چو پیوندے بُرید از ہم ۵ بفرصت قطرہ دریا میشود چُوں قطرہ شد دریا

کجا ناز و نیاز عاشق و معشوق کم گردد ۶ زحاجت حُسن مُستغنی و ما محتاجِ استغنا

شراب و شاہد و میخانہ و ساقی ہمہ دل کش ۷ باین خمارِ بے پروا سرے داریم و صد سودا

تقاضا بر تقاضا میرسد زآنسوئے دل ہر دم ۸ زمانے نیستم خالی فغاں زیں شوقِ کار افزا

(۴) ترجمہ۔ میں اُس باغ میں (بمنزلہ) ہوا تھا جس میں نرگس سے مستی پیدا ہوئی اور اُس مجلس میں صفاؤ بہا تھا جس میں حُسن سے عشق پیدا ہوا۔ (توضیح) یعنی جس طرح باغ میں نرگس کی مستی کے اظہار کا ذریعہ ہوا ہے اور صفائے حُسن کا تقاضا وجود عشق اسی طرح گلشن قدیم میں محبوب حقیقی کی نگاہ کی مستی کے اظہار کا ذریعہ وجود خلق تھا اور حسن ازلی کی صفاؤ بہار وجود عشق کی متقاضی تھی۔ خلاصہ یہ کہ ایک ہی ذات "حُسن و عشق" کی دو مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہے۔

(۵) ترجمہ:۔ جب تعلق ٹوٹ جائے تو (بہت) زحمت و دقت سے جڑتا ہے (جیسا کہ) اگر دریا قطرہ (قطرہ) ہو جائے تو (پھر کہیں) مدت میں قطرہ (قطرہ ملکر) دریا بنتا ہے۔ (توضیح) انسان بھی بحر وحدت سے نکلا ہوا ایک قطرہ ہے جو اس عالم امکان میں ہونے کی وجہ سے اپنے مرکز اصلی سے انتہائی دوری میں ہے تو اب کہیں مدتوں تک تزکیہ نفس و تصفیہ باطن کرنے کے بعد اس کے بحر وحدت میں شامل ہو جانا ممکن ہے۔

(۶) ترجمہ:۔ عاشق کا عجز و نیاز اور معشوق کا ناز و انداز کہاں کم ہو سکتا ہے (اس لئے کہ) حسن احتیاج سے بے نیاز ہے اور ہم بے نیازی کے حاجتمند ہیں (توضیح) شعر میں لف نشر غیر مرتب ہے۔ ناز کا تعلق معشوق سے ہے اور نیاز کا عاشق سے معشوق حسن کا سرمایہ دار ہوتا ہے اور عاشق اس سرمایہ کے آگے دریوزہ گر۔ اب دیکھو کہ محبوب خدا ہے جس کے حسن و جمال کی کوئی انتہا نہیں اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ اور طلبگار بندہ نادار ہے اور پورا پورا محتاج۔ پھر اس معشوق کے ناز اور اس عاشق کے عجز و نیاز میں کمی ہو تو کیونکر؟

(۷) ترجمہ:۔ شراب معشوق، میخانہ اور ساقی سبھی دل لبھانے والے ہیں۔ اس بے پروا مے فروش کے متعلق ہم خیال تو سیکڑوں رکھتے ہیں اور سر ایک۔ (توضیح) مطلب یہ ہے کہ اس میخانہ وحدت اور کارخانہ خداوندی کی تمام چیزیں دل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں تو ہمارا ایک دماغ ان سیکڑوں خیالات جنوں افزا کی تاب کہاں سے لائے ؏

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا۔ دل بھی یارب کئی دئے ہوتے

شراب سے مُراد وحدت، معشوق سے ذات خداوندی، میخانہ سے کارگاہ ہستی اور ساقی سے کائنات کا ہر ہر ذرّہ یا ذات گرامی مصطفوی مراد ہے اور خمار سے مالک حقیقی ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ دل کی جانب سے ہر دم تقاضے پر تقاضے ہو رہے ہیں (حتی کہ) ایک لمحہ بھی میں فارغ نہیں رہتا۔ اس کام بڑھانیوالے عشق سے فریاد! (توضیح) یعنی دل کی گہرائی سے ہر وقت طلب معشوق حقیقی کے جذبات اُبھرتے رہتے ہیں ایک لحظہ بھی سکون حاصل نہیں ہوتا۔ اس عشق کی کار افزائی کا کیا ٹھکانہ، پناہ بخدا!

اگر نالم ز ہجراں رخ مگرداں حسبۃً للہ ۹ قیاسِ وصل و محرومی گلستانست و نابینا

درونِ بیتِ احزاں پیرِ نابینا چہ می داند ۱۰ کہ شہرے بر سرِ سودائے یوسف میکند غوغا

نظیری گر طمع داری کہ مقبولِ مغاں باشی ۱۱ فلا تحسد و لا تبخل و لا تحرص علی الدنیا

اے از کرم نریختہ خونِ سبیل را ۳/۱ وز لطف عید کردہ عزائے خلیل را

(۹) ترجمہ:- اگر میں فراق و محرومی کیوجہ سے آہ و زاری کرتا ہوں تو خدا کے لئے تو (مجھ سے) مونھ نہ پھیر (اس لئے کہ) وصل و محرومی کی مثال ایسی ہے کہ ایک باغ ہو اور (اس میں) ایک اندھا آدمی ہو۔ (توضیح) مطلب یہ ہے کہ جس طرح باغ کے خوشنما منظروں سے اندھا لطف نہیں اٹھا سکتا اسی طرح ہم استعداد نہیں رکھتے اور اپنی ہی بدبختی کا ماتم کر رہے ہیں اس ہماری آہ و زاری کو اپنی شکایت پر محمول کرکے خدا کے لئے کہیں ہم سے نظرِ کرم نہ پھیر لینا۔

(۱۰) ترجمہ:- پیرِ نابینا (حضرت یعقوب علیہ السلام) کو غمکدہ میں کیا خبر ہے کہ ایک شہر (کا شہر) یوسف (علیہ السلام) کی خریداری پر شور و غوغا کر رہا ہے (توضیح) مقصد یہ ہے کہ راہ شب زندہ دار جو راتوں کو تصورِ جمالِ حقیقی میں محو ہے غالباً اسکا خیال یہی کہ یہ سعادت اسوقت میرے ہی حصہ میں آ رہی ہے اسکو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ عالم اور اس کا ذرّہ ذرّہ اسی طلب میں مصروف ہے۔

ہمہ ہستند سرگرداں چو پرکار پدید آرندۂ خود را طلبگار

(۱۱) تشریح:- مُغ - آتش پرست مراد شراب فروش یہاں مراد خاصان بارگاہ کبریائی ہیں۔ فا جزائیہ ہے۔ لا تحسد نہی کا صیغہ ہے حسد سے اور لا تبخل - بخل سے - اور لا تحرص - حرص سے۔ علیٰ بمعنی پر ہے۔ ترجمہ:- اے نظیری اگر تجھکو یہ خواہش ہے کہ پیرانِ میکدہ (اور خاصانِ بارگاہِ خداوندی) کے نزدیک تو مقبول ہو جائے تو نہ حسد کر اور نہ بخل کر اور نہ دنیا کی حرص و طمع۔

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان:- مفعولُ فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن

تقطیع:

اے از ک	رم نریخ	تہ خونے س	بیل را	وز لطف	عید کر د	عزائے خ	لیل را
مفعول	فاعلاتُ	مفاعیلُ	فاعلن	مفعولُ	فاعلاتُ	مفاعیلُ	فاعلن

(۱) تشریح:- سبیل بمعنی مباح - عزا - اصل معنی صبر - ماتمی مجلس کو مجلس عزا اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں تلقین صبر کی جاتی ہے۔ ترجمہ:- اے وہ ہستی کہ جس نے (اپنے) کرم سے مباح خون نہیں بہایا اور (اپنے) لطف و کرم سے (حضرت ابراہیم) خلیل (اللہ) کے ماتم کو عید بنا دیا۔ (توضیح) اس شعر میں حضرت ابراہیمؑ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے حضرت اسمٰعیلؑ کے راہِ حق میں مباح کو خون بہانے سے بچا لیا اور اُن کے والد حضرت ابراہیم کو اُن کے ذبح ہو جانے پر جو طبعی رنج و ملال ہوتا اُس کو خوشی و مسرّت سے بدل دیا کہ اُن کے بجائے دُنبہ ذبح ہو گیا اور اسمٰعیل علیہ السلام بچ گئے۔ اِسی کی یاد عید الاضحیٰ کو روز قربانی سے تازہ کی جاتی ہے۔

در ملکِ مصر یُوسفِ کنعاں بیادِ تو	۲	دریائے نیل ساختہ چشمِ کحیل را	
گوئی بغیرِ واسطہ در گوشِ خاکئے	۳	رازے کزاں خبر نبود جبرئیل را	
دادہ بکنج فقر نشانِ جنّت النعیم	۴	کردہ سبیل مشت گدا سلسبیل را	
پُل بستہ حرزِ مہرِ تو بر معبرِ کلیم	۵	دل کردہ بادِ قہرِ تو خوں رُود نیل را	
ہر فرد گشتہ حاکم ایں ملک غیر تو	۶	ناکردہ گرم جا زدہ کوسِ رحیل را	

(۲) ترجمہ:- (اے خدا) تیری یاد میں یُوسف کنعانی نے ملک مصر میں اپنی سرمگیں آنکھ کو (روتے روتے) دریائے نیل بنالیا۔ (توضیح) اِس شعر میں حضرت یُوسف علیہ السّلام کے واقعہ کی طرف اِشارہ ہے کہ اُنکو بھائیوں نے چاہ کنعان میں ڈالدیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنکو صحیح سلامت مصر پہنچادیا۔ اور مصر کی شاہی عطا فرمائی مگر آپ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے اور خشیہ و خوفِ الٰہی اُن پر طاری رہا۔

(۳) ترجمہ:- بدُون کسی واسطہ کے (اے خدا) تو ایک خاکی ہستی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے کان میں وہ راز کہہ دیتا ہے جس کی (مقرب ترین فرشتہ) جبرئیل کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ (توضیح) واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے کہ جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ پر رُک دیئے گئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آگے تشریف لے گئے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ بلا واسطہ ہمکلام ہوئے۔

(۴) ترجمہ:- جنّت النعیم کا نشان (اے خدا) تو نے گوشۂ فقر میں بتایا ہے اور چند گداؤں کے لئے سلسبیل (نہر جنت) کو وقف کردیا ہے۔ (توضیح) پہلے مصرعہ میں حدیث الفقرُ فخری کی طرف اشارہ ہے اور دُوسرے مصرعہ میں اصحابِ صُفّہ کی طرف۔ صفہ چبوترے کہتے ہیں چند اہل اللہ فقر و فاقہ کی حالت میں اللہ پر بھروسہ کئے ہوئے ایک چبوترے پر پڑے رہتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کی دلداری کی اِنتہائی کوشش فرماتے تھے۔ اور اللہ کے نزدیک بھی اُن کے رُتبے بلند تھے۔

(۵) ترجمہ:- تیری محبّت کے تعویذ نے (حضرت موسیٰ) کلیم (اللہ) کے راستہ پر پُل بنادیا اور تیرے قہر و غضب کی ہوا نے دریائے نیل کا دل خون کرڈالا۔ (توضیح) حضرت مُوسیٰ و فرعون کے قصّے کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السّلام مع اپنے ہمراہیوں کے دریائے نیل کو عبور کر گئے اور دریا کے پانی نے پھٹ کر پل کی شکل پیدا کردی اور جب فرعون اور اُس کے ساتھیوں نے عبور کرنا چاہا تو پانی کے دونوں حصے مل گئے اور وہ سب غرق ہوگئے۔

(۶) تشریح:- ہر فرد کے بعد کہ موصولہ محذوف ہے۔ جا گرم کردن۔ فارسی محاورہ ہے بمعنی دیر تک بیٹھنا۔
ترجمہ:- تیرے سوا جو شخص (بھی) اِس ملک کا حاکم ہوا ابھی ٹھکانے سے بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ کوچ کا نقارہ بجادیا۔
(توضیح) یعنی تیری ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے (کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ)

درویش و بادشہ بوجود تو قائم اند	۷	خورسند کردۂ تو عزیز و ذلیل را
نفزودہ بر رسوم مقدر بحسن سعی	۸	وز معصیت نہ کاستہ رزقِ کفیل را
ہیچیم گر تو باز ستانی متاعِ خویش	۹	دارد دو عالم از تو کثیر و قلیل را
قائل بعجز گشت ثنائے تو ہر کہ گفت	۱۰	در ہستیٔ تو رہ نبود قال و قیل را
در تو با جتہادِ نظر کے تواں رسید	۱۱	صد شبہ در رہ است قیاس و دلیل را
توحیدِ حق بیانِ نظیری بلند ساخت	۱۲	برتر نہید پایۂ عرشِ جلیل را

(۷) ترجمہ:- شاہ و گدا تیرے ہی وجود کے ساتھ قائم ہیں، تو نے ہر عزیز و ذلیل کو (اپنی اپنی حالت میں) خوش کر رکھا ہے۔
(توضیح) یعنی سب کے وجود کا منبع و سرچشمہ تو ہی ہے یہ سب نہریں ایک ہی بحرِ وحدت سے نکلی ہیں پھر تو نے ان مختلف مدارج رکھنے والی ہستیوں کو ایسی مختلف طبیعتیں بخشیں کہ ہر ایک اپنے اپنے دائرہ میں مگن ہے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ۔

(۸) ترجمہ:- حسین کوشش اور جد و جہد سے مقدر وظیفوں میں اضافہ نہیں ہوتا اور گناہ و معصیت سے رزق ضروری گھٹتا نہیں۔ (یعنی تقدیر کے آگے تدبیر کی پیش نہیں جاتی باقی خدا نے ہر ایک کو اس کا رزق پہنچانے کی ذمہ داری لے لی ہے)۔
وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔

(۹) ترجمہ:- اگر تو اپنا (دیا ہوا) سرمایہ (ہستی) واپس مانگ لے تو پھر ہم ہیچ و نیست رہ جائیں (کیونکہ) دونوں جہان تھوڑا یا بہت (جتنا کچھ بھی رکھتے ہیں) تیرا ہی دیا ہوا رکھتے ہیں

(۱۰) ترجمہ:- جس نے تیری تعریف و ثنا کی اُس کو (بالآخر) عجز کا اعتراف کرنا پڑا۔ اور تیری ہستی میں قال و قیل اور بحث و تمحیص کو دخل نہیں (یعنی تو بیچون و چگون ہے)۔

(۱۱) ترجمہ:- نظر و فکر کی کوشش سے تیری کنہ و حقیقت کو کب معلوم کیا جا سکتا ہے (اس لئے کہ) دلیل اور برہان کی راہ میں سیکڑوں شبہات و شکوک ہیں (توضیح) در چیزے رسیدن کسی چیز کی حقیقت دریافت کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص تیری حقیقت استدلال سے معلوم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شکوک و شبہات کی وجہ سے یہ راستہ خارزار بنا ہوا ہے پائے عقل اسی راہ میں چلنے سے عاجز ہے۔

(۱۲) ترجمہ:- خدا کی وحدانیت کے بیان نے نظیری کے کلام کو بلند مرتبہ بنا دیا اس نے ربِ جلیل کے عرش کا پایہ بہت اونچا سمجھو۔
(توضیح) برتر نہادن، یا پست نہادن یعنی بلند یا پست سمجھنا۔ مطلب یہ ہے کہ بیان وحدانیت نے جب نظیری کے کلام کو سب کلاموں پر فائق بنا دیا تو اُس ذات کی برتری کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا جس کی توحید کے بیان کی یہ تاثیر ہے۔

• بحر:- ہزج مثمن سالم۔ ارکانِ تقطیع:- مثل ۱

صفا از عقدۂ دلہاست آں زلف معقّد را	۱	بحمد اللہ کہ ربطے ہست با مطلق مقیّد را
کہ دادے رُوح را با جسم اُلفت گر نگر دیدے	۲	محمد کارواں سالار ارواح مجرّد را
بیک حسن و شمائل طرح عشق افگندہ شد ورنہ	۳	نمیدادند نقش ہستی ایں لوح زبرجد را
بمکتب خانہ سر مصحف از بر داشت آں روزے	۴	کہ عقل کل نمیکرد از الف یا فرق ابجد را
حدیث دلفروزش سکہ شد مجموعہ حکمت	۵	حکیماں جزو میسازند اوراق مجلّد را جلد

(۱) تشریح:۔ صفا: حسن و خوبی۔ عقدہ: گرہ۔ مطلق: وہ عام شے جو قید و تخصیص سے خالی ہو۔ مقیّد: وہ شے جس میں کوئی قید لگا کر خاص کر دیا جائے۔ ترجمہ:۔ اُس زلف گرہ گیر کو (عشاق کے) دلوں کی گرہوں سے حسن و خوبی (حاصل) ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ مقید کا مطلق کے ساتھ ربط و تعلق موجود ہے (توضیح) یہ غزل نعتیہ ہے زلفِ حبیب پاک کو درازی و تسلسل میں مطلق سے تعبیر کیا ہے اور دل عشاق کو مقید سے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ زلفِ دراز ویسے گرہ تھی عشاق کے دلوں نے بصورت گرہ ظاہر ہو کر اُس کو گرہ گیر بنا دیا تو جس طرح مطلق و مقید میں عموم و خصوص کا علاقہ ہوتا ہے کہ مقید بعینہٖ مطلق ہی ہوتا ہے مگر قید کے ساتھ۔ یہی علاقہ زلف عشاق کے دلوں کے ساتھ رکھتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُس کے عاشق اور طلبگار بہت ہیں

(۲) ترجمہ:۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجرد (مادہ و کثافت سے پاک) روحوں کے قافلہ سالار نہ ہوتے تو روح کو جسم کے ساتھ الفت کون دیتا؟ (توضیح) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی باعث تکوین عالم ہیں۔

(۳) ترجمہ:۔ ایک (ہی) حسن و ادا سے عشق کی بنیاد پڑ گئی۔ ورنہ کارکنانِ قضا اس زمردیں لوح (افلاک) کو نقش وجود عطا نہ کرتے۔ (توضیح) یعنی بہ تقاضائے احببت ان اعرف آپ کا نورِ حسن ازلی کا اولین ذریعہ بنا لہذا محبوبِ خدا ٹھہرے اور باعث تخلیق کون و مکان۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔

(۴) ترجمہ:۔ قرآن (کی تعلیم) کا راز مکتب خانۂ قدیم میں اسی روز حفظ (یاد) رکھتے تھے جبکہ عقلِ کل (عقلِ اوّل یا جبریل) الف با اور ابجد میں فرق نہیں کر سکتی تھی۔ (توضیح) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ اولین و آخرین اُسی وقت حاصل ہو چکا تھا جبکہ عقل اوّل کی حیثیت ایک مبتدی کی سی تھی۔ حتیٰ کہ وہ حروف مفردہ اور مرکبہ میں بھی فرق نہ کر سکتی تھی پس یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ جبریل آپ کے پاس خدا کی وحی پہنچاتے تھے تو شاید کہ وہ آپ سے زیادہ عالم ہوں گے۔

(۵) ترجمہ:۔ آپ کی دل روشن کرنے والی حدیث حکمت کے اثاثے کا مجموعہ بن گئی (اسی لئے) حکماء اور فلاسفہ (اپنے فلسفہ کی) مجلد کتابوں کے اجزاء (علیحدہ علیحدہ) کر رہے ہیں۔ (توضیح) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سرچشمہ حکمت ہیں اُن کے ہوتے ہوئے اور کسی کتاب کی حاجت نہیں۔ یا اپنے اوراق مجلد میں اسکو شامل کرتے ہیں۔ اس صورت میں را علامتِ اضافت ہوگی یعنی جزو اوراق مجلد می سازند۔ پہلی صورت میں جزو ساختن بمعنی شیرازہ شکستن ہے۔

وجودِ مرکزِ پرکارِ عالم کے شدے ثابت ۶ احد خود قابِ قوسین ار نبودے میمِ احمد را

بمسکن بستر از پہلوئے گرمش ہنوز ناگشتہ ۷ کشیدے بر براقِ معرفت اقصائے مقصد را

گرامی میہمانے در رہ امشب میزبان وارد ۸ ملائک صف بصف بربست عرش آراست مسند را

(۶) تشریح :- مرکز۔ دائرہ کا وسطی نقطہ جس پر دائرہ کے وجود کا مدار ہوتا ہے۔ پرکار۔ دائرہ بنانے کا آلہ مجازاً بمعنی دائرہ یہاں یہی مراد ہے۔ قابِ قوسین۔ قاب کے معنی مقدار اور اس فاصلہ کے ہیں جو قبضۂ کمان اور خانۂ کمان کے درمیان ہوتا ہے۔ قوسین :- قوس کا تثنیہ ہے۔ دائرہ کو اگر ایک خطِ مستقیم سے جو مرکز سے گذرتا ہوا محیط سے ملتا ہو تقسیم کیا جائے تو دو قوسیں (کمانیں) بنجائیں گی۔ شکل ملاحظہ ہو۔

قوس ۱

وتر

مرکز

قوس ۲

ترجمہ :- عالم کے دائرہ (وجود) کا مرکز کب ثابت ہوتا؟ اگر خود اَحد۔ اَحمد کی میم کے لئے بقدر قوسین نہ ہوتا۔

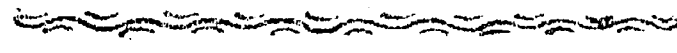
(توضیح) دوسرے مصرع میں قابِ قوسین سے آیتِ قرآنی فکان قاب قوسین او ادنیٰ کیطرف اشارہ ہے لفظی صنعت احد و احمد میں ظاہر ہے کہ احمد میں ح و د کے درمیان ایک میم زائد ہے اور ح و د دونوں قوس کی شکل میں ہیں اور اُن کے وسط میں م شکل نقطہ مرکز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ واجب تعالیٰ اطلاق و وحدت سے حسب بمقتضائے احببت ان اعرف تعین و کثرت میں جلوہ گر ہوا تو سب سے پہلی اُس کی تعیّنی شان حقیقتِ محمدیہ میں ظاہر ہوئی جو بمنزلہ مرکز قرار پائی اور دیگر مظاہر حق تعالیٰ یعنی سارا عالم بشکل محیط اس مرکز کے گرد قایم ہوا۔ پس اگر خود ذاتِ احد میم احمد (روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے بمنزلہ قوسین (محیط) نہ ہوتی تو دائرہ وجودِ عالم کا مرکز کہاں ثابت ہوتا؟ مقصد یہ ہے کہ جسطرح مرکز مدار دائرہ ہوتا ہے اور اُس کے بغیر دائرہ کا وجود ناممکن ہے اسی طرح ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ عالم کے لئے مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۷) ترجمہ :- (ابھی) آپ کے پہلوئے گرم (کی گرمی کی وجہ) سے بستر ٹھنڈا نہیں ہوا تھا کہ معرفت و عرفان کے براق پر سوار ہوکر مقصد کی انتہائی منزل کو طے کر آئے (توضیح) اس شعر میں قصۂ معراج کیطرف تلمیح ہے کہ آپ اُم ہانی کے مکان میں مصروفِ آرام تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور دعوتِ معراج دی۔ براق پر سوار ہوکر اول مسجد اقصیٰ تشریف لیگئے پھر سوئے آسماں۔ آیت سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ۔ میں اسی کا بیان ہے پھر تمام آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے عرش تک پہنچے اور خدا سے ہمکلام ہونیکے بعد واپس تشریف لائے تو بستر میں ابھی تک جسم اطہر کی گرمی باقی تھی۔ "اقصائے مقصد" سے مسجد اقصیٰ کی طرف ایہام ہے۔

(۸) تشریح :- را۔ بمعنی برائے ہے اور آراست کا فاعل میزبان ہے یا عرش خود فاعل ہے اور را علامت مفعول۔ ترجمہ : میزبان (خدا) آج کی رات (یعنی لیلۃ المعراج میں) بڑے معزز مہمان کو راہِ سفر میں دیکھتا ہے (یعنی اپنی طرف بلا رہا ہے) (چنانچہ) فرشتے قطار در قطار پرے باندھے کھڑے ہیں اور عرش نے مسند کیلئے آراستہ کیا یا عرش نے (اپنی) مسند کو آراستہ کر رکھا ہے (توضیح) یعنی آپ کی تشریف آوری پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے اُنکا استقبال کرایا اور اپنے محبوب سے ملاقی ہونیکے لئے مسندِ عرش کو آراستہ فرمایا یعنی حضور عرش تک تشریف لے گئے۔

نظیری نشارِ ذوقے ز جامِ ہوشمنداں کش ۹ مئے و مطرب پریشاں میکند مستانِ سرمدا

(۹) تشریح:۔ نشارِ ذوق۔ مراد شرابِ معرفت۔ ترجمہ:۔ اے نظیری۔ ہوشمند لوگوں (عاشقانِ حسن قدیم) کی جام سے معرفت کی شراب پی (یہ مجازی) شراب اور مطرب (گویا) تو دائمی مستوں (یعنی عارفانِ حقیقت) کو (اور) پریشان کر دیتی ہیں۔



بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان و تقطیع۔ مثل ۲

ساقی بشو دورنگیٔ اُمید و بیم را ۱ بنما بما حقیقتِ رنگِ قدیم را

حرفِ فریبِ آدم و ابلیس تا بچند ۲ چندے بگو ترانۂ نقل و ندیم را

از ساغرِ درست خودم بخش جرعۂ ۳ برطاق نہ حکایتِ جامِ دو نیم را خودم

بوئے نبیذِ خلوت شبہا شنیدہ ام ۴ پنہاں مکن کہ نیک شناسم شمیم را

آنجا کہ لب ز رشحۂ پاک کردہ اند ۵ گل مشک بوئے کردہ ردائے شمیم را شبنم

(۱) ترجمہ:۔ اے ساقی! (مئے معرفت کا ایک جام پلا کر) اس اُمید و خوف کی دو رنگی کو (ہم سے) دور کر دے اور ہمکو رنگِ قدیم کی حقیقت دکھلا دے۔ (توضیح) یعنی ہمکو عشق کے اس مقام پر پہنچا دے جہاں پہنچکر ہم محبوبِ حقیقی کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جائیں اور اُمیدِ ثواب اور خوفِ عقاب کی کشمکش سے نجات پائیں۔

(۲) تشریح:۔ نُقل۔ شراب کے بعد تبدیلِ ذائقہ کے لئے جو شے از قبیل گزک یا کباب کھاتے ہیں۔ ندیم ہم مجلس۔ ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کے فریب کا افسانہ (آخر) کبتک؟ کچھ دیر نقل اور ندیم کا ترانہ بھی تو سُنا (توضیح) حضرت آدم علیہ السلام کے فریبِ شیطان میں آ جانے کا واقعہ مشہور ہے اس تلخ حکایت کو کبتک دہرایا جائے۔ کچھ شراب کباب اور ہم مشربوں کا یعنی اسبابِ راحت و سکون کا بھی تو ذکر ہونا چاہیے۔

(۳) تشریح:۔ جرعہ۔ ایک گھونٹ۔ جامِ دو نیم۔ کیخسرو کا جام جس سے عالم علوی و سفلی کے حالات معلوم ہوتے تھے۔ ترجمہ اپنے صحیح و سالم (یا آفتابے) پیالے سے مجھکو ایک گھونٹ عطا کر (اور) ٹوٹے ہوئے پیالہ (جامِ جم) کے افسانہ کو طاقِ (نسیان) میں اٹھا رکھ۔ (توضیح) یعنی مجھے تو تیرے شرابِ معرفت والے جام کی فکر ہے جسکو شکستگیِ بخت یا زمانہ کا کوئی اندیشہ نہیں نہ کہ دنیوی سلطنت اور مال و منال کی جو آفتِ زمانہ سے محفوظ نہیں۔ غالب کہتا ہے۔ ؏ اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا ٭ جامِ جم سے تو مرا جامِ سفال اچھا ہے

(۴) ترجمہ:۔ میں راتوں کو خلوت و تنہائی (میں پی جانے والی) شراب کی خوشبو سونگھ چکا ہوں (بس مجھ سے) نہ چھپا کہ میں شمیم (یعنی اس شراب سے مہکی ہوئی ہوا) کو خوب پہچانتا ہوں۔ یعنی دوست کا بھرم کھل گیا کہ وہ اغیار سے ملتا ہے۔

(۵) ترجمہ:۔ (وہ شراب ایسی معطر ہے کہ ہم نے اپنے) جس جگہ شراب کے چھینٹے سے لبوں کو صاف کر دیا (یعنی انگلی سے قطرۂ مے کو لب سے زمین پر گرا دیا تو اس) مٹی نے چادرِ ہوا کو معطر کر دیا۔

گو مفلساں کعبہ بگرئید کآب چشم ۶ برعرش بردہ از درِ مسجد یتیم را

زیباست گرچہ خلعتِ محمود بر ایاز ۷ شور آں زماں کند کہ بپوشد گلیم را

مطرب بیک دو نغمہ غنی کن دلِ فقیر ۸ ساقی بیک دو جرعہ سخی کن لئیم را

جنسے کہ در خزینۂ لطف تو نیست نیست ۹ جز احتیاج تحفہ ندیدم کریم را

روزیکہ جرم نامہ نظیری برآورد ۱۰ از آبِ عفو شوئی کتابِ سقیم را

(۶) ترجمہ:۔ کہہ دو کہ اے کعبۂ (حقیقت) کے مفلسو! رونا شروع کر دو کہ آنسو (ہی) مسجد (اقصیٰ) کے دروازہ سے یتیم (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو عرش پر لے گئے۔ (یعنی بارگاہ ایزدی میں تضرع وزاری ہی ذریعہ تقرب ونزدیکی ہے)۔

(۷) ترجمہ:۔ اگرچہ محمود کا عطا کردہ خلعت ایاز (کے بدن) پر بہت بھلا معلوم ہوتا ہے (مگر) طوفان (حسن وعشق) اُسی وقت برپا کرے گا کہ (اپنی) کملی پہن لے۔ (توضیح) ظاہری مطلب یہ ہے کہ معشوق لباس فاخرہ پہنکر بیشک بھلا معلوم ہوتا ہے مگر اپنے حسن معصوم وسادہ کے ساتھ اگر لباس بھی سادہ پہن لے تو ایک قیامت برپا کر دے۔ معنوی پہلو محمود سے خدا اور ایاز سے بندہ مراد لیکر یہ ہے کہ یہ خدا کا عطا کردہ لباس وجود قامت انسان پر گو راست ہے اور بھلا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر اپنے فنائے ذاتی کے کمبل میں ملبوس ہو کر فنا فی اللہ ہو جائے تو پھر حسن وخوبی اور کمال واز نقار کا کیا ٹھکانا ہو!!

(۸) ترجمہ:۔ مطرب! ایک دو نغمے سے (مجھ) حاجتمند فقیر کے دل کو غنی (بے نیاز) کر دے اور اے ساقی! (شراب حقیقت) کے ایک دو گھونٹ سے اس لئیم (بخیل) کو سخی بنا دے۔ (توضیح) مطلب یہ ہے کہ اے خدا اپنی معرفت کی ساز کے کچھ نغمے سنا کر اس متاع حقیقت سے خالی ہاتھ فقیر کو دنیا وما فیہا سے بے نیاز کر دے نیز اس بخیل دل کو جو خودی کے سرمایہ کو دبائے بیٹھا ہے شراب معرفت پلا کر ایسا مست بنا دے کہ سامان خودی کو لٹا دے یا خود فیضیاب ہو کر دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے۔

(۹) ترجمہ:۔ ایسی کوئی جنس نہیں جو تیرے خزانۂ لطف وکرم میں نہ ہو (اس لئے) سوائے احتیاج کے (جس سے تو منزہ ہے یعنی مطلق) کیلئے مجھے کوئی اور تحفہ نظر نہیں آیا۔ (توضیح) یعنی ہمارے پاس سرمایہ سوائے احتیاج کے اور کچھ نہیں اور تیرے خزانہ میں ہر قسم کی نعمتیں موجود ہیں، تو سوائے ایک احتیاج کے جو ہمارے پاس ہے ہم تیری جناب میں اور کیا پیش کر سکتے ہیں۔

(۱۰) تشریح:۔ کتاب سقیم ترکیب اضافی وتوصیفی دونوں صورتوں میں صحیح ہو سکتا ہے۔ سقیم۔ یعنی بیمار۔ ترجمہ:۔ جس روز (قیامت میں) نظیری (اپنے) بداعمال کا دفتر نکال لائے تو (اے کریم تو اپنے) عفو وکرم کے پانی سے اس بیمار کی کتاب کو دھو دینا۔ (توضیح) قیامت میں ہر شخص کے اعمال نیک وبد کا دفتر اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس لئے کہتا ہے کہ خدایا مجھے اس دن کے عذاب سے بچا لینا اور میری بداعمالیوں کے دفتر کو اپنے رحم وکرم کی بارش سے دھو ڈالنا۔

• بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان وتقطیع مثل ۲

دارد ز غمزه حجّت قاطع حبیبِ ما ۱ بیعت بذوالفقار ستاند خطیبِ ما

یک بانگِ ذوق گرمی ما را کفایت ست ۲ حاجت بتازیانه ندارد ادیبِ ما

روزیکه رُخ نمود بما کار داشت عشق ۳ زاول حوالهٔ دگراں شد نصیبِ ما

ما را تو و قبولِ نیازے و خلوتے ۴ مال و منالِ ہر دو جہاں از رقیبِ ما

از نکہتِ گلست ضرر دلِ رمیده را ۵ در بر رُخِ صبا نکشاید طبیبِ ما

(۱) تشریح:- ذُوالفِقار- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تلوار کا نام تھا جس پر پشت کے مہروں کی شکل تھی یا وہ پشت کے مہروں کو بھی کاٹ دینے والی تھی اسی مناسبت سے اُس کو ذوالفقار کہتے تھے۔ ذو بمعنی صاحب اور فقار- جمع فقر بمعنی مہرۂ پُشت۔
ترجمہ:- ہمارے معشوق کے پاس غمزہ (اشارہ چشم) کی فیصلہ کن دلیل موجود ہے (جہاں ہماری کچھ نہیں چلتی) اور ہمارا مقتدر (معشوق) ذوالفقار (تلوار) کے ذریعہ بیعت لیتا ہے (یعنی اپنے آپ کو بزور منواتا ہے) (توضیح) حبیب سے خدا اور غمزہ سے برق تجلی مراد ہے- کہتا ہے کہ اُس کی تجلیات ہمارے قلوب کو اُچک رہی ہیں اور ہماری کچھ پیش نہیں جاتی گویا اس تلوار کے ذریعہ اپنے آپ کو منوایا جا رہا ہے اور ہم ماننے پر مجبور ہیں۔

(۲) تشریح:- ادیب سے مراد اُستاد و مرشد- تازیانہ- کوڑا- ترجمہ:- ایک ہی ذوق آواز ہماری گرمی (ہنگامہ) کیلئے کافی ہے اس لئے ہمارے معلّم کو تازیانہ (رکھنے) کی حاجت نہیں یعنی ایک نغمۂ محبت ہم کو وجد میں لانے کیلئے کافی ہے- اس لئے کہ عاقل کو ایک اشارہ کافی ہوتا ہے- اُستاد کو تازیانہ استعمال کرنیکی ضرورت ہی نہیں پڑتی-

(۳) تشریح:- کار داشتن- تعلق رکھنا- نصیب- بخت- مقدر- حصّہ- ترجمہ:- اُسی دن جبکہ (دوست نے) چہرہ دکھلایا عشق ہم پر کام کر گیا- (گویا) شروع ہی سے دُوسروں کے قبضہ میں ہمارا نصیب چلا گیا- (توضیح) دگراں کیا یہ محبوب سے ہی یا رقیب و حریف سے پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ ہم کیا کریں بلکہ یوم الست میں اُس محبوب کا چہرہ دیکھتے ہی ہمارا دل اور ہماری قسمت اُس کے ہاتھ میں چلی گئی ہم اُس کے آگے مجبور رہیں- دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم روزِ اوّل ہی اس محبوب کا چہرہ دیکھ کر دولت عشق سے مالا مال ہوگئے اور ہمارا آسائش دنیوی کا حصہ دوسروں کے حوالہ ہوگیا جو اس دولت سے بے بہرہ ہیں- فالحمد للہ علیٰ ذٰلک-

(۴) ترجمہ:- ہم کو (تو) تو اور (تیری بارگاہ میں ہمارے) عجز و نیاز کی قبولیت اور خلوت نشینی (درکار ہے) باقی دونوں جہان کا مال و دولت ہمارے رقیب و حریف کی ملک رہے (اس کی ہم کو پرواہ نہیں یعنی ہم دولتِ دیدار کے خواہاں ہیں- دُنیوی دولت و آسائش کی ہم کو ضرورت نہیں)-

(۵) ترجمہ:- جسکا دل قابو سے نکل چکا ہو اُسکو پھول کی خوشبو سے بھی ضرور تکلیف پہنچتی ہے (اسلئے) ہمارے طبیب (چارہ گر کو چاہئے کہ) بادِ صبا کے سامنے (باغ کا) دروازہ نہ کھولے (کہ کہیں یہ خوشبو لیجا کر عاشقانِ دل رمیدہ کو مضطرب و پریشان نہ کر دے) کیونکہ اُس سے ان کے جنونِ عشق اور وارفتگی میں اور اضافہ ہو جائے گا-

عاشق ز کوئے دوست بتکلیف آمدہ ۶ با صبر و راحت انس نگیرد غریب ما
بہتر کہ از حکایت ما درکشی نفس ۷ دل خون شود ز غصّۂ کار مہیب ما
گل را قصور نیست تراگر زکام ہست ۸ در بار کاروان ہمہ ہست طیب ما
بر پائے بند کون نظیری زدیم پا ۹ آویخت عشق از سر گردوں صلیب ما

بغیر از رنگ و بوئے نیست این عشق مجازی را ۱ عطا کن لذت طعم حقیقت عشقبازی را
عزیزان جاں فدا کردم سر و ساماں ہبا کردم ۲ نیرزم گوشۂ چشمے بنازم بے نیازی را

(۶) ترجمہ:- عاشق کوئے جاناں سے (بڑی) تکلیف کے ساتھ آیا ہے (اس لئے) ہمارا مسافر (دل) صبر و آرام کے ساتھ مانوس نہیں ہوتا۔ یعنی غم ہجر ناقابل برداشت ہے۔

(۷) تشریح:- نفس درکشیدن - خاموش ہو جانا۔ غصّہ - رنج۔ مہیب - ہولناک، ڈراؤنا۔ اسم فاعل از اہابت۔
ترجمہ:- یہی بہتر ہے کہ تم ہمارے افسانہ (کے بیان) سے خاموشی اختیار کرے (اسلئے کہ) ہمارے ہولناک کام (ہجر) کے رنج سے دل کا خون ہوتا ہے۔

(۸) ترجمہ:- اگر تجھ کو زکام ہے (اور اس وجہ سے تو پھول کی خوشبو نہیں محسوس کرتا یا تجھے تکلیف دیتی ہے) تو اس میں پھول کا قصور نہیں۔ (بلکہ تیرے دماغ کا فتور ہے۔ ورنہ) تمام (موجودات) کے قافلوں کے سامان میں ہماری خوشبو شامل ہے (یعنی ہمارا فیضان عام ہے ۔ ع گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔)

(۹) تشریح:- پائے بند - اسم فاعل ترکیبی بمعنی قیدی، بیڑی - پازدن - ٹھکرا دینا - صلیب - سُولی - یہاں فلک کے خط محور اور خط استوا کی ہیئت کے لحاظ سے صلیب سے تعبیر کیا ہے - ترجمہ:- اے نظیری ہم نے دُنیا کی پابندیوں (یعنی علائق دنیوی) کو ٹھکرا دیا (اسی لئے) عشق نے ہماری سُولی آسمان کے سر سے پر لٹکا دی ہے۔ یعنی ترک دُنیا اور ترک خودی کے بعد ہم کو یہ رُتبہ عالی نصیب ہوا ہے کیونکہ راہ دوست میں جان دینا اور منصور کی طرح سولی پر چڑھنا عاشق کی معراج ہے۔

بحر:- ہزج مثمن سالم۔ ارکان: مفاعیلن ہشت بار۔ تقطیع مثل ۱/۲

(۱) ترجمہ:- اس عشق مجازی کے لئے سوائے ظاہری زیبائش کے اور کچھ نہیں (میں اس سے بیزار ہوں اس لئے اے خدا تو میری) عشقبازی کو حقیقت کی چاشنی کا لطف عطا فرما۔

(۲) ترجمہ اے (میرے) عزیزو! میں نے جان فدا کر دی، ساز و سامان (سب کچھ) فنا کر دیا مگر اس کے باوجود بھی اُس کی نظر التفات کے قابل نہ ہوا - (اُس کی اس شانِ) بے نیازی پر فخر کرتا ہوں (توضیح) یعنی محبوب حقیقی ہماری جانثاریوں قربانیوں اور عبادتوں سے بے نیاز ہے اُس کو کسی چیز کی حاجت نہیں - اور شانِ محبوب ہونی بھی یہی چاہیئے - اس لئے میں اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوں کہ مجھ کو کیسا بے نیاز محبوب ملا!

عبارت کوتہ و دلتنگ و خاصانِ ملک بیبا ۳ چہ داند مرد صحرائی طریق کارسازی را
کسے تفسیر رمز عاشق و معشوق کم داند ۴ بجز مکی نمیداند لغت ہائے حجازی را
ہمہ سرمایۂ اقرار و ایماں بود رخسارت ۵ فغاں از خال ہندویت کہ کافر کرد غازی را
گرسنہ باز شاہنشاہ و ما صیاد بے طالع ۶ ولے کبکے نثار آریم خوئے شاہبازی را
صبوح و روح برہم خورد چوں بانگ صلوٰۃ آمد ۷ بزیر آرید از طاق ایں کہن دلق نمازی را
گر از یک رہ نماید رخ ازصد رہ درون آید ۸ نظیری چارہ چوں سازد فریبِ ترکتازی را

(۳) ترجمہ:- دہقانی شخص (یعنی بے ادب اور ناداں) کام نکلنے کا ڈھنگ کیا جانتا ہے (کیونکہ ادھر اس کی) عبارت (اظہار مدعا سے) قاصر (اور پریشان (اور ادھر) بادشاہ (حقیقی) کے مقربین بارگاہ جمال وجلال والے۔ (توضیح) یعنی انسان مقربین بارگاہ ایزدی کے سامنے دہقانی کی سی حیثیت رکھتا ہے جو آدابِ مجلس سے ناواقف ہو دل مرعوب اور کم حوصلہ ہو اور زبان گنگ ہو اور دوسری طرف جمال وجلال انتہائی درجہ کا ہو تو پھر وہ کیونکر کاربرآری کر سکتا ہے۔ کچھ اُن کی ہی نظر عنایت ہو جائے تو مراد بر آسکتی ہے۔

(۴) ترجمہ:- ہر شخص عاشق و معشوق کے اشارہ وکنایہ کو نہیں جان سکتا اس لئے کہ عربی الفاظ کو مکی (مکہ کے رہنے والے) کے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ (توضیح) یعنی خدا اور خاصانِ خدا کے درمیان جو اسرار ہیں اُن کو صاحبِ کمال انسان ہی پہچان سکتا ہے۔ ہر شخص نہیں جان سکتا۔ بقول کسے ؎ میان عاشق و معشوق رمزیست ✤ کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

(۵) تشریح:- خال- تل- شعرا خال کو ہندو سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کا سیاہ رنگ تاریکی کفر سے مشابہت رکھتا ہے عرفا کے نزدیک خال وخط اور زلف حجاب کائنات سے کنایہ ہوتے ہیں۔ غازی- مرد مجاہد- اسم فاعل از غزا۔ ترجمہ: (اے معشوق) تیرا رخسار مجسم ایمان و اقرار کا سرمایہ تھا (مگر) فریاد (اس) تیرے ہندو تل سے کہ جس نے (ایک) غازی کو کافر بنا دیا۔ (توضیح) رخسار سے چہرۂ قدیم مراد ہے اور خال رخسار حجاب کائنات سے کنایہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے خدا لئے برتر تیرا چہرۂ قدیم سراپا اقرار وایمان تھا مگر اس حجاب کائنات نے اُس نورِ حقیقت کو مستور کر دیا اور تو اسطرح تمام مظاہر میں ظاہر ہو کر مستور ہو گیا کہ ظاہر ہیں انکار کرنے لگے۔

(۶) ترجمہ:- شاہی باز (تجلی باری) بھوکا ہے اور ہم (اُس کے) بدبخت (مفلس) شکاری، مگر ایک (حقیر) چکور (یعنی دل) شاہباز کی عادت (منتہ خوری) پر نثار کرتے ہیں۔ (توضیح) مطلب یہ ہے کہ تجلی باری تعالیٰ، جس کو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ایک بھوکے شاہی باز کے مثل ہے جو اپنی خوراک کا طالب ہے یعنی دل صاف و وجدان صحیح کا مگر ہم بدبختوں کے پاس اُس کی ضیافت کرنے کے لئے یہ سامان کہاں ہے مگر جیسا کچھ طائر دل ہے اُسکے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ؎ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف!

(۷) تشریح:- صبوح- وہ شراب جو صبح کے وقت پی جاتی ہے۔ روح- بضم بمعنی جان اور بفتح را بمعنی راحت و اطمینان۔ ترجمہ: جب نماز (صبح) کی اذان سنائی دی تو لطف شراب صبح اور راحت روحانی ختم ہو گئی۔ نماز کے اس پرانے خرقہ کو طاق سے اُتار لاؤ۔ (تاکہ نماز بھی پڑھ لیں) دوسرا مصرعہ ظریفانہ رنگ میں ہے۔ یعنی جب شراب صبوح کا لطف جاتا رہا۔ تو اب نماز بھی کیوں کھوئی۔

طاعتِ ما نیست غیر از ورزشِ پندارِ ما ۱ ہست استغفارِ ما محتاجِ استغفارِ ما

ہر کشادے کز سوئے ما شد گرہ بر کار زد ۲ قطعہا کردیم اما شد ہمہ زنّارِ ما

از نخستیں جلوہ قد دلبرے افراشت حُسن ۳ از نگاہِ اول افتاد ایں گرہ در کارِ ما

شوق صد منصور کشت و عشق صد یوسف فروخت ۴ یا العجب ہنگامہا گرم ست در بازارِ ما

بحر:- رمل مثمن محذوف۔ ارکان:- فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن، دو بار

تقطیع:-

طاعتے ما	نیست غیر ز	ورزشے پن	دار ما	+	ہست استغ	فار ما مح	تاج استغ	فار ما
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن		فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن

(۱) ترجمہ:- ہماری عبادت، خود پرستی و غرور کی ورزش کے سوا اور کچھ نہیں (جس سے نفس اور موٹا ہوتا ہے) اس لئے ہماری توبہ (بھی) ایک اور توبہ کی محتاج ہے (یعنی ریاکاری کی عبادت اور توبہ خود مستقل گناہ ہے اس کے لئے ایک اور توبہ کی ضرورت ہے۔

(۲) ترجمہ:- جو کشادگی (اور قطع تعلق دنیوی) ہماری طرف سے ہوا (یعنی جس میں ہم نے جدوجہد کی) اُس نے ہمارے کام (یعنی وصول الی الحق) میں اور اُلجھن ڈالدی، ہم نے (رشتۂ تعلق کے) ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے مگر خود وہی ہمارے لئے زنّار بن گئے (اور ہم پہلے سے اور زیادہ گرفتار تعلق ہو گئے۔ یعنی ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔)

(۳) ترجمہ:- پہلے ہی جلوہ میں حُسن نے اپنا ایک دلکش قد بلند کیا (اور) پہلی ہی نظر میں ہمارے کام (اور یہیں مراد) میں گرہ لگ گئی۔ (توضیح) عہد الست کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے تمام ارواح کو پیدا کرکے اُن سے عہد لیا أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں سب نے "بلیٰ" کہا کہ کیوں نہیں ضرور ہے۔ تو یہ اُس کا پہلا جلوہ تھا اور عشاق کی گرفتاری کا پہلا دن۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ حُسن ازلی کا پہلا جلوہ قد دلبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوا اور اول نظر میں تمام کائنات اُس پر شیدا ہو گئی۔

(۴) ترجمہ:- عشق نے سیکڑوں منصور مار ڈالے اور سیکڑوں یوسف (بازار میں فروخت کرادئے (پس) ہمارے بازار (عشق) میں کیا عجیب ہنگامے گرم ہیں۔ قصہ منصور و یوسف کی طرف تلمیح ہے (توضیح) یعنی عشق حقیقی میں سچے لوگوں کی سخت آزمائشیں ہوتی ہیں چنانچہ منصور اس عشق کی بدولت سولی پر چڑھے اور حضرت یوسف کو مصر کے بازار میں فروخت کیا گیا۔ پس عشق بھی کیا عجب شے ہے کہ نہ کسی کی ولایت کا خیال کرتا ہے نہ کسی کی نبوت کا۔

---

(۸) بقیہ صفحہ (۱۲)۔ تشریح:- رُو نمودن۔ ظاہر ہونا۔ نکلنا۔ فریب۔ مکر۔ دھوکا۔ چارہ۔ علاج۔ تدبیر۔ روک تھام۔ ترکتازی۔ بیائے مصدری بمعنی غارتگری ترکتاز خود بھی مصدری معنی میں مستعمل ہے یعنی ترکوں کی سی لوٹ۔ مرکب از اسم و امر از تاختن۔ ترجمہ:- (معشوق) اگر ایک طرف سے (ہمارے غارت دل کو لوٹنے کے لئے) ظاہر ہوتا ہے تو سیکڑوں راستوں سے اندر گھس آتا ہے۔ نظیری (اس) ترکتازی حیلہ و فریب کی (کیا اور) کیسے روک تھام کرے (توضیح) یعنی اُس محبوب کے ہاتھ سے بچ نکلنا ناممکن ہے جو ایک تجلی کے ذریعہ سے دل کے تمام اطراف و جوانب کا احاطہ کر لیتا ہے۔ لہٰذا اُس سے بچنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔

"دل بحسرت نہ و بس کار تمام است اینجا"

از شمیمِ گل دماغِ ما پریشاں مے شود ۵ بر نتابد دمِ عیسےٰ دلِ بیمارِ ما

خانۂ ما خاکساراں بر سرِ راہِ صباست ۶ شب نمے سوزد چراغ از پستیِ دیوارِ ما

وقتِ میخواراں شبے خوں قضا برہم نزد ۷ تا چراغ بزمِ مستاں شد دلِ ہشیارِ ما

باغباں! در موسمِ گل گو در بستاں ببند ۸ دفترِ شعرِ ترِ ما بس بود گلزارِ ما

نغمۂ مستانہ می ریزد نظیری را ز لب ۹ از نوا خالی مبادا خانۂ خمّارِ ما

(۵) تشریح:۔ دمِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ وہ مردوں کو پھونک مار کر اللہ کے حکم سے زندہ کر دیا کرتے تھے۔ ترجمہ:۔ (عشق کی وجہ سے دماغ و دل کے ضعف کا یہ عالم ہے کہ) پھول کی معطّر ہوا سے ہمارا دماغ پریشان ہوتا ہے حتیٰ کہ دمِ عیسیٰ (بھی ہو تو اُس) کو ہمارا بیمار و ضعیف دِل برداشت نہیں کر سکتا۔ (توضیح) یعنی عیسیٰؑ بھی اب ہمارے مرضِ عشق کے علاج میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ غالب کہتا ہے ؎ لو ہم مریضِ عشق کے تیمار دار ہیں * اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج۔

(۶) ترجمہ:۔ ہم غریبوں کا گھر بادِ صبا کے رہگذر پر ہے (چنانچہ) ہماری دیوار کے پست ہونے کے باعث رات کو چراغ نہیں جلتا۔ (توضیح) خانہ۔ سے دل، صبا۔ سے جذباتِ ہوا و ہوس اور وساوسِ نفسانی، چراغ۔ سے نورِ معرفت اور پستیِ دیوار سے تدابیر کی کمی اور حفاظت کا فقدان مراد ہے۔ یعنی ہمارا خانۂ دل ہوا و ہوس کی آندھیوں کے رُخ پر واقع ہے اور اسبابِ حفاظت مفقود ہیں اس لئے اس گھر میں معرفتِ ربانی کا چراغ روشن نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانی کے ترک کرنے کے بعد ہی نورِ معرفت حاصل ہو سکتا ہے۔

(۷) تشریح:۔ شبخون۔ رات کو چھپ کر حملہ کرنا۔ برہم زدن۔ پریشان کر دینا۔ تا۔ ابتدائیہ۔ ترجمہ:۔ جب سے ہمارا ہوشیار دِل مستوں کی محفل کا چراغ بنا ہے (اس وقت سے) قضا و قدر کے حملۂ شبی نے بادہ خواروں کے (پرسکون) وقت کو پریشان نہیں کیا۔ (توضیح) شب خون غنیم کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر مارا جاتا ہے۔ شاعر کا مقصد یہ ہے کہ جب سے مستوں کی محفل میں ہمارا بیدار دِل شامل ہو گیا۔ اس وقت سے بزم میں بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ اس لئے قضا و قدر کے شبخون کا اندیشہ نہیں رہا۔

(۸) ترجمہ:۔ باغبان سے کہہ دو کہ پھولوں کے موسم (یعنی زمانۂ بہار) میں وہ (اپنے) باغ کا دروازہ بند کر لے (ہم کو اس کے باغ کی ضرورت نہیں) ہمارے تر و تازہ اشعار کا دفتر (ہی) باغ (کا لطف دینے کے لئے) بہت کافی ہے۔ (توضیح) یعنی ہمارے اشعار گلہائے باغ سے تر و تازگی اور نظافت میں بڑھے ہوئے ہیں اور ہم کو سیرِ چمن سے زیادہ لطف اپنے اشعار میں آ جاتا ہے۔

(۹) تشریح:۔ نظیری را زلب۔ میں را علامتِ اضافت ہے یعنی از لبِ نظیری۔ نوا۔ موسیقی کے بارہ مقاموں میں سے ایک مقام کا نام مطلق آواز۔ ساز و سامان تو انگری۔ خمّار۔ شراب کشید کرنے والا۔ می فروش۔ ترجمہ:۔ نظیری کے لبوں سے (بصورتِ اشعار) مستانہ نغمے نکل رہے ہیں (خدا کرے) ہماری (اس) میفروش کا (سے) خانہ صدای (ناؤ نوش) سے خالی نہ ہو (توضیح) یعنی نظیری کے سارلب سے ایسے کیف آور نغمے نکل رہے ہیں جن کے سننے سے شراب کا نشہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمارے اس میفروش کے میخانہ میں

بحر :- رجز مثمن سالم - ارکان :- مستفعلن ہشت بار -

تقطیع

بر رخ شکس تم از خطا رنگے امی دو بیم را + بیند منج جم طالعم از ہم درد تقویم را

مستفعلن . مستفعلن مستفعلن مستفعلن + مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

بر رُخ شکستم از خطر رنگِ اُمید و بیم را ۱ بیند منجم طالعم از ہم درد تقویم را

علمِ ارادت گر کند ذوقے نصیب جان من - ۲ مستوفی امر قضا باطل کند تقسیم را

عشق از برائے داغ من آتش بجانان ہیزند ۳ افغاں کہ کردم دوزخے گلزار ابراہیم را

نقدیکہ دوران بردہ است از کیسۂ عمرم برُوں ۴ جاوید مستغنی شوم از صد دہد گر نیم را

(۱) تشریح :- رنگ بر رُخ شکستن - شرم یا خوف سے چہرہ کا رنگ بدلنا یہاں رنگ اُمید و بیم شکستن سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ کبھی اُمید کی وجہ سے چہرہ پر چمک اور سُرخی آجاتی ہے اور کبھی خوف کی وجہ سے زردی چھا جاتی ہے - منجم - نجومی - طالع باصطلاح نجوم وہ بُرج جو کسی کی پیدائش کے وقت مشرقی کنارہ سے طلوع ہوتا ہے - تقویم - جنتری - ترجمہ :- میرے (اپنی ہی) غلطی سے اُمید (لطف) اور خوف (قہر) کے رنگ (اپنے) چہرے پر ڈال لئے (اور اپنی بدقسمتی کا یہ عالم ہے) نجومی میرے طالع کو دیکھتا ہے تو وہ (اپنی) جنتری کو پھاڑ کر پھینک دیتا ہے - (توضیح) یعنی میری آرزوؤں اور تمناؤں نے مجھ کو امید و بیم کی کشمکش میں مبتلا کر رکھا ہے ادھر بدقسمتی کا یہ حال ہے کہ نجومی کو میرے طالع میں سعادت کا کوئی نشان نظر نہیں آتا اس لئے مجبوراً اُسکو حسب عادت تقویم چاک کرنی پڑتی ہے - اب کہیں دل بے مدعا حاصل ہو تو اس کشمکش سے نجات ملے -

(۲) ترجمہ :- مشیت خداوندی اگر کوئی ذوق (راحت) میری روح کا حصہ قرار دیتا (بھی) ہے تو احکام قضا و قدر کا منشی (اس) تقسیم کو (ہی سرے سے) باطل قرار دیدیتا ہے (یعنی با مراد ہونا میری قسمت میں ہے ہی نہیں) -

(۳) ترجمہ :- میرے داغ (لگانے) کی خاطر عشق (غضب کی) آگ معشوق (کے چہرہ) میں لگا رہا ہے - ہائے میں نے یہ کیا کیا کہ گلزار ابراہیم (یعنی رخسار دوست) کو (نمونہ) جہنم بنا دیا - (توضیح) رخسار یار کو گلزار ابراہیم قرار دیکر کہتا ہے کہ عشق نے مجھ کو رنج پہنچانے کے لئے معشوق کو غضبناک کر دیا جس کی وجہ سے اُس کا چہرہ آگ کی طرح سُرخ ہو گیا - مجھ کو بہت افسوس ہے کہ دوست کے گلزار ابراہیم یعنی آتش سرد کی مانند رخسار کو آتش سوزاں بنا دینے کا میں سبب بنا - شعر میں قصہ ابراہیم کیطرف تلمیح ہے مگر یہاں معاملہ برعکس ہے اس لئے کہ وہاں آتش گلزار بنی تھی اور یہاں گلزار آتش بنا ہے -

(۴) ترجمہ :- وہ نقد (جوانی) جو زمانہ میری عمر کی تھیلی سے نکال کرلے گیا ہے (اُس کے) سو حصوں میں سے اگر ایک (کا) نصف (بھی واپس) دیدے تو میں ہمیشہ کے لئے بے نیاز ہو جاؤں - (توضیح) افسوس کہ جوانی کا زمانہ غفلت میں گذر گیا - کاش کہ اب اُس میں سے تھوڑا سا ہی ملجائے تو پہلے کی طرح اُس کو ضائع نہ کروں اور کچھ اعمال خیر کرکے دائمی استغنا کا سامان فراہم کروں • مگر ع این خیال ست و محال ست و جنوں -

رفتم کہ مستاں بگذرم در خدمتِ پیرِ مغاں ۵ گلبانگِ آزادی کشم دوشے زنم تسلیم را

نقشے بباطن دیدہ ام خواہم بحسن کودکے ۶ آرائشِ مسند کنم زینت دہم دیہیم را

یوسف کہ کردے سلطنت نہیش ز تعظیمِ پدر ۷ گر شانِ حسنش بنگرد واجب کند تعظیم را

بر آسمانِ سروری خورشید اگر طالع شود ۸ جویند ذراتِ جہاں بر یک دگر تقدیم را

امروز صاحبِ ذوقِ دل غیر از نظیری نیست کس ۹ رشک ست بر کاخِ گدا سلطانِ ہفت اقلیم را

(۵) تشریح:- مستان - اسم حال یعنی درحالِ مستی - پیرِ مغاں - پیر میکدہ - مغ کے اصل معنی آتش پرست کے ہیں پھر میکش اور مے سازکو مُغ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی آتش شراب کی پرستش کرتا ہے - گلبانگ - آوازِ بلند قمار بازاں و مے نوشاں - نعرہ - دوش زدن - ٹھوکا مارکر ہٹا دینا یا گرا دینا - مراد اعراض کرنا - ترجمہ:- (اس ارادہ سے) میں چلا کہ پیرِ مغاں (یعنی مرشد) کی خدمت میں بحالتِ مستی پہنچوں (اور قیدِ علائق سے) آزادی کا نعرہ لگاؤں اور تسلیم (رضا بر قضا) کو ٹھوکا مارکر ہٹادوں - (توضیح) یعنی بطفیل مرشد آزادی اور دنیا سے بے تعلقی کے اُس مقامِ عالی پر پہنچ جاؤں جہاں پہنچکر حوادثِ کائنات اپنی منشا کے مطابق صادر ہونے لگتے ہیں اور تسلیم و رضا کی ضرورت باقی نہیں رہتی -

(۶) ترجمہ:- میں نے دل میں (جلوۂ حقیقت کا) ایک نقش دیکھا ہے (اس لئے) چاہتا ہوں کہ (اُس میں اور رنگ آمیزی کیلئے) ایک طفلِ (سادہ رُخ) کے حُسن سے مسندِ (دل) کو آراستہ کروں اور تاجِ (عشق) کو زینت دوں (توضیح) یعنی اوّلاً عشقِ مجازی کی منزلوں سے گذروں تاکہ بمقتضائے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ عشقِ حقیقی تک پہنچ جاؤں -

(۷) ترجمہ:- یوسفؑ جن کو (شوکتِ) شاہی باپ کی تعظیم سے روکتی تھی اگر وہ (بھی میرے) محبوب کے حسن و جمال کو دیکھ لیں تو تعظیم کرنا ضرور سمجھیں - (توضیح) مقصد یہ ہے کہ میرا محبوب شکوہ حسن میں یوسف سے بڑھا ہوا ہے، کہتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ مع اہل و عیال جب حضرت یوسفؑ کے پاس مصر میں تشریف لائے تو بتقاضائے آدابِ شاہی یوسفؑ نے بر سرِ مسند تعظیم اختیار نہیں کیا تھا مگر اسکا سبب خدانخواستہ کبر و غرور نہ تھا - یہ عام شارحوں کی رائے ہے مگر میرے نزدیک حضرت یوسفؑ کے خواب کی تعبیر کیطرف اشارہ ہے کہ اُنکے بھائیوں اور والدینؑ نے اُنکو سجدۂ تعظیمی کیا تھا

(۸) ترجمہ:- آسمانِ سروری پر اگر (میرے) دوست کے رُخسار کا آفتاب طلوع ہو جائے تو عالم کے (تمام) ذرّے آپس میں ایک دوسرے پر سبقت طلب کرنے لگیں - (توضیح) یعنی اُس سے نور حاصل کرنیکے لئے ہر ایک کی یہ خواہش ہوگی کہ میں دوسرے سے پہلے پہنچکر فیضیاب ہو جاؤں خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالم انوار و تجلیاتِ الٰہی سے فیض یافتہ ہے وہ خود عدم کے سوا کچھ نہیں -

(۹) تشریح:- کاخ - قصرِ بلند - ہفت اقلیم - مُراد کل عالم حکمانے زمین کے اُس ربع حصہ کو جو آباد ہے مشرق سے لیکر مغرب تک سات برابر حصوں میں تقسیم کیا ہے ہفت اقلیم انہی حصوں کا نام ہے - ترجمہ:- آج ذوقِ دل رکھنے والا نظیری کے سوا کوئی نہیں (جس کی وجہ سے) ساتوں اقلیم کی بادشاہ کو بھی اس (کے) قصرِ (دل) پر رشک آتا ہے (توضیح) یعنی جو استغنا اس درویش کو ذوقِ دل کی وجہ سے حاصل ہو گیا ہے وہ سلطانِ ہفت اقلیم کو بھی حاصل نہیں ؎ دولتے را کہ نباشد غمِ آسیبِ زوال ※ بے تکلف بشنو دولتِ درویشاں ست

بحر:- رجز مثمن سالم — ارکان و تقطیع:- مثل ۴

چند از مؤذن بشنوم توحیدِ شرک آمیز را ۱ کو عشق تا یک سو نہم شرعِ خلاف انگیز را

ذکرِ شب و وِردِ سحر نے حال بخشد نے اثر ۲ خواہم بزنارے دہم تسبیحِ دست آویز را

ترکِ شراب و شاہدم بیمار کرد است اے طبیب ۳ صحت نخواہم یافتن تا نشکنم پرہیز را

خاکے بباد آمیختہ گردے بجا انگیختہ ۴ آبے بمژگاں میزنم خاکِ غبار انگیز را

نے عشق افزاید بریں نے مہر زیبد بیش ازیں ۵ کے ماند ظرفِ قطرہ پیمانۂ لبریز را

(۱) ترجمہ:- میں مؤذن سے شرک ملی توحید کو آخر کب تک سنتا رہوں (اب مجھ میں برداشت کی طاقت نہیں ہے) عشق کہاں ہے (آئے) تاکہ میں (اس) جھگڑے پیدا کرنے والی شریعت کو (ہی) الگ اٹھا رکھوں (یعنی ترک کر دوں)۔ توضیح:- مطلب یہ ہے کہ مؤذن زبان سے تو اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے مگر دل میں ہوا و ہوس دنیوی کے ہزاروں بت چھپے ہوئے ہیں بلکہ خود یہ کہنا کہ "میں اللہ کے واحد لاشریک ہونے کی گواہی دیتا ہوں" اس میں سب سے پہلے اپنی خودی کا تصور رہتا ہے اور پھر خدا کی وحدانیت کا اظہار حالانکہ شریعت عشق میں یہ بھی شرک ہے اس لئے چاہتا ہوں کہ سلطانِ عشق کی فرماں روائی ہو جائے تاکہ شریعت کی ان خلاف انگیزیوں کا خاتمہ ہو۔

(۲) تشریح:- "ذکر" اللہ کی یاد "ورد" وظیفہ "حال" کیف و روحانی کیفیت جو صوفی پر طاری ہو کر جلد ہی زائل ہو جاتی ہے "دست آویز" اسم مفعول ترکیبی یعنی آویختہ بدست۔ ترجمہ:- رات کا ذکر اور صبح کا وظیفہ نہ کوئی حال و کیفیت بخشتا ہے اور نہ کچھ اثر کرتا ہے (اس لئے) چاہتا ہوں کہ (اس) ہاتھ میں لٹکی ہوئی تسبیح کو زنار (جنیو) کے بدلے میں دے ڈالوں (اور اس بے کیف مسلمانی کو خیرباد کہہ کر نعرہ "کافرِ عشقم مسلمانی مرا در کار نیست" بلند کر دوں)

(۳) ترجمہ:- اے طبیب مجھ کو (تو اس) شراب و معشوق کے ترک نے (ہی) بیمار بنایا ہے (اور تو انہی چیزوں سے پرہیز بتا رہا ہے) میں اس وقت تک صحت حاصل نہیں کر سکتا جب تک (اس) پرہیز کو نہ توڑ دوں۔ پس —

از سرِ بالینِ من برخیز اے نادان طبیب ÷ دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

(۴) ترجمہ:- میرے وجود میں مٹی ہوا کے ساتھ ملی ہوئی ہے (اسی وجہ سے اس) جگہ سے (ہوائے نفسانی کی) گرد دھول اٹھ رہی ہے (اس لئے) میں (اپنی) پلکوں سے (اس) غبار اڑانے والی زمین پر اشکوں کا پانی چھڑک رہا ہوں۔ توضیح:- یعنی انسان کا وجود کثیف مادیات سے مل کر بنا ہے جس کی وجہ سے خواہشات نفسانیہ کی گرد و غبار اس کی روح پر مستولی ہونا چاہتا ہے اور اس کا علاج صرف عشقِ الٰہی میں گریہ و زاری ہے۔

(۵) تشریح:- "ماند" صیغہ واحد غائب ماضی قریب از ماندن بمعنی ایستن۔ ترجمہ:- نہ ہمارا عشق اس سے زیادہ ہو سکتا ہے اور نہ ہمارے لئے اس سے زیادہ دعویٰ مہر و محبت زیبا ہے (اس لئے کہ) ایک قطرہ کا ظرف بھرے ہوئے پیمانہ کی مثل کب رہ سکتا ہے؟
توضیح:- یعنی تنگ ظرفوں کو اپنی حدود سے آگے نہ بڑھنا چاہئے اس لئے کہ مئے معرفت کے لبریز جام کو پینے کے لئے بڑے حوصلہ کی ضرورت ہے۔

پیوستہ ابرو در کُشش ہموارہ مژگاں در زدن ۶ تا کے کسے بر دل خورد این دشنہائے تیز را

سیری نظیری زین چمن کز کہنگی گشتی خشن ۷ در باغ نرمی بین بہم خار و گلِ نوخیز را

از کف نمید ہد دلِ آساں ربودہ را ۱ دیدیم زور بازوئے ناآزمودہ را

من در پئے رہائی و او ہر دم از فریب ۲ بر سر گرہ زند گرہِ ناکشودہ را

دل در امید مرہم و این آہوانِ مست ۳ ریزند بر جراحتِ ما مشکِ سودہ را

(۶) تشریح:۔ "کُشش" حاصل مصدر از کُشتن۔ "دشنہ" خنجر۔ ترجمہ:۔ ہمیشہ ریا کی تیغ (ابرو مصروف خونریزی اور پلکیں ہمیشہ مصروف خنجر زنی رہتی ہیں (تم ہی بتاؤ آخر) یہ تیر خنجر کوئی دل پر کہاں تک کھائے۔ توضیح:۔ یعنی عاشقِ بے دل معشوق کے ناوکِ ناز کی تاب کہاں لا سکتا ہے۔

(۷) تشریح:۔ "خشن" سخت۔ دوسرے مصرعہ میں را معنی برائے ہے۔ نثر یہ ہوگی۔ در باغ برائے خار و گل نوخیز باہم نرمی بین۔ باغ۔ نرمی کی طرف مضاف نہیں۔ ترجمہ:۔ اے نظیری اس چمنِ (دنیا) سے (اس وجہ سے) تو اُکتا گیا ہے۔ کہ کہن سالی کی وجہ سے تو تند خو ہو گیا ہے (ذرا باغ میں کانٹے اور تازہ کھلے ہوئے پھول کے لئے باہمی نرمی (کا برتاؤ) دیکھ کہ کس خوبی کے ساتھ نباہ رہے ہیں مقصد یہ ہے کہ اسی طرح تو بھی مصائب و آلام پر تحمل و صبر سے کام لے۔

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان و تقطیع:۔ مثل سابق ہے

(۱) ترجمہ:۔ بآسانی قبضہ میں آئے ہوئے دل کو (دوست) ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ (اُس نازک اور) ناتجربہ کار بازو کا زور ہم نے دیکھ لیا (کہ کس بلا کا زور ہے) توضیح:۔ یعنی ہم اس کے بازو کو نازک اور ناآزمودہ سمجھ کر اس غلط فہمی میں تھے کہ ہمارا دل پھر ہم کو واپس مل جائے مگر اس کے بازو میں تو غضب کا زور نکلا کہ لاکھ کوشش کیجیے مگر اس کے پنجہ سے دل نہیں نکلتا، مراد یہ ہے کہ برقِ تجلی یار دل کو یک بارگی اُچک لیتی ہے۔ اور عاشقِ بیدل پھر بے خودی سے خودی میں نہیں آ سکتا۔ ع۔ کا ترا کہ خبر شد خبرش باز نیامد۔ بعض شارحین نے اس شعر کی اور توجیہات بھی کی ہیں۔ مگر وہ تکلفات سے خالی نہیں۔

(۲) ترجمہ:۔ میں رہائی پانے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں۔ اور وہ (معشوق) دھوکہ دے دیکر ہر لحظہ لگی ہوئی گرہ پر اور گرہ لگا رہا ہے۔ توضیح:۔ یعنی دوست گرہ کشائی کا فریب دیکر اور گرہ پر گرہ لگا رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ رہائی ناممکن ہے۔

(۳) تشریح:۔ "آہوان" کنایہ از نازنیناں "مشک بر جراحتِ ریختن" ہم معنی نمک بر جراحتِ ریختن۔ اس لئے کہ مشک بھی زخم کے لئے مضر ہے۔ ترجمہ:۔ (ہمارا) دل مرہم کی توقع میں ہے اور یہ مست (نازنین) آہو ہمارے زخم پر پسا ہوا مشک چھڑکتے ہیں۔ (یعنی بجائے مرہم رکھنے کے اور چرکے لگاتے ہیں)

ہرگز دلم حلاوتِ آسودگی نیافت ۴ تلخ ست خواب دیدۂ درخون غنودہ را

آشفتہ داشت خارش آسودگی دماغ ۵ دادیم بر ہوا سر سودا فزودہ را

نتواں چشید قندِ مکرر و زاں لباں ۶ بتواں شنود تلخ مکرر شنودہ را

یکرہ خوشم بخندۂ دنداں نما نکرد ۷ تا کے نماید آں گہر نانمودہ را

ساغر کجاست تا گلہ از دل بروں کنیم ۸ روشن کنیم خاطرِ کلفت زدودہ را

(۴) تشریح :۔ "آسودگی" آرام و راحت۔ "دیدۂ درخون غنودہ" دیدہ موصوف ہے اور درخون غنودہ صفت یا دیدہ مضاف ہے۔ اور درخون غنودہ بمعنی مقتول مضاف الیہ۔ ترجمہ :۔ میرے دل نے قطعاً آرام و راحت کی شیرینی نہیں حاصل کی۔ (اور کوئی جائے تعجب نہیں اس لیے کہ حالت (خون ریز) میں سونے والی آنکھ کے لئے نیند تلخ ہوتی رہی ہے یا چشم بسمل کے لئے نیند حرام ہوتی ہے۔ (اس لئے کہ دمِ مرگ اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں (یعنی مجھ کو آرام کیسے نصیب ہو نا جب کہ میری آنکھیں مصروف خوں باری ہیں یا چشم بسمل کی طرح کھلی ہوئی ہیں تو خواب راحت کی کیا سبیل ہے۔)

(۵) تشریح :۔ "خارش" کھجلی مراد طلب "بر ہوا دادن" اور "بر باد دادن" ہم معنی محاورے ہیں۔ مگر یہاں سر او ہوا کے الفاظ سے ہوا خوری کی طرف پر لطف ایہام ہوتا ہے۔ ترجمہ :۔ آرام (و فراغت) کی خارش (یعنی طلب ہمارے) دماغ کو پریشان کر رہی تھی (اس لئے) ہم نے پُر سودا سر کو (ہی) ہوا میں اڑا دیا (یعنی کھو دیا) کہ نہ سر ہوگا اور نہ فکر آسودگی ستائے گی۔ توضیح :۔ یعنی دنیا کا سودائے خام روحانی تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ اس لیے ہم نے عشق اختیار کر کے اس دبالِ دوش سر کو ہی جبر باد کہدیا اور اس طرح سر کھو کر آسودگی حاصل کر لی ؎

شوریدگی کے ہاتھ سے ہے سر وبالِ دوش ۔ صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

(۶) تشریح :۔ "قندِ مکرر" وہ شکر جس کے قوام کو دوبارہ پکا کر صاف کیا جائے یہاں مراد لبِ یار کا بوسہ ہے۔ ترجمہ :۔ (لبِ یار سے بوسہ کی) قندِ مکرر نہیں چکھی جا سکتی اور (ہاں) ان سے بار بار سنی ہوئی "تلخ" باتیں (اور گالیاں) سنی جا سکتی ہیں ؎

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب ۔ گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

(۷) تشریح :۔ "یکرہ" یعنی یک بار۔ "خوشم" میم ضمیر مفعولی بمعنی مرا "تا" برائے تنبیہہ۔ ترجمہ :۔ (محبوب نے) ایک دفعہ بھی مجھ کو ایسی ہنسی سے خوش نہیں کیا جس میں اس کے دانت نظر آ جائیں دیکھئے! کب وہ ان چھپائے ہوئے موتیوں کو دکھاتا ہے۔

(۸) ترجمہ :۔ جام (شراب) کہاں ہے؟ (لاؤ!) تاکہ ہم (شراب پی کر) دل سے شکوہ و شکایت کو نکال دیں (یعنی مست و بے خود ہو جائیں) اور رنج و غم کے زنگ میں آلودہ طبیعت کو دنور بادہ سے) روشن کریں۔ توضیح :۔ یعنی رنج و غم سے نجات پانے کا ذریعہ شراب نوشی ہے۔ اس لئے اے ساقی شراب پلا تاکہ رنج کا احساس جاتا رہے۔ اور شکوہ و شکایت زبان پر نہ آسکے۔

تا منفعل ز رنجش بیجا ببینمش ۹ مے آرم اعتراف گناہِ نبودہ را

تا دیدہ جور او ز وفا لافہا زدیم ۱۰ نتوان نمود ترک ستائش ستودہ را

منظور یار گشت نظیری کلام ما ۱۱ بیہودہ صرف شکر نکردیم دودہ را

تا بکے بر خرقہ بندم جسم فرسودہ را ۱ سر بطوفان میدہم این مشتِ خاک سودہ را

در درون چون عنب شد خوشہ اشکم گرہ ۲ بس فرو خوردم بدل خون ہائے ناپالودہ را

(۹) تشریح :- "منفعل" اسم فاعل از انفعال یعنی متاثر ہونا۔ شرمندہ ہونا "ببینمش" میں "ش" ضمیر مفعول "را" علامت اضافت

ترجمہ :- تاکہ میں اُس کو بیجا آزردگی سے (یعنی) متاثر و شرمندہ نہ دیکھوں (اس لئے) میں اُن گناہوں کا بھی اقرار کئے لیتا ہوں

جو مجھ سے (سرزد) نہیں ہوئے۔ **توضیح** :- یعنی دوست مجھ کو بے وجہ ستاتا ہے' جو خطا مجھ سے نہیں ہوئی اگر میں اس کا

انکار کردوں تو میرا انکار بجا ہے، اور اس پر اُس کی آزردگی بیجا مگر چونکہ میں اس کو رنجش بیجا سے بھی متاثر دیکھنا نہیں چاہتا

اس لئے ناکردہ گناہ کا بھی اقرار کئے لیتا ہوں' اِسی مضمون کو دوسری جگہ یوں ادا کیا ہے ؎

بے سبب دادی گر آزارم تجمل از من مباش ؛ کردہ ام خاطر نشانِ خویش صد تقصیر را

(۱۰) ترجمہ :- اس کا ظلم دیکھے بغیر میں نے (اس کی) وفاداری کے متعلق بڑے دعوے کیے (یعنی اُس کی وفاداری کی تعریفیں کیں اب اُس کا جور دیکھ کر حقیقت کھلی مگر جس کی ایک دفعہ تعریف کی جا چکی ہے (اب) اُس کی تعریف کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔

(یعنی اب اُس کی جفا کو بھی وفا کہنا پڑتا ہے تاکہ اپنی بات بنی رہے)

(۱۱) ترجمہ :- اے نظیری! ہمارا کلام دوست کے نزدیک مقبول ہو گیا۔ پس شکر خدا کہ ہم نے سیاہی کو بیکار خرچ نہیں

کیا (یعنی الحمد للہ کہ اپنی محنت ٹھکانے لگ گئی)

بحر :- رمل مثمن محذوف ارکان و تقطیع :- مثل ۲

(۱) ترجمہ :- (اِس غم میں گلے ہوئے جسم کو میں کب تک گدڑی پر باندھے (پھرتا) رہوں (بس) اِس مٹھی بھر سوختہ خاک جسم کو میں

سیلاب (اشک) کے حوالے کئے دیتا ہوں۔ **توضیح** :- پہلے مصرعہ میں صنعت قلب ہے یعنی جسم کو بوجہ لاغری خرقہ سے سبک قرار دیکر

جسم کو خرقہ اور خرقہ کو جسم بنا دیا ہے مطلب یہ ہے کہ غم نے اس قدر ضعیف و ناتواں بنا دیا ہے کہ اب خرقہ کی سہار بھی نہیں رہی

لہٰذا اب اس کشمکش سے نجات پانے کی شکل یہی ہے کہ طوفانِ اشک میں اِس مشت خاک جسم کو بہا دیا جائے۔

(۲) تشریح :- "گرہ شدن" بندھ جانا "فرو خوردن" پی جانا "ناپالودہ" ناصاف۔ ترجمہ :- میرے دل میں انگور کی طرح اشکوں کے گچھے

بندھ گئے ہیں (اس لئے کہ) میں بہت سا (غم کا جلا ہوا) ناصاف خونِ دل (کے دل) میں (ہی) پی گیا ہوں۔ (یعنی ضبط کرنے کی وجہ سے

آنسو دل میں گرہ کر رہ گئے)۔

گوشہا گر گشت و یارب یارب ما کارے نکرد ۳ نیست گویا روزنے ایں سقف قیر اندودہ را

خضر صد منزل بہ پیشم آمد و نشناختم ۴ باز مے باید ز سر گیرم رہ پیمودہ را

وہ اگر یکتا قاصدے باشد کہ محرم ایں راز نیست ۵ چند بر کاغذ نویسم حال و شویم دودہ را

از شراب سودمندم بخت بد پرہیز داد ۶ مے کہ میخوردم نمی خوردم غم بیہودہ را

(۳) تشریح :۔ "یارب یارب ما" پہلا یارب منادیٰ ہے اور دوسرا بمعنی دعا "ما" ضمیر مجرور۔ اصل اس کی بھی وہی ہے۔ مگر چونکہ دعا کے شروع میں یارب کہا جاتا ہے اس لئے اس کو اسمی صورت دے دی گئی ہے۔ "قیر" ایک قسم کا سیاہ روغن۔ کولتار۔ ترجمہ :۔ (سننے والوں کے) کان بہرے ہو گئے اور اے خدا میری دعاؤں نے کوئی اثر نہیں کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کولتار سے لپی ہوئی چھت (یعنی فلک) میں کوئی سوراخ رہی نہیں (جس سے دعا اوپر جا کر درگاہ خداوندی میں قبول ہو)

(۴) تشریح :۔ "خضر" ایک بزرگ کا نام ہے جن کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے آب حیات پی کر دائمی زندگی حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو راستہ بھول جانے والوں کی رہنمائی کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ "از سر گرفتن" از سر نو شروع کرنا۔ ترجمہ :۔ خضر (یعنی رہنمائے حقیقت) سیکڑوں منزل پہلے میرے سامنے آیا مگر (میری حرماں نصیبی کہ) میں نے نہ پہچانا اس لئے مجھ کو چاہیئے کہ پھر نئے سرے سے اس طے کئے ہوئے راستہ کو طے کرنا شروع کروں (تاکہ اب کی بار اگر خضر ملجائے تو اس کی رہنمائی میں چلوں اور گمراہی سے نجات پاؤں۔ توضیح :۔ یعنی آثار قدرت ہر ہر منزل پہ ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہیں۔ یہ ہماری اپنی غفلت ہے کہ اُن کی طرف توجہ نہیں کرتے اور راستہ سے بھٹک جاتے ہیں ؎

یکو سے عشق منہ بے دلیل راہ قدم ٭ کہ گم شد آں کہ دریں رہ بہ رہبرے نرسید

اس شعر کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خضر نے میری رہنمائی سیکڑوں منزل کی مگر میں نے منزل کو نہ پہچانا یعنی دوسرے کی رہنمائی پر بھروسہ کیا اور خود نظر عبرت سے کام نہ لیا۔ اس لئے محروم رہا۔ اب اس تقلید کے عار و ننگ کو دور کرنے کے لئے مجھے از سر نو سفر شروع کرنا چاہیئے۔ مگر اس صورت میں نشناختم کا مفعول بلا قرینہ محذوف ماننا پڑے گا۔

(۵) تشریح :۔ "وہ" کلمۂ افسوس "محرم" راز دار "چند" بمعنی تا چند (تا کے) "دودہ" سیاہی۔ ترجمہ :۔ افسوس اگر ایک قاصد (بھی) ایسا نہیں جو اس کا راز دار بن سکے (تو پھر) کہاں تک (اپنا) حال دل کاغذ پر لکھتا رہوں اور اشکوں سے سیاہی کو دھوتا رہوں۔ توضیح :۔ یعنی ہجر میں میرا یہ حال ہے کہ کیفیت دل لکھتا ہوں مگر محرم راز نہ ملنے کی وجہ سے خود ہی اس کو اشکوں سے دھو دیتا ہوں۔

(۶) تشریح :۔ "سودمند" م "ما" میں میم ضمیر مفعولی ہے "کہ" ظرفیہ بمعنی "تا" (جبکہ) یا شرطیہ۔ ترجمہ :۔ (میرے) برے نصیب نے مجھ کو نفع رساں شراب سے پرہیز بتا دیا جس کی وجہ سے مجھے طرح طرح کے غم و فکر لاحق ہو گئے ورنہ جب میں شراب پیا کرتا تھا تو یہ دنیوی بیکار کے غم نہ کھانے پڑتے تھے۔ یا اگر میں شراب پیتا رہتا تو یہ مفت کے غم نہ کھانے پڑتے۔

گلِ ز مہرِ اشک لولوئی و رنگ کاہیم ۷ در بلوریں حقّہ دارد کہربائے سودہ را

از کنایت گاہِ مستی منع آں لب چوں کنم ۸ میچکد بے خود حلاوت قندِ آب آلودہ را

با نظیری چوں نشستی گوش بر حرفش مکن ۹ در پریشانی میفگن خاطرِ آسودہ را

در خور اگر نیئم مے لعل فام را ۱ اے کاش تر کنند ببوئے مشام را

بر قدرِ زخم مرہم لائے نمی دہند ۲ زاں مے کہ طعم نوش کند مغز و کام را

(۷) **تشریح**:۔ "مہر" بمعنی حصہ و برائے "لولوئی" منسوب بہ لولو مراد سفید۔ "کاہی" منسوب بکاہ۔ کاہ خشک گھاس کو کہتے ہیں جس کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ "بلور" ایک قسم کا پتھر جو سفید اور نہایت شفاف ہوتا ہے۔ "کہربا" ایک زرد رنگ کا گوند جو گھاس کے تنکے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اسی لئے اس کا نام کہربا ہے۔ یرقان کے مریض کے لئے کہربا کو بازو پر باندھنا یا گلے میں لٹکانا بیحد مفید ہے۔ **ترجمہ**:۔ پھول میرے (چہرے کے) زرد رنگ اور موتی کی طرح (میرے) سفید آنسوؤں کی وجہ سے (اپنی پنکھڑیوں کی) بلوریں ڈبیہ میں پسی ہوئی کہربا رکھتا ہے۔ **توضیح**:۔ یعنی گل میرے چہرے کی زردی کا باعث مرضِ یرقان سمجھ کر سفوف کہربا لایا ہے۔ حالانکہ زردی مرضِ عشق کی ہے نہ کہ مرضِ یرقان کی۔ یہ تخیل بہت لطیف ہے مگر اس صورت میں اشکِ لولوی کی یرقان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں اس لئے اگر یہ معنی کئے جائیں کہ گل نے یہ چیزیں مجھ سے لی ہیں۔ یعنی حقّہ بلوریں میرے اشکِ لولوی سے اور خوردہ کہربا رنگ میرے رنگِ زرد سے تو مطلب بے تکلف اپنی پوری مناسبتوں کے ساتھ درست ہو جاتا ہے۔

(۸) **تشریح**:۔ "کنایت" بمعنی اشارہ۔ مجازاً گالی کو کہتے ہیں اس لئے کہ گالیاں اکثر از قبیل کنایات ہی ہوتی ہیں۔ **ترجمہ**:۔ حالتِ مستی میں اُس لبِ (معشوق) کو میں گالیاں دینے سے کیسے روکوں (اس لئے کہ) پانی ملی ہوئی شکر سے شربت بے اختیار ٹپکا کرتا ہے۔ **توضیح**:۔ یعنی لبِ معشوق اور اس کا آبِ دہن مثلِ قندِ آب آلود کی طرح شربتِ دشنام بے اختیار ٹپکا رہا ہے کہ نہ میرے بس میں اس کا روکنا ہے اور نہ اس کے بس میں رکنا۔ "چوں کنم" کا استفہام شعر کی جان ہے جس سے دو مفہوم پیدا ہوتے ہیں اوّل یہ کہ جب معشوق کے لبِ شیریں سے حلاوتِ دشنام جو میری عین مراد ہے خود بخود حاصل ہو رہی ہے تو میں اس کو کیسے منع کر سکتا ہوں، دوسرے یہ کہ اس کو روکنے سے ایسا ہی عاجز ہوں جیسا کہ قندِ آب آلود کو ٹپکنے سے روکنے کی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی۔"

(۹) **ترجمہ**:۔ نظیری کے ساتھ اگر تو بیٹھ (ہی گیا ہے) تو اس کی بات پر کان (ہرگز) نہ دھرنا اور اپنی (خاصی بھلی) طبیعت کو پریشانی میں مبتلا نہ کر لینا (اسلئے کہ ع۔ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را)

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف **ارکان و تقطیع**:۔ مثل ۲۔

(۱) **تشریح**:۔ "در خور" لائق۔ مستحق "لعل فام" سُرخ۔ لعل ایک قیمتی جوہر کا نام۔ مشام۔ دماغ۔ **ترجمہ**:۔ اگر ہم سُرخ شراب کے قابل نہیں (تو شراب پینے کو نہ دیں مگر) اے کاش! (یہ ساقیان مینا بکف کم از کم اُس کی) خوشبو سے (ہی ہمارے) دماغ کو تر کر دیں۔ **توضیح**: یعنی اگر ہم کو شراب سے محروم رکھا ہے تو کہیں مگر اُس کی خوشبو سے تو محروم نہ کریں۔ مراد یہ ہے کہ مئے معرفت کو لبریز جام کی اگر ہم اہلیت نہیں

(بقیہ صفحہ ۲۲ پر)

بر بامِ ما دریغ نتابید هفتۂ ۳ ماہے کہ او تمام کند نا تمام را

کس جذبۂ بکارِ دلِ ما نمے کند ۴ تا چند سر بحلقہ در آریم دام را

خارج ز پردہ دخلِ غلط تا بکے کنیم ۵ مطرب بما نداد نشانِ مقام را

قسمت چنیں فتاد کہ ترکانِ مستِ او ۶ در دورِ ما بطاق نہادند جام را

کم لذتم کہ روئے ندیدم ز آفتاب ۷ در خانہ پختم ایں ثمر نیم خام را

(بقیہ صفحہ ۲۲) رکھتے تو کم از کم ادنیٰ فیض تجلی سے ہی ہم کو نواز دیا جاتے دماغ پریشان کی سرشاری کیلئے وہ بھی بہت کافی ہے۔

(۲) **تشریح**:- "لائے" تلچھٹ۔ تہ پیالہ "نوش" تریاق۔ شہد و آبحیات۔ **ترجمہ**:- (ہمارے دل کے) زخم کے مطابق اُس شراب کی تلچھٹ کا (بھی) مرہم عطا نہیں کرتے جس سے دماغ اور حلق کو شہد و تریاق کا سا مزہ حاصل ہوتا ہے (ہماری بدنصیبی کی بھی حد ہوگئی)

(۳) **ترجمہ**:- افسوس! کہ ہمارے بام (دل) پر ایک ہفتہ (بھی) وہ مہ کامل نہیں چمکا جو ناقص کو (بھی) کامل بنا دیتا ہے۔ **توضیح**:- یعنی تجلی ربانی جو ناقص کو کامل بنا دیتی افسوس کہ ہم اُس سے کچھ زیادہ مستفید نہ ہوسکے۔ ان تینوں اشعار میں محرومیٔ قسمت کا اظہار مختلف عنوان سے کیا ہے۔

(۴) **تشریح**:- "جذبہ بکار کسے کردن" موافقت کرنا۔ ساتھ دینا۔ "دام را" میں را علامت اضافت ہے یعنی بحلقہ دام۔ **ترجمہ**:- (دنیا میں) کوئی شخص (بھی) ہمارے دل کی مراد کے ساتھ (حمایت کا) جذبہ نہیں دکھاتا (یعنی کوئی ہمارا ساتھ نہیں دیتا) تو ہم کب تک (دنیوی تعلق کے) جال میں (اپنا) سر ڈالے رکھیں۔ **توضیح**:- یعنی دنیوی تعلقات جب اپنے کام نہیں آتے تو ان میں اپنا سر کھپانے سے کیا فائدہ ان کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

(۵) **تشریح**:- "پردہ" حجاب۔ پیتل یا چاندی وغیرہ کا حلقہ جو طنبورہ و ساز کے دستہ پر انگلیاں جمانے اور مقامات موسیقی کو محفوظ رکھنے کیلئے لگایا جاتا ہے۔ "دخل غلط" بیجا اعتراض۔ "مطرب" گویا۔ "مقام" درجہ۔ منزل باصطلاح موسیقی مقام پردہ سرود۔ باصطلاح تصوف سالک کا وہ حال جو قائم ہو جائے۔ **ترجمہ**:- پردہ سے باہر رہ کر ہم کب تک بیجا دخل دیتے رہیں (جبکہ) مطرب نے ہم کو مقام (و منزل) کا نشان اور پتہ نہیں بتلایا۔ **توضیح**:- شعر میں موسیقی اور تصوف دونوں کے لحاظ سے اچھی توجیہیں ہوسکتی ہیں۔ یعنی جب ہمکو مقام سرود کا ہی علم نہیں ہے تو پردۂ ساز سے خارج ہوکر غلط راگ کب تک گاتے رہیں۔ مراد یہ ہے کہ خلوت خانہ عرفان سے باہر رہ کر اس کے متعلق قیاس آرائیاں درست نہیں اس لئے کہ رہنمائے حقیقت نے ہم کو ہمارے مقام سے بھی آگاہ نہیں کیا سے ما راز مقام باخبر کن ۔ ما ئیم کجا و تو کجائی۔

(۶) **ترجمہ**:- (ہم کیا کریں ہماری) قسمت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ ہمارے نمبر پر اُس (محبوب کی آنکھوں) کے مست ترکوں نے (شراب سے بھرے ہوئے) جام کو طاق پر رکھ دیا۔ **توضیح**:- یعنی دوست نے اپنی مست نگاہوں سے سب کو نوازا اور ہم سے تغافل برتا۔

(۷) **ترجمہ**:- میں کم مزہ اس لئے ہوں کہ میں نے آفتاب (حقیقت) کا چہرہ تک نہیں دیکھا (بلکہ) میں نے (دل کی) اس گدرے پھل کو (سینہ کی) کوٹھری میں دبا کر پکا لیا ہے۔ **توضیح**:- جس طرح پال کا میوہ ڈال کے میوے کے برابر لذیذ نہیں ہوتا کیونکہ وہ آفتاب کی شعاعوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح میرا دل آفتاب حقیقت کی روشنی سے محروم رہنے کی وجہ سے ذوق کامل نہیں رکھتا۔

گر جامِ صبح بے صفتِ فقر پُر کنند ۸ خورشید سرنگوں نکند کاسِ شام را

رخت از حرم کشیم نظیری بسومنات ۹ حُرمت نماندہ حاجیٔ بیت الحرام را

بزیر ہر بنِ مو چشمِ روشنے ست مرا ۱ بروشنائیٔ ہر ذرہ روزنے ست مرا

شہودِ بت ز پراگندگیم باز آورد ۲ دلیلِ راہِ حقیقت برہمنے ست مرا

(۸) تشریح:۔ "جامِ صبح" صبح کی شراب کا پیالہ۔ کنایہ از آفتاب وقتِ طلوع۔ "کاسِ شام" شام کی شراب کا پیالہ کنایہ از آفتاب وقتِ غروب۔
ترجمہ:۔ (ساقیانِ قضا و قدر) شراب (صبح کے پیالہ کو اگر (اس میں) فقر و احتیاج کی صفت (چھوڑے) بغیر بھر دیں تو آفتاب (شراب) شام کے پیالہ کو الٹا کر کے نہ رکھے۔ **توضیح:۔** آفتاب کی تشبیہ طلوع کے وقت بھرے ہوئے جام کے ساتھ اور غروب کے وقت خالی جام کے ساتھ نہایت لطیف ہے۔ جام کا سرنگوں ہونا اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ پیالہ خالی ہو گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آفتاب جو صبح کو جامِ لبریز کی طرح طلوع ہوتا ہے اگر اس میں احتیاج کی صفت باقی نہ رہتی تو شام کے وقت یہ اپنے جام کو سرنگوں نہ کرتا۔ ان استعارات سے اصل مقصد یہ ہے کہ موجوداتِ عالم میں سے کوئی بھی احتیاج سے پاک نہیں۔

(۹) تشریح:۔ "حرم" خانہ کعبہ مع احاطہ۔ "سومنات" گجرات کے ایک قدیم بتخانہ کا نام ہے۔ یہ لفظ دراصل سوم ناتھ تھا۔ سوم بمعنی قمر اور ناتھ بمعنی خدا۔ مندر اس بت خانے میں چاند کی ہیکل کا بت رکھا ہوا تھا۔ "حرمت" عزت، احترام۔ "بیت الحرام" خانہ کعبہ۔ ترجمہ:۔ اے نظیری (ہم کو چاہیے کہ) ہم حرمِ کعبہ (مجاز) سے (اٹھا کر اپنا) سامان سومنات (حقیقت) میں لے آئیں۔ (اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اب) خانہ کعبہ کے حاجی کی (کوئی) عزت و وقعت نہیں رہی۔ **توضیح:۔** یعنی ظاہر پرستی اور ریاکاری چھوڑ کر صنمِ حقیقت کی پرستش کرنی چاہیے۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف۔ ارکان:۔ مفاعلن، فعلاتن، مفاعلن، فعلن دوبار

بزیر ہر	بن مو چش	م روشنے	ست مرا	+	بروشنا	ئی ہر ذر	رہ روزنے	ست مرا
مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلن		مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلن

(۱) ترجمہ:۔ (بدن کے) ہر ہر رونگٹے کی تہ میں میرے لئے ایک روشن (اور حقیقت شناس) آنکھ ہے (اور) ہر ہر ذرہ کی چمک میں میرے واسطے (چہرۂ قدیم کا نظارہ کرنے کے لئے) ایک جھروکا موجود ہے۔ **توضیح:۔** یعنی دوست کا نظارہ کرنے کے لئے میں ہمہ تن چشم بن گیا ہوں۔ اور کائنات کا ہر ذرہ اس کی طرف میری رہنمائی کر رہا ہے۔

(۲) تشریح:۔ "شہود" ظہور، مشاہدہ۔ "پراگندگیم" میں میم ضمیر مفعولی بمعنی مرا۔ "دلیل" رہنما۔ ترجمہ:۔ بت (حقیقت) کے جلوہ نے مجھ کو پریشانی (خیال) سے نجات دے دی (پس) میرے لئے حقیقت کے راستہ کا رہنما ایک برہمن (یعنی مرشد کامل) ہے۔ **توضیح:۔** یعنی انکشافِ حقیقت نہ ہونے کی وجہ سے میں پراگندہ دل تھا۔ الحمد للہ کہ مرشد کے فیضِ صحبت اور تائیدِ غیبی نے میرا ساتھ دیا کہ صنمِ حقیقت کے عیاں ہو جانے سے میری دلی پریشانی دور ہو گئی

چو سایہ از ہمہ سو در کمین خورشیدم	۳	بہر کجا بن خاریست مسکنے ست مرا
بہر سراچہ و بستاں فرو نمے آیم	۴	بروں ز عالمِ خاکی نشیمنے ست مرا
بدوستی کہ ز بس محو لذتِ ستم	۵	بکائنات ندانم کہ دشمنیست مرا
ہزار نالہ شہرود درد مے شنوم	۶	ز سیل گریہ کہ کسار دامنیست مرا
ز خوشہائے سرشکم لبالب آغوش ست	۷	ز حاصلے کہ تو دانیست خرمنیست مرا

(۳) تشریح:- کمین- گھات- مسکن- جائے رہائش- ٹھہرنے کی جگہ- ترجمہ:- میں سایہ کی طرح ہر سمت سے آفتابِ (حقیقت) کی گھات میں بیٹھا ہوا ہوں (چنانچہ) جس جگہ خار (امکان و مجاز) کی ایک بیخ (بھی) ہے وہیں میری اقامت گاہ ہے (توضیح) گھات عموماً جھاڑیوں میں چھپ کر لگاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح تاریکی آفتاب کی گھات میں رہتی ہے کہ آفتاب ذرا نظروں سے اوجھل ہوا اور تاریکی چھائی اسی طرح میں عالمِ مجاز کے تمام موجودات کو جو خار و خاشاک کی شکل میں اپنی کمین گاہ بناکر آفتابِ حقیقت کی تاک میں ہوں- مراد یہ ہے کہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کے مختلف اسماء و صفات کا مظہر ہے اور سب کو اسی کی جستجو ہے-

(۴) تشریح:- سراچہ- تصغیر سرا کی یعنی معمولی گھر- عالمِ خاکی- جسمانی عالم- نشیمن- خلوت خانہ- آرامگاہ- آشیانہ- ترجمہ:- میں ہر گھر اور ہر باغ میں نہیں اترتا کیونکہ میرا آشیانہ (تو اس) دنیائے آب و گل سے باہر ہے- (توضیح) یعنی میں عالمِ قدس کا طائر ہوں دنیا کا گھر اور باغ میرے قیام کے لئے موزوں نہیں مراد یہ ہے کہ انسان کو دنیا میں دل نہ لگانا چاہئے-

(۵) تشریح:- بدوستی- میں با قسم ہے- کائنات- جمع کائنہ- وہ چیز جو عدم سے وجود میں آئے چونکہ عالم ایسی چیزوں کا ہی مجموعہ ہے اس لئے عالم کو کائنات کہتے ہیں- کہ- کلمہ بیانیہ دوسری شکل میں عبارت کی تقدیر یہ ہوگی- "ندانم کہ مرا کسے دشمن ست" ترجمہ:- محبت کی قسم کہ میں عشق (محبوبِ حقیقی) کی لذت میں ایسا کھو دیا گیا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ تمام عالم میں میرا دشمن کون ہے یا میں نہیں جانتا کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن ہے- (توضیح) یعنی جب میں سارے عالم میں دوست کا ہی جلوہ دیکھتا ہوں تو دشمن کس کو سمجھوں؟ سب دوست نظر آتے ہیں مراد یہ ہے کہ ہم عشق کے صدقے میں صلح کل کے مقامِ عالی پر پہنچ گئے ہیں-

(۶) تشریح:- شہرود- اسم ایک طرح کی بانسری- ایک ساز کا نام مثل موسیقار- ترجمہ:- میں درد و غم کے ساز کے ہزاروں نالے سن رہا ہوں (کیونکہ) سیلابِ گریہ و زاری سے میرا دامن (بھی) پہاڑ کے دامن کے مثل ہے- (توضیح) یعنی میرے آنسو جو میری آنکھوں سے دامن میں گر رہے ہیں جوش و خروش کا وہی منظر پیش کر رہے ہیں جو دامنِ کوہ میں سیلاب کے گرنے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی آواز سے درد آمیز نغمے میرے کان میں آ رہے ہیں-

(۷) تشریح:- سرشکم- میں میم- آغوش کا مضاف الیہ ہے- لبالب- لبریز- حاصل- پیداوار جنس- ترجمہ:- آنسوؤں کے گچھوں سے میری گود پوری طرح بھری ہوئی ہے (الحمد للہ کہ) جس پیداوار کا تیرے پاس نام تک نہیں اس کا میرے پاس ڈھیر موجود ہے- (توضیح) یعنی بوسیلۂ غمِ عشق میں اشکوں کے خرمن کا مالک ہو گیا ہوں اور بے غم اس دولت سے محروم ہے-

اگر بمعرکہ درخوں فتادہ ام چہ عجب ۸ ہمیشہ رزم بخود چوں تہمتنے ست مرا

دریغ رخش فرو ماند و روز بیگہ شد ۹ درین سفر کہ بہر گام رہزنے ست مرا

کدام مے کہ پس از مستیم خمار نداد ۱۰ چو شیشہ در تہ ہر خندہ شیونے ست مرا

بیا ز محنت جاں کندنم خلاصی دہ ۱۱ کہ دم زدن ز فراق تو مرگ نفسے ست مرا

گداخت چشم نظیری نرفت نظرم ۱۲ کہ دیدہ تنگ تر از چشم سوزنے ست مرا

پروانہ ایم و شعلہ بود آشیان ما ۱ آب از شرار سنگ خورد گلستان ما

(۸) تشریح:- معرکہ - میدانِ جنگ - تہمتن - لقب رستم، مرکب از تہم بمعنی دلاور و قوی - و تن بمعنی جسم - ترجمہ:- اگر میں (غرق ہو کر) میدان جنگ میں (خاک و) خون میں گرا پڑا ہوں تو تعجب کی کیا بات ہے؟ (جبکہ) ہمیشہ مجھ کو اپنے (نفس سرکش کے) ساتھ رستم کی طرح (سخت) لڑائی لڑنی پڑتی ہے (توضیح) یعنی جب رستم کی سی سخت لڑائی مجھے اپنے ساتھ لڑنی پڑتی ہے تو پھر میرے خون آلودہ ہونے پر تعجب نہ ہونا چاہیئے مراد یہ ہے کہ میں اپنی خودی کو فنا کرنا چاہتا ہوں -

(۹) ترجمہ: بقلب مصرعین:- افسوس کہ اس سفر (حیات) میں کہ جس میں میرے ہر ہر قدم پر (ہوا و ہوس کا) ایک رہزن موجود ہے (میرا) اسپ (ہمت) تھک گیا اور (زندگی کا) دن نا وقت ہو گیا - (توضیح) یعنی جوانی کا زمانہ غفلت میں گذر گیا اب جبکہ عمر ڈھل گئی ہے اور قوی نے جواب دیدیا ہے - اس سفر ہستی کو جس میں قدم قدم پر خطرات ہیں کیسے طے کیا جا سکتا ہے ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

(۱۰) تشریح:- مستیم - میں میم ضمیر مفعولی بمعنی مرا - شیشہ - بوتل - شیون - نالہ - رونا پیٹنا - ترجمہ:- کونسی شراب (عشرت) ہے جس نے مستی (و بے خودی) کے بعد مجھ کو خمار (کی تکلیف) نہ دی ہو (بلکہ میرا تو یہ حال ہے کہ شراب کی) بوتل کی طرح ہر ہنسی کی تہ میں میرے لئے ایک نالہ (غم پنہاں) ہے (توضیح) یعنی دنیا میں کوئی راحت بے رنج نہیں - بوتل سے شراب نکالتے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو مختلف اعتبارات سے خندہ اور شیون قرار دیا ہے

(۱۱) ترجمہ:- (اے محبوب) آ اور جان کنی کی تکلیف سے مجھ کو نجات بخش اسلئے کہ تیرے فراق (کے غم) کی وجہ سے دم مارنا (بھی) میرے لئے موت کا حکم رکھتا ہے (توضیح) یعنی ایک ایک سانس دو بھر ہے، تاب گویائی سے اور نہ یارائے صبر -

(۱۲) ترجمہ:- اے نظیری! میری بینائی کیوجہ سے (میرا جسم گھل گیا) آنکھ گھل گئی مگر راز حقیقت کھلا کیونکہ میری آنکھ سوئی کے ناکے سے بھی زیادہ تنگ ہے - (توضیح) یعنی حقیقت کی طلب میں میں نے اپنی سی بہت کوشش کی جسم و چشم کو گھلا گھلا کر جسم و چشم سوزن کیطرح لاغر و تنگ بنا لیا لیکن راز حقیقت پھر بھی ظاہر نہ ہوا مگر اس کا سبب اپنی ہی تنگ نظری ہے -

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف * ارکان و تقطیع مثل ۴

(۱) ترجمہ:- ہم (شمع رخ یار کے) پروانے ہیں اور ہمارا آشیانہ شعلہ (تجلی) ہے ہمارا باغ (دل) سنگ (دل محبوب) کے شرارے آب پیتا ہے

موریم و بر گذرگہِ لشکر فتادہ ایم ۲ در راہ پائمال شود کاروان ما

تا یا نصیب ساختہ ایم از حلاوتے ۳ ہمچوں رطب شگافتہ اند استخوان ما

زہ در گلوئے ما کند از کینہ روزگار ۴ بیند اگر درست تن چوں کمان ما

خورشید عمر بر سر دیوار و خفتہ ایم ۵ فریاد از درازی خواب گران ما

صد موج را ز رفتن خود مضطرب کند ۶ موجے کہ بر کنارہ رود از میان ما

(۲) ترجمہ: ہم ہیں تو چیونٹی کی طرح ناتواں، لیکن سلیمانؑ کی لشکر کے راستے پر آپڑے ہیں، ہمارا قافلہ راستے ہی میں (رہ) پیروں میں مسلا جائیگا۔ (توضیح) یعنی ہم کمزور اور ہمارے ارادے بلند ہیں اور حضرت سلیمانؑ کے لشکر کی مانند یہ نفس اور ہوا و ہوس کے دیو و جن ہمارے راستے میں ہم کو پامال کرنے کے لئے موجود ہیں۔ مور و سلیمانؑ کے مشہور قصہ کی طرف تلمیح ہے۔ دوسرے نسخہ کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم مریض و ناتواں چیونٹی کی طرح دنیا کی شکر پر گر رہے ہیں اس لئے ہمارا پامال ہونا یقینی ہے۔

(۳) تشریح: تا - ابتدائیہ۔ از حلاوتے - یہیں از - بیانیہ یعنی نصیبانہ حلاوت۔ رطب - تر کھجور۔ استخواں - ہڈی، پھل کی گٹھلی۔ ترجمہ: جب سے ہم نے شیرینی (دنیا) کا حصہ لیا ہے اسی وقت سے تقاضائے قدرت نے تر کھجور کی مانند ہماری استخواں (روح) کو چیر دیا ہے (توضیح) یعنی دنیوی لذتوں میں انہماک روح کی آزار کا سبب ہے۔ استخواں خرما کے شگافت کا سبب حلاوت کو قرار دینا بر سبیل حسن تعلیل ہے۔

(۴) تشریح: زہ - چلہ کمان - بٹی ہوئی تانت یا ریشم۔ ترجمہ: بقلب مصرعین - زمانہ اگر کبھی ہمارے کمان کی مانند جھکے ہوئے قد کو سیدھا ہوتے دیکھ لیتا ہے تو ہمارے حلق کی ہمارے گلے میں بٹی ہوئی تانت کا پھندہ ڈال دیتا ہے یعنی پھر اس کمان پر چلہ چڑھا دیتا ہے (توضیح) کہتا ہے کہ زمانہ کی گردش نے ہمارے قد کو کمان کی طرح جھکا دیا ہے اور اب بھی اگر اس کمان کو سیدھا ہوتے دیکھ لیتا ہے تو چلہ چڑھا کر پھر خم کر دیتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ استعمال کے بعد کمان کا چلہ اتار کر اس کو سیدھی کر کے رکھ دیتے ہیں اور ضرورت کے وقت پھر چڑھا لیتے ہیں مراد یہ ہے کہ زمانہ ایک لمحہ کے لئے بھی ہم کو کمر سیدھی نہیں کرنے دیتا۔

(۵) تشریح: آفتاب بر سر دیوار رسیدن - یعنی قریب الغروب ہونا، کنایہ از قرب موت۔ ترجمہ: عمر کا آفتاب (ڈھلتے ڈھلتے) دیوار پر (پہنچ گیا) ہے اور ہم (غفلت کی نیند) سو رہے ہیں۔ آہ ہماری (یہ) گہری نیند کس بلا کی ہے۔ (توضیح) افسوس! کہ مرنے کا وقت قریب آگیا۔ اور ابھی تک آئندہ زندگی کی کوئی فکر نہیں۔

(۶) ترجمہ: بقلب مصرعین - (زندگی کے دریا کی) جو موج ہمارے درمیان سے نکل کر موت کے کنارہ پر پہنچتی ہے وہ اپنے چلے جانے سے سیکڑوں موجوں کو پریشان بنا جاتی ہے (توضیح) یعنی حقیقت شناس انسان دوسرے کی موت سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ اور اپنے اعمال کی اصلاح میں لگ جاتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ عارف کامل کی موت اضطراب عالم کا سبب ہوتی ہے۔ کہ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ۔

سیراب ہوتا ہے۔ (توضیح) پروانے کے لئے آرامگاہ شعلۂ شمع ہوتا ہے اسی طرح ہمارے لئے شعلۂ رخ یار باعث راحت ہے۔ اسی مضمون کو دوسرے مصرعہ میں نئے عنوان سے ادا کیا ہے۔

بس دردماغ ہم نفساں مغز سوختیم ۷ در دیدہ خواب تلخ کند داستانِ ما

درپیری از ہزار جواں زندہ دل تریم ۸ صد نوبہار رشک برد بر خزانِ ما

ذوقے کہ جا بوادیِ مجنوں گرفتہ بود ۹ امروز معتکف شدہ بر آستانِ ما

درحیرتم کہ غنچہ بہ بلبل چگونہ گفت ۱۰ رازے کہ باد ہم نشنید از زبانِ ما

بنیادِ ما خرابیِ ما استوار کرد ۱۱ گوئی کہ سود ماست نظیری زیانِ ما

زیستیم بسکہ بتدبیر خود از خامیہا ۱۵ رفت نام و نسبم در سر خودکامیہا

(۷) ترجمہ:- ہم نے (داستانِ غم سنا سنا کر اپنے) ہمدموں کے دماغ کے اندر کا گودا بہت جلایا اس لئے کہ ہماری داستان آنکھوں میں نیند تلخ اور حرام کردیتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہماری المناک داستان سننے والوں کو بھی مبتلائے غم بنادیتی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ بڑھاپے میں (بھی) ہم ہزارہا جوانوں سے زیادہ زندہ دل ہیں (چنانچہ) سیکڑوں (جوانی کی نئی) بہاریں ہماری (اس پیری کی) خزاں پر رشک کرتی ہیں (توضیح) یعنی عشق کی برکت سے باوجود پیری کے ہمارے دل و دماغ جذبات شوق اور سودائے عشق سے ایسے پُر ہیں کہ سیکڑوں نوجوان ہم پر رشک کرتے ہیں۔

(۹) تشریح:- جاگرفتن - قیام کرنا معتکف - اسم فاعل از اعتکاف بمعنی گوشہ نشین ہوجانا۔ ترجمہ:- وہ ذوقِ (عشق) جو (کبھی) مجنوں کی وادی (نجد) میں مقیم تھا۔ وہ آج ہمارے آستانۂ (دل) پر اعتکاف کئے بیٹھا ہے (یعنی آج ہم اپنے زمانہ میں عشق میں سب پر فائق ہیں۔

(۱۰) ترجمہ:- میں حیرت میں ہوں کہ (منہ بند) کلی نے بلبل سے وہ راز (محبت) کیسے کہدیا۔ جو ہماری زبان سے (کبھی) ہوا نے (بھی) نہیں سُنا (یعنی رازِ حسن و عشق جس کو ہم بیحد چھپاتے ہیں نہ معلوم غنچۂ بستہ دہن نے بلبل کو کیسے بتادیا کہ وہ شیدائے گل ہوگیا)

(۱۱) ترجمہ:- ہماری ویرانیٔ (دل) نے ہماری بنیاد (ہستی) کو مضبوط بنادیا۔ گویا اے نظیری ہمارا (ظاہری) نقصان ہمارا (باطنی) نفع ہے۔ (توضیح) یعنی خانۂ دل کو ہوا و ہوس دُنیا سے ویران کردینا اس کی بنیاد کی مضبوطی ہوجانے کا باعث ہے۔ اشارہ: اس کے برعکس مطلب بھی شعر سے نکل سکتا ہے۔ جبکہ "بنیادِ ما" کو فاعل اور خرابی کو مفعول قرار دیا جائے یعنی ہماری بنیاد نے ہماری بربادی کو مضبوط کردیا ہے۔ جیسا کہ غالب کا شعر ہے ؎ میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی ✱ ہیولےٰ برقِ خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا

— بحر:- رمل مثمن مخبون محذوف۔ ارکان:- فاعلاتن، فعلاتن، فعلاتن، فِعلن، دوبار۔

تقطیع

زیستیم بس	کہ بتدبی	رِ خود از خا	میہا	رفت نامو	نسبم در	سرِ خود کا	میہا
فاعلاتن	فَعِلاتن	فَعِلاتن	فِعلن	فاعلاتن	فَعِلاتن	فَعِلاتن	فِعلن

(۱) ترجمہ:- چونکہ (اپنی) خامیوں کی وجہ سے میں نے اپنی رائے پر زندگی بسر کی (اسلئے) خود غرضیوں میں میرا نام و نسب (عزو شرف) جاتا رہا۔ (توضیح) یعنی عشق کی اختیار کرنے میں میں نے خود رائی سے کام لیا۔ کسی سے مشورہ نہیں کیا اسلئے اب اگر میں رسوائے عالم ہوگیا ہوں تو مجھے ہیں ع

ورع و شیب زبون غم ایام کرد	٢	یاد دوران جوانی و مے آشامیہا
طائرے نیست کہ تارے زنش بر پا نیست	٣	صید یک مرغ نکردم ز کہن دامیہا
روز عشرت بصداع سر مخمور گذشت	٤	تر نگردید دماغم ز تنک جامیہا
دل بلہو و لعب عمر مدہ کیں مرغاں	٥	ہمہ بر باد کنند از سبک اندامیہا
خلعت سرو باندام صنوبر نہ برند	٦	جامہ زیبندہ نماید ز خوش اندامیہا
شکر پیری کہ ہوا و ہوس از جوش نشاند	٧	چوں مے کہنہ بروں آمدم از خامیہا

(٢) تشریح:- ورع- پرہیزگاری- شیب- بڑھاپا- ایام- جمع یوم مراد زمانہ و حوادث زمانہ- ترجمہ:- بڑھاپے اور پرہیزگاری نے مجھ کو غم زمانہ کا پائمال بنا دیا (کہ نہ شراب حاصل ہے اور نہ مستیٔ شباب) آہ زمانہ جوانی اور (اس وقت کی) بادہ نوشیاں (بھی کیا خوب تھیں اب) یاد آتی ہیں (توضیح) قاعدہ ہے کہ غم کے وقت گذشتہ راحت کی یاد اور بھی زیادہ ستایا کرتی ہے شاعر نے شعر میں اسی حسرتناک منظر کو پیش کیا ہے۔

(٣) تشریح:- زنش- بحذف مضاف یعنی زدامنش- ش ضمیر مفعولی- کہن دامی- یائے مصدری یعنی کہنگی دام- ترجمہ:- ایک طائر (آرزو) بھی ایسا نہیں کہ جس کے پاؤں پر میرے دام کا ایک نہ ایک تار رہ ہو (مگر افسوس کہ) میں ایک مرغ (تمنا) بھی جال کے کہنہ ہونے کی وجہ سے شکار نہ کرسکا (توضیح) یعنی میری اپنی غلطی تھی کہ میں نے بوسیدہ دام بچھایا جس کی وجہ سے طائر نکل گئے اور دام کا ایک ایک تار انکے پاؤں میں الجھا رہ گیا- مراد یہ ہے کہ میں نے جلوہ ہائے دوست کو حاصل کرنا تو چاہا مگر دام نظر مضبوط نہ تھا- اس لئے محروم رہا اور دام بھی ہاتھ سے گیا۔

(٤) ترجمہ:- عیش و عشرت کا دن (بھی) خمار آلود سر کے درد میں گذر گیا (افسوس کہ) میرا دماغ (اپنے ہی) جام (حوصلہ) کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے تر نہ ہو سکا (توضیح) یعنی ساقی نے بخل نہیں کیا بلکہ میری تنگ ظرفی میری محرومی کا باعث بنی۔

(٥) ترجمہ:- دل کو زندگانی کے کھیل تماشے میں نہ لگا اس لئے کہ یہ پرندے (لہو و نشاط دنیوی) جسموں کے ہلکے پن کی وجہ سے ہوا پر بکھر دستے رکھتے ہیں- (ذرا دیر میں اڑ جائیں گے) خلاصہ:- یعنی فانی چیز سے دل لگانا مقتضائے عقل نہیں۔

(٦) تشریح:- سرو کی تین قسمیں ہیں- سرو آزاد- جو یکشاخہ اور سیدھا ہوتا ہے- سرو سہی جو دو شاخہ ہوتا ہے اور دونوں شاخیں سیدھی ہوتی ہیں- سرو ناز جو سیدھا ہوتا ہے مگر اسکی شاخیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہوتی ہیں- صنوبر- درخت چلغوزہ- چیڑ کا درخت- سرو ناز
ترجمہ:- (قدرت کی درزی) سرو (آزاد) کا لباس صنوبر کے بدن کے مطابق نہیں تراشتے (کیونکہ) بدن کی سڈولپن سے (ہی) کپڑا (بھی) بھلا معلوم ہوتا ہے (توضیح) یعنی جو قبا کہ حسن سرو کو ملی ہے وہ صنوبر کے قد پر راست نہیں آتی- مراد یہ ہے کہ میرے محبوب کی مانند کوئی حسین نہیں ہے۔

(٧) ترجمہ:- (اس) بڑھاپے کا شکریہ جس نے ہوا و ہوس کا جوش ٹھنڈا کر دیا اور پرانی شراب کی مانند میں خامیوں سے نکل گیا (توضیح) یعنی غنیمت ہے کہ آخر عمر میں ہوش آ گیا اور جنون شباب سے نجات مل گئی- شراب تازہ جب تک اس میں جوش زیادہ ہوتا ہے اور یہ قوام کی خامی ہونے کی علامت ہے کہنہ ہونے کے بعد یہ کیفیت جاتی رہتی ہے جوانی اور پیری کو شراب کی ان کیفیات کے مشابہ قرار دیا ہے۔

پیش از مرگ خود از آفت ہستی رستیم ۸ با اجل باز نماندیم ز سبک گامیہا
در خرابات سر نامورا ن گردیدیم ۹ بسکہ اندیشہ نہ کردیم ز بدنامیہا
لوث تقصیر چو از آب کرم شستہ شود ۱۰ دلق درویش برآید ز سیہ فامیہا
ساز و برگ ہمہ می و مطرب نظیری جمعست ۱۱ بوئے خیر آیدش از نیک سرانجامیہا
بصاف صبح نگہ کن سبو بکشا ۱/۱۲ دہان چشمہ کشادند راہ جو بکشا
دل از مطالعۂ صبح در حجاب مدار ۲ بزیر ہر بن مو دیدۂ بر و بکشا
شگاف خرقہ بدقت چہ میکنی پیوند ۳ لباس فقر و فنا پارہ بہ رفو بکشا

(۸) تشریح:- باز ماندن - رکا رہنا - ٹھہرنا - ترجمہ - اپنی موت سے پہلے (ہی) میں وجود کی آفت سے چھوٹ گیا (شکر خدا کہ اپنی) تیز رفتاری کی وجہ سے میں موت کے لئے نہیں ٹھہرا رہا - (توضیح) مراد یہ ہے کہ میں نے اپنی للہ کو مرنے سے پہلے ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ فنا کر لیا ہے اور بطفیل عشق مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا - کے مقام بلند پر پہنچ چکا ہوں -

(۹) ترجمہ - میخانۂ (عرفاں) میں ہم نامور لوگوں کے سردار بن گئے - اس لئے کہ ہم نے (دنیا کی) بدنامیوں کی کوئی پرواہ نہیں کی -

(۱۰) ترجمہ - (اے خدا میرے) گناہوں کی گندگی اگر (تیرے) رحم و کرم کے پانی سے دھو ڈالی جائے تو (مجھ بدعمل) فقیر کی گدڑی (بدانجامیوں کے) میل کچیل سے صاف ہو کر نکل آئے (توضیح) یعنی مجھ گنہگار کو صرف رحمت خداوندی کا آسرا ہے -

(۱۱) تشریح - آیدش میں ش - ضمیر مجرور - سرانجامیہا کا مضاف الیہ - ترجمہ - نظیری کے پاس ساز و سامان (عشرت) شراب اور مطرب (گویا سب) جمع ہیں (ماشاء اللہ) اس کے (ان) اچھے انتظامات سے بوئے خیر آ رہی ہے (توضیح) یعنی اچھے انجام کی توقع ہے - حسن تعریض قابل داد ہے -

---

بحر مجتث مثمن مخبون محذوف :- ارکان :- و تقطیع حسب ۱/۱۳

(۱) تشریح - صاف صبح - صبح کی نتھری ہوئی شراب - ترجمہ - صبح کی نتھری ہوئی شراب کو دیکھ (اور تو بھی اے ساقی اپنی) سبو (صراحی) کا مونھ کھول (جب کہ ساقیان قدرت نے چشمۂ (فیض) کا دہانہ کھول دیا ہے تو تو بھی اپنی) ندی کا راستہ کھلوا دے (توضیح) یعنی وقت صبح ہی شغل مے نوشی ہونا چاہئے - اسلئے اے ساقی! سبو کے دہن کو کھول اور ہمکو سیراب کر کیونکہ جب چشمہ کا دہانہ کھل گیا ہے تو ندی میں پانی کم رہنے کا خوف نہیں رہا - اس کو جاری کر اور فیض رسانی میں بخل نہ کر -

(۲) ترجمہ - (اپنے) دل کو (جلوۂ) صبح کے مطالعہ سے نہ روک (بلکہ) ہر ہر رونگٹے کے نیچے سے آنکھ کھول کر اس کی طرف دیکھ - (توضیح) یعنی ہمہ تن چشم بن کر جلوۂ قدرت کا نظارہ کر -

(۳) ترجمہ - (اے نادان درویش یہ) تو لبادہ کی پھٹن کو (بہت غور سے) دقت سے کیا سی رہا ہے - فقر و فنا کے لباس کا تار تار ہو جانا ہی اچھا ہے رفو (کے ٹانکے) توڑ - (توضیح) یعنی لباس درویشی کا پارہ پارہ ہونا ہی مناسب ہے اس کے رفو کرنے کی زحمت م

م بقیہ بر صفحہ ۳۱

یکے بکوزۂ پرہیزِ خویش سنگے زن ۴ چو شیشہ رشتۂ زنارش از گلو بکشا

چو موئے جاہِ جہاں نقص دیدۂ بیناست ۵ اگر نہ رستہ ترا در دو دیدہ مو بکشا

چو شیر گاہِ قناعت دہان آز بہ بند ۶ چو باز وقتِ ہنر بال جستجو بکشا

در ازدحامِ غم و غصہ وقت گم کردی ۷ ترا کہ گفت سرِ کیسہ در غلو بکشا

حجاب مانع قرب ست شرم حائل لطف ۸ بہ نزد آور و در اظہار آرزو بکشا

چو رنگ چند شوی ملتفت بروئے سخن ۹ بمغز راہ کن و پردہ ہچو بو بکشا

بہ بزم بے بصراں پردہ بر معانی کش ۱۰ و گر بدیدہ ورے برخوری برو بکشا

(۴) ترجمہ:- ایک بار اپنی پرہیزگاری کے کوزہ پر (یعنی دل پر) پتھر مار۔ (اور) شراب کی بوتل کی طرح اُس کے گلے سے (تعلق غیر کے) زنار کا دھاگا کھول دے (توضیح) کہنا یہ کہ اس تقوی و پرہیزگاری کو چھوڑ دو اور شراب عرفان پی کر مست بن جاؤ ؎

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

(۵) تشریح:- ترا ہیں۔ را علامت اضافت ہے ترجمہ:- (دنیوی جاہ و جلال) پربال کی طرح سوا نکھ (اور حقیقت بیں) آنکھ کے لئے عیب و نقصان (کی چیز) ہے اگر تیری دونوں آنکھوں میں (اس قسم کی) پربال نہیں نکل آئے ہیں تو (آنکھیں) کھول (اور حقیقت کا نظارہ کر)

(۶) ترجمہ:- شیر کے مثل قناعت کے وقت حرص کا مونھ بند کر (اور) باز کی طرح ہنر (نمائی) کے وقت طلب و جستجو کا بازو پھیلا۔ (توضیح) یعنی کوشش کر مگر حرص نہ کر شیر شکار میں سے بقدر ضرورت کھا لینے کے بعد بقیہ دوسرے جانوروں کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور باز شکار کیلئے انتہائی کوشش کرتا ہے پس انسان کو شیر سے قناعت اور باز سے جستجو کا سبق حاصل کرنا چاہئے۔

(۷) تشریح:- ازدحام۔ ہجوم۔ غلو۔ بھیڑ۔ کیسہ۔ تھیلی۔ ترجمہ:- دنیا کے غم و رنج کے ہجوم میں تو نے (نقد) وقت کھو دیا (آخر) تجھ سے کہا تھا کس نے کہ کیسۂ عمر کا مونھ (غم و غصہ کی بھیڑ میں) کھول دینا (توضیح) یعنی غم دنیا میں عمر کو ضائع کرنا اپنی ہی غلطی ہے۔

(۸) ترجمہ:- (ادھر ہمارے لئے (دوست) کا پردہ نشین ہونا قرب (اور وصال) سے مانع ہے اور (اُدھر اُس کی) شرم و حیا لطف و کرم کرنے میں آڑے آ رہی ہے (تو اب) اسکے سامنے اظہار مدعا کی (کوئی نہ کوئی) راہ نکال (دیکھیں) اکونسی راہ نکالتا ہے نکال یعنی ؎

کوئی امید بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی

(۹) ترجمہ:- رنگ (ظاہری) کی طرح کلام کی (ظاہری) سطح پر کب تک متوجہ رہیگا (بلکہ) کلام کے مغز کو سمجھ اور بو کے (مثل) کی طرح پردہ اُٹھا دے۔ (توضیح) یعنی لفظ پرستی چھوڑ اور معنی سمجھ کر اس کا اظہار کر

(۱۰) ترجمہ:- (کور ذوق) اندھوں کی محفل میں معانی (حقیقت) پر پردہ ڈالے رکھ (ہاں) اگر تو کسی سوانکھے (خوش ذوق) سے دوچار ہو جائے تو اُس پر ظاہر کر دے۔

(بقیہ ۔۔۔ ص ۳۰) [illegible] اُٹھانا چاہئے مراد یہ ہے کہ دنیا کے عیش و راحت کا سامان فراہم کرنا حماقت ہے بلکہ اسکو ٹھکرا دینا مناسب ہے۔

بزم اہل خرد و عقدہ ما بر سخن مگذار ۔۔ ۱۱ ۔۔ چو غیر نیست نظیری گرہ بگو بکشا

بر فلک تا بہ مسیحا رشتۂ زنار ما ۔۔ ۱ ۔۔ بر زمیں منصور افراز د ستون دار ما

از معاصی توبہ میکردیم پیش از عاشقی ۔۔ ۲ ۔۔ ایں زماں عصیاں شود از کفر استغفار ما

از شبان وادی ایمن نفس سوزاں تریم ۔۔ ۳ ۔۔ موسی اندر طور میرقصد ز موسیقار ما

گر بطبع زاہداں تلخ ست طعم ما چہ غم ۔۔ ۴ ۔۔ روشن از رخسار میخواراں شود معیار ما

(۱۱) ترجمہ:- اے نظیری سمجھ دار لوگوں کی محفل میں کسی بات میں الجھاؤ نہ چھوڑ (بزم میں) جب کوئی غیر نہیں ہے تو بیخوف ہو کر کہہ اور (عقدے) کھول۔

بحر:- رمل مثمن محذوف۔ ارکان و تقطیع مثل ہے

(۱) ترجمہ:- فلک (چہارم) پر حضرت عیسیٰؑ ہماری زنار کا دھاگا بٹ رہے ہیں (اور) زمین پر منصور ہماری سولی کی ستون کو نصب کر رہا ہے (توضیح) مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور منصور دونوں عشق الٰہی کے سلسلہ میں ظلم و ستم کے تختۂ مشق بنے ہیں حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں نے پھانسی پر لٹکانے کی کوشش کی اور منصور کو انا الحق کہنے کے جرم میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔ چونکہ میں نے بھی انکی پیروی میں کفر عشق اختیار کر لیا ہے لہٰذا میری لئے حضرت عیسیٰ فلک چہارم پر دھاگا بٹ کے خدا شناسی کی زنار تیار کر رہے ہیں اور زمین پر منصور دار کا بندوبست کر رہے ہیں یعنی جو انجام انکا ہوا کہ کافر قرار دئے گئے اور دار پر لٹکائے گئے وہی انجام میرا ہوگا۔ یا مراد یہ ہے کہ میں کفر عشق میں عیسیٰ اور منصور سے بھی اسقدر بڑھا ہوا ہوں کہ جو معاملہ نا واقفوں نے ان کے ساتھ کیا تھا یہ باوجود واقف ہونے کے میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔

(۲) ترجمہ:- ہم عاشق ہونے سے پہلے گناہوں سے توبہ کیا کرتے تھے لیکن اب ہمارا کفر (عشق) سے توبہ کرنا گناہ ہے۔ (توضیح) یعنی بت حقیقت کی پرستش ہمارا شیوہ بن گیا ہے اور اس سے توبہ کرنا شریعت عشق میں سب سے بڑا گناہ ہے۔

(۳) تشریح:- شبان وادی ایمن سے موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دس سال تک بکریاں چرائی تھیں جس کے بعد حضرت شعیب نے اپنی لڑکی سے آپکا نکاح کر دیا تھا۔ وادی ایمن۔ اس صحرا کا نام ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام نے دور سے روشنی دیکھکر یہ سمجھا تھا کہ یہ آگ ہے مگر قریب پہنچکر ایک درخت سے انی انا اللہ کی صدا سنی۔ موسیقار۔ ایک پرند کا نام ہے جسکی منقار میں تین سو ساٹھ سوراخ ہوتے ہیں ہر ایک سوراخ سے نیا راگ نکلتا ہے فن موسیقی اسی سے اخذ کیا گیا ہے نیز موسیقار ایک ساز کا نام ہے جس کو شہرود کہتے ہیں۔ ترجمہ:- وادی ایمن کے چرواہے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) سے (بھی) ہم زیادہ دل جلے ہیں (جبھی تو) موسیٰ ہمارے ساز (عشق کے نغموں) سے طور پر رقص کرتے ہیں۔ (توضیح) یعنی ہم سوز عشق میں موسیٰ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں ــــ موسیا آداب داناں دیگر اند ٭ سوختہ جان و رواناں دیگر اند

(۴) تشریح:- طعم ما یعنی طعم بادۂ ما۔ معیار۔ ترازو۔ کسوٹی مجازاً قدر و قیمت کے معنی میں مستعمل ہے۔ ترجمہ:- اگر زاہدوں کی طبیعت کو ہماری شراب کا مزہ ناگوار ہے تو (ہمیں) کیا غم (دیکھ) بادہ خواروں کے رخسار سے ہماری شراب کا معیار ظاہر ہو رہا ہے (توضیح) شراب پینے سے خون کا دوران تیز ہو جاتا ہے جس سے چہرے پر سرخی آ جاتی ہے اسی کو ان اشعار میں بیان کیا ہے کہ شراب سے چہرے سرخ ہو جاتے ہیں ۔

خضرِ وقتے کو کہ تعمیرِ خراب ما کند ۵ زانکہ گنجے ہست پنہاں در تہ دیوارِ ما

ہر کجا عشق ست مستولی طبیباں خستہ اند ۶ از کہ این درد وا جوید دلِ بیمارِ ما

زیرکاں را دانہ و آب چمن خامش نکرد ۷ عندلیبِ مست رمزے دانند از اسرارِ ما

چوں مگس بر قند میجوشیم بر مطلوبِ خویش ۸ گرمیِ سودائے یوسف نشکند بازارِ ما

خسروِ نظمی نظیری نقشِ شیریں طرح کن ۹ چرخ بارِ ما کشد چوں عشق باشد کارِ ما

باشہپر عنقا چہ نوا بال مگس را ۱۸/۱ ہم نغمۂ داؤد کہ دیدہ ست جرس را

(۵) ترجمہ:- اسوقت کا خضر (مرشد کامل) کہاں ہے (اُسکو بلاؤ!) تاکہ ہمارے ویرانہ (دل) کی تعمیر کردے اس لئے کہ (جس طرح اُس دیوار کے نیچے ایک یتیم کا خزانہ تھا جسکو خضر نے بغیر مزدوری کے درست کر دیا تھا۔ اسی طرح) ہماری دیوار (دل) کے نیچے بھی (استعداد و قابلیت کا) ایک خزانہ دبا ہوا ہے (توضیح) یعنی ہم استعداد کی دولت رکھتے ہیں کاش کوئی رہبر کامل مل جائے جو ہمکو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اور ہماری استعداد کو ضائع ہونے سے بچالے۔

(۶) ترجمہ:- جہاں (مرض) عشق غالب ہوتا ہے وہاں (بیچارے) حکیم عاجز ہیں (پھر بتاؤ!) ہمارا مریض (عشق) دل کس دروازہ سے دوا تلاش کرے۔ (خلاصہ) یعنی مرض عشق لادوا ہے۔

(۷) ترجمہ:- مرغان زیرک (عرفا) کو چمن (دنیا) کا دانہ پانی (یادِ دوست سے) خاموش نہیں کرسکا (چنانچہ) بلبل ہمارے (ہی) رازوں میں سے ایک راز کو جانتا ہے۔ (اسی لئے تو خاموش نہیں ہوتا) (توضیح) یعنی حسن ازلی کے طلبگار دنیا کی فانی اسباب میں مصروف ہوکر یاد حبیب سے غافل نہیں ہوتے بلبل جو آب و دانۂ چمن سے مونھ موڑ کر یادِ گل میں منہمک رہتا ہے یہ اسی عشق کا ایک ادنی کرشمہ ہے۔

(۸) ترجمہ:- ہم اپنے محبوب پر ایسا والہانہ جوش و خروش کر رہے ہیں جیسا کہ مکھی شکر پر (گرتی ہے) (حتیٰ کہ) یوسفؑ کی عشق کی گرم بازاری (بھی) ہماری بازارِ (عشق) کی رونق نہیں گھٹا سکتی (توضیح) یعنی ہمارا محبوب حسن میں یوسفؑ سے بڑھا ہوا ہے اور ہم عشق میں اہل مصر سے۔

(۹) ترجمہ:- اے نظیری تو (مملکت) نظم کا خسرو ہے۔ اس لئے شیریں (اور دلچسپ) نقش (کلام) کی بنیاد ڈال کیونکہ جب ہمارا کار (و بار صرف) عشق ہوگا تو فلک ہمارا بار (ضرور) اُٹھائیگا (توضیح) یعنی بیفکر ہوکر مصروف شیریں کلامی رہ اس لئے کہ بطفیل عشق فلک کو بھی تیرا خرِ بار کش بننا پڑیگا پھر اُسکی گردش کا کیا خوف؟ (اشارہ) خسرو اور شیریں کے الفاظ میں صنعت ایہام تناسب ہے خسرو شیریں کے قصہ کی طرف تلمیح۔

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف۔ ارکان:- مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن دو بار

باشہپ	رِ عنقا چ	نوا بال	مگس را	ہم نغمَ	ءِ داؤد	کہ دیدہ ست	جرس را
مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعولن	مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعولن

(۱) تشریح:- شہپر- بڑا پر- بال- بازو- جرس- گھنٹہ- کہ- کہ اسیہ۔ ترجمہ:- (بلند پرواز) عنقا کی شہپر کے مقابلہ میں مکھی کے پروں کی آواز کیا حیثیت رکھتی ہے؟ (یعنی کچھ نہیں اور) اسی طرح حضرت داؤد کے نغمے کی برابر گھنٹہ (کی آواز) کو کس نے پایا ہے؟ (کسی نے نہیں) (توضیح) مرادیہ کہ جو

در معرضِ خورشید سُہا را چہ نمایش	۲	با نورِ تجلّی چہ ضیا نارِ قبس را
بس غنچۂ ناشگفتہ بتاراجِ خزاں رفت	۳	رسمیست کہ رہزن زند از قافلہ پس را
پرّاندنِ ناداں گہِ نطقم بچہ ماند	۴	با آنکہ پرد چشم و نہی بر مژہ خس را
در کوئے حقیقت چہ کند مردِ مجازی	۵	در بیشۂ شیراں چہ ہنر گرگِ ہوس را
جز حاجتِ اخواں نسزد تحفۂ یوسف	۶	ایں جا نرسد عرضِ تجمّل ہمہ کس را

(۲) تشریح:- معرض۔ مقابل، سامنے۔ سُہا۔ ایک ستارے کا نام جس کی روشنی کم ہوتی ہے۔ نارِ قبس۔ وہ تھوڑی سی آگ جو زیادہ آگ میں سے نکالی گئی ہو۔ ترجمہ:- آفتابِ (حقیقت) کے سامنے سُہائے (مجاز) کی کیا نمود؟ (اور) تجلیٔ (خدا) کے نُور کے مقابلہ میں (ممکنات کے وجود کی) چنگاری کی کیا روشنی؟ (یعنی کچھ بھی نہیں یا یہ مراد ہے کہ دُوسرے شاعر کی میرے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں)

(۳) ترجمہ:- بہت سی بے کھلی کلیاں (بادِ خزاں) کی لوٹ مار میں جاتی رہیں (اور کوئی تعجب نہیں اس لئے کہ یہ تو ایک پرانی) رسم اور طریقہ ہے کہ ڈاکو قافلہ سے بچھڑے ہوئے لوگوں کو لوٹ لیتا ہے۔ (توضیح) جو غنچے موسمِ بہار کے ختم پر نکلتے ہیں وہ عموماً بادِ خزاں کی وجہ سے بے کھلے ہی مرجھا جاتے ہیں گویا وہ قافلہ بہار سے پیچھے رہ گئے تھے کہ رہزن خزاں نے اوّل اُنہی پر حملہ کیا۔ مراد یہ ہے کہ تمناؤں کے بہت سے غنچے بے کھلے مرجھا گئے۔

(۴) تشریح:- پرّاندن۔ لاف زنی کرنا۔ کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا۔ داد دینا۔ نطقم میں میم مفعولی و مضاف الیہ دونوں بن سکتی ہے۔ ترجمہ:- میری سخن گوئی کے وقت جاہل کا (مجھے) داد دینا اور سراہنا (معلوم ہے؟) کس چیز کے مشابہ ہے؟ اس امر کے مشابہ ہے کہ آنکھ پھڑک رہی ہو اور تم اُس پر تنکا رکھ دو (توضیح) آنکھ کی پھڑکنے کیلئے پپوٹے پر تنکا رکھ دیتے ہیں فوراً پھڑکنا بند ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ اسی طرح کلام کی خوبیوں سے ناواقف شخص کی داد میرے جوش کو فرو کر دیتی ہے پرّاندن کے معنی اگر لاف زنی کے کئے جائیں تو مطلب یہ ہو گا کہ میری نادان حریف کی تعلّیاں میری سخن گوئی کے وقت بالکل اُسکے مشابہ ہو جاتی ہیں کہ جیسے پھڑکتی آنکھ پر تنکا رکھ دیا جائے یعنی میرے آگے اُس کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔

(۵) ترجمہ:- حقیقت کے کوچہ میں (عالم) مجاز میں مستغرق رہنے والا انسان کیا کر سکتا ہے اس لئے کہ (اللہ کے قناعت گزیں) شیروں کے بن میں حرص و ہوس کے بھیڑئیے کے لئے کیا ہنر (ثابت ہو سکتا) ہے (توضیح) کوچۂ حقیقت کو بیشۂ شیر اور مردِ مجازی کو گرگِ ہوس قرار دیکر کہتا ہے کہ جسطرح بھیڑیا شیر کی کچھار میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دنیا میں منہمک رہنے والا حریص انسان خدا کے نیک بندوں کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا۔

(۶) ترجمہ:- بھائیوں کی حاجتمندی کے سوا کوئی چیز یُوسف کیلئے تحفہ (ہونے) کے لائق نہیں یہاں (یعنی بارگاہِ حسن و شاہی میں) شان و شوکت دکھلانے کا حق ہر ایک کو نہیں پہنچتا۔ (توضیح) شعر میں قصّۂ یُوسف علیہ السلام کے اُس جزو کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت یُوسف کو مصر کی شاہی مل گئی تو قحط سالی کے زمانہ میں خود بھائی جنھوں نے حضرت یُوسف کو کنویں میں ڈال دیا تھا اُن کے پاس غلّہ لینے کے لئے آئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح یُوسف علیہ السّلام کی بارگاہ میں بھائیوں نے اپنی احتیاج کا تحفہ پیش کیا تھا۔ اسی طرح بارگاہ خداوندی میں بندہ کا اپنے عجز و احتیاج کو پیش کرنا ضروری ہے۔

هرچند ز تریاق بود زهر گران تر	۷	زین جنس بصد من ندهم نیم عدس را
کس همره ما نیست کزان سوی بتازیم	۸	از معرکه بردیم برون گرد فرس را
تا همدم هر بیهده پرواز نگردد	۹	در سینه شکستیم پر و بال نفس را
در آرزوی یک تن همجنس که عنقاست	۱۰	از بسکه طپیدیم شکستیم قفس را
صبح از دم خونریز نظیری بہراس است	۱۱	از ناوک شبخیز بود بیم عسس را

نشسته در ظلمم با قمر چه کار مرا	۱۹/۱	چراغ تیره شبم با سحر چه کار مرا

(۷) ترجمہ:- تریاق (راحت دنیوی) سے زہر (عشق) خواہ کتنا ہی زیادہ ناگوار ہو (مگر) اس جنس (زہر) میں سے آدھی مسور (کے برابر) (بھی اُس تریاق کے) سَو من کی بدلے نہیں دے سکتا (توضیح) یعنی میرے نزدیک یہ زہر اُس تریاق سے اچھا ہے اِس صورت میں لفظ "گراں" میں صنعت ایہام ہے دوسری نسخہ کی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ اگرچہ تریاق زہر سے زیادہ مہنگا ہے الخ بظاہر یہی نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے

(۸) ترجمہ- (میدان سلوک) میں کوئی ہمارے ساتھ نہیں (رہا) ہے کہ اُس جانب سے (اُس کے ساتھ ہم گھوڑا واپس دوڑا لائیں (کیونکہ) ہم تو گھوڑے کی گرد (بھی) معرکہ (ہستی) سے باہر نکال لیگئے ہیں (توضیح) مطلب یہ ہے کہ ابتدائے سفر میں ہماری بہت سے ساتھی تھے مگر سب ایک ایک کرکے پیچھے رہ گئے اب کوئی ہمارا ساتھی نہیں رہا- پھر تنہا وہاں سے بلا رفیق سفر واپسی کی کیا صورت ہے؟ یعنی ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی   کچھ ہماری خبر نہیں آتی

(۹) ترجمہ بقلب مصرعین:- (ہر دم) آہ کے پر و باز ہم نے (ایک ایک کرکے قفس) سینہ میں توڑ ڈالے تاکہ ہر بیکار اِدھر اُدھر اُڑنے والے کا ساتھی نہ بنجائے (توضیح) یعنی ہم نے بوالہوس عاشقوں کی وجہ سے آہ کرنی بھی چھوڑ دی- ؎

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی-   اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

(۱۰) ترجمہ:- ایک ہم جنس کی آرزو اور تلاش میں، جو عنقا (کا حکم رکھتا) ہے ہم اتنے تڑپے (کہ) قفس عنصری کو توڑ ڈالا- (توضیح) یعنی ہم جنس کی آرزو میں ہی جان دیدی مگر کوئی ہم جنس نہ ملا-

(۱۱) ترجمہ:- نظیری کی خونریز آہ سے صبح (بھی) خوف زدہ ہے (کیوں نہو؟) رات میں پھرنے والے چور کے تیر کا کوتوال کو خوف ہوتا (ہی) ہے (توضیح) سپیدۂ صبح کو عسس سے تشبیہ دی ہے- وجہ شبہ افشائے راز ہے-

---

بحر:- مجتث مثمن مخبون محذوف   ارکان:- تقطیع مثل ۱/۱۳

(۱) تشریح:- ظلم- جمع ظلمت بمعنی تاریکی- ترجمہ:- میں (بدنصیب) تو تاریکیوں میں بیٹھا ہوا ہوں مجھے چاند سے کیا واسطہ؟ میں اندھیری رات کا چراغ ہوں مجھے (نور) سحر سے کیا مطلب؟ (توضیح) مراد یہ ہے کہ ہم مادیات کی تاریکی میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ کہ اُس کے ہوتے ہوئے نور چہرۂ دوست سے کوئی واسطہ ہو ہی نہیں سکتا نور روح کو جو کثافت مادہ کیساتھ ملا ہوا ہے اُسکو اندھیری رات کا چراغ قرار دیا-

مسیح وار کنم سیر بر فلک روحم	۲	بایں طلسم فرو بستہ در چہ کار مرا	
چو ذرہ محرم جاوید آفتاب شدم	۳	بآشنائی مشت شرر چہ کار مرا	
اگر قضا و قدر ز آسمان فرود آید	۴	من و خیال تو با خیر و شر چہ کار مرا	
جنون بمغز دماغم فتیلہ سے سوزد	۵	بہ پنبہ کاری داغ جگر چہ کار مرا	
ز طاعت بریا کردہ اجر میخواہم	۶	چو بید کاشتہ ام با ثمر چہ کار مرا	
باشک دیدۂ آلودہ عفو چون جویم	۷	خزف فروختہ ام با گہر چہ کار مرا	
ہزار گونہ شکایت بضمن خاموشی ست	۸	بنالہ کہ ندارد اثر چہ کار مرا	
بقصر تا نگاہی بمہر ننوازی	۹	ہلاک تلخ توام با شکر چہ کار مرا	
چو حسن تو یکے در جہاں نمے یابم	۱۰	غریب در وطنم با سفر چہ کار مرا	

(۲) تشریح:- طلسم - جادو - نیرنگ - ترجمہ:- حضرت عیسیٰ کی مثل میری روح فلک چہارم کی سیر کرتی ہے مجھے (اس) بند دروازہ والے طلسم (خانۂ دنیا) سے کیا تعلق (توضیح) یعنی دنیا ایک طلسم خانہ ہے جس کا کوئی حقیقی وجود نہیں اس لئے اسمیں دل لگانا فضول ہے۔

(۳) ترجمہ:- ذرہ کی مانند میں آفتاب (حقیقت) کیلئے ہمیشہ کا راز دار بن گیا۔ (پھر) مجھے (عالم مجاز کی) مٹھی بھر پیدائش کی چنگاریوں سے کیا واسطہ۔

(۴) ترجمہ:- اگر (کارکنان) قضا و قدر (بھی) آسمان سے اتر آئیں (تاکہ میں طلب خیر اور دفع شر کیلئے اُن کی طرف متوجہ ہوں) تو میں (ہوں گا) اور تیرا خیال ہوگا مجھے خیر و شر سے کیا غرض (توضیح) یعنی میں تیرے تصور میں محو ہوں قضا و قدر بھی مجھے اس خیال سے نہیں ہٹا سکتے۔

(۵) تشریح:- مغز - گودا - روغن - فتیلہ - بتی - پنبہ کاری - زخم پر مرہم لگا کر پھایہ رکھنا - ترجمہ:- جنون (شوق) جب میرے دماغ کے مغز کیساتھ فتیلہ روشن کر رہا ہو (تو اس حال میں) داغ جگر کی مرہم پٹی کرنے سے مجھے کیا کام (توضیح) یعنی اب سوزش جگر سے متجاوز ہو کر دماغ تک پہنچ گئی ہے تو اب دماغ کی خبر لوں یا جگر کی!

(۶) ترجمہ:- (میں بھی کیا احمق ہوں) کہ ریاکاری کے ساتھ کی ہوئی عبادت سے ثواب (حاصل کرنا) چاہتا ہوں جب میں نے بید کا بیج بویا ہے تو (پھر) مجھے پھل سے کیا واسطہ - (خلاصہ) یعنی ریاکاری اعمال کو باطل کر دیتی ہے۔

(۷) ترجمہ:- گنہگار آنکھوں کے آنسوؤں کے ذریعہ سے مغفرت کس طرح طلب کروں جب میں نے (اشک دیدہ آلودہ کی) ٹھیکریاں بیچی ہیں تو گوہر (مغفرت) سے مجھے کیا واسطہ

(۸) ترجمہ:- ہزاروں قسم کی دوستانہ شکوہ جب میری خاموشی کے اندر (ہی موجود) ہیں (تو پھر مجھے اس آہ و نالہ کی کیا ضرورت جو اثر نہ رکھتا ہو - مصرع "خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری"۔

(۹) ترجمہ:- (اے محبوب) تو جب تک (پہلی) اپنے طلبگار کو غنا سے نہیں گھلا لیتا (اس وقت تک تیرا (محبت) سے نہیں نوازتا دیا امتحان عاشق کی کامیابی کیلئے دشوار ہے جیسا) میں تیری سخت تلخ پر جان دیتا ہوں تو مجھے لطف اور نوازش سے کیا سروکار - توضیح:- یعنی مجھ کو دوست کی گالیوں میں بھی شکر

(۱۰) تشریح:- نمے یابم:- بہ حال نفی - از یافتن - غریب - مسافر - ترجمہ:- تیرے حسن کی طرح میں (بھی) دنیا میں کسی ہم مثل نہیں دیکھتا

نہ رحم ماند نہ شفقت نہ دوستی نہ وفا ۱۱ دریں دیار نظیری دگر چہ کار مرا

بانگ نے مے برد ز ہوشں مرا ۱ میدہد مے ز راہِ گوشں مرا

نالۂ نائے تا حریم وصال ۲ مے برد در کنار و دوشں مرا

نحل نحلست نائے پنداری ۳ مے چشاند بہ نیش نوشں مرا

مطربِ مے گسار در نظرست ۴ نیست حاجت بمے فروشں مرا

سرِّ غیبم درونِ پردۂ ساز ۵ نغمہ مے آورد بجوشں مرا

چوں سماعم نقاب بردارد ۶ نشود شرم روئے پوشں مرا

(۱۱) ترجمہ۔ (جبکہ دنیا میں) نہ رحم رہا نہ دوستی رہی نہ وفاداری (تو) پھر اے نظیری اس (اُجاڑ) ملک میں میرا کیا کام (بس دور ہی بھلے)

بحر:۔ خفیف مسدس مخبون محذوف۔ ارکان:۔ فاعلاتن، مفاعلن، فعلن۔

تقطیع:۔

بانگِ نے مے	برد ز ہو	شں مرا	میدہد مے	ز راہ گو	شں مرا
فاعلاتن	مفاعلن	فعلن	فاعلاتن	مفاعلن	فعلن

(۱) ترجمہ:۔ بانسری کی آواز میرے ہوش گم کر رہی ہے (گویا) کان کی راہ سے مجھ کو شراب پلا رہی ہے (توضیح) یعنی نالہ سے مجھ کو شراب کا کیف حاصل ہو رہا ہے۔

(۲) ترجمہ:۔ نے کا نالہ (دوست کے) وصال کے خلوت خانہ تک مجھ کو (اپنے) پہلو اور کاندھے پر لئے جا رہا ہے (توضیح) یعنی آثارِ قدرت دوستِ حقیقی کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔

(۳) تشریح:۔ نحل نحل۔ نحل درختِ خرما۔ نحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ ترجمہ:۔ تو (غلطی سے) اُس کو بانسری سمجھتا ہے حالانکہ (یہ) شہد کی مکھی والا درخت ہے (جو) ڈنک کے ساتھ مجھ کو (لذتِ روحانی کا) شہد پلا رہا ہے۔

(۴) تشریح:۔ مے گسار۔ شراب پینے پلانے والا۔ مطرب۔ سازندہ۔ گویا۔ ترجمہ:۔ شراب (حقیقت) پینے پلانے والا مطرب (یعنی رہنمائے کامل) میری نظر کے سامنے ہے (لہٰذا اور کسی) مے فروش کی مجھے ضرورت نہیں۔

(۵) ترجمہ:۔ میں راز کے پردے میں (ایک) غیبی بھید ہوں نغمہ (مطرب) مجھ کو مصروفِ جوش و خروش بنا دیتا ہے (توضیح) یعنی عالمِ جوش میں پوشیدہ راز ظاہر کرنے لگتا ہوں۔ اگر راز کی جگہ ساز اور نغمہ کی جگہ زمزمہ ہوتا تو شعر اور بلند ہو جاتا۔

(۶) تشریح:۔ سماعم۔ میں میم ضمیر مجرور منفصل نقاب کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:۔ جب (مطرب سے حدیثِ شوق کا) سُننا میری نقاب اُلٹ دیتا ہے تو (کسی کی) شرم میرے لئے مُونھ چھپانے والا (پردہ) نہیں بنتی (توضیح) یعنی پھر میں بے باکی کے ساتھ اسرار بیان کرتا ہوں۔

(بقیہ صفحہ ۳۶) (یعنی تو حسن میں بے مثل ہے اور میں عشق میں) (جب) میں وطن (ہی) میں مسافر ہوں تو مجھے سفر کی حاجت؟ (توضیح) مطلب یہ ہے کہ اس عالم میں میرا کوئی ہم جنس نہیں۔ میں ایک اجنبی مسافر معلوم ہوتا ہوں حالانکہ ہوں وطن میں۔ تو جب وطن ہی پردیس بن گیا ہے تو اب سفر کی کیا حاجت

غزلِ مطربم بوجد آورد ۷ جان رود در سرِ خروش مرا
ہوش زود در درون نظیری حرف ۸ کاش بودے سخن نیوش مرا

گل خلعتِ نو داد دگر شاخِ کہن را ۱ بر سلطنتِ حسن سجل ساخت چمن را
شاخِ گل خوشبو بہرہ بادِ سحرگاہ ۲ بکشود سرِ نافہ غزالانِ ختن را
شد لالہ بخمیازہ بیادے لعلت ۳ از بادہ لبالب چو قدح دید دہن را
افراخت صراحی سرو گردن بتوجہ ۴ تا خوش بکفِ مست دہد چاہِ ذقن را
سرتا بقدم نے بتماشا نگران شد ۵ تا خوب دہد چنگ مطرب بروتن را

(۷) تشریح:۔ مطربم۔ میں میم۔ ضمیر منصوب متصل آورد کا مفعول ہے۔ ترجمہ:۔ مطرب کی غزل مجھے (اسقدر) وجد میں لے آئی (کہ عالم) جوش و خروش میں میری جان نکلی جاتی ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ اے نظیری (پھر) دل میں مضامین جوش مارا کاش کہ میرے پاس (کوئی میری) بات سننے والا (بھی) ہوتا (توضیح) یعنی سننے والوں میں کوئی اہل نہیں ہے ورنہ باتیں تو کہنے کی بہت سی ہیں۔

بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف اسماکان وتقطیع حسب ۱۲

(۱) ترجمہ:۔ پھر پرانی (ٹہنی) شاخ کو پھول نے نئی پوشاک عطا کردی (اور) چمن کے واسطے حسن (وخوبی) کی بادشاہت پر مہر لگادی (توضیح) یعنی موسم بہار میں چمن لہلہانے لگا۔ (اشارہ) گل کی تشبیہ سجل (مہر) کیساتھ بہت پاکیزہ ہے۔

(۲) ترجمہ:۔ (ہوا یہ تیلا رہی ہے کہ گویا) پھول کی خوشبودار شاخ نے صبح کی ہوا کے راستے میں ختن کی ہرنوں کے نافہ کا مونہہ کھول دیا ہے)

(۳) ترجمہ:۔ (اے محبوب) تیرے لعل (کے مانند لبوں) کی شراب (آبِ دہن) کی یاد میں لالہ (بھی) انگڑائی لینے لگا (اس لئے کہ اس نے (تیرے) مونہہ کو پیالہ (شراب) کے مانند شراب سے لبالب دیکھ لیا۔ گویا کہہ رہا ہے کہ اس شراب میں سے مجھ بھی دو کہ میں خمار کی سخت تکلیف میں ہوں۔)

(۴) تشریح:۔ چاہِ ذقن۔ ٹھوڑی کے نیچے خوبصورت گڑھا۔ ترجمہ:۔ صراحی (شراب) نے (بھی) توجہ کے ساتھ (اپنے) سر و گردن کو ابھارا تاکہ خوش (خوشی) مست کے ہاتھ میں چاہِ ذقن (ساغر) کو رکھدے (اشارہ) سر۔ گردن۔ کف اور چاہِ ذقن میں تجنیس مراعات النظیر ہے۔

(۵) تشریح:۔ تماشا نگران۔ میں دو احتمال ہیں۔ اوّل نگران۔ اسم حال اور تماشا اسکا متعلق۔ دوم جمع تماشا نگر اسم فاعل ترکیبی۔ ترجمہ بقلب مصرعین:۔ تاکہ سارنگی (اپنی) تن بدن کو سازندہ کو خوب حوالہ کردے (یعنی خونبجے) اس لئے بانسری سرتاپا محو تماشا بن گئی یا تماشا دیکھنے والوں میں حائل (توضیح) تماشائیوں سے بازی گر کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ اسی خیال کے ماتحت کہتا ہے کہ چنگ کا حوصلہ بڑھانے کیلئے نے تماشائیوں میں

در عہد مے و نغمہ زبس دید درستی ۶ سنبل ز خم جعد بروں کردہ شکن را

گل برگ بناگوش درخت بود مناسب ۷ گلدستہ شد و بست بروز لف رسن را

حوران بہاری بہ نثار مے و مطرب ۸ در بوسہ گرفتند سراپائے چمن را

بر گوش خورد نعرۂ احسنت نظیری ۹ پرسی اگر از مردہ صد سالہ سخن را

نے عدم بود نے وجود ایں جا ۱/۲۴ صورت وہم مے نمود ایں جا

عکس شخصے فتاد در مسکن ۲ نیک جستیم کس نبود ایں جا

(۶) ترجمہ:- چونکہ سنبل نے شراب و نغمہ کے عہد (و پیمان) میں درستی دیکھ لی ہے اس لئے اس نے بھی گھونگھر والے بالوں کی خموں (میں) سے شکن دور کر دیئے ہیں۔ (توضیح) یعنی وقت نشاط ہے اور تمام کائنات میں آثار درستی موجود ہیں۔

(۷) ترجمہ:- (اے محبوب) تیرے رخسار اور کان کی لو کی پنکھڑیاں موزوں تھیں (ملکر) گلدستہ بن گئیں اور زلف نے اس پر رسی باندھ دی۔ (توضیح) یعنی زلف نے رسن بنکر اس گلدستہ کی تکمیل کر دی۔

(۸) ترجمہ:- موسم بہار کی حوروں (کے مثل پودوں) نے شراب اور مطرب پر قربان ہونے کیلئے تمام چمن (کی زمین) کو چومنا شروع کر دیا (توضیح) یعنی چپہ چپہ پر پھول کے پودے اُگ آئے۔ پودے کا منھ اس کی جڑ ہے جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے۔ اور وہ زمین میں ہوتی ہے اسی کو بوسہ قرار دیا ہے اور بڑوں کے سامنے زمین چومنا جاں نثاری کی علامت ہے۔

(۹) تشریح:- برگوش خوردن- سنائی دینا۔ احسنت- عربی کا صیغہ واحد مذکر کا ہے جس کے معنی خوب کہا کے ہیں۔ شعر کی داد دیتے ہوئے اس لفظ کو بولا جاتا ہے۔ ترجمہ بقلب مصرعین:- اے نظیری (تیرے اشعار کا کیا کہنا!) اگر تو سو سال کے مرے ہوئے شخص سے (بھی اپنے) کلام کو پوچھیگا تو (تیرے) کان میں "واہ واہ" کی صدا آئے گی۔



بحر:- خفیف مسدس مخبون محذوف مسکن ارکان:- فاعلاتن، مفاعلن، فعلن دو بار

تقطیع:-

نے عدم بو	د نے وجو	دیں جا	صورتے وہ	م مے نمو	دیں جا
فاعلاتن	مفاعلن	فعلن	فاعلاتن	مفاعلن	فعلن

(۱) ترجمہ:- (یہاں عالم میں اب سے پہلے) نہ عدم تھا نہ وجود یہاں (صرف ایک) وہمی صورت تھی۔ (توضیح) اس پوری غزل میں فلسفۂ آفرینش بیان کیا ہے مطلب یہ کہ تمام ممکنات اپنی ذات کے اعتبار سے نیست ہیں۔ اور صرف خدا کی جانب سے انکو وجود ملا ہے اور قبل یعنی یہاں نہ عدم تھا نہ وجود۔

(۲) ترجمہ:- خانہ (دل) میں ایک ذات (خداوندی) کا عکس پڑ تو پڑ گیا (تو سارا عالم اس کے نور وجود سے جگمگا اٹھا اور جب) ہم نے خوب ٹٹول کر دیکھا تو یہاں کوئی نہ تھا (توضیح) یعنی سارا عالم رنگ برنگ کے آئینوں کا مجموعہ ہے کچھ صاف کچھ میلے جنہیں اپنی استعداد کے مطابق قبول عکس کی صلاحیت ہے۔ آفتاب وجود ایک ہے جس کی شعاعیں تمام پر پڑ گئی ہیں۔ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق انہوں نے اسکو قبول کر لیا ہے

غزل مطربم بوجد آورد ۷ جان رود در سر خروش مرا

جوش زند در درون نظیری حرف ۸ کاش بودے سخن نیوش مرا

گل خلعت نو داد دگر شاخ کہن را ۱ بر سلطنت حسن سجل ساخت چمن را

شاخ گل خوشبو برہ باد سحرگاہ ۲ بکشود سر نافۂ غزالان ختن را

شد لالہ بخمیازہ بیادے لعلت ۳ از بادہ لبالب چو قدح دید دہن را

افراخت صراحی سر و گردن بتوجہ ۴ تا خوش بکف مست دہد چاہ ذقن را

سر تا بقدم نے بتماشا نگران شد ۵ تا خوب دہد چنگ مطرب برو تن را

(۷) تشریح: مطربم میں میم ضمیر منصوب متصل آورد کا مفعول ہے۔ ترجمہ: مطرب کی غزل مجھے (اس قدر) وجد میں لے آئی (کہ عالم) جوش و خروش میں میری جان نکلی جاتی ہے۔

(۸) ترجمہ: اے نظیری (پھر) دل میں مضمون نے جوش مارا کاش کہ میرے پاس (کوئی میری) بات سننے والا (بھی) ہوتا (توضیح) یعنی سننے والوں میں کوئی اہل نہیں ہے ورنہ باتیں تو کہنے کی بہت سی ہیں۔

بحر: ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف   ارکان و تقطیع حسب ذیل

(۱) ترجمہ: پھر پرانی (ٹہنی) شاخ کو پھول نے نئی پوشاک عطا کر دی (اور) چمن کے واسطے حسن (و خوبی) کی بادشاہت پر مہر لگا دی (توضیح) یعنی موسم بہار میں چمن لہلہانے لگا۔ (اشارۃً) گل کی تشبیہ سجل (مہر) کے ساتھ بہت پاکیزہ ہے۔

(۲) ترجمہ: (ہوا یہ بتلاتی ہے) کہ گویا پھول کی خوشبودار شاخ نے صبح کی ہوا کے راستے میں ختن کی ہرنوں کے نافہ کا منہ کھول دیا (ہے)

(۳) ترجمہ: (اے محبوب) تیرے لعل (کے مانند لبوں) کی شراب (آب دہن) کی یاد میں لالہ (بھی) انگڑائی لینے لگا (اس لئے کہ) اس نے (تیرے) منہ کو پیالہ (شراب) کے مانند شراب سے لبالب دیکھ لیا۔ گویا کہہ رہا ہے کہ اس شراب میں سے مجھ کو بھی دو کہ میں خمار کی سخت تکلیف میں ہوں۔

(۴) تشریح: چاہِ ذقن۔ ٹھوڑی کے نیچے خوبصورت گڑھا۔ ترجمہ: صراحی (شراب) نے (بھی) توجہ کے ساتھ (اپنے) سر و گردن کو ابھارا تا کہ خوش (خوش) مست کے ہاتھ میں چاہِ ذقن (ساغر) کو رکھ دے (اشارۃً) سر، گردن، کف اور چاہِ ذقن میں تجنیس مراعات النظیر ہے۔

(۵) تشریح: تماشا نگراں میں دو احتمال ہیں۔ اول نگران اسم حال اور تماشا اس کا متعلق۔ دوم جمع تماشا نگر اسم فاعل ترکیبی۔ ترجمہ بقلب مصرعین: تا کہ ستار نگی (اپنی) تن بدن کو سازندہ کو خوب حوالہ کرے (یعنی خوب بجے) اس لئے بانسری سر تا پا محو تماشا بن گئی یا تماشا دیکھنے والوں میں حائل (توضیح) تماشائیوں سے بازی گر کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ اسی خیال کو ماتحت کہتا ہے کہ چنگ کا حوصلہ بڑھانے کیلئے نے تماشائیوں میں

در عہد مے و نغمہ زبس دید درستی ۶ سنبل زخم جعد برون کردہ شکن را
گل برگ بناگوش درخت بود مناسب ۷ گلدستہ شد و بست بر و زلف رسن را
خوران بہاری بہ نثار مے و مطرب ۸ در بوسہ گرفتند سراپائے چمن را
بر گوش خورد نعرۂ احسنت نظیری ۹ پرسی اگر از مردۂ صد سالہ سخن را

نے عدم بود نے وجود ایں جا ۱ صورت وہم سے نمود ایں جا
عکس شخصے فتاد در مسکن ۲ نیک جستیم کس نبود ایں جا

(۶) ترجمہ:- چونکہ سنبل نے شراب و نغمہ کے عہد (و پیمان) میں درستی دیکھ لی ہے اس لئے اس نے بھی گھونگھر والے بالوں کی خموں (میں) سے شکن دور کر دیئے ہیں۔ (توضیح) یعنی وقت نشاط ہے اور تمام کائنات میں آثار درستی موجود ہیں۔

(۷) ترجمہ:- (اے محبوب) تیرے رخسار اور کان کی لو کی پنکھڑیاں موزوں تھیں (ملکر) گلدستہ بن گئیں اور زلف نے اس پر رسی باندھ دی۔ (توضیح) یعنی زلف نے رسن بنکر اس گلدستہ کی تکمیل کر دی۔

(۸) ترجمہ:- موسم بہار کی حوروں (یعنی مثل پودوں) نے شراب اور مطرب پر قربان ہونے کیلئے تمام چمن (کی زمین) کو چومنا شروع کر دیا (توضیح) یعنی چمن پر پھول کے پودے اُگ آئے۔ پودے کا شوشہ اس کی جڑ ہے جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے۔ اور وہ زمین میں ہوتی ہے اسی کو بوسہ قرار دیا ہے اور بڑوں کے سامنے زمین چومنا جان نثاری کی علامت ہے۔

(۹) تشریح:- برگوش خوردن سنائی دینا۔ احسنت عربی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے جس کے معنی خوب کہا کے ہیں۔ شعر کی داد دینے کیلئے اس لفظ کو بولا جاتا ہے۔ ترجمہ بقلب مصرعین:- اے نظیری (تیرے اشعار کا کیا کہنا) اگر تو سو سال کے مرے ہوئے شخص سے (بھی اپنے) کلام کو پوچھیگا تو (تیرے) کان میں "واہ واہ" کی صدا آئے گی۔

* * *

بحر:- خفیف مسدس مخبون محذوف مسکن ارکان:- فاعلاتن، مفاعلن، فعلن دو بار

تقطیع:-

نے عدم بو	د نے وجو	د یں جا	صورتے وہ	م سے نمو	د یں جا
فاعلاتن	مفاعلن	فعلن	فاعلاتن	مفاعلن	فعلن

(۱) ترجمہ:- (یہاں عالم میں) سب سے پہلے نہ عدم تھا نہ وجود یہاں (صرف ایک) وہمی صورت تھی۔ (توضیح) اس میں مسئلہ آفرینش بیان کیا ہے مطلب یہ ہے کہ تمام ممکنات اپنی ذات کے اعتبار سے نیست ہیں۔ اور صرف خدا کی جانب سے انکو وجود ملا ہے اور قبل ایجاد یہاں نہ عدم تھا نہ وجود۔

(۲) ترجمہ:- خانہ (دل) میں ایک ذات (خداوندی) کا عکس پڑ گیا (تو سارا عالم اس کے نور وجود سے جگمگا اٹھا اور جب) ہم نے خوب ٹٹول کر دیکھا تو یہاں کوئی نہ تھا (توضیح) یعنی سارا عالم رنگ برنگ کے آئینوں کا مجموعہ ہے کچھ میلے کچھ صاف جنہیں اپنی استعداد کے مطابق قبول عکس کی صلاحیت ہے۔ آفتاب وجود ایک ہے جس کی شعاعیں تمام پر پڑ گئی ہیں۔ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق انہوں نے اسکو قبول کر لیا ہے

حسن ما کرد جلوہ بر ما ۳ عشق با دل ز ما ربود این جا

آنکہ بے نطق و سمع مے گویند ۴ ہست در گفت و در شنود این جا

وآنکہ نادیدنیش مے دانند ۵ ہست در معرض شہود این جا

بو البشر را قوی ملائکہ اند ۶ جزو کل ہست در سجود این جا — جزو کل را

کرد انانیت از سجود ابا ۷ ہست ابلیس ہست عنود این جا

نزد تو جبرئیل وحی آورد ۸ عقل برقع ز رخ کشود این جا

مردم چشم عالم انسان ست ۹ شخص عالم بما نمود این جا

(۳) ترجمہ:۔ ہمارا حسن (ہی) ہم پر جلوہ فگن ہوا (اور) اپنا عشق (ہی) ہم سے دل چھین لے گیا۔ (توضیح) اس شعر میں "ہمہ اوست" کا بیان ہے۔ یعنی جبکہ ہم خدا کی صفات کا مظہر ہیں اور وہ اور ہم الگ الگ نہیں ہیں تو گویا اسکا ظہور اپنا ظہور ہوا اور اسکی جستجو اپنی جستجو ہے۔

(۴) ترجمہ:۔ وہ (ذات) کہ جسے (لوگ) بے گوش و بے زبان کہتے ہیں (وہی) یہاں یعنی عالم میں مصروف گفت و شنید ہے (توضیح) یعنی خدا کان اور زبان سے منزہ ہونے کے باوجود مظاہر عالم میں جلوہ نما ہو کر مصروف گفت و شنید ہے۔ اقبال کا شعر ہے ؎

جو ہے بیدار انسان میں وہ گہری نیند سوتا ہے ✣ شجر میں پھول میں حیواں میں پتھر میں ستارے میں

(۵) تشریح:۔ نادیدنیش میں ش ضمیر مفعولی۔ معرض مقام۔ ترجمہ:۔ اور جس کو (لوگ) ناقابل دید بتلاتے ہیں (وہی) یہاں مشاہدہ میں آ رہا ہے۔ (توضیح) یعنی جس خدا کی شان "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ" (ترجمہ۔ اس کو نظریں نہیں پا سکتیں وہ نظروں کو پا لیتا ہے) ہے وہی حقیقت بیں نگاہ کو تمام مظاہر عالم میں نظر آ رہا ہے۔

(۶) تشریح:۔ قوی۔ جمع قوت۔ ترجمہ:۔ آدم کے واسطے فرشتے (بمنزلہ) قوائے (روحانی) کے ہیں تو گویا یہاں آدم کے سامنے جزو کل سجدہ کر رہا ہے۔ (توضیح) اس شعر میں۔ إِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ۔ کیطرف تلمیح ہے یعنی جب اللہ نے فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کرنیکا حکم دیا سب نے سجدہ کیا۔ اور یہ چیز عقل کے موافق ہے اسلئے کہ جزو کل کے تابع ہوتا ہے

(۷) تشریح:۔ انانیت۔ غرور، خود پسندی۔ ابا۔ انکار۔ ترجمہ:۔ انانیت (شیطان) نے سجدہ (کرنے) سے انکار کر دیا گویا انانیت ہی یہاں سے شیطان ہے (توضیح) اس شعر میں إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ کیطرف اشارہ ہے یعنی شیطان نے تکبر کی وجہ سے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

(۸) ترجمہ:۔ تو یہ سمجھتا ہے کہ صرف جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام خداوندی لیکر آتے تھے۔ بلکہ یہاں تو عقل کل نے چہرہ سے پردہ اٹھا دیا تھا یعنی تمام علوم آپ کو بلا واسطہ عطا کر دئیے گئے تھے۔

(۹) ترجمہ:۔ انسان عالم کی آنکھ کی پتلی ہے (کہ عالم کی زیبائش اسی سے ہے جیسے پتلی سے آنکھ کی اور آنکھ سے چہرے کی) تو گویا یہاں انسان میں وجود عالم ہم کو نظر آ گیا (توضیح) یعنی جہان میں باریتعالی کے جمال کا مظہر اتم انسان ہے جو تمام عالم کے خواص و صفات کا حامل ہے گویا انسان اجمال ہے اور سارا عالم اس کی تفصیل اسی وجہ سے انسان کو عالم صغیر کہا جاتا ہے۔

دیدِ حسن و جمالِ آنجا را ۱۰ در بصرہ ہر کہ کحل سُوا این جا

نسیہ ہا نزد ما ہمہ نقد است ۱۱ دیر ہا جملہ ہست زو دا این جا

جامِ گیتی نما نظیری یافت ۱۲ زنگ از آئینہ زدود این جا

مانند سراب بستہ بر پا ۱۳/۱ بیہودہ شدیم دشت پیما

بے بحر نمودہ شکلِ ساحل ۲ بے آب نمودہ موجِ دریا

سر دادہ بباد بُود و نابُود ۳ بگرفتہ ز خاک عرض و پہنا

بر اوج رسیدہ گہ ز پستی ۴ در پست فتادہ گہ ز بالا

(۱۰) ترجمہ بقلب مصرعین: جس نے یہاں (دنیا میں) اپنی آنکھ میں سرمہ معرفت لگا لیا اس نے وہاں کے حسن و جمال کو دیکھ لیا۔ (ومَن کانَ فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ) جو یہاں اندھا بنا رہا وہ وہاں بھی اندھا رہیگا۔ دیدارِ خدا اُس کو نصیب نہ ہوگا)

(۱۱) ترجمہ:- ساری اُدھار یعنی جزائے اعمال جو آخرت میں ملے گی ہمارے نزدیک نقد ہیں اور تمام دیریں جلدی (توضیح) اعمال کی جزا کے متعلق محققین کی یہ رائے ہے کہ انسان کے اچھے اور برے اعمال ہی اچھی یا بُری صورتیں قبول کرکے اس کے لئے باعث راحت یا تکلیف ہونگے۔ اس لئے کہتا ہے کہ دُنیادار اپنی کور بصری کی وجہ سے یہ سمجھتا ہے کہ یہاں سے جانیکے بعد یہ قصہ ہوگا اور ہمکو سب یہاں ہی نظر آرہا ہے۔

(۱۲) ترجمہ:- نظیری نے جام جہاں نما (دل) پالیا (یعنی) یہاں (عالمِ قیود میں ہی) آئینہ دل سے زنگ (کدورتِ دنیوی) صاف کر دیا (توضیح) یعنی دُنیا کی آلائشوں سے صاف ہو کر نظیری کا دل ہی جامِ جہاں نما بن گیا اور تمام حقائق عالم اُس پر واضح ہو گئیں۔

بحر:- ہزج مسدّس اخرب مقبوض محذوف۔ ارکان:- مفعول، مفاعلن، فعولن دو بار

تقطیع:-

مانند	سرابِ بن	دبر پا	بے ہود	شدیم دش	تَ پیما
مفعول	مفاعلن	فعولن	مفعول	مفاعلن	فعولن

(۱) ترجمہ:- سراب کی مانند پاؤں میں دُنیا کی بیڑیاں ڈالے ہوئے ہم فضول صحرائے ہستی کو طے کرنے والے ہیں (توضیح) یعنی مجاز کا وجود سراب کی طرح بے حقیقت ہے۔ اگلے تین شعر شدیم کے فاعل سے حال واقع ہیں۔

(۲) ترجمہ:- بغیر دریا کے کنارہ (خشک) کی شکل بنائے ہوئے اور بغیر پانی کے دریا کی سی موج دکھاتے ہوئے (توضیح) ساحل کی آغوش میں دریا ہوتا ہے۔ اور موج کے دامن میں پانی مگر ہماری آغوش میں نہ دریا ہے اور نہ پانی تو ساحل کی طرح خشک لب اور موج کی مانند مضطرب بننے سے کیا فائدہ۔

(۳) ترجمہ:- ہست و نیست (دُنیا) کی ہوا و حرص میں پھنسے ہوئے ہیں اور زمین کی وسعت اور چوڑائی کو قبضہ میں لئے ہوئے ہیں۔ (توضیح) یعنی دنیا کی حرص میں مبتلا ہیں۔ اور ملکوں کے فتح کرنے کا سودا دماغ میں سمایا ہوا ہے۔ حالانکہ ہماری اور عالم کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔

(۴) ترجمہ:- کبھی ہم پستی سے بلندی پر پہونچے ہوئے (دیکھے جاتے ہیں) (اور) کبھی بلندی سے پستی میں گرے ہوئے۔

چوں ظلمت نیستی در آمد ۵ نے ماند رُخ و نماند سیما

در نائے دمید دم مغنی ۶ لب بست فرو نشست غوغا

عاشق کہ و عشق چیست دانی؟ ۷ درماندہ و درد بے مداوا

سرگشتۂ مطلب محالیم ۸ اے کاش نبودے ایں تقاضا

آخر بچہ مایہ قرب جوئیم ۹ بال و پرِ مور و راہ عنقا

آتش نشود بباد خاموش ۱۰ از سر نرود بفکر سودا

چوں حق نشود عیاں نظیری ۱۱ گوئیم کہ لَا اِلٰہ اِلَّا

چہ منت از مدد روزگار بر سر ما ۲۴/۱ کہ حسن فطرت اصلی نمود جوہر ما

(۵) ترجمہ:۔ جب نیستی (موت) کی تاریکی آگئی (تو تمام آرائشیں غائب ہوگئیں) نہ (وہ) چہرہ رہا اور نہ (وہ) پیشانی (تو اپنی زندگی پر کیا اعتماد

(۶) ترجمہ:۔ (اس عالم کی مثال ایسی سمجھو) کہ مطرب (قدرت) نے بانسری میں پھونک ماری تو ایک شور ہستی مچگیا۔ اور اس نے لب بند کرلئے تو سب شور بند ہوگیا۔ (توضیح) اگر قدرت نے وجود کا فیض جاری رکھا تو عالم موجود ہے ورنہ معدوم ہوگیا۔

(۷) ترجمہ:۔ جانتے ہو کہ عاشق کون (ہوتا) ہے اور عشق کسے کہتے ہیں۔ عاشق درماندہ اور بیکس کو کہتے ہیں اور عشق دردِ بے دوا کو

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا۔ درد کی دوا پائی دردِ بے دوا پایا۔

(۸) ترجمہ:۔ ایک محال آرزو کیلئے ہم سرگشتہ (پریشان) ہیں۔ ای کاش کہ (دل کیطرف) سے یہ تقاضہ نہ ہوتا یعنی بیتابی دل کے ہاتھوں مجبور ہیں۔

(۹) ترجمہ:۔ آخر ہم کس برتے پر قرب (دوست) کی طلب کریں (ہم رکھتے تو ہیں) چیونٹی کے سے پر و بازو اور راستہ (اختیار کیا ہے) عنقا کا۔ (توضیح) یعنی ہم اپنے حوصلہ سے زیادہ کی طلب کرتے ہیں۔

(۱۰) ترجمہ:۔ آگ ہوا سے بجھتی نہیں (بلکہ اور بھڑکتی ہے اسی طرح ہُوچنے اور فکر کرنے سے دماغ سے سودا (عشق) جاتا نہیں (بلکہ اور بڑھتا ہے)

(۱۱) تشریح:۔ چوں حق نشود۔ میں چوں بمعنی چرا و چگونہ حرف استفہام بھی ہوسکتا ہے اور شرطیہ ظرفیہ بھی بمعنی وقتیکہ (ترجمہ) ای نظیری چونکہ (جلوۂ) حق (دلیں) نمودار نہیں ہوتا اس لئے ہم صرف لا الہ الا کہتے ہیں (توضیح) مطلب یہ کہ ہم کلمہ توحید پڑھتے وقت الا پر رک جاتے ہیں اس لئے کہ جب اللہ کا جلوہ دل میں نہیں تو زبان سے کیسے کہیں یا اس لئے کہ جب ہم نے دل میں اُسکا تصور بھی نہیں کیا تو زبان پر جو دل کی ترجمان ہے اس کا نام کیسے آئے۔ یا اے نظیری (جلوۂ) حق کیوں نمودار نہ ہو (جبکہ) ہم لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہیں۔ یعنی ضرور نمودار ہوگا۔

(۲۴)

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف۔ ارکان:۔ و تقطیع مثل ۲۳

(۱) ترجمہ:۔ زمانہ کی امداد کا ہمارے سر پر کیا احسان؟ اسلئے کہ ہمارے جوہر (کمال) کو (ہماری) فطرت کی خوبی نے ظاہر کیا ہے (توضیح) یعنی ہم اپنی استعداد کی وجہ سے درجہ کمال کو پہنچے زمانہ نے ہماری کوئی مدد نہیں کی۔

بشعر و شاہدم از کودکی نظربازیست	۲	کہ عشق خیزد از آب و ہوائے کشورِ ما
ز ذوقِ ما نشود با خبر مذاقِ سقیم	۳	درست ذائقہ داند مذاقِ شکّرِ ما
کمانِ لعب بزہ کردہ در کمین بودیم	۴	کہ طائرے بنشیند بہ بام و منظرِ ما
متاعِ راحت و شادی بغارت برد او	۵	چہ فتنہ بود کہ ناگہ در آمد از درِ ما
کدام عربدہ انگیز طرحِ جنگ انداخت	۶	کہ سنگِ تفرقہ آمد بجام و ساغرِ ما
کسے شگفتہ ز معجونِ آب و گل نشود	۷	سرشتہ اند بغم طینتِ مخمّرِ ما
غشِ وجود باکسیرِ عشق زائل کن	۸	کہ زر شود مس از کیمیائے احمرِ ما
ستارۂ دلِ عاشق نہاں کند خورشید	۹	کہ آفتاب فروزاں تر است اخترِ ما

(۲) تشریح:۔ شاہدم۔ ہیں۔ ہیم۔ نظربازی کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:۔ شعر اور معشوق کی طرف میری توجہ بچپن سے ہی۔ اس لئے کہ ہمارے ولایت کی آب و ہوا (ہی) سے عشق پیدا ہوتا ہے (توضیح) یعنی شعرگوئی اور عاشقی ہمارے خمیر میں ہے۔

(۳) تشریح:۔ مذاقِ سقیم۔ ترکیب اضافی یا توصیفی۔ مذاق۔ ذائقہ۔ زبان و حلق۔ ترجمہ:۔ ہمارے ذوقِ (عشق) سے مریض (غمِ دنیا) کی زبان واقف نہیں ہو سکتی جس کا ذائقہ درست ہے وہی ہماری (اس) شکر کا مزہ (کچھ) جان سکتا ہے۔ (توضیح) عشق کا لطف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو صحیح ذوق رکھتا ہے۔

(۴) ترجمہ:۔ کھیل کود کی کمان کا چلّہ چڑھائے ہوئے ہم گھات میں بیٹھے تھے تاکہ ہمارے (دل کے) بام و منظر پر کوئی پرندہ آ بیٹھے۔ (توضیح) عمر کھیل کود میں ضائع کر دی۔ جس طرح کہ بچے کمان سے کر چیل کوّں کو مارا کرتے ہیں۔

(۵) ترجمہ انقلاب مصرعین۔ وہ کونسا فتنہ (گر) تھا جو یکا یک ہمارے دروازہ (دل) سے اندر داخل ہو گیا اور ہماری راحت و خوشی کا تمام سامان غارت کر دیا۔ (توضیح) یعنی ہمکو آفتِ عشق میں مبتلا کر دیا۔

(۶) تشریح:۔ عربدہ انگیز۔ اسم فاعل ترکیبی عربدہ بمعنی خلاف و جنگ۔ ترجمہ: کس جھگڑالو (معشوق) نے لڑائی کی بنیاد ڈالدی کہ ہمارے جام و ساغر پر تفرقہ (اندازی) کا پتھر گر پڑا۔ (توضیح) یعنی سامان راحت سب تتر بتر ہو گیا۔

(۷) تشریح:۔ معجونِ آب و گل۔ کنایہ از انسان۔ طینت۔ طبیعت۔ سرشتہ۔ اصلِ طین۔ خمیر آب و گل کو کہتے ہیں۔ مخمر۔ اسم مفعول از تخمیر یعنی خمیر کردہ شدہ۔ ترجمہ:۔ پانی اور مٹی سے مرکب (انسانوں) میں سے کوئی بھی خوش نہیں ہو سکتا۔ (اس لئے کہ قضائے قدرت نے) ہمارے خمیر میں ہی غم کو شامل کر دیا ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ اپنے وجود (اور خودی) کے کھوٹ کو عشق کی کیمیا کے ذریعہ سے دور کر ڈال اس لئے کہ تیرا تانبا (یعنی نفسِ کثیف) ہماری سُرخ کیمیا (عشق) سے (کھرا) سونا بن سکتا ہے

(۹) ترجمہ:۔ عاشق کے دل کا ستارہ آفتاب کو (بھی) ماند کر دیتا ہے کیونکہ ہمارا ستارۂ (دل) آفتاب (سے بھی) زیادہ روشن ہے۔

گداختیم ز درد خمار نایابی ۱۰ بیک دو جرعہ کس آبے نزد با خگر ما

نوا برآر و دریں پردہ کن نظیری رقص ۱۱ کہ ہست دلبر ما از الست دلبر ما

تمکین خرد برد ز سر شور و شرم را ۲۵/۱ پیری بر آہ ند از شب غفلت سحرم را

مانند ترنجم کہ خزانست بہارش ۲ دم سردی وے تازہ کند برگ و برم را

تا سدرہ بپرم اگرم در بکشایند ۳ ہرچند کہ فرسودہ قفس بال و پرم را

کوتاہی عیشم پے پند دگرانست ۴ دہر از پے تادیب برد شاخ ترم را

در ہر قدمے صد خطرم بر سر راہ است ۵ دز بہر اقامت نہ مقامے سفرم را

(۱۰) ترجمہ:- شراب نہ ملنے کیوجہ سے خمار کی تکلیف میں ہم پگھل گئے (اور کسی غمخوار نے) ایکدو گھونٹ پانی بھی ہمارے (دہکتے) انگارے پر نہ چھڑکا۔

(۱۱) تشریح:- الست سے مراد ازل ہے۔ اس لئے کہ الست بربکم کا عہد ازل میں ہی لیا گیا تھا۔ ترجمہ:- اے نظیری گا اور اس پردہ (عالم) میں ناچ اس لئے کہ ہمارا (یا نیا) معشوق ازل سے ہمارا معشوق ہے (توضیح) یعنی معشوق حقیقی کا تعلق ہمارے ساتھ قدیمی ہے۔

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان و تقطیع حسب ۲۵/۱

(۱) تشریح:- شور و شرم - میں میم - ضمیر مجرور - سر - کا مضاف الیہ ہے - ترجمہ:- عقل کی پختگی نے میرے دماغ سے (جوانی کا) جوش و خروش نکال دیا (اور) بڑھاپے نے میری صبح کو شب غفلت (کے پیچھے) سے چھڑا دیا۔ (توضیح) یعنی جوانی میں جو غفلت کی کیفیت تھی وہ اب باقی نہیں رہی اور اب ہم صبح کو خواب غفلت سے بیدار ہونے لگے۔ شب اور سحر کے الفاظ سے زمانہ جوانی کے سیاہ بالوں اور بڑھاپے کے سفید بالوں کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے۔

(۲) تشریح:- دے - بفتح دال و سکون یائے مجہول نام مہینہ پوس جس میں سخت جاڑا پڑتا ہے۔ ترجمہ:- میں نارنگی کی طرح ہوں کہ خزاں (ہی) اس کے لئے بہار ہے (اسی طرح) میرے برگ و بار (یعنی سامان آخرت) کو (پیری کے) ماہ پوس کی سرد ہوائیں (یعنی آہیں) ترو تازہ کرتی ہیں۔ (توضیح) یعنی بڑھاپے میں بارگاہ خداوندی میں آہ و بکا کرنے کی وجہ سے اُمید نجات ہو گئی ہے۔

(۳) تشریح:- اگرم - میم در کا مضاف الیہ ہے - اور ایک مضاف محذوف ہے - یعنی درِ قفسم - ترجمہ بقلب مصرعین - میرے پر و بازو (یعنی قوت عمل) کو قفس (خاکی) نے (بالکل) گھس ڈالا ہے (لیکن مجھ میں اب بھی وہ قوت پرواز ہے) کہ اگر میرے قفس کا دروازہ کھول دیں تو سدرۃ المنتہیٰ (مقام جبرئیل ع) تک اڑ کر پہنچ سکتا ہوں (توضیح) عالم پیری میں بھی میرے جوش کا یہ عالم ہے۔

(۴) ترجمہ:- (ہنر و کمال کے باوجود) میرے (سامان) عیش کی تنگی اس لئے ہے کہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں۔ (گویا باغبان زمانہ (عیش و عشرت کی قید و قامت) کی میری ترو تازہ شاخ دوسروں کو سبق دینے کیلئے کاٹ رہا ہے۔

(۵) ترجمہ:- راستے میں ہر ہر قدم پر سیکڑوں خطرے ہیں اور قیام کرنیکے واسطے میرے سفر کے لئے کوئی مقام نہیں (توضیح) یعنی سفر طویل جس میں منزل کا تعین نہ ہو اور خطرات ہر ہر قدم پر ہوں، ایسا سفر اختیار کرنا بڑے حوصلہ کا کام ہے۔

ره طے نکنم مرحلۂ را کہ بہر گام ۶ از ہول مصیبت نگدازد جگرم را

شاید کہ چو تسلیم و رضا بدرقہ گردد ۷ رہ امن شود وادی خوف و خطرم را

سعی کنم و رخت بمنزل برسانم ۸ تا کس نہ رساند بہ بر رہزن خبرم را

از خانۂ چشمش نگذارم بدر آید ۹ بر روئے تو گر راہ نباشد نظرم را

صد لابہ بامید یک ابرام تو کردم ۱۰ یک بار بتلخی نخریدی شکرم را

چوں توبہ کنم از غزل و قول نظیری ۱۱ دوران خرد از صد ہنر این یک ہنرم را

اے کردہ خراب خانہا را ۲۶/۱ برہم زدہ آستانہا را

(۶) ترجمہ:- میں کسی ایک مرحلہ اور پڑاؤ کا راستہ طے نہیں کرتا جہاں ہر ہر قدم پر مصیبتیں خوف کے مارے میرا جگر نہ گھلا دیتی ہوں۔ خلاصہ:- یعنی راہ سلوک بڑی خطرناک راہ ہے۔

(۷) تشریح:- تسلیم و رضا۔ احکام خداوندی کو مان لینا اور فیصلہ خداوندی پر رضامندی کا اظہار کرنا۔ بدرقہ۔ رہنما۔ امن ہونا۔ ترجمہ:- (ان حالات میں سلامتی کی امید کہاں ہاں) اگر تسلیم و رضا (میرے) رہنما بن جائیں تو (شاید) میری خطرناک وادی کا راستہ پر امن ہو جائے۔

(۸) ترجمہ:- میں (ابھی) سے کوشش کروں اور منزل (مقصود) پر اپنا سامان پہنچا دوں اس خوف سے کہ کہیں کسی نے میرے رہزن (نفس) کو میری خبر (سفر) نہ پہنچا دی ہو (توضیح) یعنی اس سے پہلے کہ نفسانی جذبات جو رہزن ہیں ابھریں میں ترک خودی کر کے منزل تک پہنچ جاؤں۔

(۹) تشریح:- چشمش۔ میں ش۔ ضمیر مفعولی جس کا مرجع دوسرے مصرع میں نظر ہے۔ ترجمہ:- بقلب مصرعین۔ (اے محبوب) اگر میری نظر کا گذر تیرے چہرے پر نہ ہوگا تو پھر میں اسکو حلقۂ چشم سے (ہی) باہر نکلنے دونگا۔ کما قلت۔ گر شمع رخت نیاید نور روشنائی مباد چشمم را

(۱۰) تشریح:- لابہ۔ خوشامد۔ ابرام۔ ضد، گالی۔ ترجمہ:- اے معشوق تیری ایک ضد دیکھنے اور گالی سننے کی آرزو میں میں نے سیکڑوں خوشامدیں کیں مگر افسوس! تو نے ایکبار (بھی) اپنی تلخی (دشنام) کے بدلے میری (منت و سماجت کی) شکر کو نہ خریدا۔

(۱۱) ترجمہ:- نظیری میں غزل اور (شعر) کہنے سے کیسے توبہ کرلوں (جبکہ) زمانہ میرے سینکڑوں ہنروں میں سے اسی ایک ہنر کا خریدار ہے۔ (توضیح) یعنی میرے تمام ہنروں میں سے اسی ایک ہنر کی تو زمانہ قدر کرتا ہے۔ تو کیا اسے بھی چھوڑ دوں؟ اشارہ:- پہلے مصرع میں قول کا لفظ ناموزوں ہے۔ اگر لفظ شعر ہوتا پھر غنیمت تھا۔ بعض نے قول کا ترجمہ قوالی کیا ہے۔ یہ اس سے زیادہ ناموزوں ہے۔

بحر:- ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف۔ ارکان و تقطیع فعل ۲

(۱) ترجمہ:- اے (وہ ذات گرامی) کہ جس نے (گمراہی کے گھروں کو اجاڑ دیا اور (قیصر و کسریٰ کے) آستانوں کو درہم و برہم کر دیا۔ (یا اپنے عشق میں اپنے عاشقوں کو خانہ خراب بنا دیا)۔

صیّاد وشانہ ام زلفت ۲ درباختہ صید خانہا را
گردن بتان دلربا شرط ۳ بُردہ بگرو نشانہا را
از بہر تو صد ہزار صیّاد ۴ آراستہ دام ودانہا را
شاہاں بفصاحت تو دادہ ۵ مفتاح در خزانہا را
در عقدۂ جعد نیم تابت ۶ مشاطہ شکستہ شانہا را
تا کشتۂ غمزۂ تو گردم ۷ برساختہ ام بہانہا را
زاہد شدہ ہر مزار و معبد ۸ فرسودہ ام آستانہا را
شیرازۂ نظم خویش بندم ۹ منسوخ کنم فسانہا را

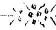
(۲) تشریح: صید خانہ یعنی دام، قفس۔ ترجمہ: شکار کرنیوالے تیری زلف کے جال میں پھنسکر اپنے جالوں کو ہار بیٹھے۔
(توضیح) یعنی جو خون کے پیاسے تھے وہ بیاں نثار ہو گئے (یا) آپ کا حسن بے کوئی ہمسر نہیں کہ دلوں کو صید کرنے والے حسین بھی آپ کے دام گیسو میں گرفتار ہو گئے۔
(۳) تشریح: "شرط کردن" شرط لگانا اور مقابلہ کرنا "نشان بردن" گھوڑ دوڑ وغیرہ کی بازی میں کچھ نیزے بطور نشان کے لگا دیتے ہیں جو آگے رہتا ہے وہ انکو اٹھا لیتا ہے۔ اسلئے نشان بردن کے معنی کامیاب ہو جانے کے ہیں۔ ترجمہ: (حسن سے) دلربا حسینوں کے ساتھ دلربائی میں شرط لگائی (اور) مقابلہ میں سبقت کے نشانات اٹھا لئے گئے۔ (توضیح) یعنی آپ حسن وجمال میں سب پر فائق رہے۔
(۴) ترجمہ: اور تیرے واسطے لاکھوں طلبگار شکاری جال اور دانے آراستہ کئے ہوئے ہیں۔ (یعنی پھیلائے ہوئے ہیں)
(توضیح) یعنی آپ کے طلبگار اور جاں نثار بیشمار ہیں۔
(۵) ترجمہ: تیری فصاحت و بلاغت پر بادشاہوں نے اپنے خزانوں کے دروازے کی کنجی تیرے حوالہ کر دی۔
(توضیح) یعنی آپ کی دعوت پر ایمان لائے اور اطاعت قبول کی۔
(۶) تشریح: "جعد" گھونگھریالے بال، "مشاطہ" مشط بمعنی کنگھی سے ماخوذ ہے دلہن کو آراستہ کرنیوالی عورت کو کہتے ہیں۔ ترجمہ: تیری گھونگھریالی زلف کی گرہ میں مشاطہ (قدرت) نے اپنا کنگھا ہی توڑ دیا۔ (یعنی آرائش و مشاطگی ختم کر دی۔ اشارہ ختم نبوت کیطرف اشارہ ہے۔
(۷) تشریح: "غمزہ" اشارۂ چشم۔ ترجمہ: بقلب مصرعین: تیرے غمزۂ دلنواز کا شہید بننے کے لئے میں نے بہت سے حیلے بہانے گھڑ رکھے ہیں۔ (توضیح) یعنی میں اس تدبیر میں لگا ہوا ہوں کہ کسی طرح آپ کے غمزہ کا شکار ہو جاؤں۔
(۸) ترجمہ: تیری جستجو میں ہر مزار اور عبادت خانہ میں (کثرت) آمد و رفت کی وجہ سے میں نے چوکھٹوں کو گھس دیا ہے۔
(۹) تشریح: "شیرازہ بستن" متفرق چیزوں کو یکجا جمع کرنا۔ ترجمہ: مجھے چاہئے کہ میں اپنی نظم کا مجموعہ تیار کر لوں۔ (اور تمام شعراء کے افسانوں کو منسوخ کر دوں۔

صوتِ نواے نو برآرم ۱۰ برباد دہیم ترانہا را
گردید ندیم غم نظیری ۱۱ خواری نرسد یگانہا را

نیست زین دہر آب و دانۂ ما ۲۷ ملکوت است آشیانۂ ما
کبک کہسار و بلبل گلزار ۲ گوش دارند بر ترانۂ ما
ہر طرف صوت تازہ بندند ۳ از غزلہاے عاشقانۂ ما
حرف شیریں شود فراموشش ۴ خسرو ار بشنود فسانۂ ما

توضیح:- یعنی لذت نئی میں ایسے اشعار کہوں جس سے دوسرے شعرار کا کلام اسی طرح منسوخ ہو جائے جسطرح شریعت محمدی کے بعد دوسرے مذاہب منسوخ ہو گئے (۱۰) ترجمہ:- نئے سروں میں گاؤں اور سب (پہلے) ترانوں اور راگوں کو برباد کر ڈالوں (۱۱) ترجمہ:- دیکھو بیچارہ نظیری غم عشق کا ہمنشیں بن گیا ہے (خدا کرے کبھی) اپنوں کو ذلت نہ پہنچے (کہ اسکی بڑی تکلیف ہوئی ہے یا اسے بچی) دیکھئے اپنوں کی ذلت نہو۔ توضیح (دوسرا مصرعہ دعائیہ ہے یا تدایئہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے کہتا ہے کہ دیکھئے اپنوں کی ذلت نہو، شفاعت فرمائیے گا یا خود غم عشق سے خطاب کرکے یہی درخواست کرتا ہے بقول فانی

اے درد عشق ان پہ کرم کی نظر رہے ٭ صبر و قرار تیرے حوالے ہوئے تو ہیں



بحر:- خفیف مسدس مخبون محذوف ارکان۔ و تقطیع مثل ۲۲

(۱) تشریح:- "ملکوت" عالم روحانی۔ عالم فرشتگان۔ ترجمہ:- ہمارا دانہ پانی اس عالم (خاکی) سے نہیں ہے بلکہ ہمارا (اصلی) آشیانہ عالم روحانی ہے۔ توضیح (مراد یہ ہے کہ روح انسانی کا اصلی مقام یہ دنیائے فانی نہیں ہے بلکہ اسکا اصلی مسکن عالم روحانی ہے۔ صرف کچھ دنوں کے لئے وہ اس عالم آب و گل میں جلوہ افروز ہو گئی ہے اسلئے اس دنیا سے دل لگانا چاہیئے (۲) ترجمہ:- پہاڑوں کے چکور اور چمن کے بلبل (سب) ہمارے ترانۂ (عشق) پر کان لگائے ہوئے ہیں۔ توضیح (یعنی انھوں نے جو عشق کا سبق ہم سے پڑھا ہے اُسی کے تکرار میں مصروف ہیں ؎

کچھ بلبلوں کو یاد ہے کچھ قمریوں کو حفظ ٭ عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

(۳) ترجمہ:- (طائران چمن) ہر طرف ہماری عاشقانہ غزلوں (کے سن لینے) کی وجہ سے نئے نئے سر نکال رہے ہیں۔

میں چمن میں کیا گیا گو دبستاں کھل گیا ٭ بلبلیں سن کر میرے نالے غزلخواں ہو گئیں

(۴) ترجمہ بقلب مصرعین:- خسرو اگر ہمارا افسانہ (حسن و عشق) سن لے تو شیریں کے لفظ کو (بھی) بھول جائے۔ (توضیح یعنی ہمارا محبوب حسن میں شیریں سے، اور ہم عشق میں خسرو سے اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ اگر وہ ہماری داستان سن لے تو اپنے عشق اور اپنی معشوقہ کو بھول جائے۔

گلُ و برگِ چمنِ عشق نظیریؔ مائیم ۔ ۷ ۔ نرود تا ابد از خاک رگ و ریشۂ ما

۲۹

نظر بر روے او و ز دیدہ بکشا ۔ ز خود گم گرد و بر روے دیدہ بکشا

گلِ پژمردۂ ما باغبان چید ۔ ۲ ۔ صبا گو غنچۂ ناچیدہ بکشا

مبادا عالمے را جاں بر آید ۔ ۳ ۔ گرہ از زلفِ خود فہمیدہ بکشا

بگلشن بگذر و در طعنۂ گلُ ۔ ۴ ۔ زبانِ بلبلِ شوریدہ بکشا

برافشاں کاکل و شمشاد را گو ۔ ۵ ۔ شکنجِ طرۂ ژولیدہ بکشا

(۷) ترجمہ :۔ اے نظیری چمن عشق کے پھول پتے (سامان زینت) ہم ہیں (اسلئے) ہمارا رگ و ریشہ زمین سے کبھی نہیں نکل سکتا یعنی ہم کو بطفیل عشق حیاتِ جاوید مل گئی ہے کیونکہ ؎ کشتگان خنجر تسلیم را ❊ ہر زمان از غیب جانِ دیگر ست

بحر :۔ ہزج مسدس محذوف ۔ **ارکان :۔** مفاعیلن مفاعیلن فعولن

تقطیع :۔ نظر بر رو ۔ یِ او و ز دی ۔ دہ بکشا ۔ + ز خود گم گر ۔ د بر روے دی ۔ دہ بکشا

دہ بکشا	د بر روے دی	ز خود گم گر	دہ بکشا	یِ او و ز دی	نظر بر رو
فعولن	مفاعیلن	مفاعیلن	فعولن	مفاعیلن	مفاعیلن

(۱) ترجمہ :۔ اس (محبوب) کے چہرہ پر نظر جما کر ڈال (اور) اپنے آپ سے گم ہو کر اس کو دیکھ ۔ (توضیح) یعنی تیرے اور خدا کے درمیان خود تیری خودی حائل ہے اس کو دور کرنے کے بعد اس کے جمال کا مشاہدہ ہو سکتا ہے ۔

(۲) ترجمہ :۔ ہمارے کمہلائے ہوئے (ہستی کے) پھول (زمانے کے) مالی نے توڑ کر پھینک دیا (ذرا) باد صبا سے کہہ دے کہ وہ (کسی) بچی کچی کلی کو ہی کھلا دے ۔ (توضیح) دل پر فرحت و خوشی کے بجائے اداسی چھا گئی اس کے دور کرنے کی کوئی تدبیر ہونی چاہئیے ۔

(۳) ترجمہ :۔ بقاعدہ مفسرین ۔ (اے دوست !) اپنی زلف کے بل (ذرا) سوچ سمجھ کر کھول کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک عالم کی جان نکل جائے ۔ (توضیح) یعنی تیری زلف کی پریشانی و آراستگی عالم کے فنا ہو جانے کا باعث ہے عرفا محبوب حقیقی کی زلف گرہ گیر عالم مجاز کو قرار دیتے ہیں اسلئے اسکے پیچ و خم نکلنے سے عالم مجاز کا معدوم ہو جانا ظاہر ہے ۔

(۴) ترجمہ :۔ (اے محبوب) تو باغ میں جا اور بلبل شوریدہ حال کی زبان گل کے طعنے دینے کے لئے کھول دے ۔ (توضیح) یعنی بلبل تیرے حسن کو دیکھ کر گل سے تعلق منقطع کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے گا ۔ اور اس کو طعنے دینے لگے گا ۔ مراد یہ ہے کہ تو حسن میں گل سے بڑھا ہوا ہے ۔

(۵) تشریح :۔ "کاکل" وسط سر کے بال "طرّہ" پیشانی کے بال ۔ اور زلف کان کے پاس کے بال "شمشاد" ایک سیدھے اور طویل درخت کا نام جس کے پتے پیچ دار ہوتے ہیں ۔ ترجمہ :۔ (اے دوست !) اپنی زلف بکھیر کر شمشاد سے کہہ کہ تو بھی (اپنی) الجھی ہوئی زلف کے بل نکال (توضیح) یعنی زلف کی آراستگی میں شمشاد کو دعوت مقابلہ دے وہ ہار جائیگا ۔ یا مراد یہ ہو کہ شمشاد اس

گرہ بر جبینِ ابرو از چہ داری ۶ سرِ این نافۂ پیچیدہ بکشا
زرمزِ عشق آگاہی نظیری ۷ معمائے دلِ نشنیدہ بکشا

نظیری

مستی ربودہ از کفِ ہستی زمامِ ما ۱ مطرب نمیدہد خبرے از مقامِ ما
تاگشتہ ایم غافل ازو دور ماندہ ایم ۲ پدرام مے شویم کہ وحشی ست رامِ ما
دانی کہ نورِ مردمکِ چشمِ عالمیم ۳ بینی اگر بدیدۂ معنی خرامِ ما
خود را برہنہ بر صفِ شمشیر مے زنیم ۴ کاندر فنائے ماست بقا و دوامِ ما

(۶) ترجمہ:- (اے محبوب!) تو نے اپنی جبینِ ابرو پر شکن کس لئے ڈال رکھی ہے (بہر خدا!) اس بند نافہ کے منہ کو کھول۔
اشارہ:- گرہ ابرو کی تشبیہ نافۂ مشک سے کس قدر پاکیزہ ہے اور لفظ جبین سے ملک چین کا ایہام کتنا معنی خیز ہے!
(۷) تشریح:- دوسرے مصرعہ میں متعدد نسخے ہیں جو نسخہ ہم نے اختیار کیا ہے اسمیں لفظی و معنوی کوئی غلطی نہیں "معما از دلِ نشنیدہ" کی صورت میں دل نشنیدہ کی ترکیب بے معنی سی ہے۔ ہاں اگر دل کی بجائے دلم ہو تو ترکیب صحیح و درست ہو جاتی ہے اور نشنیدہ حال قرار پائیگا جس سے رموزِ عشق سے آگاہ ہونے میں نظیری کے امتحان کا پہلو نکلتا ہے۔ پہلی توجیہہ "معما از ازل" کے نسخہ کی صورت میں ہوگی اور نسخہ مختار کی صورت میں "معمائے دل" ترکیب اضافی موصوف اور نشنیدہ صفت ہوگی کیونکہ کبھی مضاف کی صفت کو مضاف الیہ کے بعد ذکر کر دیتے ہیں۔
ترجمہ:- نظیری! تو عشق کے اسرار سے واقف ہے۔ (پس میرے) دل کے ان سنے معمہ کو حل کر۔ (توضیح) یعنی میں اپنے دل کے انوکھے معمہ کو تیرے سامنے سمجھکر پیش کر رہا ہوں کہ تو رموزِ عشق سے آگاہ ہے اسلئے شاید اسکا کوئی حل نکل آئے بقول اقبال ؎ پیشِ تو نہادہ ام دلِ خویش؛ شاید کہ تو این گرہ کشائی۔ دوسرے نسخہ کی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ اے نظیری! تو رموزِ عشق سے آگاہ ہے تو ابھی ان سنے دل کو معمہ کو یا عہد ازل کے...

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان:- دو تقطیع مثل (۴۸)

(۱) ترجمہ:- بے خودی نے ہماری باگ خودی کے ہاتھ سے چھین لی ہے (یعنی شراب عشق پی کر ہم مدہوش ہیں اور) مطرب (ہم کو) ہمارے مقام کی خبر نہیں دیتا۔ یعنی ؎ ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی ؛ کچھ ہماری خبر نہیں آتی۔
(۲) تشریح:- "تا" ابتدائیہ "پدرام" خوش۔ "وحشی ست رامِ ما" میں رامِ ما مبتدا ہے اور وحشی خبر۔ رام بمعنی مطیع "وحشی" متنفر غیر مانوس۔ ترجمہ:- جب سے کہ ہم اس سے غافل ہوئے ہیں (اس سے) دور جا پڑے ہیں (لیکن پھر بھی) ہم خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا (شکار) مطیع (جو غفلت کیوجہ سے ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے) وحشی ہے (یعنی وہ کسی اور کے ہاتھ نہیں آسکتا، ہم اسکی طرف اگر متوجہ ہو جائیں تو پھر وہ ہمارے پاس آسکتا ہے) (توضیح) یعنی بندہ خدا سے دور اپنی غفلت کیوجہ سے ہو جاتا ہے ورنہ اگر اس کی طرف متوجہ ہو تو اسکو رگ گردن سے بھی زیادہ قریب پائیگا۔
(۳) ترجمہ بقلب مصرعین۔ اگر تو ہماری حقیقت بین آنکھوں سے دیکھ یعنی عالم کو) دیکھے گا تو تجھ کو یقین ہو جائیگا کہ ہم (بلا شبہ) عالم کی آنکھ کیلئے پتلی کے مثل ہیں (توضیح) یعنی عالم کی زینت انسان کے دم سے ہے جس طرح کہ آنکھ کی پتلی سے۔

بر کف کلید جنت و بر لب سلامِ حور ۵ رضواں ستادہ در طلبِ بارِ عامِ ما
خرمن بباد رفت و دریں دشت پُر فریب ۶ مرغے نشود گوشۂ پائے بدامِ ما
پستانِ دایہ در کفِ مشتاق شاہد ست ۷ بے گریہ قطرہ نچکاند بکامِ ما
تا اقتدار بحافظِ شیراز کردہ ایم ۸ گردیدہ مقتدائے دو عالم کلامِ ما
بارانِ گریہ طبعِ نظیری بہار ساخت ۹ کو باد تا برد بگلستاں پیامِ ما

(۴) ترجمہ: ہم اپنے آپ کو ننگے بدن دیا کھلم کھلا تلواروں کی صفوں پر ڈال دیتے ہیں۔ (یعنی خوفِ فنا نہیں کرتے کیونکہ) ہمارے فنا ہو جانے میں (ہی) ہمارے لئے دائمی زندگی ہے۔ (توضیح) یعنی ہم عشق میں موت سے پہلے ہی خودی کو ترک کر کے موت ارادی کیساتھ مر جاتے ہیں۔ کما قیل مُت بالارادۃ تحییٰ بالطبیعۃ۔ کہ موت ارادی کے ساتھ فنا ہو جاؤ گے تو فطرت وطبیعت کے لحاظ سے زندگی حاصل کرو گے۔

(۵) تشریح: مصرعہ اوّل حال واقع ہوا ہے "بارِ عام" داخلہ عمومی۔ ترجمہ: بمقابلہ مصرعین ہر رضوان (دار وغہ جنت) ہاتھ میں جنت کی کنجی اور لبوں پر حوروں کا سلام لئے ہوئے ہمارے داخلہ عام کے انتظار میں کھڑا ہے۔ (توضیح) یعنی عشق حقیقی نے ہم کو اس درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ رضوان اور حوریں ہمارے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔

(۶) ترجمہ: (دنیا کے) اس پُر فریب جنگل میں (عمر کا) خرمن کا خرمن برباد ہو گیا اور (دگلزار حقیقت کے) ایک پرندہ نے (بھی) ہمارے دام (نظر) سے اپنے بازو کا کنارہ تک نہیں لگایا۔ (توضیح) یعنی عمر ہوا و ہوس میں ضائع ہو گئی اور جو ہماری پیدائش کا مقصد اصلی تھا فوت ہو گیا۔

(۷) تشریح: "مشتاق" اسم فاعل از اشتیاق مراد طفل۔ "دایہ" دودھ پلانیوالی عورت۔ ترجمہ: (شیر خوار) بچہ کے ہاتھ میں دایہ کی پستان (اس امر کی) گواہ ہے کہ (دایۂ فطرت) بغیر روئے چلائے ہمارے حلق میں (شیر معرفت کی) ایک بوند نہیں ٹپکاتی۔ (توضیح) یعنی بغیر گریہ و زاری عاشق کے لئے کامیابی ممکن نہیں کہ ؎

تا نگرید ابر کے خندد چمن ؂ تا نہ نالد طفل کے جوشد لبن

(۸) ترجمہ: جب سے ہم نے حافظ شیرازی کی پیروی اختیار کی ہے (اس وقت سے) ہمارا کلام دونوں عالم کا پیشوا بن گیا ہے۔

(۹) تشریح: "کو" بمعنی کہا۔ ترجمہ: آنسوؤں کی بارش نے نظیری کی طبیعت کو (مثل) بہار بنا دیا (باد صبا) کہاں ہے ؟ تاکہ وہ ہمارا پیغام باغ کو پہونچا دے۔
(توضیح) یعنی ہم کو گھر بیٹھے باغ کے مثل فرخندہ طبیعت حاصل ہو گئی ہے۔ اب باغ کی ہم کو ضرورت نہیں رہی۔ باغ کو پیغام پہنچانے کی آرزو طلبِ داد یا اس کو شرمندہ کرنے کے لئے ہے۔

در پردہ رہ ندادند وقت سخن صبا را ۔ ۳۱/۱ ۔ من نیک مے شناسم پیغامِ آشنا را
عیشِ دیارِ غربت چوں برق درگذار ست ۔ ۲ ۔ نتواں بقید کردن ذوقِ گریز پا را
وجدِ سماعِ صوفی حاکی ازاں مقام ست ۔ ۳ ۔ چیزے بیار ماند آں آہوئے خطا را
از خوردہ کہ دارد گل در قبا نگنجد ۔ ۴ ۔ جائیکہ ہست ذوقی میگرددآشکارا
با فقرِ و تنگدستی شوم ست عُجب و مستی ۔ ۵ ۔ در کشورِ غیوراں نخوت کشد گدا را
بر قدرِ قابلیت دادند ہر چہ دادند ۔ ۶ ۔ حق راست بر تو حجت تہمت مکن قضا را

بحر:- مضارع مثمن اخرب ÷ ارکان:- مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن دوبار

تقطیع:- در پردہ | رہ ندادند | وقتے س | خن صبا را | من نیک | مے شناسم | پیغام | آشنا را
مفعول | فاعلاتن | مفعول | فاعلاتن | مفعول | فاعلاتن | مفعول | فاعلاتن

(۱) ترجمہ:- حریمِ دوست کے دربانوں نے (بات کرتے وقت (قاصدِ باد) صبا کو بھی (پردہ کے اندر نہیں آنے دیا (پھر) میں (ہی) دوست کے پیغام کو خوب پہچانتا ہوں۔ (توضیح) یعنی ہمارے اور دوست کے درمیان نامہ و پیام شوق کا سلسلہ جاری ہے باد صبا کو بھی اس کا علم نہیں کیونکہ باد صبا کو قاصد بنانے کی صورت میں افشائے راز کا خطرہ ہے۔

(۲) ترجمہ:- ملک سفر و غربت (یعنی دنیا) کا عیش و آرام بجلی کی طرح گذرنے والا ہے اسلئے (اس) بھاگنے والے ذوق (یعنی عیش دنیا) کو (کسی) قید میں جکڑ کر نہیں رکھا جاسکتا۔ (توضیح) یعنی دنیا ناپائیدار ہے۔

(۳) تشریح:- "وجد" وہ طبعی کیفیت جو صوفی پر طاری ہوتی ہے "سماع" سننا۔ "حاکی" بیائے معروف اسم فاعل از حکایت بمعنی نقل کرنا، بیان کرنا، یا حرف سوم لام با یائے مجہول بمعنی کیفیت نفسانی جو قائم نہ رہے۔ "مقام" وہ کیفیت دوامی ہے جو برقرار رہے۔ دوسرا مصرعہ مقام کا بیان ہے "خطا را" میں "را" علامت اضافت، "خطا" نام شہر۔ ترجمہ:- صوفی کا وجد اور سماع اس مقام کو بیان کرنیوالا ہے کہ اس (ملک) خطا کے ہرن (یعنی معشوق مجازی) کی کوئی بات یار (حقیقی) کے مشابہ ہے۔ (توضیح) یعنی عارف جلوہ یار حقیقی کو مجاز کے مظاہر میں پہچانتا ہے اسلئے سر دھنتا ہے۔

(۴) تشریح:- "خوردہ" پھول کا ریزہ جو پھول کے کھلنے پر ظاہر ہوتا ہے "در قبا نگنجیدن" آپے سے باہر ہو جانا۔ ترجمہ:- پھول اس ریزہ کی وجہ سے جو اس کے پاس ہے (خوشی میں) جامہ سے باہر ہوا جاتا ہے۔ (پس ثابت ہو گیا کہ) جہاں کہیں ذرا سا بھی (ذوق (دلی) ہوتا ہے وہ (بالآخر) ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ (توضیح) یعنی خوبی فطرت اور ذوق دل چھپنے والی چیز نہیں۔ دوسرا مصرعہ دعوی ہے اور پہلا بمنزلہ دلیل جسمیں صنعت حسنِ تعلیل پائی جاتی ہے۔

(۵) ترجمہ:- تنگدستی اور افلاس کے ہوتے ہوئے غرور اور مستی (ایک) نحوست ہے۔ غیرتمندوں کے ملک میں (تو) غرور (جو علامت بے غیرتی ہے) گدا کو ہلاک کرتی ہے۔ (توضیح) یعنی انسان کیلئے جو سراپا احتیاج ہے تکبر و غرور زیبا نہیں کیونکہ غرور روح کی موت ہے۔

(۶) ترجمہ:- (کارکنان) قضا و قدر نے تجھ کو جو کچھ دیا ہے استعداد و قابلیت کے مطابق دیا ہے (اسلئے ان کا شکوہ بیجا ہے بلکہ) حق تعالی کو تجھ پر دلیل (میں غلبہ حاصل) ہے (اسلئے) تو قضائے الٰہی پر تہمت نہ لگا۔

از مرغزارِ عقبیٰ یا سبزه زارِ دنیا ۷ تا دانم از کجائی حرفے بگو خدا را

انصاف و مہربانی عہد از جہان بر انداخت ۸ شد راستی خوشامد شد دوستی مدارا

با شاہِ عشق بازاں آخر کسے بگوید ۹ بے آب و دانہ کشتی مرغانِ خوش نوا را

از کاہشِ محبان بر قدرِ خود فزائید ۱۰ با این خسیس مردم یاری مگیر یارا

خوش فطرتی نظیری حلِ دقیق خود کن ۱۱ حاصل ز کامِ مردم بانگ ست آسیا را

ادب گرفتہ عنانِ خمار و مستیِ ما ۳۲/۱ برابر ست بلندیِ ما و پستیِ ما

(۷) تشریح:۔ "مرغزار و سبزه زار" ہر دو اسم مکان، وہ جگہ جہاں بہت سبزہ اُگا ہوا ہو۔ ترجمہ بقلب مصرعین:۔ خدا کیلئے اے انسان، تو کوئی بات تو کرتا کہ میں یہ معلوم کر سکوں کہ تو کہاں کا باشندہ ہے، آخرت کے مرغزار کا یا دنیا کے سبزہ زار کا؟

(توضیح) یعنی طائرِ روح انسانی مرغزارِ عقبیٰ کا رہنے والا ہے دنیا کے سبزہ زار میں دل نہ لگانا چاہیئے۔

(۸) ترجمہ:۔ زمانے نے مہربانی و انصاف کی رسم کو دنیا سے مٹا دیا چنانچہ، خوشامد کا نام سچائی اور ظاہر داری کا نام دوستی ہو گیا ہے۔

(۹) تشریح:۔ "عشق باز" عرف میں کبوتر باز کو کہتے ہیں یہاں پر شاہِ عشق بازاں سے مراد معشوق ہی کیونکہ وہ بھی عاشقوں کے دلوں سے کھیلتا ہے۔ "خوش نوا" خوش آواز۔ ترجمہ:۔ (اس) عشق بازوں کے بادشاہ سے آخر کوئی اتنا تو کہہ دے کہ اے بے رحم، تو نے خوش آواز پرندوں (یعنی عاشقوں) کو بھوکا پیاسا مار ڈالا۔ اشارہ:۔ شعر میں حسرت اور بے بسی کا المناک منظر پیش کیا ہے۔

(۱۰) تشریح:۔ "کاہش" حاصل مصدر از کاستن۔ "یاری گرفتن" دوستی کرنا۔ ترجمہ:۔ (اہل زمانہ) دوستوں کو گھٹا کر اپنے مرتبہ کو بڑھاتے ہیں (تو) اے دوست ان ذلیل لوگوں کے ساتھ دوستی نہ کر یعنی (اہل زمانہ سے قطع تعلق کر لے۔

(۱۱) تشریح:۔ "خوش فطرت" اچھی فطرت والا۔ "حل" کھولنا تحقیق کرنا۔ "دقیق" مشکل۔ باریک مشتق از دقت۔ اور بمعنی آرد مراد پہلے معنی ہیں۔ مگر دوسرے معنی کے لحاظ سے آسیا سے مناسبت رکھتا ہے۔

ترجمہ:۔ اے نظیری تیری فطرت اچھی ہے تو اپنی مشکل کو حل کر دوسروں سے سروکار نہ رکھ دیکھتا نہیں کہ، لوگوں کی مراد بر آری سے چکی کو گڑگڑانا ہی حاصل ہے۔ (توضیح) یعنی چکی دوسروں کے لئے آٹا پیستی ہے مگر اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔ اسی طرح اس زمانہ میں دوسروں کی فکر کرنا بے سود ہے۔ سب سے پہلے اپنی حالت درست کرنی چاہیئے۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف ارکان:۔ و تقطیع حسب ۱/۳

(۱) تشریح:۔ "عنان" باگ۔ "خمار" نشہ اترتے وقت بدن کا ٹوٹنا۔ ترجمہ:۔ بارگاہ دوست کے ادب نے ہماری مستی و خمار کی باگ تھام لی (نہ حالت وصل میں کوئی بات کہہ سکتے ہیں نہ حالت ہجر میں) اسلئے ہماری بلندی (حالت مستی) اور پستی (حالتِ خمار) دونوں برابر ہیں۔

بخود ز دوست نیائیم تا ز مے مستیم ۲ تمام دوست پرستی ست مے پرستی ما
ہزار ساغرِ دیدار شد تہی و ہنوز ۳ فرودِ حوصلۂ ماست شوق و مستی ما
خمارِ شوق ندارد صبوحِ ما ہرگز ۴ بیک طلوع بود نشّۂ الستی ما
مثالِ صورتِ موہوم بے نشاں بودیم ۵ بمنظرِ تو کشیدند نقشِ ہستی ما
ز حقّۂ گہرت کار برنمے آید ۶ ز خستِ دہنِ تست تنگدستی ما
ز گوشہائے نظیری طپانچہ پوست بریخت ۷ عذارِ دف نخورد ضربتِ دو دستی ما

ز شہرِ دوست ہمی آیم پیامِ عشق بر لبہا ۲۳/۱ بہ تلقینے کنم آزاد طفلاں را ز مکتبہا

(۲) تشریح:- "بخود آمدن" ہوش میں آنا۔ ترجمہ:- جب سے ہم شراب پی کر مست بنے ہیں اپنے دوست کا خیال چھوڑ کر ہوش میں نہیں آتے یعنی ہماری شراب نوشی سراسر محبوب پرستی ہے۔ دیکھئے پرستی سے ہمیں کیوں روکا جاتا ہے۔
(۳) ترجمہ:- شراب (دیدار) کے ہزار پیالے خالی ہو چکے ہیں اور ابھی تک ہمارا شوق اور مستی ہمارے (بلند) حوصلہ سے کم ہے۔
(توضیح) یعنی ہم اس سے بھی زیادہ مستی و بیخودی کے خواہش مند ہیں۔
(۴) تشریح:- "صبوح" شراب صبح "طلوع" ظاہر ہونا۔ نکلنا۔ یہاں جام شراب کو آفتاب سے تشبیہہ دیکر لفظ طلوع کو اسکے لیے استعارہ کیا۔ ترجمہ:- ہماری صبح کی شراب شوق کا خمار بالکل نہیں رکھتی ہے (یعنی شوق جو بوقت محرومی ہوتا ہے نہیں رہتا۔ اسلئے کہ خورشید جام کے ایکبار طلوع ہونے پر ہی ہمارا عہد الست والا نشہ شروع ہو جاتا ہے۔ (توضیح) یعنی جسطرح عہد الست میں ارواح محو دیدار ہوکر سربسجود ہو گئیں تھیں اسی طرح ہم اس عالم میں خدا کی تجلیات کا ایکبار نظارہ کر کے ہمیشہ کیلئے محو ہو جاتے ہیں
(۵) تشریح:- "منظر" نقشہ۔ صورت۔ بمنظر میں با بمعنی مطابقت ہے۔ ترجمہ:- ہم وہمی تصویروں کی مانند بے نمود تھے۔ اے دوست کارکنان قضا و قدر نے (تیرے نقشہ کیمطابق ہمارے وجود کا نقش کھینچ دیا ان اللہ خلق آدم علی صورتہ یعنی آدم کو اللہ نے اپنی صورت پر پیدا کیا)
(۶) تشریح:- "کار برآمدن" مراد پوری ہو جانا۔ دہن کو حقہ سے اور دانتوں کو گوہر سے تشبیہہ دی ہے۔ ترجمہ:- اے محبوب! تیرے موتیوں کی ڈبیا (یعنی منہ) سے ہماری مراد پوری نہیں ہوتی (لبیں تیرے ہی) دہن کے بخل کیوجہ سے ہماری تنگدستی (اور بے مائیگی) ہے۔
(۷) تشریح:- "پوست ریختن" کھال اڑا دینا۔ "عذار" رخسار۔ "دف" ایک قسم کا باجہ جو ایک طرف سے منڈھا ہوا ہوتا ہے۔
ترجمہ:- (حوادث کے) طمانچہ نے نظیری کے کانوں کی کھال اڑا دی جس طرح دف کا رخسارہ ہماری دو ہتی تھاپ نہیں کھا سکتا
(توضیح) یعنی جس طرح دف کو دوہتی تھاپ کی برداشت نہیں ہوتی اسی طرح ہم کو طمانچہ حوادث کی تاب نہیں۔

---

(۱) تشریح:- "تلقین" تعلیم۔ سبق۔ "پیام عشق برلبہا" ضمیر متکلم سے حال ہے۔ ترجمہ:- میں محبوب کے شہر سے پیغام عشق لبوں پر لئے آرہا ہوں (یعنی خود عاشق ہوں اور دوسروں کو اسکے حسن ازلی پر فدا ہونیکی دعوت دے رہا ہوں) میں ایک سبق شوق سے مدرسوں کی قید سے بچوں کو آزاد کر دونگا۔

بگو منصور را از زنداں انا الحق گو بروں آید	۲	کہ دینِ عشق ظاہر گشت و باطل ساخت مذہبہا (دگشت)
چو من ہر کس طبیبے دارد از زحمت چہ غم دارد	۳	کہ آہے بر کشم بر کوہ و صحرا افگنم تبہا
سحر گہ خستہ و رنجور از خلوت بروں آیم	۴	چو پروانہ کہ از صحبت برآید آخرِ شبہا
ز دست او جراحتہائے زہر آلودہ بنمایم	۵	بزخمم ناصحاں سوزن زنند از نیشِ عقربہا
دل شب اشتکِ دیدے از کدورتہائے حرمانم	۶	بسوئے آسماں دیدم فرو بارید کوکب ہا
بمحضِ التفاتے زندہ دارد آفرینش را	۷	اگر نازے کند از ہم فرو ریزند قالبہا
ز بیدادے کہ بر دل شد نکردم ضبط خود اوّل	۸	کنوں کاتش ہمے بارد پشیمانم ز یاربہا

(۲) تشریح :۔ "انا الحق گو" یعنی انا الحق گویاں اسم حال۔ ترجمہ :۔ پکار کر کہہ دو کہ (اب) منصور قید خانہ سے انا الحق کہتا ہوا نکل آئے (اب کوئی خطرہ نہیں ہے) اسلئے کہ مذہب عشق ظاہر ہو چکا ہے اور دوسرے دین باطل ہو گئے (یعنی احکام حقیقت نے شریعت ظاہرہ پر فتح پائی۔

(۳) تشریح :۔ "زحمت" مراد مرض بمعنی تکلیف۔ ترجمہ :۔ جو شخص مجھ جیسا طبیب رکھتا ہے اس کو مرض کا کیا کھٹکا۔ اسلئے کہ اگر میں ایک آہ کروں تو تمام (بخار) پہاڑ اور جنگلوں پر اٹھا کر پھینک دوں۔ (توضیح) یعنی میں آہ آتش بار سے تمام کائنات کو مبتلائے بخار بنا سکتا ہوں۔ تو کیا مریض عشق کی تیمار داری نہیں کر سکتا۔

(۴) ترجمہ :۔ میں صبح کو خلوت کدۂ محبوب سے اس پروانہ کی طرح خستہ و ملول نکلتا ہوں جو آخری شب میں اپنے ہمنشیں (شمع) سے جدا ہوتا ہے۔ (توضیح) یعنی میرے رنج و حسد کی کوئی حد نہیں رہتی۔

(۵) ترجمہ :۔ میں اس معشوق کے ہاتھوں کے لگے ہوئے زخم دکھلاتا ہوں (اور) نصیحت کرنیوالے میرے زخم میں بچھوؤں کے ڈنک (کی مانند) سوئیاں چبھوتے ہیں ؎ یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح ٭ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا۔

(۶) تشریح :۔ "دل شب" مراد وسط شب۔ ترجمہ :۔ میری دردمندی کی یہ حالت ہے کہ (رات کا دل (بھی) میری محرومی کی کدورتوں سے دردمند تھا (پس) میں نے بامید کرم آسمان کیطرف دیکھا تو (الٹے) ستارے (بشکل تیر مجھ پہ ابرسنے لگے یا میری محرومی کا درد رکھنے کیوجہ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے اور رات ان کی روشنی سے بھی محروم ہو گئی۔

(۷) تشریح :۔ "آفرینش" حاصل مصدر بمعنی اسم مفعول "التفات" توجہ۔ ترجمہ :۔ (خدائے تعالیٰ نے محض (اپنی) توجہ (کرم) سے عالم کو زندہ رکھا ہے (ورنہ) اگر ناز کرنے لگے (یعنی تجلی رحمانی کا فیضان منقطع کر کے تجلی قہری کا ظہور کرے تو تمام اجسام ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائیں۔

(۸) ترجمہ :۔ میری ہی غلطی ہے کہ اوّل اوّل جو جفا میرے (دل پر ہوئی اس سے میں نے اپنے آپ کو ضبط نہ کیا بلکہ یا رب یا رب کا شور برپا کر دیا اور اب جبکہ (دل پر) آگ برس رہی ہے تو (اپنی پہلی) ہائے ہائے سے شرمندہ ہوں (کہ نہ اس وقت ضبط کو ہاتھ سے دیتا اور نہ آج یہ روز بد دیکھنا پڑتا) اشارہ :۔ اس شعر میں درس تسلیم و رضا ہے۔

نظیری برگشا تا دیدہ دل در گشایندت ۹ کہ از تنگی عالم تنگ مے گردند مشربہا

گر بسخن در آورم عشقِ سخن سرائے را ۳۴/۱ بر بر و دوش سر دہی گریہ ہائے ہائے را

گل بخزاں شگفتہ شد ویں دل بستہ وا نشد ۲ در پئے ناخن است نے بخت گرہ کشائے را

نے ز رہے خبر دہم نے بدلے اثر کنم ۳ صوتِ کجم ز کارواں زمزمۂ درائے را

ہر المے کہ صعب تر روزیٔ عاشقاں شود ۴ طعمہ ز استخواں سزد حوصلۂ ہمائے را

(۹) **تشریح**:- "بر کشا" بر بمعنی پہلو. کشا امر از کشادن یا برکشادن بمعنی کھولنا. اس صورت میں دیدۂ سر اس کا مفعول دیدہ دل کے قرینہ کیوجہ سے محذوف ہے. مشرب اصل لغت میں گھاٹ یا اسم ظرف از شرب ہے. مجازاً بمعنی مذہب. **ترجمہ**:- اے نظیری (اپنا) سینہ وسیع کر (یعنی وسعت نظر سے کام لے) یا اپنے سر کی آنکھ کھول (یعنی غور سے دیکھ) تاکہ کارکنان قضا و قدر (تیرے دل کی آنکھ کھولدیں (یعنی بصارت سے کام لے تاکہ بصیرت حاصل ہو) اسلئے کہ عالم کی تنگی (نظر) سے ہی مذاہب (بھی) تنگ ہو جاتے ہیں. (**توضیح**) یعنی تو اس تنگ نظری میں مبتلا ہو کر اپنے راستوں اور طریقوں کو محدود نہ کر. بلکہ ہر چیز میں خدا کے جلوے کو دیکھ اور وسعت حوصلہ سے کام لے.

بحر:- رجز مثمن مطوی مخبون **ارکان**:- مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن دوبار

تقطیع:- گر بسخن / مفتعلن — در آورم / مفاعلن — عشق سخن / مفتعلن — سرائے را / مفاعلن + بر بر و دو / مفتعلن — ش سر دہی / مفاعلن — گریہ ہا / مفتعلن — ئے ہائے را / مفاعلن

(۱) **تشریح**:- "بسخن در آوردن" بولنے پر آمادہ کرنا. "سخن سرائے" اسم فاعل ترکیبی. سر دادن چھوڑ دینا. "ہائے ہائے" اسم صوت. رونے کی حالت میں یہ آواز منہ سے نکلتی ہے "بر" پہلو. "دوش" کاندھا. **ترجمہ**:- اگر میں (اپنے) مقرر عشق کو بولنے پر آمادہ کروں تو اس کی داستان سنکر تو اپنے پہلو اور کاندھے پر ہائے ہائے کرکے رونا شروع کر دیگا. **خلاصہ**:- داستان عشق بہت اندوہناک ہے.

(۲) **تشریح**:- "در پئے ناخن بودن" ناخن میں پھانس لگنا. "گرہ کشائے" اسم فاعل ترکیبی. **ترجمہ**:- خزاں (تک) میں پھول کھل گئے مگر ہمارا بند (غنچہ) دل نہ کھلا (کیا کریں) ہمارے گرہ کھولنے والے نصیب ہی کے ناخن میں پھانس لگی ہوئی ہے.

(**توضیح**) یعنی ہمارے دل کا شگفتہ نہ ہونا اپنی ہی بدنصیبی کے سبب سے ہے.

(۳) **تشریح**:- درا قافلے کا گھنٹہ. را علامت اضافت. "صوت کج" ٹیڑھی آواز مراد صدائے بازگشت. **ترجمہ** بقلب مصرعین:- میں قافلہ (اصحاب حقیقت) کے گھنٹہ کی صدائے بازگشت ہوں. (اسلئے) میں نہ کسی (صحیح) راستے کی اطلاع دیتا ہوں اور نہ کسی دل میں اثر کرتا ہوں. (**توضیح**) یعنی بات میں تاثیر نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ میں حقیقت سے بے خبر ہوں.

(۴) **تشریح**:- تقدیر عبارت یہ ہے. ہر المے کہ سخت تر باشد. "حوصلہ" پوٹا پرندے کے دانہ بھرنے کی تھیلی. "ہما" مبارک فال طائر کا نام ہے. مشہور ہے کہ وہ جس کے سر پہ سایہ فگن ہو جاتا ہے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے. **ترجمہ**:- عاشق کی روزی ہر وہ رنج ہوتا ہے جو کہ سخت سے سخت ہو. کیونکہ ہما کے پوٹے کیواسطے ہڈیوں کا لقمہ ہی مناسب ہے. یعنی عالی حوصلہ عشاق مصیبت پر صبر کرتے ہیں خواہ کتنی ہی بڑی مصیبت کیوں نہ ہو. پہلے مصرعہ کو دعائیہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے.

درسِ ادیب اگر بود زمزمۂ محبتے ۵ جمعہ بمکتب آورد طفلِ گریز پائے را

خاتمِ جم شکستہ تن ہیکلِ عشق ساختہ ۶ منظرِ دوست کردہ دل جامِ جہاں نمائے را

پیشِ نظیری از فلک دردِ دلے برم کہ ہست ۷ بر درِ شہ اثر بسے نالۂ آں گدائے را

بگذر از عشق کہ نے خطوہ نہ گام ست اینجا ۳۵/۱ دل بحسرت نہ و بس کار تمام ست اینجا

خطِ آزادگی سرو بمرغاں نہ دہند ۲ باز گردید کہ سیمرغ بدام ست اینجا

(۵) **تشریح**:۔ "ادیب" معلم۔ "گریز پا" بھگوڑا۔ اسم فاعل ترکیبی۔ "درس" سبق۔ **ترجمہ**:۔ استاد کا درس اگر عشق اور محبت کا ترانہ ہو تو وہ جمعہ کے دن بھی بھگوڑے بچہ کو مکتب میں لے آئے یعنی درسِ عشق کی کشش اسقدر رہے کہ بد شوق بھی ایسے شوقین بن جاتے ہیں کہ جمعہ کی بھی چھٹی نہیں کرتے)

(۶) **تشریح**:۔ "خاتم جم" حضرت سلیمانؑ کی انگشتری۔ جم کی طرف اگر خاتم، اسپ، یا نگیں، یا طیور مضاف ہوں تو اس سے حضرت سلیمانؑ مراد ہوتے ہیں۔ اور اگر سد۔ آئینہ یا آبِ حیات کو منسوب کیا جائے تو سکندر مراد ہوتا ہے اور جام یا بزم عیش و طرب کا تعلق ہو تو جمشید یعنی کیخسرو مراد ہوتا ہے۔ "ہیکل" نقش، صورت، تعویذ۔ ایک خاص زیور کا نام۔ "جامِ جم" کیخسرو کا وہ جام جس سے عالم علوی و سفلی کے حالات معلوم ہوتے تھے۔ "منظر" چہرہ۔ محل نظر: "خاتم جم" اور "تن" دونوں میں سے ہر ایک کو فاعل و مفعول قرار دیا جا سکتا ہے۔ علیٰ ہذا دوسرے مصرعہ میں "دل" اور "منظر دوست" کو۔ **ترجمہ**:۔ خاتم جم نے (اپنا) تن توڑ کر عشق کا ہیکل تیار کر لیا۔ (یعنی مادی عروج کو دور کر کے روحانی ترقی حاصل کی) اور دوست کے چہرہ نے جام جہاں نما نے (جمشید) کو (عاشق کا) دل بنا دیا۔ (یعنی دل جام جہاں نما کی طرح حقائق عالم ظاہر کرنے لگا۔) (**توضیح**) خاتم کے حلقہ کو تن قرار دیا ہے جس کے زائل ہو جانیکے بعد شکل تعویذ (ہیکل) باقی رہ جاتی ہے جو گلے کا زیور ہے۔ تو گویا انگشتری ترقی کر کے انگشت سے سینہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح مادیات کو ترک کر دینے کے بعد سالک عشق کے مقام ارفع و اعلیٰ پر فائز ہو جاتا ہے اور دوست کے جلوۂ رخ کیوجہ سے اس کا دل مثل جام جمشید کیفیات عالم کا آئینہ بنجاتا ہے۔

(۷) **ترجمہ**:۔ نظیری کے سامنے فلک سے (فریاد) دردِ دل لیکر جاتا ہوں کیونکہ بادشاہ (حقیقی) کے دروازہ پر اسی گدا کے نالہ میں اثر ہے۔ (یعنی میں اپنا شفیع نظیری کو بناتا ہوں کیونکہ اس کے نالوں میں اثر ہے) **اشارہ**: شعر میں صنعت تجرید ہے۔

بحر رمل مثمن مخبون محذوف مسکن ۲ **ارکان**: و تقطیع مثل ۱۵/۱

(۱) **تشریح**:۔ "از چیزے گذشتن" کسی چیز کا خیال چھوڑ دینا۔ "خطوہ" دو قدم کا درمیانی فاصلہ۔ قدم۔ "دل بچیزے نہادن" رضامند ہو جانا۔ قناعت کرنا۔ **ترجمہ**:۔ تو عشق کا خیال ہی چھوڑ دے اسلئے کہ یہاں (وادی عشق میں) گام و قدم (کا کام) نہیں، حسرت و محرومی پر راضی ہو جا۔ بس (پھر) یہاں کام ختم ہے۔ (**توضیح**) یعنی رہِ عشق قدموں کے ذریعہ سے طے ہونے والی نہیں یہاں تو حسرت و محرومی پر قناعت کر لینا اور اعتراف عجز کام آتا ہے۔ نہ ہر جائے مرکب توان تاختن ؛ کہ جاہا سپر باید انداختن

فکرِ طوبیٰ و جناں در ورعِ عشق خطاست ۳ ہر چہ در شرع مباح ست حرام ست اینجا

جرعہ از شیشۂ خاطر ز گلو بر گردد ۴ ہاں بہش باش کہ جام و لبِ بام ست اینجا

خود بخود بانگ زنم خود بخود آوا شنوم ۵ خبرم نیست کہ گویم چہ مقام ست اینجا

ہمہ مے نوشی و مستی و نشاط و طرب ست ۶ کس چہ داند کہ شب و روز کدام ست اینجا

زابرِ ساغرِ مہ رخسارۂ ساقی بنمود ۷ شکر للہ کہ تجلی بدوام ست اینجا

(۲) تشریح:- "سیمرغ" ایک طائر کا نام جس کے متعلق مشہور ہے کہ چالیس ہاتھی روز کھاتا ہے، سعدی گفتہ ؎

چناں پہن خوانِ کرم گسترد ∴ کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد

بعض کا خیال ہے کہ یہ محض فرضی نام ہے۔ یہاں اس سے اولیاء مراد ہیں۔ ترجمہ:- مرو کی رسی (آزادی کا فرمان) کار کنانِ قضاء و قدر (عام) پرندوں کو نہیں دیتے (بس) واپس لوٹ جاؤ کہ یہاں پر تو سیمرغ (تک) دام میں گرفتار ہے۔ (توضیح) (یعنی جب بڑے بڑے اولیاء اور عرفاء دامِ عشق میں گرفتار ہیں تو عام طالبین تو کہاں آزادی پا سکتے ہیں۔ اسلئے اگر آزادی کا خیال ہو تو واپس لوٹ جاؤ۔

(۳) تشریح:- "طوبیٰ" درختِ جنت "جناں" جمع جنت "ورع" تقویٰ یہاں مذہب مراد ہے "مباح" جائز۔

ترجمہ:- طوبیٰ اور جنت کا خیال کرنا بھی مذہبِ عشق میں گناہ ہے (یعنی) جو چیز کہ ظاہری شریعت میں مباح ہے وہ یہاں حرام ہے (یعنی عشق بے غرض ہونا چاہیئے ورنہ وہ سوداگری ہو جائے گی)

(۴) تشریح:- "جرعہ" گھونٹ "بہش" مخفف ہوش۔ ترجمہ:- دل میں شبہ لانے سے شرابِ معرفت کا گھونٹ حلق سے لوٹ آتا ہے۔ خبردار! ہوش میں رہو!! کہ یہاں (قصرِ عشق کا) لبِ بام اور رسے معرفت کا) جام ہے۔ توضیح:- یعنی جس طرح لبِ بام پر جام کو سنبھالے رکھنے کی ضرورت ہے ورنہ ذراسی غفلت میں خود بھی نیچے گر کر ہلاک ہو جائے گا۔ اور جام بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اسی طرح طریقِ معرفت میں بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے دل کے ادنیٰ شک و شبہ سے تمام محنت ضائع ہو جاتی ہے۔

(۵) تشریح:- "آوا" مخفف آواز یا آوازے۔ ترجمہ:- خود ہی میں صدا لگاتا ہوں اور خود ہی (اس کی) آواز سنتا ہوں۔ مجھے خود معلوم نہیں کہ یہاں یہ کونسا مقام ہے۔ کہ میں (اس کے متعلق) کچھ بتلا سکوں (یعنی یہ وحدت الوجود کا مقام ہے۔

(۶) ترجمہ:- (ہم کو طفیلِ عشق) سراسر مے نوشی، مستی اور عیش و مسرت (حاصل) ہے کسی کو کیا معلوم کہ رات دن یہاں (ہمارے نہاں خانۂ دل میں) کون (جلوہ افروز) رہتا ہے (جس کی وجہ سے یہ سب کچھ حاصل ہے۔)

(۷) ترجمہ:- جامِ شراب کے بادل سے ساقی کے رخسار کا چاند (ہم کو) نظر آگیا۔ اللہ کا شکر کہ یہاں (مئے کدۂ عشق میں) دائماً تجلی رہتی ہے۔ حافظ گوید ؎ ما در پیالہ عکسِ رخِ یار دیدہ ایم ∴ اے بے خبر ز لذتِ شُربِ مدامِ ما

غائب از دیدۂ یارم نشود یک ساعت ۸ آنکہ رم خوردہ ز وہم ہمہ رام ست اینجا

فیض آب خضر از نظم نظیری ریزد ۹ کہ صفائے سحری تا دم شام ست اینجا

از چاہ غبغبش بدر آوردہ ماہ را ۳۶/۱ بر ماہ عقرب سیہ اش بستہ ماہ را

عابد کہ بیندش بدر آید ز خانقاہ ۲ سلطان کہ بایدش بگذارد سپاہ را

گر روز حشر پردہ ز رویش برافگنند ۳ ایزد بروئے بندہ نیارد گناہ را

(۸) **تشریح:**۔ "رم خوردن" بھاگ جانا۔ "رام" تابع رہا ہوا۔ **ترجمہ:**۔ ایک گھڑی کے لئے بھی وہ میری کھلی ہوئی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتا (پس یہ سمجھو کہ) جو (شکار وحشی) کہ سبھوں کے وہم سے بچکر نکل گیا وہ یہاں رام ہے (یعنی ہم کو خدا کا جلوہ ہر وقت نظر آتا ہے حالانکہ وہ عام نظروں سے پوشیدہ ہے)

(۹) **تشریح:**۔ "خضر" ایک مقدس ہستی کا نام جن کے متعلق مشہور ہے کہ آب حیات پی لینے کیوجہ سے زندگی جاوید رکھتے ہیں "کہ" بیانیہ یا تعلیلیہ۔ **ترجمہ:**۔ نظیری کے اشعار سے آب حیات کا سا فیض جاری ہے کہ یہاں شام کے وقت تک صبح کا سا نور رہتا ہے (یعنی آب حیات گو تاریکی میں ہے مگر اس کے پینے سے دل سراپا نور بنجاتا ہے۔ اور حیات جاوید حاصل ہو جاتی ہے اسی طرح نظیری کے اشعار میں کامل نورانیت اور حیات جاوید کی خاصیت پائی جاتی ہے۔)

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان و تقطیع: مثل ۲/۱

(۱) **تشریح:**۔ "چاہ غبغب" مراد ٹھوڑی کے نیچے کا گڑھا، یہاں باضافت بھی درست ہے اور بلا اضافت بھی۔ "ماہ" مراد رخسار "عقرب سیہ" مراد زلف۔ "بدر برآوردہ" میں بدر گو یہاں باہر کے معنی میں مستعمل ہوا ہے مگر اس کے ایک معنی مہ کامل کے بھی ہیں۔ اسلئے ایہام پیدا ہو گیا ہے۔ چاند کے کنوئیں سے طلوع ہونے سے قصۂ ماہ نخشب کی طرف تلمیح ہے اور عقرب سے دوسرے حکیم کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جس نے ایک طلسمی بچھو بنایا تھا جو ماہ نخشب کا راستہ بند کر دیتا تھا۔ عقرب ایک برج کا نام بھی ہے جب چاند اس برج کی آخری منزل میں ہوتا ہے تو نجومی اس وقت نیک کام کرنا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ **ترجمہ:**۔ (اس محبوب نے یا) اس کے غبغب نے چاہ ذقن سے ماہ (رخسار) کو باہر نکالا مگر (زلف کے) سیاہ بچھو نے (اس روشن) چاند کے آگے راستہ بند کر دیا۔ (یعنی زلفوں نے اس کو چھپا لیا گویا یہ چاند طلوع ہوتے ہی غروب ہو گیا۔

(۲) **تشریح:**۔ "کہ" ہر دو مصرعہ میں توصیفی ہے یا شرطیہ۔ "ش" ضمیر مفعولی راجع بسوئے محبوب۔ **ترجمہ:**۔ (دوست کے حسن کا یہ عالم ہے کہ) اگر اس کو عابد دیکھ پائے تو خانقاہ سے (رسوائے عشق بنکر) نکل آئے اور اگر بادشاہ اس کو پائے تو (اپنی) فوج کو چھوڑ دے (اور اس کے در کی غلامی کو فخر سمجھے)

(۳) **تشریح:**۔ "پردہ از رو افگندن" نقاب ہٹانا۔ **ترجمہ:**۔ اگر قیامت کے روز اس کے چہرہ سے نقاب الٹ دیں تو خدا بندہ کے سامنے (اسکے) گناہ (عشق) کو پیش نہ کرے (یعنی اسکا دلفریب چہرہ خود ہمارے جرم عشق کا عذر خواہ بنجائیگا۔)

آں کج کلہ چو با صفِ عشاق بگذرد ۴ شاہان ز سر نہند ہوائے کلاہ را

از ہیبتِ تجلیٔ دیدار سوختیم ۵ برق آورد بشارتِ باراں گیاہ را

عاجز شدست دیدہ بہ ادراکِ حُسنِ او ۶ در حوصلہ جمال نگنجد نگاہ را

بارے چو در بغل ہمہ خرمن نمی رود ۷ بیجادہ در کنار کشد برگِ کاہ را

امید ہست کز سرآں بام بگذرد ۸ پا در میانِ کوئے کشودیم آہ را

خاکش بفرق کن کہ بجاناں نمے رسد ۹ عاشق گر التفات کند مال و جاہ را

(۴) تشریح :۔ "ہوائے چیزے از سر نہادن" کسی چیز کی خواہش دماغ سے نکال دینا۔ ترجمہ :۔ وہ آڑی ٹوپی لگانے والا (معشوق) اگر (اپنے) عشاق کی جماعت کے ساتھ چلے تو بڑے بڑے بادشاہ تاج کی خواہش دماغ سے دور کر دیں۔ (اور اس کی غلامی میں آجائیں)

(۵) تشریح :۔ دوسرا مصرعہ حال بھی قرار دیا جاسکتا ہے اور علت بھی پہلی صورت میں مضمون استعجاب ہوگا اور دوسری صورت میں دعویٰ مع دلیل اور شعر میں ایجاز حذف ہوگا۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی اگرما از ہیبت تجلی دیدار سوختیم، اما امید کرم داریم الخ۔

ترجمہ :۔ (افسوس کہ) ہم (برق) دیدار کی تجلی کی ہیبت سے جل گئے (حالانکہ بجلی گھاس کے لئے بارش کا مژدہ لایا کرتی ہے (تو یہ کیسی بجلی ہے کہ جس نے ہمارے خرمن ہستی کو جلا دیا) (دیگر) دیدار کی تجلی کی ہیبت سے ہم جل گئے (مگر ساتھ ہی باران لطف کی امید بھی ہے اسلئے کہ) بجلی گھاس کیلئے بارش کا مژدہ لایا کرتی ہے۔

(۶) تشریح :۔ "ادراک" علم "را" علامت اضافت۔ ترجمہ :۔ آنکھ اس کے حُسن کے احساس و علم سے عاجز ہوچکی ہے (کیونکہ) نگاہ کے حوصلہ میں (اس کا) جمال نہیں سما سکتا۔ اشارہ :۔ لا تدرکہ الابصار کی طرف تلمیح ہے۔

(۷) تشریح :۔ "بیجادہ" کہربا۔ ترجمہ بقلب مصرعین :۔ کہربا گھاس کی پتی کو ہی اپنے پہلو میں کھینچ لیتا ہے۔ جب کہ پورا خرمن (اس کی بغل میں نہیں جاسکتا۔

(توضیح) یعنی اگر جمال دوست کا ادراکِ کامل ناممکن ہے تو کم از کم کہربا کی مانند قوت جذب سے کام لینا چاہیئے۔ اور جتنا کچھ حاصل ہوسکے کرلیا جائے۔

(۸) ترجمہ :۔ بقلب مصرعین ہم نے آہ کے پاؤں کوچۂ (دوست) میں کھول دیئے۔ اسلیئے کہ امید ہے کہ (شاید) وہ اُس بام پر سے ہوکر گذر جائے (اور اس طرح شاید اس کو ہمارا حال دل معلوم ہوجائے)

(۹) تشریح :۔ "خاکش" میں ش ضمیر مجرور فرق کا مضاف الیہ ہے راجع بسوئے عاشق یا مال و جاہ۔

ترجمہ :۔ اس کے سر پر خاک ڈال اس لئے کہ عاشق اگر مال اور عزت (دنیا) کی طرف توجہ کرے گا۔ تو وہ محبوب تک نہیں پہونچ سکتا۔

گر ایں عطش بجملد نظیری زجاں رود ۱۰ جوئیم ز سلسبیل بآتش پناہ را

برائے خشتِ خم خوہیم گو آں پیرِ ترسا را ۱/۳۷ کزیں بازیچۂ طفلاں خرد مشتِ گِل را

جہاں را نیست آں معنی کہ باید فکر آں کردن ۲ الف باخوانِ ہر مکتب شگافد ایں معما را

بجو دارِ بہر حسرت داد را اہم ورنہ معلوم است ۳ ز دریا چند در آغوش گنجد موج دریا را

ہمیں بس شاہدِ بے اختیاری ہائے مشتاقی ۴ کہ عذر از جانبِ یوسف بود جرمِ زلیخا را

(۱۰) **تشریح**:۔ "عطش" پیاس۔ "سلسبیل" نہر جنت۔ "آتش" مراد دوزخ۔ **ترجمہ**:۔ اگر اے نظیری! جنت میں یہ پیاس (یعنی سوزشِ دل) جان و روح سے نکل جائے گی تو میں تو سلسبیل چھوڑ کر دوزخ کی آگ میں پناہ لوں گا۔ (یعنی ہمارا مقصود ہی درد و طلب ہے) ؎ کفر کافر را و دیں دیندار را ؛ ذرہ دردت دلِ عطار را

بحر:۔ ہزج مثمن سالم **ارکان**:۔ و تقطیع مثل ۱/۲

(۱۱) **تشریح**:۔ "خشتِ خم" وہ اینٹ جو شراب کے مٹکے پر شراب کا جوش معلوم کرنے کیلئے رکھ دیتے ہیں۔ "بازیچۂ طفلاں" مراد دنیا۔ "پیرِ ترسا" پیرِ مغاں، پیرِ میکدہ۔ مراد رہنمائے حقیقت۔ **ترجمہ**:۔ ہم شراب کے مٹکے کی اینٹ بنانے کیلئے کار آمد ہیں اُس پیرِ میکدہ سے کہہ دو کہ وہ بچوں کے بازی گاہ سے ہماری مٹھی بھر مٹی کو خرید لے۔ (**توضیح**) معلوم ہے کہ بچے مٹی سے کھیلا کرتے ہیں۔ اس لئے کہتا ہے کہ اس دنیا میں ہماری مٹی بچوں کے کھیل کا ذریعہ بن رہی ہے اس سے تو پیرِ میکدہ ہماری گِل سے خشتِ خم ہی بنائے تو اچھا ہے تاکہ بعد مرگ بھی قربِ شراب حاصل رہے۔

(۲) **تشریح**:۔ "معمّا" اسم مفعول از تعمیہ بمعنی چیستاں۔ **ترجمہ**:۔ اس دنیا کے کوئی ایسے معنی نہیں ہیں کہ اس کے متعلق سوچنا پڑے (بلکہ) ہر مکتب کا الف با پڑھنے والا بچہ اس معمّے کو حل کر سکتا ہے۔ (یعنی ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا ایک بے معنی چیز ہے)

(۳) **تشریح**:۔ "را" علامت اضافت۔ **ترجمہ**:۔ مجھے محض حسرت میں مبتلا رکھنے کے لئے اپنی طرف متوجہ بنایا ورنہ سب کو معلوم ہے کہ موجِ دریا کے آغوش میں دریا میں سے کتنا حصہ آسکتا ہے؟ (یعنی کچھ بھی نہیں۔ موجیں آغوش ضرور پھیلاتی ہیں مگر تہی آغوش ہی رہ جاتی ہیں۔ اسی طرح ہم اس محبوب کو آغوش میں لینے کے لئے حد و جہد کرتے ہیں۔ مگر حسرت ہی اٹھاتے ہیں۔)

(۴) **ترجمہ**:۔ عاشقوں کی مجبوریوں کے (ثابت کرنے کے) لئے بس یہی گواہ کافی ہے کہ جرمِ زلیخا کے لئے عذرِ یوسف علیہ السلام کی جانب سے ہوا۔ (**توضیح**) زنانِ مصر نے زلیخا پر طعن کیا تھا تُراوِدُ فَتاها عن نفسه کہ اپنے غلام کو پھسلاتی ہے اس کی تدبیر زلیخا نے یہ کی کہ ان کو مجلس میں جمع کر کے ترنج اور چھری ان کے ہاتھ میں دی اور یوسف کو باہر بلایا۔ یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی عورتیں حیران رہ گئیں اور ہاتھ کاٹ لئے اس پر زلیخا نے کہا ذٰلکنّ الّذی لُمتُنّنی فیه یہی ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے نشانۂ ملامت ٹھہرایا تھا۔ تو گویا یوسف علیہ السلام کے حسن کا ظہور جرمِ زلیخا کیلئے عذر خواہ ہوا۔ اسی سے عاشق کی مجبوری معلوم ہوگئی۔

خموشی منزلِ عشق آرم که بر درگاهِ سلطاناں ۵ کماں برزه نمی آرند بازوئے توانا را

ہمیں مقدار میخواہیم از رخ پرده برداری ٦ که بشناسیم قدرِ بینشِ نادان و دانا را

نظیری خاطری از داغِ دل آزرده تر دارد ۷ قدم ہشیار نه اینجا که در خوں می نہی پا را

تو اگر ز کعبه راندی وگر از کنشت مارا ۳۸/۱ غمِ بنده پرورِ تو بدری نہشت ما را

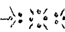
چو حدیثِ راست گویاں ہمه مذاقِ تلخم ۲ بسفینهٔ عزیزاں نتواں نوشت ما را

(۵) تشریح:۔ "منزل" مہمانی۔ "کمان برزه" کمان کا چلّہ چڑھائے ہوئے۔ ترجمہ:۔ (سلطانِ) عشق کی ضیافت، میں خاموشی سے کرتا ہوں۔ اسلیئے کہ بادشاہوں کی درگاہ میں بازوئے قوی کو کمان کا چلہ چڑھائے ہوئے نہیں لایا کرتے (یعنی عشق پر کسی کا زور نہیں چلتا یہاں تو خاموشی کے بغیر چارہ نہیں ؎

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب ؞ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

(٦) ترجمہ:۔ ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تو اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دے تاکہ ہم نادان اور دانا کی بینائی کا اندازہ کریں۔ (یعنی دونوں ادراکِ حسن سے عاجز ہیں یا مراد یہ ہے کہ جو دانا ہے وہ ہزار جان سے تیرے رخِ زیبا کا شیدائی بن جائے گا۔ اور جو نادان ہے وہ محروم رہے گا۔

(۷) ترجمہ:۔ نظیری (تنگ) داغِ دل کی وجہ سے طبیعت بہت آزردہ رکھتا ہے (تو تیری تو کیا ہستی ہے ذرا ہشیار ہوکر یہاں (وادیٔ عشق میں) قدم رکھنا اس لئے کہ (بس یہ سمجھ لے کہ) تو خون میں قدم رکھ رہا ہے (یعنی یہاں اوّل مرحلہ پر جان کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ ؎ در رہ منزلِ لیلیٰ که خطرہاست بجاں ؞ شرطِ اوّل قدم آنست که مجنوں باشی)



بحر:۔ رمل مثمن مشکول ارکان: فعلات فاعلاتن، فعلات فاعلاتن دو بار

تقطیع:۔ تُ اگر ز کعبَ راندی وگر ز کن شت مارا غمِ بندَ پرورِ تو بدرے ن ہشت مارا

فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن

(۱) تشریح:۔ "کنشت" آتشکده۔ معبدِ یہود۔ بتکده۔ ترجمہ:۔ تو نے اگر ہم کو کعبہ اور بتکدہ دونوں سے نکال دیا (تو کوئی حرج نہیں کہ) تیرے بنده پرور غم (عشق) نے ہم کو (اپنے دروازہ کے سوا) کسی اور دروازہ پر نہیں چھوڑا۔

(توضیح) یعنی ہم کو دیر وحرم سے کیا مطلب ہم کو تو تیرے در کی غلامی درکار ہے اور وہ بطفیل غمِ عشق حاصل ہے۔

(۲) تشریح:۔ "سفینہ" بیاض۔ ترجمہ:۔ سچ بولنے والوں کی بات کی مانند ہم سب (لوگوں) کے مذاق میں کڑوے ہیں (اس لئے) ہم کو (یعنی ہماری سرگذشت کو) عزیزوں کی بیاض میں نہیں لکھا جا سکتا کہ مبادا ان کا عیش تلخ ہو جائے۔)

گل و برگ خانۂ ما ہمہ بلبلانِ مست اند ۳ کہ بعاشقی برآمد ہمہ کار و کشت ما را

کہ نشست نیم ساعت بر ما زلال طبعاں ۴ کہ ز پردہ بر نیامد ہمہ خوب و زشت ما را

ز عتابِ تلخ ساقی دل ما غبار دارد ۵ بحلاوتِ حریفاں نتواں سرشت ما را

ہمہ روز دستِ حسرت چو مگس زدہ لبیم ۶ کہ سر آستین مہماں بشکر نہشت ما را

نہ صنم بجائے پائی نہ گلے بآب و رونق ۷ ز خطا بہم بر آمد ہمہ خاک و خشت ما را

(۳) تشریح:۔ "گل و برگ" مراد سامانِ زینت۔ "کار و کشت" حاصل مصدر ترکیبی مرکب از امر و فعل ماضی، مراد کار و بار۔ "را" بمعنی برائے یا علامت اضافت۔ ترجمہ:۔ ہمارے گھر کا سامان زینت تمام مست و بیخود بلبلیں ہیں اس لئے کہ ہمارا کاروبار صرف عاشقی میں منحصر ہو چکا ہے (اور حسب دستور جیسا کسی کا کاروبار ہوتا ہے اسی کے مناسب گھر کی زینت کا سامان ہوتا ہے دوسرا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے گھر کا پھول ہے تو پھول، اور پتہ ہے تو پتہ بلبل کا حکم رکھتا ہے الخ۔

(۴) تشریح:۔ "زلال طبع" صاف دل۔ "را" علامت اضافت یا بمعنی برائے۔ ترجمہ:۔ ہم صاف دل والوں کے پاس کون شخص تھوڑی دیر کے لئے بیٹھا کہ ہمارا بھلا برا حال اس سب ظاہر نہ ہو گیا ہو؟ (یعنی ہمارے پاس تھوڑی دیر بیٹھنے والا بھی اتنا صاف دل ہو جاتا ہے کہ ہمارا تمام حال اس پر منکشف ہو جاتا اور ہم بھی صاف دلی کی وجہ سے کچھ چھپا کر نہیں رکھتے۔ "را" کو برائے کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ ہم ایسے صاف اور آئینہ طبع ہیں کہ جو شخص تھوڑی دیر بھی ہمارے پاس بیٹھ جائے تو اس کا تمام حال ہم پر ظاہر ہو جاتا ہے۔

(۵) تشریح:۔ "حریف" ہم پیشہ، ہم پیشگی کہیں وجہ دشمنی ہو جاتی ہے اور کہیں وجہ دوستی لیکن اکثر حریف سے دشمن اور رقیب مراد ہوتا ہے۔ ترجمہ:۔ ہمارا دل ساقی کے تلخ عتاب کی وجہ سے ایسا غبارِ (رنج) رکھتا ہے کہ ہم مشربوں کی شیرینی (عیش) میں ہم کو شامل نہیں کیا جا سکتا (یعنی ان کے عیش میں بھی تکدر پیدا ہو جائیگا بعض شارحین نے عتاب تلخ ساقی کو دل کیلئے وہ غبار قرار دیا ہے جس سے آئینہ صاف کیا جاتا ہے تو گویا اس کے عتاب سے ہمارا آئینہ مجلّی ہو جاتا ہے۔ پس رقیبوں کی قسمت میں گو حلاوت آتی ہے مگر وہ اس رتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ مگر "غبار داشتن دل" کے یہ معنی بہ تکلف بنتے ہیں۔

(۶) ترجمہ:۔ تمام دن مکھی کی طرح میں (برابر) دور ہی دور رہتے ہوئے دست حسرت کاٹتا اور چاٹتا رہتا ہوں کہ مہمان (رقیب) کی آستین نے ہم کو شکر (لب شیریں دوست) پر نہیں چھوڑا۔

(۷) تشریح:۔ "صنم و گل" کا تعلق خاک و خشت سے یہ ہے کہ صنم خشت و سنگ کا بنتا ہے اور پھول خاک سے نکلتا ہے اس لئے شعر میں لف و نشر غیر مرتب ہے۔ ترجمہ بقاعدہ مصرعین۔ ہماری خاک و خشت گناہوں کی وجہ سے ایسی تباہ و برباد ہوئی کہ نہ تو صنم کو اپنی جگہ پر قرار پائیگا۔ اور نہ کسی پھول کو تر و تازہ (یعنی اگر ہماری خاک سے گل پیدا ہوا اور خشت سے صنم تراشا جائے تو گل پژمردہ ہو گا اور صنم شکستہ اور ایسا محض اپنی ہی خطا اور گناہ سے ہوا "بہم بر آمد" کی صورت میں یہ جملہ دعائیہ ہو گا۔ یعنی اے خدا ہماری خاک و خشت کو

بتواضع جم و کیخسرو سر ما فرو نیاید ۸ کہ حدیث عشق و سودا شدہ سرنوشت ما را

بصداعِ غم نظیری ز خمار بادہ رستیم ۹ نکند دماغ ما خوشبوئے گل صد بہشت ما را

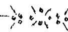
جز نام صنم نقش مکن لوح جبین را $\frac{۴۹}{۱}$ تا جیب نگین راست نخواہند نگین را

از شوق شہیدانِ حرم سر کویش ۲ چوں دانہ در آغوش نگنجند زمین را

پیداست رہائی من از ضعف امیدم ۳ رہ زود بسر مے رسد آواز حزین را

(۸) ترجمہ :- جمشید و کیخسرو کے سامنے انکساری کرنے کے لئے ہمارا سر نیچا نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ عشق اور جنونِ (شوق) ہماری سرنوشت بن چکا ہے (یعنی عاشق عروج دنیا رکھنے والوں کے آگے نہیں جھکتا اسلئے کہ عشق سے بالاتر کوئی رتبہ نہیں)

(۹) تشریح :- "صداع" دردِ سر "خمار" نشہ ٹوٹنے کی حالت "را" علامت اضافت تقدیر عبارت یہ ہوگی "گل صد بہشت دماغ ما خوشبو نکند۔ ترجمہ :- اے نظیری غم (عشق) کے درد سر کی وجہ سے ہم شراب کے خمار کی تکلیف سے چھوٹ گئے (اور یہ درد سر ایسا ہے کہ ہمارے دماغ کو سو بہشتوں کے پھول (بھی) ماکر معطر و مسرور نہیں کر سکتے یا ہمارا دماغ ان کو سونگنا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ وہ غم (عشق) کا طالب ہے فرحت کا خواہاں نہیں)



بحر :- ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان :- وتقطیع مثل $\frac{۱۸}{۱}$

(۱) تشریح :- "نقش کردن" نقش کرنا، کھودنا۔ "مکن" مضارع منفی از کندن۔ ترجمہ :- (اے طالبِ حقیقت) اپنی پیشانی کی لوح پر بت کے نام کے سوا کچھ اور کندہ نہ کر (اس لئے کہ) جب تک تو نگینہ کو الٹا نہیں کھودیگا تو لوگ اس کو سیدھا نہیں پڑھ سکیں گے۔ (یعنی بمقتضائے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ اشارہ و تمثیل کی خوبی قابل صد آفریں ہے۔

(۲) تشریح :- "را" علامت اضافت تقدیر عبارت یہ ہوگی "در آغوش زمین نگنجند"

ترجمہ :- اس کے کوچہ کے حرم سرا کے شہید غایت شوق کی وجہ سے دانہ کی مانند زمین کی آغوش میں نہیں سما سکتے (یعنی جس طرح زمین کو پھاڑ کر دانہ باہر نکل آتا ہے اسی طرح شہدائے عشق پیوند زمین نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندہ جاوید ہوتے ہیں)

(۳) تشریح :- "رہ بسر رسیدن" راستہ طے ہو جانا۔ "را" علامت اضافت۔ ترجمہ :- میری امیدوں کی کمزوری سے (ہی) میری رہائی ظاہر ہے (جیسا کہ) غمگین آواز کا راستہ جلد ہی طے ہو جاتا ہے (اور وہ سب کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے (یعنی راہ عشق میں امیدوں کا کمزور و مضمحل ہو جانا ہی ذریعہ کامیابی ہے)

من دام بہ نخچیر گہ انداختہ بودم ۴ شیر آمد و بگرفت ز من دام و نگین را

آب پیش از آبلہ گفتم برسانم ۵ وادی برہم ریخت تلفِ آبلہ چین را

با تیغ بہ تسلیم و با خصم بشفقت ۶ با مہر بدل ساختم از عشقِ تو کین را

بیرون نہم از خویش اگر پائے نظیری ۷ یک پایہ فروتر نہم عرش برین را

دلِ شکستہ بود تحفۂ خزینۂ ما ۴۲ ۱ نگین ملک تواں ساخت زآبگینۂ ما

تو کارِ غیب چہ دانی کہ چیست طعنہ مزن ۲ کہ خضر مصلحتے نشکند سفینۂ ما

(۴) تشریح :- "نخچیر گہ" مراد دنیا "شیر" مراد موت "کمیں" گھات . ترجمہ :- میں نے (ہوا و ہوس کا) جال شکارگاہ (دنیا) میں بچھا رکھا تھا کہ ناگاہ شیرِ (اجل) آپہونچا اور مجھ سے دام و نگین چھین کر لے گیا (یعنی سب حسرتیں دل کی دل میں ہی رہ گئیں)

(۵) ترجمہ :- میں نے دل میں سوچا تھا کہ (پاؤں کے) آبلوں سے آب دحاصل کر ونگا مگر افسوس کہ یہ آرزو بھی پوری نہ ہوئی اسلئے کہ آبلہ پھوڑ دینے والی تپش صحرا نے میرے راستہ میں ڈالدی (جس سے آبلے پھوٹ کر ریت میں جذب ہوگئے)

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یارب ⁂ کوئی آبلہ پا وادی پرخار میں آوے

(۶) ترجمہ بتقلب معرعین :- اے دوست تیرے عشق کے سبب میں نے کینہ و عداوت کو مہر و محبت کے ساتھ تبدیل کرلیا چنانچہ (میں تیری) تلوار کے سامنے گردن جھکانے کیلئے آمادہ ہوں اور دشمن کے ساتھ شفقت کرنے کیلئے (یعنی عاشق کا دل کینہ سے پاک ہوتا ہے)

(۷) ترجمہ :- اے نظیری اگر میں اپنی خودی سے ایک قدم باہر رکھدوں تو عرش بلند و برتر کو بھی (اپنے سے) ایک درجہ نیچا کر دوں (یعنی ترک خودی کرکے جب سالک اللہ سے واصل ہوجائیگا تو گویا وہ اللہ کیساتھ عرش پر متمکن ہوگا اسلئے عرش کا ایک درجہ نیچے ہو جانا ظاہر ہے)

بحر :- مجتث مثمن مخبون محذوف ارکان :- و تقطیع مثل ۱۳

(۱) ترجمہ :- ہمارے خزانہ (سینہ) کا تحفہ ٹوٹا ہوا (شیشہ) دل ہے دیگر ہمارے اس آبگینہ سے مملکتِ عالم کی انگشتری کا نگینہ بنایا جاسکتا ہے . توضیح :- یعنی بمقتضائے "شیشہ چو شکست نگیں می شود" ہمارا دل بھی شکستگی کے بعد مرتبہ بلند پاتا ہے اقبال کا شعر ہے

تو چھپا چھپا کے نہ رکھ اِسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ ⁂ کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں۔

(۲) ترجمہ :- تو غیب کے معاملات کو کیا جانے کہ (وہ) کیا ہیں (بس) طعن (طنز) نہ کر اس لئے کہ (خضر طریقت) ہمارے کشتی (دل) کو بدون مصلحت کے نہیں توڑتا ہے . توضیح :- شعر میں واقعہ خضر و موسیٰ کیطرف تلمیح ہے کہ خضر نے ظالم بادشاہ سے بچانے کے لئے کشتی توڑنی شروع کردی تھی اور موسیٰ نے عدم واقفیت کی بنا پر اعتراض کردیا تھا ٹھیک اسی طرح ہمارے سفینہ دل کی شکستگی میں بھی کوئی مصلحت ہے گو ہمیں علم نہو اس لئے معاملات غیبی پر اعتراض نہ کرنا چاہیے . عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم یعنی بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے بھلے کی ہو۔

مکن بکشتنِ ما مشورت کہ تابودہ است ۳ بفالِ دوست مبارک نہ بود کینۂ ما

ہزار کار درست از شکستِ ما گردد ۴ طلسمِ ما شکن و برخور از دفینۂ ما

یگانہ ایم ہمہ بے قدری ارچہ بردرِ دوست ۵ بقدرِ ذرہ تواں یافتن قرینۂ ما

چراغِ صومعہا زندہ مے تواں کردن ۶ بدوستیِ تو یعنی بسوزِ سینۂ ما

زبعدِ کعبہ نظیری زیارتِ ما کن ۷ کہ دلبرِ نمکین ست در مدینۂ ما

زباں پیام ہوس داشت شستم انشا را ۴۱/۱ درونِ سینہ بریدم سرِ تمنا را

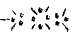
(۳) تشریح:- "تابودہ ست" کا فاعل ضمیر راجع بسوئے کینہ۔ ترجمہ:- (اے دوست) ہمارے قتل کے بارے میں مشورہ نہ کر (بلکہ بلا تامل قتل کر ڈال) اس لئے کہ جب سے کینہ کا آغاز ہوا ہے ہمارا کینہ (رکھنا) دوست کی فال میں مبارک (ثابت) نہیں ہوا۔ (اس لئے) اس نامبارک چیز کو دور کرنے کی صورت یہی ہے کہ تو ہم کو قتل کر ڈال تاکہ تجھ کو اس نامبارک خلش سے رہائی حاصل ہو جائے)

(۴) تشریح:- "طلسم" نقش پر فریب "برخوردن" فائدہ اٹھانا۔ "دفینہ" خزانہ۔ ترجمہ:- ہماری شکست (بربادی) سے ہزاروں کام ٹھیک ہو سکتے ہیں (اس لئے اے دوست!) ہمارے پر فریب نقشِ (ہستی) کو توڑ (اور ہمارے سینہ میں) دبے ہوئے خزانہ سے فائدہ اٹھا۔ توضیح:- یعنی ہمارے سینہ میں بھی دبو اتیم کی طرح دولتِ عشق و ایمان موجود ہے جو طلسمِ ہستی کی وجہ سے ظاہر نہیں اس سے نفع اٹھانے کے لئے اس طلسم کو توڑنا چاہیئے اگر ایسا ہو جائے تو سب کام درست ہو جائیں۔

(۵) تشریح:- "قرینہ" مرتبہ۔ درجہ۔ ترجمہ:- اگرچہ ہم بے قدری میں دوست کے دروازہ پر فرد و بے مثل ہیں (یعنی اتنی کوئی چیز بے قدر نہیں ہے جتنے کہ ہم ہیں) مگر ہمارے مرتبہ کو (آفتابِ حقیقت کے سامنے) ذرہ کی برابر جاننا چاہیئے (گو وہ آفتاب کے مقابلہ میں ہیچ ہے مگر جذبِ نور کی صلاحیت بھی اُسی میں ہے اور کسی میں نہیں اسی طرح ہم بھی باوجود بے قدری کے مرتبہ بلند رکھتے ہیں)

(۶) تشریح:- "صومعہ" عبادتخانہ غیر مسلم۔ "بدوستی" با قسمیہ ہے یا بار وسیلہ۔ ترجمہ:- (ہمارے سینہ میں عشق کی ایسی آگ بھری ہوئی ہے کہ) تیرے عشق یعنی ہمارے سینہ کی سوزش سے بتکدوں کے چراغ روشن کئے جا سکتے ہیں (یا تیری دوستی کی قسم کہ ہماری سینہ کی سوزش سے ...)

(۷) ترجمہ:- اے نظیری کعبہ کی زیارت کے بعد ہماری زیارت کرنا کہ ہمارے مدینہ (دل میں بھی) ایک نہایت (ملیح و حسین) دلربا موجود ہے (یعنی معشوق حقیقی کا جلوہ ہمارے مدینۂ دل میں ہے جس کی زیارت کعبہ ظاہری کی زیارت سے بہتر ہے۔ حاجی کعبہ میں حج کرنے کے بعد زیارتِ نبی کے لئے مدینہ جایا کرتے ہیں۔



بحر:- مجتث مثمن مخبون محذوف ارکان:- و تقطیع مثل ۳۴

(۱) ترجمہ:- (میری) زبان حرص و ہوس کا پیغام دے رہی تھی (اس لئے میں نے خط کو دھو ڈالا) اور مرغِ تمنا کا سر میں نے (قفسِ) سینہ میں کاٹ دیا کہ عشقِ صادق میں اظہارِ تمنا بھی زیبا نہیں ہے)

چہ گونہ عرضِ تمنا کنم کہ حسنِ غیور ۲ نداده راه دریں پرده رمز و ایما را

دراں نظاره کہ بیم تیغ و کفِ شعور نبود ۳ ز رشک سوختہ بود آگہی زلیخا را

ذخیرۂ ز جنون بہار ننہادیم ۴ کم ست سود تنک مایگانِ سودا را

نوازش ار ز کرم می کند محبت نیست ۵ تواں شناختن از دوستی مدارا را

گر از ورع بگدا زاہداں قدح ندہند ۶ چہ مانعست حریفانِ بادہ پیما را

گذشت شوق ز اندازه گوشۂ نظرے ۷ کہ مے حموش کند مستِ بے محابا را

(۲) تشریح :- "غیور" غیرت مند۔ "رمز و ایما" اشاره و کنایہ۔ ترجمہ :- میرے پاس اظہار تمنا کی کیا صورت ہے؟ جبکہ اس (دوست) کے غیرت مند حسن نے اس پرده اسرارِ عشق میں اشاره و کنایہ تک کی گنجائش نہیں رکھی یعنی اشاره سے بھی جب اظہار مدعا کی اجازت نہیں ہے تو صراحت کیساتھ تو کہاں ہو سکتی ہے ۔ کوئی امید بر نہیں آتی ؎ کوئی صورت نہیں آتی۔

(۳) تشریح :- "تیغ" چھری۔ "شعور" خبر (دھیان)۔ "آگہی" عقل۔ ترجمہ :- جمالِ یوسفؑ کے اس نظاره میں کہ جہاں زنانِ مصر کو چھری اور ہاتھ کا بھی دھیان نہ تھا۔ زلیخا کی عقل و خرد رشک کی وجہ سے جل بھن کر ره گئی تھی یعنی زلیخا کو اس پر رشک تھا کہ یہ عورتیں میرے محبوب کو کیوں دیکھ رہی ہیں۔

(۴) تشریح :- "ذخیره" کی تنکیر تحقیر و قلت کا فائده دیتی ہے "تنک مایہ" تھوڑی پونجی والا۔ ترجمہ :- افسوس کہ موسم بہار کے جنون میں سے ہم نے کچھ بھی ذخیره (اٹھا کر) نہ رکھا اور اب کام آتا۔ سچ ہے کہ جنون (عشق) کا سرمایہ کم رکھنے والوں کو نفع بھی کم یا بالکل نہیں ہوتا۔ توضیح :- موسم بہار میں جنون میں زیادتی ہوتی ہے اگر اس وقت کچھ ذخیره رکھ لیا جاتا تو اب موسم خزاں میں کام آتا مگر ذخیره تو اس وقت رکھا جا سکتا ہے جبکہ سرمایہ بہت ہو یہاں موسم بہار میں اتنا جنون نہیں جتنا کہ ہم چاہتے ہیں)

(۵) تشریح :- "نوازش" حاصل مصدر از نواختن۔ "مدارا" خاطر داری۔ ظاہری حسن سلوک۔ ترجمہ :- اگر وه (دوست) اپنے اصلی اکرم کی وجہ سے ہم پر نوازش کرتا ہے تو یہ کوئی محبت کی علامت نہیں۔ ظاہر داری اور محبت میں امتیاز کیا جا سکتا ہے توضیح :- یعنی ہم کو دوست کے اس کرم کی ضرورت ہے کہ جو اس خیال کے پیش نظر ہو کہ وہ ہمارا دوست ہے کیونکہ ظاہر داری اور محبت کی نوازش میں بڑا فرق ہے۔

(۶) ترجمہ :- اگر زاہد اپنے تقوی کی وجہ سے ہم گدائے میکده کو ساغرِ شراب نہیں دیتے ہیں نہ دیں۔ لیکن ہمارے ہمپیشہ مے نوشوں کو کیا چیز مانع ہے۔ یہ کیوں نہیں پلاتے یعنی ان کیلئے تو ورع و تقوی کا عذر بھی نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ خود پیتے ہیں اور ہم کو محروم کر دیا ہے ۔ میں اور بزم سے یوں تشنہ کام آؤں ؎ گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا۔

(۷) تشریح :- "گوشۂ نظرے" مفعول فعل کن۔ "بے محابا" بے باک۔ ترجمہ :- ہمارا (خمار) شوق اندازه سے بڑھ چکا ہے (خدا کے لئے چشم مے آلود) ایک اشاره ہماری طرف فرما کہ بے باک مست کو شراب (دہی) خاموش کر سکتی ہے۔

که کرده است مرا دوست گبر و ترسا را	۸	بکینهٔ دل بے رحم کافرت نازم
شکر فروش کند طوطی شکرخا را	۹	بدیهه سنج نظیری اگر تو خواہی بود

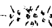
بدیهه سنج

ریزم چو خامه از مژه خون سیاه را	۴۲ / ۱	ہر گہ رقم کنم بتو عذر گناه را
آنجا که خرمنے ست بہای برگ کاه را	۲	شاید که شرم و ذلت ما را گران خرند
صوفی خانقاه غلط کرده راه را	۳	مطرب ره سماع با آہنگ می زند

(۸) تشریح:۔ "گبر" مجوسی "ترسا" آتش پرست۔ ترجمہ:۔ تیرے بے رحم کافر دل کے کینہ پر میں فخر و ناز کرتا ہوں کہ جس نے گبر و ترسا کو بھی میرا دوست بنا دیا یعنی عاشقی میں دوست نے ہم کو ایسے ایسے آزار پہونچائے کہ دشمنوں کو بھی ہم پر ترس آنے لگا ؎

اس رنگ سے اٹھائی کل اس نے اسد کی نعش ٭ دشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے

(۹) تشریح:۔ "بدیہہ" وہ کلام جو بغیر سوچے کہا جائے "شکرخا" اسم فاعل ترکیبی مراد شیریں گفتار "کند" کا فاعل ضمیر راجع بسوئے بدیہہ سنجی جو بدیہہ سنج سے مفہوم ہوتی ہے اگر کند کے بجائے کنی ہو تو زیادہ بہتر ہے بظاہر ایسا ہی ہوگا کتابت کی غلطی سے کند لکھا گیا۔ ترجمہ:۔ اے نظیری اگر تو (اسی طرح) بدیہہ گو رہے گا تو تیری یہ بدیہہ سنجی طوطی شیریں گفتار کو شکر فروش بنا دیگی (یا تو بنا دے گا یعنی تیرے کلام شیریں سے وہ اس قدر شکر جمع کرے گی کہ دوکان لگا کر بیٹھ جائے گی مراد یہ ہے کہ دوسرے لوگ بھی تجھ سے فصاحت و بلاغت سیکھ لیں گے)



بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان:۔ و تقطیع مثل ۳۷

(۱) ترجمہ:۔ جس وقت میں تجھ کو (اپنے) گناہوں کی معذرت لکھتا ہوں تو قلم کی طرح پلکوں سے خون سیاہ بہاتا ہوں (یعنی حسرت و ندامت میں خون کے آنسو روتا ہوں)

(۲) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ (ہم کو یہ توقع ہے کہ اُس بازار میں) جہاں کہ ایک گھاس کے تنکے کی قیمت (نعمتوں کا) ایک خرمن قرار دیجاتی ہے ممکن ہے کہ ہماری ذلت و شرمساری کو (بھی) گراں خرید لیں یعنی ہم کو امید ہے کہ اللہ تعالےٰ ہماری شرمساری پر نظر فرماتے ہوئے عفو و کرم کی بے انتہا نعمتوں سے ہم کو نواز دے گا۔)

(۳) تشریح:۔ "مطرب" گویا "سماع" راگ "آہنگ" نغمہ "مقام موسیقی" "راہ" پردہ موسیقی "رہ زدن" ڈاکہ ڈالنا یہاں مراد پردہ ساز پر گانا۔ ترجمہ:۔ مطرب راگ کے پردہ کو خاص نغمہ کے ساتھ چھیڑتا ہے (کہ سننے والوں کو وجد میں لے آتا ہے گویا خانقاہ کے صوفی نے راستہ غلط اختیار کیا (کہ وہ سماع سے منع کرتا ہے یا وہ خود گمراہ ہے اس کو بجائے خانقاہ کے یہاں آنا چاہیئے تھا کہ یہی راہ حق ہے دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ مطرب آہنگ کے ساتھ یعنی للکار کر راہ سرود و نغمہ میں رہزنی کر رہا ہے اور جو اس راستہ پر آتا ہے اس کا دل و ایمان لوٹ لیتا ہے خانقاہ نشین صوفی اب تک اس سے مامون تھا مگر وہ بھی راستہ بھولکر ادھر آنکلا اسلئے اب اسکے دین و ایمان کا خدا حافظ۔

آں عارفاں کہ در رمضان بادہ میخورند ۴ بینند در زلالِ قدح عکس ماہ را
معراجِ ما نہایتِ افتادگی بود ۵ در عشق قربِ سدرہ بود قعرِ چاہ را
آنجا کہ بے تفاوتئ وسعِ رحمت ست ۶ بدخواہ انفعال دہد نیک خواہ را
گر خونِ یک قبیلہ ازاں رخ طلب کنند ۷ سلطاں ز دادخواہ نخواہد گواہ را
گر غبنِ عشق بازی و مستی شود حساب ۸ فردا گنہ برد بشفاعت گناہ را
عشق آمد و بخرقہ پشمیں فروختیم ۹ تشریفِ شاہ اکبر و عباس شاہ را

(۴) تشریح :۔ "عارف" خداشناس۔ "زلال" آب صاف و شیریں۔ "ماہ" مراد رخسار دوست۔ ترجمہ :۔ وہ عرفا جو رمضان میں (بجائے روزہ رکھنے کے) شراب پیتے ہیں، وہ ساغر کی شراب صاف میں دیکھتے ہیں (چاند کا عکس دیکھتے ہیں یعنی دوست کو رخسار کا عکس ماہ عید بنکر انکو نظر آتا ہے اسلئے رمضان بھی انکی عید کا حکم رکھتا ہو اسلئے شراب پیتے ہیں سے ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم ؛ اے بیخبر ز لذتِ شرب مدام ما

(۵) تشریح :۔ "معراج" سیڑھی، مجازاً ترقی و کمال۔ "سدرہ" مقام جبرئیل۔ "قعر" گہرائی، تلی۔ ترجمہ :۔ (ہماری) انتہائی فروتنی و عاجزی ہی معراج کمال ہے (کیونکہ عشق میں کنویں کی تلی کو سدرۃ المنتہیٰ کی سی رفعت اور قربت حاصل ہے۔ توضیح :۔ قعرِ چاہ سے حضرت یوسفؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور واقعی ان کو عشق الٰہی میں باوجود کنویں میں ہونیکے سدرۃ المنتہیٰ کی سی نزدیکی حاصل تھی۔

(۶) تشریح :۔ "وسع" وسعت عموم۔ "بدخواہ" مراد بدعمل گنہگار۔ "نیک خواہ" مراد نیک عمل، پرہیزگار۔ ترجمہ :۔ (اس بارگاہِ خداوندی میں کہ) جہاں رحمت کی وسعت (و عام ہونے میں کوئی تفاوت اور امتیاز نہیں بدعمل، نیک عمل کو شرمندہ کر سکتا ہے (یعنی گنہگار شرمسار پرہیزگار مغرور پر فوقیت لے جائیگا)

(۷) ترجمہ :۔ اگر اس رخ (دوست) سے ایک قبیلہ کے قبیلہ کا خوں بہا طلب کریں تو بادشاہ فریادی سے گواہ کا مطالبہ نہیں کرے گا (یعنی رخ دوست خود اس امر کا شاہد ہے کہ واقعی اس نے قتل عام کیا ہے اس لئے قتل ثابت ہو جائے گا مراد یہ ہے کہ ہمارا معشوق بڑا جانستاں ہے)

(۸) تشریح :۔ "غبن" نقصان، کمی۔ "شفاعت" سفارش۔ ترجمہ :۔ اگر قیامت میں (ہماری) عشق بازی اور بیخودی کی کمی (و نقصان کا) جو ہمارا ناقابل عفو گناہ ہے) حساب ہونے لگا تو ہمارا ایک گناہ سفارش کیلئے دوسرے گناہ کو پیش کرے گا۔ توضیح :۔ یعنی ہمارا سرمایۂ اعمال صرف عشق بازی و مستی ہے اور اس میں بھی ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں اگر اس پر ہم سے مواخذہ ہوا تو کوئی نیکی تو ہمارے پاس ہے نہیں، ہاں گناہ بے شمار ہیں اس لئے ہماری سفارش گناہ ہی کر سکتے ہیں ؎

نا کردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد ؛ یا رب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

(۹) ترجمہ :۔ (سلطان) عشق آیا اور ہم نے شاہ اکبر اور شاہ عباس کی (عطا کردہ) خلعتوں کو کمبل کی گدڑی کے بدلے فروخت کر ڈالا۔ توضیح :۔ یعنی عشق کی نظر میں شوکت دنیوی ہیچ ہے، سلطان عشق کی بارگاہ میں عجز و فروتنی درکار ہے۔

کردیم خاکِ مسکنت و نیستی بسر ۱۰ تعظیمِ صدرِ منزلتِ بارگاہ را

سرگشتہ اند خلق نظیریا کہ ما ۱۱ روشن کنیم زمزمۂ خانقاہ را

نگاہ گم شدہ براہِ کوئے یار مرا (۴۲) ۱ گسستہ عقدِ گہر گریہ در کنار مرا

خود از محبتِ جاناں بخود حسد دارم ۲ ز رشکِ غیر کنوں بر گذشتہ کار مرا

زہر یقین کہ شود صاف سینہ صاف ترم ۳ غبارِ دل نشوم گر کنی غبار مرا

(۱۰) تشریح: "مسکنت" عاجزی و ذلت۔ "را" بمعنی برائے۔ ترجمہ بقلب مصرعین۔ ہم نے بارگاہ (جمال حقیقت) کے مسند نشیں صدر کی تعظیم کیلئے (اپنے) سر پر خاک ڈال لی (یعنی انتہائی فروتنی کا اظہار کیا اور ہمارے لئے ایسا ہی زیبا تھا اس لئے کہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کوئی حیثیت نہیں)

(۱۱) تشریح: "زمزمہ روشن کردن" نغمہ تیز کرنا۔ ترجمہ: اے نظیری! مخلوق (شبہات کی تاریکی میں) سرگشتہ و پریشان ہے تو آ تاکہ ہم (ملکر) خانقاہ کے نغموں کو روشن (تیز) کردیں (تاکہ مخلوق کو ہمارے نغموں سے نور یقین حاصل ہو اور اس سرگشتگی سے نجات ملے)

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف ارکان: و تقطیع فعلن

(۱) تشریح: "مرا" میں را ہر دو مصرعہ میں علامت اضافت یعنی نگاہ من۔ کنار من۔ "عقد" لڑی۔ ترجمہ: میری نگاہ کوچۂ دوست کے راستہ میں کھو گئی ہے (کہ) گریہ و زاری نے میری آغوش میں (اشک کے) موتیوں کی لڑی توڑ دی ہے (کہ مسلسل اشک ٹپک رہے ہیں اور نظر آنا بند ہو گیا ہے)

(۲) ترجمہ: معشوق کے عشق و محبت سے میں خود اپنے اوپر حسد و رشک کرتا ہوں (کہ ہائے میں بھی کیوں اس سے محبت کرتا ہوں) اب غیر پر رشک کرنے سے میرا معاملہ گزر چکا ہے (گویا مجھے اپنے سے بھی بدگمانی ہے۔ اسی مضمون کو غالب نے یوں ادا کیا ہے ؎

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آ جائے ہے ؂ میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

(۳) تشریح: "یقین" علم بے شبہ۔ "سینہ صاف" اسم فاعل ترکیبی یعنی صاف سینہ والا۔ ترجمہ: ہر اس یقین سے بھی کہ جو بالکل صاف و بے شبہ ہو میں۔۔۔۔۔ زیادہ صاف دل ہوں کہ اگر اے دوست! تو مجھے (ہلاک کرکے میری خاک کو) غبار بھی بنا دے گا تو میں کسی دل کے لئے غبار (یعنی باعث آزار) نہ ہوں گا۔

توضیح: یعنی بطفیل عشق ہم صلح کل کے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ کسی سے کینہ و پرخاش نہیں ہے کہ باعث آزار بنیں۔

ز بے بری مزن تم طعنہ کز ہزار چمن ۴ قضا گذاشتہ اینجا بیادگار مرا

ز روزگار چہ منت کہ بر سر من نیست ۵ بروزگار تو افگندہ روزگار مرا

خدا ز آفت پژمردگی نگہدارد ۶ شگفتہ است دل و طبع زیں بہار مرا

مزاج دوست خموشی خرد و لے چہ کنم ۷ گل ہمیشم ایں نالہ ست خار مرا

تعلق تو نظیری بہ پستیم دارد ۸ توجہے کہ کند دوست واگذار مرا

امشب خوش آشناست بروئش نگاہ ما ۴۴/۱ گویا حجاب سوختہ از برق آہ ما

(۴) تشریح:۔ "مزنم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ ترجمہ:۔ میرے درخت وجود کو بے ثمر ہونے کا طعنہ نہ دے اس لئے کہ ہزاروں وجود کے گلزاروں میں سے صرف مجھ ہی کو قضا و قدر نے یہاں بطور یادگار کے چھوڑا ہے۔ توضیح:۔ یعنی خواہ میں بے ثمر ہی مگر ہزار ہا چمن کی یادگار ہوں کم از کم اسی کا خیال کر کے مجھے طعنہ نہ دے یعنی اسلاف کی یادگار صرف ہم رہ گئے ہیں پچھلے ہیں یا برے بہر حال قابل قدر ہیں۔

(۵) ترجمہ:۔ زمانہ کا کونسا احسان ہے جو میرے سر پر نہیں (یعنی اس کا یہ ایک احسان تمام احسانات کے قائم مقام ہے کہ زمانہ نے مجھے تیرے عہد میں پیدا کیا۔

(۶) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اس بہار سے میرا (غنچہٴ) دل و طبیعت کھل گیا دعا ہے کہ اب اللہ اس کو پژمردگی و افسردگی کی آفت سے بچائے رکھے (نعوذ باللہ من الحور بعد الکور یعنی کمال کے بعد زوال نہ ہو)

(۷) تشریح:۔ "خرد" یعنی طلبد۔ ترجمہ:۔ دوست کا مزاج (میرا) خاموش رہنا چاہتا ہے مگر میں کیا کروں میں عشق و محبت کا پھول ہوں اور یہ نالہ و زاری میرا کانٹا ہے "گل بے خار کہ دید" یعنی گل بدون خار کے نہیں پایا جاتا تو مجھ سے نالہ کیسے جدا ہو سکتا ہے اور کانٹے دور کرنا پھول کے بس میں نہیں ہے)

(۸) تشریح:۔ "توجہے" کے بعد فعل کن محذوف ہے۔ "واگذار" رہا، آزاد۔ ترجمہ:۔ اے نظیری تیرا تعلق مجھے پستی میں ڈالے ہوئے ہے۔ (یعنی خودی اور تعلق دنیوی کی قید میں گرفتار ہوں الٰہی ذرا توجہ کر کہ دوست (حقیقی) مجھے (قید تعلق سے) آزاد کر دے۔

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان:۔ و تقطیع:۔ مثل ۲/۱

(۱) ترجمہ:۔ آج کی رات ہماری نگاہ اس دوست کے چہرہ سے خوب آشنا ہے (یعنی اس کا دیدار حاصل ہے) گویا ہماری آہ کی بجلی نے اس کا نقاب جلا دیا (یعنی یہ ہماری آہ کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس حالت دیدہیں عدم نظارہ کا مضمون غالب نے خوب باندھا ہے ؂ نظارہ نے بھی کام کیا واں نقاب کا ؛؛ مستی سے ہر نگہ ترے رخ پہ بکھر گئی

از بسکہ مے شدیم بحسرت جدا ازو ۲ خوں می چکید روزِ وداع از نگاہِ ما
شغلِ محبت ست کہ مانع ز طاعت ست ۳ روزِ جزا بس ست ہمیں عذر خواہِ ما
دوزخ اگر بچاشنی آتشِ دل ست ۴ اہلِ بہشت رشک برند از گناہِ ما
دل بی غمت مباد کزیں فیض گشتہ است ۵ رحمت طفیلِ نفسِ سحر گاہِ ما
صد سیلِ وصل آمد و صد تشنہ تازہ شد ۶ ہرگز نبود نشو و نما در گیاہِ ما
ما نخلِ ماتمیم نظیری ز ما حذر ۷ غمگیں شود کسیکہ بود در پناہِ ما

(۲) ترجمہ:- چونکہ بے حد حسرت و رنج کے ساتھ ہم اس (محبوب) سے جدا ہو رہے تھے اسلئے جدائی کے دن ہماری آنکھ سے خون ٹپک رہا تھا۔ (اس شعر میں کیفیت جدائی کا بیان ہے)

(۳) ترجمہ:- جو چیز ہم کو طاعت و بندگی سے روکنے والی ہے وہ مصروفیت و مشغولیتِ عشق ہے (لہٰذا قیامت کے دن یہی چیز ہماری طرف سے عذر خواہی کے لئے کافی ہے۔ توضیح:- یعنی عشق میں ہم ایسے محو و بیخود ہیں کہ طاعت کا ہوش ہی نہیں اسلئے ہماری یہ مدہوشی ہی ہم کو معذور ثابت کر دے گی۔

(۴) ترجمہ:- دوزخ (کی آگ) اگر دل کی آگ (سوزِ عشق) کے برابر (لذیذ) ہوئی تو جنت والے (ہم دوزخیوں کے) گناہ پر رشک کریں گے (کہ ہم نے یہ گناہ کیوں نہ کیا تاکہ یہ لذتِ سوز ہم کو بھی حاصل ہوتی)

(۵) تشریح:- "بے غمت" میں تا دل کا مضاف الیہ ہے (خطاب اپنے نفس سے ہے) یا دوست سے خطاب ہے اور تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ دلِ من بے غمِ تو مباد "طفیلے" تابع۔ ترجمہ:- خدا کرے (اے نظیری!) تیرا دل (کبھی) غم سے فارغ نہ (یا میرا دل کبھی تیرے غمِ عشق سے خالی نہ ہو کیونکہ رحمتِ (خداوندی) آہِ سحرگاہی کے تابع اسی فیض (غم) سے ہی ہے (یعنی یہ غمِ عشق کا اثر ہے کہ رحمتِ خداوندی متوجہ ہوگئی ہے)

(۶) تشریح:- "تازہ" سیراب۔ "نشو و نما" بڑھنا۔ بالیدگی۔ "گیاہ" ترگھاس۔
ترجمہ:- وصل (یار) کے سینکڑوں سیلاب آئے اور سینکڑوں پیاسے (عاشق) سیراب ہوئے (مگر افسوس بدبختی!) کہ ہماری گیاہِ (دل و روح) میں بالکل نشو و نما نہیں ہوا۔ (یعنی ہم بدنصیب محروم رہے اور دوسرے وصلِ دوست سے شادکام ہوئے)

(۷) تشریح:- "نخل" درخت خرما۔ "حذر" پرہیز کرنا۔ خوف و خطر
ترجمہ:- اے نظیری ہم غم و اندوہ کے درخت ہیں (ہم سے بچنا!) اس لئے کہ جو شخص ہماری پناہ میں آئے گا وہ بھی غمگیں ہو جائے گا۔

ازیں ویرانہ تر میخواستم ویرانۂ خود را ۴۵/۱ ازیں ویرانہ بیروں می برم دیوانۂ خود را

حریفاں نشۂ مہر و محبت را نمی دانند ۲ بدست دشمن خود میدہم پیمانۂ خود را

نہ مورش خواہد از سختی نہ مرغش چیند از تلخی ۳ نمی بینم ز جنس ہیچ خرمن دانۂ خود را

ز بیم آنکہ طبل رحلتے ناگاہ بنوازند ۴ ہمیشہ رخت بر درگاہ دارم خانۂ خود را

عزیزاں دیدہ از خاکسترم سازند نورانی ۵ تو شمع بزم خلوت مے کنی پروانۂ خود را

بآیات زبور و نغمۂ داؤد نفر وشم ۶ بیان دردناک و نعرۂ مستانۂ خود را

بحر: ہزج مثمن سالم   ارکان تقطیع: مثل ۱

(۱) ترجمہ: میں اپنے ویرانہ (سینہ) کو اس سے بھی زیادہ ویرانہ بنانا چاہتا تھا اسلئے اس ویرانہ سے میں اپنے (دل) دیوانہ کو باہر لئے جاتا ہوں (کیونکہ اس کی ویرانی دل کی دیوانگی کے مطابق نہیں کوئی اور ویرانہ تلاش کرنا چاہیئے مراد یہ ہے کہ عاشقی میں اس امر کی ضرورت ہے کہ دل ماسوا اللہ سے بالکل خالی ہو جائے)

(۲) تشریح: "حریف" ہم پیشہ، ہم پیشہ شخص کبھی دوست ہوتا ہے اور کبھی دشمن اسلئے حریف کے معنی کہیں ہم مشرب موافق کے آتے ہیں اور کہیں رقیب و مخالف کے۔ ترجمہ: ہم مشرب لوگ مہر و محبت (کی شراب) کے نشہ (کی قدر و قیمت) کو نہیں سمجھتے (اس لئے مجبوراً) میں اپنے دشمن کے ہاتھ میں اپنا جام دیتا ہوں (یعنی ہم خیالوں سے امید وفا نہیں رہی حتیٰ کہ دشمنوں سے امیدیں وابستہ کرلینی پڑیں)

(۳) تشریح: "مورش و مرغش" میں شین ضمیر مفعولی ہے۔ "خرمن" کھلیان۔ انبار غلہ۔ ترجمہ بقلب مصرعین: میں اپنے دانہ (ہستی) کو کسی خرمن کی جنس سے نہیں پاتا (کیونکہ نہ اس کو سختی کی وجہ سے چیونٹی دکھانا چاہتی ہے اور نہ کوئی پرندہ تلخی کی وجہ سے اس کو اٹھاتا ہے (یعنی کوئی بھی میرا خواہاں نہیں))

(۴) تشریح: "رحلت" کوچ۔ "درگاہ" چوکھٹ، دہلیز۔ "را" علامت اضافت یعنی "رخت بر درگاہ خانہ خود دارم"۔
ترجمہ: اس خوف سے کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) کوچ کا نقارہ اچانک بجا دیں میں سامان (سفر) ہمیشہ گھر کی چوکھٹ پر رکھے رہتا ہوں (یعنی میں سراسر دنیا سے سفر کرنے کے لئے ہر دم آمادہ ہوں)

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین: (اے محبوب!) تو اپنے پروانہ کو جلا کر محفل تنہائی کی شمع بنا دیتا ہے (چنانچہ دیکھ لو!) کہ عزیزان (گرامی قدر) میری راکھ سے (اپنی) آنکھوں کو منور کرتے ہیں (یعنی عاشق آتش عشق میں جل کر ایسا بلند مرتبہ پالیتا ہے کہ پھر لوگ اس کو آنکھوں میں جگہ دیتے ہیں)

(۶) تشریح: "زبور" وہ آسمانی کتاب جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی۔ "نغمۂ داؤد" داؤدؑ کا نغمہ اور خوش آوازی مشہور ہے۔
ترجمہ بقلب مصرعین: میں اپنے (عشق کے) دردبھرے بیان اور مستانہ نعروں کو زبور کی آیتوں اور داؤدؑ کے نغمہ کے

نظیری قصۂ فرہاد و خسرو داستانی شد ۷ کنون من ہم کتابی میکنم افسانۂ خود را

آنکہ بر ما رقم کین زدہ از کینۂ ما ۱ نقش آئینۂ خود دید در آئینۂ ما

عید و نوروز بود مکتب ما را ہر روز ۲ بجہت گذرد شنبہ و آدینۂ ما

محضر سلطنت عشق اگر برخوانند ۳ خاتم و سکہ برآرند ز گنجینۂ ما

خوردہ دل زخمے ازاں غمزہ کہ نتوانی دوخت ۴ تو کہ صد بار رفو کردہ و دوختہ سینۂ ما

بدلے ابھی نہیں فروخت کر سکتا (یعنی میرا بیان اور میرے نعرے زبور اور نغمۂ داؤد سے زیادہ بیش قیمت ہیں)

(۷) ترجمہ: اے نظیری فرہاد و خسرو کا قصۂ عشق ایک مدون داستان بن گیا (اس لئے) اب میں بھی اپنے افسانۂ عشق کی کتاب تیار کئے دیتا ہوں (کیونکہ میں بھی عاشقی میں کچھ ان سے کم نہیں)

⁂

بحر: رمل مثمن مخبون محذوف ارکان و تقطیع: مثل ۱۵

(۱) تشریح: رقم "نقش تحریر" مراد الزام۔ ترجمہ: جس شخص نے ہم سے کینہ رکھنے کے سبب ہم پر کینہ وری کا الزام لگایا اس نے درحقیقت اپنے آئینہ کا عکس ہمارے آئینہ میں دیکھا ہے۔ توضیح: دو آئینے جب ایک دوسرے کے بالمقابل رکھ دیئے جائیں تو ایک کا عکس دوسرے میں نظر آنے لگتا ہے اس تمثیل کے پیش نظر کہتا ہے کہ ہم تو صاف دل ہیں مگر جو شخص ہم پر کینہ کا الزام لگاتا ہے درحقیقت وہ اپنے دل پر کین کے آئینہ کا عکس ہمارے دل شفاف کے آئینہ میں دیکھ کر اپنی نادانی سے یہ سمجھتا ہے کہ کینہ ہمارے دل میں ہے۔

(۲) ترجمہ: ہمارے مدرسۂ عشق کا ہر دن عید و نوروز ہے (چنانچہ) ہمارا شنبہ و جمعہ (درس) بجہت میں گذرتا ہے۔

توضیح: یعنی مکتب عشق میں باوجود کسی دن چھٹی نہ ہونے کے ہم کو ہر روز عید و نوروز کی مسرتیں حاصل ہیں۔

درس ادیب اگر بود زمزمۂ محبتے ⁂ جمعہ بمکتب آورد طفل گریز پاے را

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا ⁂ اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد رہا

(۳) تشریح: "محضر" فرد۔ فرمان۔ "خاتم و سکہ" یعنی مہر۔ ترجمہ: اگر سلطنت عشق کے فرمان یا فہرست کو پڑھیں گے تو تکمیل کے لئے سکہ و مہر ہمارے ہی خزانہ سے نکال کر لائیں گے (یعنی فرمان عشق کی تکمیل ہمارے نام سے ہوگی جس طرح فرمان شاہی کی تکمیل شاہی مہر سے ہوتی ہے)

(۴) ترجمہ بقلب مصرعین: (اے چارہ گر) تو نے اگرچہ سو بار (بلکہ اس سے بھی زیادہ) ہمارے سینہ کے چاک کو رفو کیا ہے مگر (اب کی بار) دل نے اس غمزۂ دوست سے وہ زخم کھایا ہے کہ اس کو تو نہیں سی سکتا۔ (یعنی یہ زخم کاری لگا ہے اور اب ہلاکت یقینی ہے)

زاں نگاہے کہ بدنبالۂ چشمت نرسید ۵ خوں فرو می چکد از خرقۂ پشمینۂ ما

آزمودیم بزورِ مئے امسال نبود ۶ قدحے داشت خم از بادۂ پارینۂ ما

طرفہ شورے سحر از سینۂ نظیری برخاست ۷ ساخت کارِ ہمہ را گریۂ دوشینۂ ما

غبار از دل بمژگاں روبم و بینم نشانش را ۴۷/۱ بآب دیدہ شویم خاک و جویم آستانش را

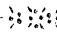
ز مستی ہائے شوق آں بلبل شوریدہ احوالم ۲ کہ نشناسد اگر صد بار بیند آشیانش را

اثر میکرد گاہے نالہ ام از بسکہ نالیدم ۳ کنوں از نالۂ من خواب آید پاسبانش را

(۵) تشریح:۔ "دنبالہ" پچھلا حصہ مراد گوشہ چشم۔ "خرقہ" گدڑی۔ ترجمہ:۔ (اے دوست!) تیری اس نگاہ سے جو (ابھی تک) تیری آنکھ کے گوشہ تک بھی نہیں پہونچی (ہمارا دل ایسا زخمی ہوا کہ) ہمارے اُونی خرقہ سے خون ٹپک رہا ہے (یعنی تیری نیم نگاہ نے ہمیں گھائل کر دیا)

(۶) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ خم (شراب) میں ہماری گذشتہ سال کی شراب میں سے ایک پیالہ بچا ہوا تھا۔ ہم نے اس کو آزمایا۔ اس سال کی شراب کے زور کے برابر نہیں نکلا۔ (حالانکہ پرانی شراب زیادہ تیز ہوتی مگر یہ شراب عشق ہے جس کا نیا گھونٹ پہلے سے زیادہ تیز اور زود اثر ہوتا ہے)

(۷) ترجمہ:۔ اے نظیری صبح ایک عجیب شور (فغاں) ہمارے سینہ سے اٹھا کہ کل کی رات کی گریہ وزاری نے سب کے کام بنا دیئے (یعنی ہماری آہ موثر ثابت ہوئی اور ہمارے ساتھ سب کی مرادیں حاصل ہوگئیں یا یہ کہ شور فغاں نے سب کا کام تمام کر دیا)



بحر:۔ ہزج مثمن سالم ارکان و تقطیع:۔ مثل ۱

(۱) ترجمہ:۔ میں پلکوں (کی جاروب) سے دل سے غبار (آلودگی دنیا) کو صاف کرتا ہوں اور اس (دوست) کا نشان دیکھتا ہوں (کہ آیا چمکایا نہیں اور) اشکوں سے خاک (آلودگی) کو دھوتا ہوں اور اس کا آستانہ ڈھونڈتا ہوں (یعنی دل مسکن دوست ہے مگر اس پر تعلق دنیوی کا گرد و غبار چھا گیا ہے اس لئے جاروب مژگاں اور آب دیدہ کے ذریعہ سے اس کو صاف کر کے اس قابل بنانا چاہتا ہوں کہ دوست پھر جلوہ افروز ہو سکے)

(۲) ترجمہ:۔ عشق کی سرمستیوں کی وجہ سے میں ایسا پریشان حال بلبل بن گیا ہوں کہ اگر وہ سو بار بھی اپنے آشیانہ کو دیکھے تو نہ پہچان سکے (یعنی ہم عشق میں ایسے گم ہو گئے ہیں کہ اپنی اور اپنے مقام کی کچھ خبر نہیں۔ سعدی گفتہ؎

ایں مدعیاں در طلبش بے خبرانند ؛ کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

(۳) ترجمہ:۔ میرا نالہ کبھی (کسی وقت) اثر کیا کرتا تھا (مگر) چونکہ میں برابر نالے کرتا رہا تو اب اس کے دربان کو میرے نالے سنکر نیند آنے لگتی ہے (کیونکہ اس کے لئے میرے نالے سننا کوئی نئی بات نہیں رہی، سنتے سنتے عادی ہو چکا ہے، گویا نالے افسانہ کا کام دینے لگے اور بالکل بے اثر ہو گئے۔

ہمہ در عشق او از رشک با من دشمن جانند ۴ کہ با من مہرباں سازد دل نامہربانش را
مرا زیں عشق شور انگیز در رشک خواہد شد ۵ کہ ہر کس بر سر ہر کوئے خواند داستانش را
سوالِ بوسہ کردم ز آں رخ لب گزید از قہر ۶ ضیافت کرد ابرامش بشیرینی لبانش را
نظیری قاتلے دارد کہ آمرزیدہ میگردد ۷ سگاں از کوئے او گر بگذرانند استخوانش را

ہر روز جویم آبِ رخ روز رفتہ را ۴۴ گویم بفخر ننگ ز مردم نہفتہ را

(۴) ترجمہ:- سب لوگ اس کے عشق کے بارے میں رشک کی وجہ سے میرے جانی دشمن بن گئے ہیں تو اب کون (ایسا خیر خواہ باقی) جو اس (دوست) کے نامہربان دل کو مجھ پر مہربان بنائے گا! (یعنی اس کے عشق میں ہم نے دنیا سے دشمنی مول لے لی ہے اب کسی سے امید ہمدردی کرنا فضول ہے)

(۵) ترجمہ:- مجھے اس جنون خیز عشق کی وجہ سے ہر ہر دروازہ پر رشک آنے لگے گا۔ اس لئے کہ ہر شخص ہر ایک کوچہ میں اس کی داستان (عشق) پڑھ رہا ہے۔ توضیح:- داستانش میں ضمیر کا مرجع عشق اور معشوق دونوں کو قرار دیا جا سکتا ہے پہلی صورت میں اپنے عشق کے چرچے پر اظہار رشک ہے اور دوسری صورت میں معشوق کے طلبگاروں کی کثرت پر)

(۶) تشریح:- "ابرام" غصہ کرنا "ضد" مراد دشنام۔ ترجمہ:- میں نے اس (محبوب) کے رخسار سے بوسہ مانگا تو وہ جھنجھلا کر ہونٹ کاٹنے لگا (یعنی اس کی ضد یا گالیوں نے اس کے لبوں کی مٹھائی سے تواضع کی۔

توضیح:- دشنام دوست کو شیرینی قرار دیا ہے اور اس امر پر اظہار تعجب کرتا ہے کہ سوال تو میں نے کیا تھا اور ضیافت لبوں کی ہوئی یعنی سوال دیگر جواب دیگر۔

(۷) تشریح:- "او" ضمیر راجع بسوئے قاتل۔ "استخوانش" "ش" ضمیر راجع بسوئے نظیری۔

ترجمہ:- نظیری ایسا قاتل (با سعادت) رکھتا ہے کہ اگر اس کے کوچہ سے کتے نظیری کی ہڈیاں لے کر گذر جائیں تو نظیری کی بخشش ہو جائے (یعنی ہماری بڑی خوش نصیبی ہو اگر ایسا ہو جائے)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف ارکان و تقطیع:- مثل ۴۲

(۱) تشریح:- "آب رخ" آبرو "ننگ" بدنامی کی بات "ز مردم نہفتہ" صفت ننگ

ترجمہ:- میں ہر روز گذرے ہوئے دن کی آبرو (یعنی رسوائی) کو تلاش کرتا ہوں۔ (چنانچہ) لوگوں سے چھپی ہوئی بدنامی کی باتوں کو (بھی) میں فخر کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ (تاکہ رسوائی کی تکمیل ہو جائے کہ ع بدنام شدن در دو جہاں غایت نام است)

لب بستم از سخن کہ دریں مجمع نفاق ۲ بہتر یافتم ز گفتہ حدیث نہ گفتہ را

ہرگز شب امید بدوراں من ندید ۳ جام مئے دو سالہ و ماہ دو ہفتہ را

خفاش بخت من چو نہ بیند چہ فائدہ؟ ۴ گر سرمہ ز آفتاب کشد چشم خفتہ را

در خوں ہمیشہ نشتر مژگاں شکستہ ام ۵ نا سفتہ کردہ ام ہمہ درہائے سفتہ را

فراش کوئے دوست شوائی نالہ یک سحر ۶ در چشم بخت کن خس و خاشاک رُفتہ را

زہرست آب دیدۂ نظیری نہ اشک تلخ ۷ در دیدہ آب میکنم الماس تفتہ را

دلا گدازِ کہ آئینہ کردہ سنگِ ترا ۲۹ کدام صیقل ابرو زدودہ زنگ ترا

(۲) تشریح :۔ "لب بستن" خاموش ہو جانا "نفاق" دل میں کچھ ہو اور زبان سے کچھ ظاہر کرنا۔ ترجمہ :۔ میں نے بات کرنی ہی چھوڑ دی اس لئے کہ اس نفاق کے مجمع میں میں نے نہ کہی ہوئی بات کو کہی ہوئی بات سے بہتر پایا کیونکہ لوگ سخن فہم نہیں ہیں اور نفاق ان کو حق کے سمجھنے سے روکتا ہے ؎

دریں مشہد کہ انوار تجلی ست ؎ سخن دارم ولے ناگفتن اولی ست

(۳) ترجمہ :۔ امید (وصل) والی رات نے میرے عہد میں دو سال کی (پرانی) شراب اور چودھویں کے چاند (یعنی رخسار دوست) کو ہرگز نہیں دیکھا (اس محرومی کی بھی کوئی حد ہے)

(۴) ترجمہ :۔ میرے نصیبہ اور مقدر کے چمگادڑ کو جب کہ نظر ہی نہیں آتا تو اگر وہ (اپنی) سوتی ہوئی (بند) آنکھ میں آفتاب کا سرمہ بھی لگائے تو کیا فائدہ؟ (یعنی بے سود ہے بلکہ اور اندھا ہو جائیگا مراد یہ ہے کہ ہماری بدبختی کے دور ہونیکی کوئی تدبیر نہیں)

استعارہ :۔ چشم خفاش میں سرمۂ آفتاب لگانا نظیری جیسے سحر نگاری کا کام ہے۔

(۵) ترجمہ :۔ میں نے خون (کے اشکوں) میں ہمیشہ پلکوں کے نشتر توڑے ہیں (افسوس) کہ بندھے ہوئے موتیوں کو میں نے بے بندھا بنا دیا۔ تو ضیح :۔ اشکوں کو موتی اور مژگاں کو نشتر اور ہیرا قرار دیا ہے جس سے موتی میں سوراخ کیا جاتا ہے پس جب پلکیں اشکوں کے ساتھ ٹوٹ گئیں تو گویا یہ صورت ہوئی کہ ہیرے کی نوک سوراخ کرتے وقت ٹوٹ گئی اس لئے بندھا ہوا موتی پھر بے بندھا رہ گیا اور مثل مشہور ہے کہ جو بندھ گیا سو موتی رہ گیا سو پتھر۔

(۶) ترجمہ :۔ اے (میرے) نالہ! (ایک مرتبہ ہی) صبح کو تو (میرے) دوست کے کوچہ کا جاروب کش بنجا اور جھاڑے دے سمیٹے ہوئے کوڑے کو (میرے) بخت کی آنکھ میں ڈال دے (شاید اسی کی برکت سے چشم بخت نورانی ہو جائے)

(۷) تشریح :۔ "اشک تلخ" اشک کو تلخ تلخی غم کی وجہ سے بھی کہتے ہیں اور خود اشک کا مزہ بھی تلخ ہوتا ہے۔ "الماس تفتہ" سے مراد آنکھوں کی سپیدی ہے جو رونے کی حالت میں سرخ ہو جاتی ہے۔ ترجمہ بقلب مصرعین :۔ اے نظیری! میں آنکھوں میں سرخ تپے ہوئے ہیرے کو (پگھلا کر) پانی بنا رہا ہوں اسلئے میری آنکھوں کا دیہ (پانی) زہر ہے (تھوڑی) تلخ آنسو نہیں ہیں اسلئے کہ ہیرا زہر کا کام کرتا ہے۔

تو کعبہ در دل ما کافراں چرا جوئی ۲ گر آذرے نہ تراشیدہ است سنگ ترا
کسے شکاریٔ عشق ترا چہ مے داند ۳ نشانہ دیگر زخمے دگر خدنگ ترا
ز خار خار محبت دلِ ترا چہ خبر؟ ۴ کہ گل بجیب نگنجد قبائے تنگ ترا
بہر کسے نظر از شیوہ دگر داری ۵ کسے درست نفہمید ریو و رنگ ترا

بحر: مجتث مثمن مخبون محذوف   ارکان و تقطیع:۔ مثل ۱۳

(۱) تشریح:۔ "کہ" کد امیہ ہے۔ "گداز" حاصل مصدر از گداختن۔ "صیقل" صیغہ صفت بمعنی قلعی گر۔ ترجمہ:۔ اے دل کس آتشیں رخسار کے سوز و گدازِ عشق نے تیرے سنگِ (دل) کو آئینہ بنا دیا اور ایسے (یار) کے کس قلعی گر نے تیرے زنگ کو دور کر دیا کہ تیرا دل مثل آئینہ روشن اور جمال حقیقت کا مظہر بن گیا ہے۔

(۲) تشریح:۔ "آذر" والد ابراہیم، مراد مرشد۔ ترجمہ:۔ (اے غافل!) اگر تیرے سنگ (دل) کو کسی آذر (یعنی بت گر کامل) نے نہیں تراشا ہے تو تو ہم جیسے کافروں کے دل میں کعبہ کو کیوں تلاش کرتا ہے۔ توضیح:۔ یعنی کعبہ حقیقت ہمارے دل میں موجود ہے مگر تو اس وقت تک اس کو نہیں پا سکتا جب تک کہ کسی مرشد کامل سے اصلاح دل نہیں کرائے گا اس لئے کہ حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کو اسی وقت پایا جبکہ آذر سے پیدا ہوئے ؎

عشق آوردہ خلیل اللہ ز آذر چہ عجب ⁂ یا صمد گوئے شود گر صنم از تیشہ ما

(۳) ترجمہ:۔ تیرے عشق کے شکاری کو کوئی کیا جانے؟ کہ تیرے تیر نگاہ کا نشانہ کوئی ہوتا ہے اور زخمی کوئی ؎

دو چشمت کہ تیر بلا مے زند ⁂ ندانم کجا مے زند
کماں جانب دیگرے می کشد ⁂ ولے تیر بر ما چرا مے زند

(۴) تشریح:۔ "خار خار" تکرار لفظ سے کثرت مراد ہے "قبا" چست اچکن۔ ترجمہ:۔ (اے دوست!) تجھ کو عشق کے بے شمار کانٹوں (یعنی مصائب) کی کیا خبر؟ کہ تیری تنگ قبا کی جیب میں پھول کی بھی گنجائش نہیں۔ توضیح:۔ یعنی اگر پھول بھی جیب قبا میں لگا دیا جائے تو وہ بھی تیرے لئے باعث تکلیف ہوتا ہے تو تجھ جیسا نازک بدن شخص مصائب عشق کا حال کیا جان سکتا ہے کہ عاشقوں پر کیا گذرتی ہے۔

(۵) تشریح:۔ "شیوہ" طرز۔ "ریو و رنگ" مکر و فریب۔ ترجمہ:۔ (اے دوست!) تو ہر ایک کی طرف نئے طرز سے دیکھتا ہے (یعنی کسی پر قہر کی نظر ہے تو کسی پر مہر کی) کوئی شخص تیرے فریب اور چال کو ٹھیک نہیں سمجھ سکا۔

توضیح:۔ یعنی تیرا عاشق نظر کرم کا مستحق تھا مگر اس پر نظر قہر ہے اور غیر غضب کا مستحق تھا مگر اس پر نگاہ کرم ہے اس کا کچھ بھید نہیں کھلتا دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہر ایک کو تو نئی نئی اداؤں سے شکار کر لیتا ہے۔ تیرے فریب کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

بنغمۂ دگرم زندہ ساز اے مطرب ۶ چہ معجز ست کہ در پردہ نیست چنگ ترا
تو حرفِ تلخ فروشی و من شکر نوشم ۷ کہ چاشنی ہزار آشتی ست جنگ ترا
تو از نسیم نظیری بشورشی آئی ۸ چو گل نہاں نتواں کرد بو و رنگ ترا
کردم ز شکوہ منع دِل زارِ خویش را ۵۰/۱ انداختم بروز جزا کارِ خویش را
وقتِ نظارۂ بُتِ پرہیزگار خویش ۲ شویم بگریہ دیدۂ خونبار خویش را

(۶) **تشریح**:۔ "دگرم" کا میم ضمیر مفعولی ہے۔ "ترا" میں را علامت اضافت۔ "چنگ" سارنگی۔

ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اے مطرب (حقیقت!) کونسا معجزہ ہے تیرے ساز کے پردہ میں نہیں ہے؟ (اگر ایک نغمہ سے مجھے تونے ہلاک کیا ہے تو) دوسرے نغمے سے مجھ کو زندہ کر دے۔

(۷) **تشریح**:۔ "حرف تلخ فروختن" برا بھلا کہنا۔ گالیاں دینا۔ "آشتی" صلح۔ **ترجمہ**:۔ تو مجھکو گالیاں دیتا ہے اور میں (گویا) شربت (کے سے گھونٹ) پیتا ہوں، اسلئے کہ تیری لڑائی میں بھی ہزاروں صلح کا مزہ ہے۔ **توضیح**:۔ یعنی بحکم ضرب الحبیب زبیب معشوق کی گالیوں میں بھی مزہ آتا ہے۔ حافظ نے کہا ہے ؂ بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی: جوابِ تلخ می زیبد لبِ لعل شکر خارا۔ غالب نے کہا ہے ؂ کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب: گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا۔

(۸) **تشریح**:۔ "نسیم" صبح کی ہلکی ہوا۔ "بشور آمدن" مضطرب ہو جانا۔ شور برپا کرنا۔ **ترجمہ**:۔ اے نظیری تو صبح کی ہلکی ہوا سے شور و فغاں مچانے لگتا ہے (گویا) پھول کی مانند تیری بو اور رنگ (عشق) کو بھی چھپایا نہیں جا سکتا۔ **توضیح**:۔ یعنی بمقتضائے "دیوانہ را ہوئی بس ست" تو بھی ادنیٰ سے محرک سے نالہ و فغاں کرنے لگتا ہے۔ نالہ و فغاں کو عاشقِ گل صفت کے لئے رنگ و بو قرار دیا ہے اور باد نسیم دونوں کے لئے چاک گریبانی کا باعث ہوتی ہے۔



بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف   **ارکان و تقطیع**:۔ مثل ؂

(۱) **ترجمہ**:۔ میں نے اپنے ناتواں دل کو شکوہ و شکایت (کرنے) سے منع کر دیا اس لئے کہ اس کا حاصل کچھ نہیں۔ میں نے تو اپنا معاملہ قیامت کے دن پر چھوڑ دیا ہے (اسلئے کہ عمل عشق کی جزا روز جزا ہی مل سکتی ہے)

(۲) **تشریح**:۔ "بت" معشوق۔ "پرہیزگار" متقی۔ "گریہ" مراد آب گریہ۔ "دیدۂ خونبار" خون کے آنسو رونے والی آنکھ۔ خون جاری ناپاک ہوتا ہے۔ **ترجمہ**:۔ میں اپنے پرہیزگار معشوق کے دیدار کے وقت گریہ (شادی) کے پانی سے (زمانہ ہجر میں) خون برسانے والی آنکھوں کو دھو لیتا ہے (یعنی پاک کر لیتا ہوں کیونکہ اس بُت کی پرہیزگاری کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا دیدار بھی پاک آنکھیں کریں)

اشارہ:۔ گریۂ شادی کی کیا خوب وجہ بیان کی ہے ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں دیدۂ خونبار کو اس لئے دھو لیتا ہوں تا کہ وہ مجھے اپنا عاشق نہ سمجھے۔ کیونکہ یہ امر اسکی حیا اور پرہیزگاری کے خلاف ہے۔

جرمِ من است اینکہ بپیش تو قدرِ من کم است ۳ خود کردہ ام پسند خریدارِ خویش را

صد مشتری ست جنسِ دلم را چو آفتاب ۴ من گرم می‌کنم بتو بازارِ خویش را

ترسم کہ رفتہ رفتہ بہ بیداد خو کنی ۵ بر کیش یار طبعِ ستمگارِ خویش را

اے دل مجو نجات کہ صیاد پیشگان ۶ در دام می‌کشند گرفتارِ خویش را

عمرت بود کہ دوش نظیری بیاد تو ۷ آسان نمود مردنِ دشوارِ خویش را

(۳) ترجمہ: (اے محبوب!) اگر تیری نظر میں میری قدر و قیمت کم ہے تو یہ میرا جرم ہے (کیونکہ) میں نے اپنے خریدار کو خود پسند کیا ہے (خریدار نے مجھ کو پسند نہیں کیا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب گاہک ضرورتمند نہ ہو اور مال زبردستی اس کے سر منڈھا جائے تو مال کی قیمت گر جاتی اس میں خریدار کا کیا قصور؟)

(۴) تشریح: "مشتری" صیغہ اسم فاعل از اشتراء یعنی خریدار، مشتری ایک سیارہ کا نام بھی ہے اس لئے آفتاب کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس میں ایہام پیدا ہو گیا ہے "چو آفتاب" صد مشتری کے لئے بھی تشبیہ ہو سکتی ہے اور جنس دل کے لئے صد مشتری ہونے کے واسطے بھی۔ "بازار گرم کردن" رونق بڑھانا۔ ترجمہ: میرے متاع دل کے سینکڑوں آفتاب کے مثل (خریدار) خریدار ہیں یا جس طرح آفتاب کے سینکڑوں سیارے خریدار ہیں اسی طرح میری جنس دل کے سینکڑوں گاہک ہیں (پھر میں نے تجھ کو کیوں انتخاب کیا؟ اسلئے کہ) میں تیرے ذریعے اپنے بازار کو (اور) رونق دینا چاہتا ہوں (کہ تجھ جیسا صاحب شوق کی ذوق خریداراں شود پیدا یعنی گو طالب تو بہت سے ہیں مگر تجھ سا کوئی نہیں تجھ سے میرے دل کی اور گرم بازاری ہو جائیگی)

(۵) تشریح: "خو کردن" عادی ہو جانا۔ ترجمہ: مجھے خوف ہے کہ (ایسا ہو کہ) تو رفتہ رفتہ ظلم کرنے کا عادی بن جائے اسلئے اپنی ظالم طبیعت کو بیداری (ظلم) پر نہ چھوڑ (مراد واضح ہے)

(۶) تشریح: "صیاد پیشہ" اسم فاعل ترکیبی یعنی شکاری۔ "مجو" کی جگہ "مگو" اگر ہو تب بھی معنی درست ہو سکتے ہیں "نجات" سے مطلقاً آزادی مراد ہے یا نجات از دام صیاد۔ ترجمہ: اے دل! آزادی طلب نہ کر اسلئے کہ (مرغ دل کے یہ شکاری) اپنے گرفتار کو جال میں تڑپا تڑپا کر مار دیتے ہیں (پس آزادی کا حصول ناممکن ہے) ؎

اے وائے بر اسیرے کز یاد رفتہ باشد ✿ در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

دیگر: اے دل (دام گیسوئے یار سے) نجات کی خواہش نہ کر اس لئے کہ یہ شکاری اپنے اسیر کو جال ہی میں ذبح کر دیتے ہیں۔ (دام سے رہائی آرزو ہی ہے) دیگر: اے دل نجات کی کوئی شکل نہیں اس لئے کہ یہ شکاری (اتنے ظالم ہیں کہ) دام میں ہی اپنے شکار کو مار ڈالتے ہیں (لیکن نجات کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے)

(۷) ترجمہ: (اے قاتل!) تیری عمر دراز ہو کہ کل رات نظیری نے تیری یاد میں اپنی دشوار موت کو آسان بنا لیا (یعنی تیری یاد نے اس کا کام تمام کر دیا)

فراق دوستاں بسیار پیش آمد دل ما را ۔ ۱ ۔ ستم در دل گرفت از ما ہوائے منزل ما را

گل افشاں بود با تو ہر سپیدِ خار دامن سنگے ۔ ۲ ۔ تو چوں رفتی ازینجا آفتے زد حاصل ما را

عفاک اللہ بقید عشقم از ہستی برآوردی ۔ ۳ ۔ بیک مشکل نمودی حل ہزاراں مشکل ما را

اگر مقبول اگر مردود حرفے با اثر دارد ۔ ۴ ۔ تواں تعویذ بازو کرد سحر باطل ما را

سرشت با خواص مہر و طبع دوستی دارد ۔ ۵ ۔ برہمن بت ہمے سازد ز گل مشت گل ما را

ہمہ افسانہ گیسو و رخسار تو مے گویم ۔ ۶ ۔ شب ما نور مے بخشد چراغ محفل ما را

(۱) تشریح: "ہوائے منزل" آرزوئے قیام گاہ۔ ترجمہ: (چونکہ) دوستوں کا فراق ہمارے دل کو بہت پیش آیا ہے (اسلئے) مدت کے غم نے ہم سے ہماری مقام کی آرزو کو چھین لیا ہے۔ توضیح: یعنی چونکہ دوستوں کا انجام زندگی دیکھ کر ہم کو اپنا انجام بھی معلوم ہو گیا ہے، اس لئے اب دنیا میں قیام کی آرزو نہیں رہی۔

(۲) تشریح: "گل افشاں" اسم فاعل سماعی۔ "حاصل" پیداوار، مراد نشاط۔ ترجمہ: اے محبوب! (تیرے ساتھ رہنے کے زمانہ میں) ہر کانٹا اور پتھر (بھی) ہمارے لئے پھول برسانے والا تھا (یعنی تیری محبت ہمارے لئے باعث صد مسرت و نشاط تھی مگر) تو جب یہاں سے چلا گیا تو ہماری کشتِ دل کی (پیداوار) پر آفت نازل ہو گئی۔ (سعدی گفتہ)

پائے در زنجیر پیش دوستاں ۞ بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

(۳) تشریح: "عفاک اللہ" عفا فعل ماضی، کاف ضمیر خطاب مفعول، اللہ فاعل اور جملہ دعائیہ ہے۔ ترجمہ: (اے دوست!) اللہ تجھے عافیت میں رکھے تو نے قید عشق میں گرفتار کر کے مجھکو قید ہستی (دنیا) سے آزاد کر دیا (الحمد للہ کہ) تو نے ایک مشکل کے ذریعہ سے ہماری ہزاروں مشکلوں کو حل کر دیا (یعنی غم عشق ایک مشکل ہے اور غم دنیا ہزار مشکل)

(۴) تشریح: "اگر" تکرار حرف شرط سے تردید کا فائدہ حاصل کیا ہے۔ "سحر باطل" جھوٹا جادو۔ مراد سخن۔ ترجمہ: خواہ مقبول ہو یا مردود (مگر) ہماری بات میں اثر ہے (اس لئے) ہمارے کلام باطل کو بازو کا تعویذ بنایا جا سکتا ہے (کیونکہ بے اثر نہیں ہے ہمارا کلام مقبول ہوتا ہے تو دوست آمادہ بمہر ہو جاتا ہے اور اگر مردود ہوتا ہے تو آمادہ بغضب، پس یہ مہر یا غضب ہماری بات کا اثر ہے۔

(۵) تشریح: "خواص" جمع خاصہ "طبع" مزاج "سرشت" خمیر، طبیعت۔ ترجمہ: ہمارے خمیر میں محبت کی خاصیتیں اور دوستی کا مزاج موجود ہے (حتیٰ کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ) شاید برہمن ہماری (ہی) خاک نمناک کا بت بناتا ہے (کہ اس میں بھی مہر و محبت کے خواص پائے جاتے ہیں)

(۶) ترجمہ: میں تیرے رخسار اور زلف کا پورا افسانہ (ان دو لفظوں میں) کہے دیتا ہوں کہ ہماری رات ہماری محفل کے چراغ کو نور عطا کیا کرتی ہے۔ توضیح: یعنی جس طرح شب کی تاریکی میں چراغ کا نور زیادہ نمایاں ہوا کرتا ہے اسی طرح تیری زلف سیاہ کی وجہ سے تیرے رخسار کا نور اور زیادہ نمایاں ہو گیا ہے کہ ع وبضدها تتبين الاشياء (یعنی چیزیں اپنی اضداد سے پوری

بشارت در گذر داریم و شاید در نظر داریم ۷ کہ بیدار تو چشم افتاد بخت مقبل ما را

دریں صحرا نظیری نیست لاغر تر ز ما صیدی ۸ کہ بر فتراک بر بندد شکار بسمل ما را

زحرمانم غمے در خاطر یاراں شود پیدا ۱ چو بیماری کہ مرگش بر پرستاراں شود پیدا

چو پیدا گردم از راہے چناں یاراں رمند از من ۲ کہ دیوانہ میان جمع ہشیاراں شود پیدا

طرح نمایاں ہو جاتی ہیں۔ عرفانی پہلو یہ ہے کہ کثرت کی ظلمت رخسار وحدت کے لئے گو زلف کی مانند بظاہر حجاب ہے مگر اس کا پورا ظہور بھی اسی تقابل سے ہوتا ہے۔

(۷) **تشریح**:۔ "بشارت" خوش خبری۔ "در گذر داشتن" مصروف آمد و رفت رکھنا "مقبل" نصیب ور۔ "را" علامت اضافت۔

ترجمہ بقلب مصرعین:۔ (اے دوست!) ہمارے نصیب ور بخت کی نگاہ تیرے دیدار (چہرہ) پر پڑ گئی ہے (جس کے فیض سے اب) ہم ہمیشہ معشوق (حقیقی) کو نظروں میں اور خوشخبریوں کو مصروف آمد و رفت رکھتے ہیں (دوسری جگہ اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎

ذوقے بکمال ست وصالے بدوام ست ؞ امروز بما منزلت عشق تمام ست

(۸) **تشریح**:۔ "فتراک" شکار بند، وہ تسمہ جو زین کے دائیں اور بائیں جانب شکار کے لئے باندھ لیتے ہیں۔

ترجمہ:۔ اے نظیری! اس دشت (عشق) میں ہم سے زیادہ دُبلا اور ناتواں شکار اور کوئی نہیں (تو پھر) کون اپنے فتراک میں ہمارے جیسے نیم جان شکار کو باندھتا ہے۔ **توضیح**:۔ اپنی ناتوانی اور ناقابل شکار ہونے پر اظہار حسرت کرتا ہے۔ اسی مضمون کو آگے چل کر یوں ادا کیا ہے ؎

از نگاہے شد نظیری صید دشمن در انفعال ؞ زانکہ ایں وحشی نمی ارزد بہائے تیر را

بحر:۔ ہزج مثمن سالم — ارکان و تقطیع:۔ مثل ۱

(۱) **تشریح**:۔ "حرمان" محرومی۔ "پرستار" تیمار دار۔ **ترجمہ**:۔ میری محرومی سے دوستوں کے دل میں (ایسا) غم پیدا ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ بیمار کہ جس کی موت تیمار داروں پر ظاہر ہو جائے۔ **توضیح**:۔ مریض کی صحت سے جب مایوسی ہو جاتی ہے تو گو تیمار داروں کو اس کا غم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ تیمار داری سے عاجز ہو جاتے ہیں اس لئے خدا سے چاہتے ہیں کہ مریض کا جلد خاتمہ ہو جائے تاکہ نجات ملے ٹھیک یہی میرا حال ہے کہ اس محرومی کے دور ہونے کی کوئی امید نہیں، دوست عاجز آ چکے ہیں۔ اس لئے چاہتے ہیں کہ میرا قصہ ہی پاک ہو جائے تو اچھا ہے۔

(۲) **ترجمہ**:۔ جب میں کسی راستہ سے (ناگاہ) سامنے آ جاتا ہوں تو دوست مجھ سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے کہ کوئی بدمست دیوانہ ہوشیاروں کے مجمع میں آ جائے (یعنی عشق میں میری دیوانگی کا یہ عالم ہے)

کسے نگریز د از ما گر ازیں تقوی بروں آئیم ۳ طرب گزما مدد رکوئے میخواراں شود پیدا
بتے از حلقۂ پرہیزگاراں برنمے خیزد ۴ کہ بر مردم مسلمانی دیں داراں شود پیدا
پشیمانی مکش از بیع من کیں سہل قیمت را ۵ تو چوں صاحب شوی ذوق خریداراں شود پیدا
زلیخا گو میارا بزم و فرش دلبری مفگن ۶ کہ آں یوسف بزندانِ گرفتاراں شود پیدا
چراغ زندہ میخواہی در شب زندہ داراں زن ۷ کہ بیداری بخت از بخت بیداراں شود پیدا
نظیری کاش بنمائی کہ در ساغر چہ میداری ۸ کہ پیش زاہداں قدر گنہگاراں شود پیدا

(۳) **تشریح**:- "از چیزے بروں آمدن" کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ "طرب" خوشی۔ نشاط۔ **ترجمہ**:- اگر میں اس پرہیزگاری کو چھوڑ دوں (اور بادہ نوشی شروع کر دوں) تو پھر اکوئی ہم سے نہ بھاگے (بلکہ سب خوشی خوشی ہم سے ملنے لگیں اس لئے کہ) جو خوشی کہ ہم سے دور ہوگی وہ شراب نوشوں کے کوچہ میں پہنچ جائے گی۔ **توضیح**:- یعنی بوجہ پرہیزگاری اس وقت ہم خوش ہیں مگر بادہ نوش ہماری اس حالت سے رنجیدہ ہیں تو جب ہم پرہیزگاری چھوڑ دیں گے تو جو مسرت ہمارے پاس ہے جائیگی وہ بادہ خواروں کے پاس پہنچ جائے گی اور اسوقت ہم خود بھی اُنہیں شامل ہونگے۔ لہٰذا بلا تخصیص سب مسرور ہونگے اور کوئی ہم سے بوجہ ہم مشرب نہ ہونے کے پرہیز بھی نہ کریگا۔

(۴) **ترجمہ**:- زاہدوں کے حلقہ سے کوئی بُت پیدا نہیں ہوتا کہ لوگوں پر (ان) دینداروں کی مسلمانی کا بھرم کھل جائے۔
توضیح:- اُن کا زہد اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے صنم کا مشاہدہ نہیں کیا اگر کر لیتے تو دینداری چھوڑ کر بُت پرستی شروع کر دیتے۔

(۵) **تشریح**:- "بیع" بیچنا، خریدنا۔ "سہل قیمت" سستا۔ "را" علامت اضافت۔ **ترجمہ**:- (اے دوست) میری خریداری پر تو شرمندہ نہ ہو اس لئے کہ اس سستے سودے کا (یعنی میرا) جب تو مالک بن جائیگا تو اسکی خریداری کا گاہکوں کو شوق پیدا ہوجائیگا (یعنی جس کو دوست پسند کر لے وہ محبوب خلائق ہو جاتا ہے)

(۶) **ترجمہ**:- زلیخا سے کہدو کہ وہ (وصال کیلئے) محفل آراستہ نہ کرے اور دلبری کا فرش نہ بچھائے (یعنی اپنی آرائش نہ کرے) اس لئے کہ وہ یوسف (جس کی وہ طالب ہے) بزم میں نہیں آتا بلکہ (قیدیوں کے قیدخانہ میں نمودار ہوتا ہے۔ **توضیح**:- مراد یہ ہے کہ جس طرح زلیخا نے اپنی اور اپنے گھر کی آرائش کی اور یوسفؑ سے مقصد برآری چاہی مگر یوسفؑ نے قیدخانہ کو ترجیح دی اسی طرح معشوق حقیقی کا وصال دنیا طلبی کی حالت میں نہیں ہوسکتا، زندانِ عشق و بلا میں گرفتار ہو کر ہو سکتا ہے۔

(۷) **تشریح**:- "چراغ زندہ" روشن چراغ۔ "شب زندہ دار" یادِ خدا میں راتوں جاگنے والا۔ **ترجمہ**:- اگر تو دل کے روشن چراغ کی خواہش رکھتا ہے تو شب زندہ داروں کے دروازہ پر دستک دے (یعنی انکو رہنما بنا) اس لئے کہ نصیبہ کی بیداری بیدار (دل) لوگوں کے نصیب سے حاصل ہوتی ہے۔

(۸) **ترجمہ**:- اے نظیری کاش تو ظاہر کر دے کہ تیرے پیالہ میں کونسی شراب ہے تا کہ (شراب کو حرام قرار دینے والے) زاہدوں کے سامنے (بادہ نوش) گنہگاروں کی قدر و منزلت ظاہر ہو جائے (یعنی ہمارے جام میں شراب طہور عشق ہے اگر یہ ظاہر کر دی جائے تو ہمارا مرتبہ

ازپئے آشوب مادر زلف دارد شانہ را	۵۳	شورش زنجیر در شور آورد دیوانہ را
حسن بنیاد محبت بر پریشانی نہاد	۲	تانشور دخاک را دہقاں نہ ریزد دانہ را
حور و جنت جلوہ برزاہد در راہ دوست	۳	اندک اندک عشق در کار آوردبیگانہ را
عشق کامل نیست تا در بند مال و مسکنی	۴	آنزماں آتش علم گرددکہ سوزد خانہ را
ہر کہ زد خود را برآتش محو آتش گشت و رفت	۵	درحقیقت شعلہ بال و پر بود پروانہ را
جائے یک ناخن درستی در سراپایم نماند	۶	ہر زماں دیوانہ ویراں تر کند ویرانہ را

بلند اور زاہدوں کا سر خجلت کی وجہ سے نیچا ہو جائے)

بحر:۔ رمل مثمن محذوف ارکان و تقطیع:۔ مثل ۲

(۱) تشریح:۔ "آشوب" پریشانی "شانہ" کنگھا۔ ترجمہ:۔ (وہ محبوب) ہم کو پریشان بنانے کے لئے (اپنی) زلف میں کنگھا کرتا ہے (اسلئے کہ) دیوانہ تو زنجیر کی آواز سے شورش (دغوغا) کرنے لگتا ہے (کہ دیوانہ راہوئے بس ست) اشارہ:۔ دوسرا مصرع تمثیل ہے جس میں زلف کو زنجیر سے تعبیر کیا ہے۔

(۲) ترجمہ:۔ حُسن نے محبت کی بنیاد پریشانی (عاشق) پر رکھی ہے (جس طرح کہ) کسان جب تک زمین (میں ہل چلا کر مٹی کو) منتشر نہیں کرلیتا اس وقت تک بیج نہیں ڈالتا (اسلئے اس پریشان حالی سے عاشق کو مایوس نہ ہونا چاہیئے)

(۳) ترجمہ:۔ جنت اور حوریں دوست (حقیقی) کے راستہ میں زاہد کے سامنے جلوہ گر ہیں (یعنی اس لالچ میں وہ مصروف عبادت ہے مگر کوئی مضائقہ نہیں) عشق آہستہ آہستہ (ایک) ناآشنا کو کام میں لگا رہا ہے۔ توضیح:۔ یعنی عشق کا جادوگر زاہد کو طلسم جنت وحور کے ذریعہ سے حقیقت کی طرف کھینچ رہا ہے۔

(۴) تشریح:۔ "آتش علم گشتن" بلند ہونا۔ ترجمہ:۔ جب تک کہ تو مال اور گھر کے چکر میں ہے (تیرا) عشق کامل نہیں ہے۔ (اس کی مثال ایسی سمجھو کہ) آگ اسی وقت پوری بلند ہوتی ہے کہ جب وہ گھر کو جلا ڈالتی ہے (اسی طرح عشق اس وقت کامل ہوتا ہے جبکہ خانۂ دل کو آتش عشق سے جلا کر خاکستر بنا لیا جائے۔ اور مال و مسکن کا خیال تک باقی نہ رہے)

(۵) ترجمہ:۔ جس نے اپنے آپ کو (عشق کی) آگ میں ڈالا وہ آگ میں محو اور نابود ہوگیا حقیقت میں پروانہ کے لئے شعلۂ شمع، پر و بازو کا کام دیتا ہے (جس کے ذریعہ سے وہ منزل مقصود تک پہونچ جاتا ہے۔ اسی طرح عاشق جب محو دوست ہو جاتا ہے اس وقت اپنے مقصود کو پالیتا ہے)۔

(۶) تشریح:۔ "سراپا" میں الف عطف کے لئے ہے مراد تمام جسم۔ ترجمہ:۔ میرے تمام جسم میں ایک ناخن کے برابر (بھی) جگہ صحیح و سالم نہیں رہی (قاعدہ ہے کہ) دیوانہ ہر لمحہ (اپنے) ویرانہ کو اور زیادہ ویران کیا کرتا ہے۔ توضیح:۔ یہی حال میرے جنون عشق کا ہے کہ میرے دل دیوانہ نے خانۂ ہستی کو بالکل ویرانہ بنا دیا ہے۔

گر رود عشق از مزاجِ پیر لذت کی رود ۷ بوئے مے باقی بود گر بشکنی پیمانہ را

عقدۂ دل در شکنجِ زلف نکشاید بعقل ۸ یک گرہ زاں زلفِ درہم بشکند صد شانہ را

سرگذشتِ عہدِ گل را از نظیری بشنوید ۹ عندلیبِ آشفتہ تر میگوید این افسانہ را

زعاشق میشود معشوق را نام و نشاں پیدا ۵۴/۱ ثمر نیکو نیاید تا نگردد باغباں پیدا

خودی ہا محو گردد گر تو از رخ پردہ برداری ۲ گماں پوشیدہ گردد ہر کجا گردد عیاں پیدا

(۷) ترجمہ:۔ بوڑھے کے مزاج میں سے اگر عشق نکل (بھی) جائے تو اس کی لذت کب نکل سکتی ہے (جیسا کہ پیمانہ کو توڑ دو تو شراب کی خوشبو پھر بھی باقی رہتی ہے (دوسری جگہ یہی مضمون اس طرح ادا کیا ہے ؎

از جوانی ہست ذوقے در سرم ؎ از نمک ماندست شورے در کباب

(۸) تشریح:۔ "شکنج" "شکن"۔ "درہم" "پریشان"۔ "ادہم" "سیاہ"۔ "شانہ" "کنگھا"۔ ترجمہ:۔ زلفِ (دوست) کی شکن میں (ہمارے) دل کی گرہ (جو لگی ہوئی ہے وہ ناخنِ) عقل کے ذریعہ سے نہیں کھل سکتی (اس لئے کہ) اس زلفِ پریشاں (یا سیاہ) کی ایک ایک گرہ سو سو کنگھیوں کو توڑ دیتی ہے (اور خود نہیں کھلتی یعنی پنجۂ عشق سے رہائی کی کوئی سبیل نہیں)

(۹) تشریح:۔ "سرگذشت" "حکایت"۔ "آشفتہ" "پریشان۔ پراگندہ"۔ ترجمہ:۔ عہدِ گل کی حکایت نظیری سے سنو! کیونکہ بلبل اس افسانہ کو زیادہ پراگندہ صورت میں بیان کرتی ہے۔ توضیح:۔ شعر کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اوّل یہ کہ سرگذشت گل نظیری سے سننی چاہیئے اس لئے کہ بلبل باغ اس کو مسلسل اور مرتب طور پر بیان نہیں کر سکتی ہے۔ دوئم یہ کہ خود کو بلبل قرار دیکر کہتا ہے کہ سرگذشت گل مجھ سے سنو کہ میں چمن عشق کا بلبل ہوں اور بلبل ہی اس افسانہ کو زیادہ پریشان کن صورت میں بیان کر سکتا ہے۔ اور یہ پریشانی اس افسانہ کا وصفِ خاص ہے۔



بحر:۔ ہزج مثمن سالم ارکان و تقطیع:۔ مثل ۱/۱

(۱) ترجمہ:۔ معشوق کا نام و نشان (شہرت) عاشق سے ہوتا ہے (جس طرح کہ) اگر باغبان نہ ہو تو (باغ میں) پھل اچھا نہیں آتا ہے (مطلب واضح ہے)

(۲) تشریح:۔ "گمان" وہ علم جس میں خلاف کا امکان ہو۔ "عیاں" "یقین علم بلا شک"۔

ترجمہ:۔ (اے دوست!) اگر تو اپنے چہرہ سے پردہ ہٹا دے تو (تمام) خودی محو ہو جائیں (جس طرح کہ) جب یقین ظاہر ہوتا ہے تو گمان و قیاس پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ توضیح:۔ جس طرح یقین، گمان و شک کو نیست و نابود کر دیتا ہے اسی طرح تیرا چہرہ تمام لوگوں کے پندار ہستی کو فنا کر کے چھوڑ دے گا۔ کیونکہ وہ سب وہم و گمان ہیں۔ اور تیری ہستی یقین و عیاں۔

من آں روز یکہ بر رخ فتنہ می شد زلف مشکینش ۳ کہ روز خوش نخواہد گشت گرد جہاں پیدا
دراں صحرائے بے پرسش کہ رہبر راہزن باشد ۴ دل مجروح گردد کارواں درکارواں پیدا
تپے گر عارض جسمم شود آں را دوا سازم ۵ چہ سازم سوز عشقے را کہ شد در استخواں پیدا
تمنائیش چو گردد گرد خاطر مضطرب گردم ۶ چو مفلس خانہ کہ گردد در سرائش مہماں پیدا
بغل از نامہ احباب پر کردو نمے خواند ۷ کہ می ترسد شود مکتوب من ہم درمیاں پیدا
نمیدانم زمن درجاں سپاریہا چہ نقصاں شد ۸ کہ اکثر مے شود در بدگمانی امتحاں پیدا

(۳) ترجمہ:- میں اسی روز جبکہ چہرہ (دوست) پر زلف (باعث) فتنہ بن رہی تھی کہہ رہا تھا کہ اب دنیا میں کوئی خوشی کا دن نہ آئے گا (یا کوئی خوش و خرم چہرہ نمودار نہ ہوگا یعنی سب کے سب ہمیشہ کیلئے غم عشق میں مبتلا ہوجائیں گے)

(۴) ترجمہ:- اس (عشق کے) جنگل میں کہ جہاں (کسی کی) پوچھ نہیں اور رہنما رہزنی کا کام کرتا ہے۔ زخم خوردہ (عاشقوں کے) دل قافلہ در قافلہ آتے ہیں (اور لوٹے جاتے ہیں یعنی جبکہ رہبر ہی رہزن بن گیا ہو۔ تو پھر حفاظت کی کیا صورت ہوسکتی ہے!)

(۵) ترجمہ:- اگر میرے جسم کو بخار لاحق ہوجائے تو اس کی میں دوا کرلوں (مگر) سوزش عشق کا میں کیا بناؤں کہ وہ تو ہڈیوں تک میں پیدا ہوگئی ہے۔ توضیح:- جب بخار ہڈیوں تک سرایت کرجاتا ہے تو مزمن اور لاعلاج ہوجاتا ہے اس لئے کہتا ہے کہ سوزش عشق معمولی بخار نہیں ہے جس کی دوا ہوسکے یہ مزمن اور لاعلاج مرض بن چکا ہے ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد ✧ دگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

(۶) ترجمہ:- اس (محبوب) کی آرزو جب میرے دل کے آس پاس (بھی) آجاتی ہے تو میں اس مفلس کی مانند پریشان ہوجاتا ہوں کہ جس کے گھر میں (اچانک) کوئی مہمان آجائے۔

توضیح:- یعنی اس کی تمنا مہمان ہے اور ہم ہے نوا مفلس ہیں کہ اس مہمان کی کچھ مدارات نہیں کرسکتے۔

(۷) ترجمہ:- (دوست نے) بغل دوستوں کے خطوط سے بھرلی ہے مگر پڑھتا نہیں اس لئے کہ ڈرتا ہے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان میں میرا خط بھی نکل آئے (اس بے التفاتی اور عتاب کی بھی کوئی حد ہے!)

(۸) ترجمہ:- نہیں معلوم میری جانب سے جاں نثار کرنے میں کیا کمی رہ گئی (کہ دوست میری آزمائش کر رہا ہے) اسلئے کہ اکثر بدگمانی کی حالت میں امتحان ہوا کرتا ہے۔

توضیح:- یعنی بظاہر جاں نثاری میں ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی پھر نہ معلوم اس کی بدگمانی کا کیا سبب ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے اخلاص و وفا کا امتحان کر رہا ہے۔

نظیریؔ سوئے او کم رو کہ امروز ست یا فردا ۹ کہ از خاکستر ت ہم نیست در کویش نشاں پیدا

زبس بود دل خود کام نا سپاس مرا ۱ زروئے ہم رسد اندوہ بے قیاس مرا
بلا مقام مرا پیش ازیں نمی دانست ۲ غم تو کرد دریں شہر روشناس مرا
چہ روز بود کہ تشریف عشق پوشیدم ۳ کہ خوشدلی نشناسد دریں لباس مرا
زرشک دوش چنیں درہم کہ نتواں برد ۴ ببزم وصل تو امشب بالتماس مرا
رخے کہ داشت ملک مہلش از تو چہرہ غیر ۵ چناں نمود بچشم کہ شد ہراس مرا

(۹) ترجمہ:۔ اے نظیریؔ اس کی طرف کم جا اس لئے کہ آج کل میں ہی (تیرا یہ حال ہو جانے والا ہے کہ) تیری راکھ کا نشان بھی اس کے کوچہ میں نہ ہوگا۔ توضیح:۔ یعنی انجام عشق فنا ہے اگر تو اس کے لئے آمادہ نہیں ہے تو اس کے کوچہ میں نہ جانا غالب نے کہا ہے ؎

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی ✤ جس کو ہو دین و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون محذوف ارکان و تقطیع مثل ۳۱

(۱) ترجمہ:۔ چونکہ میرا دل بہت زیادہ خود غرض اور ناشکرا ہے اس لئے مجھ کو بے حد رنج پہونچے ہیں (ظاہر ہے کہ خود غرض اور ناشکرا ہمیشہ رنج و محنت کا شکار رہتا ہے)

(۲) ترجمہ:۔ اس سے پہلے مصیبت میرا مقام نہ جانتی ہے (اے دوست!) تیرے غم (عشق) نے مجھے اس شہر میں مشہور کر دیا کہ اب جو بلا آتی ہے وہ سب سے پہلے میرے مکان پر پہونچتی ہے ؎

ہر بلائے کز آسماں آید ✤ خانۂ انوری کجا باشند

(۳) ترجمہ:۔ وہ بھی کیا دن تھا کہ جس روز میں نے عشق کا خلعت پہنا تھا کہ (اب) خوشی مجھے اس لباس میں نہیں پہچانتی (یعنی مجھ کو اوپرا سمجھ کر خوشی میرے پاس تک نہیں آتی مطلب یہ ہے کہ عاشق مصائب اور مشکلات سے ہی دوچار رہتا ہے)

(۴) تشریح:۔ ہم "غم" التماس "درخواست کرنا۔ ترجمہ:۔ کل رات کے رشک سے میں ایسا غم زدہ ہوں کہ آج کی رات درخواست کرکے بھی مجھے تیری وصل کی محفل میں نہیں لے جایا جا سکتا۔ یعنی وصل کے بارے میں مجھے خود اپنے اوپر رشک آتا ہے اور رشک و رنج کی کیفیت اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب درخواست بھی کی جائے تو میں بزم وصل میں نہ جاؤں گا۔ یا مطلب یہ ہے کہ بزم وصل میں چونکہ میں نے دوست کو غیر کی جانب ملتفت دیکھا اس لئے اس رشک کی وجہ سے میں آئندہ نہیں جانا چاہتا۔

(۵) ترجمہ:۔ وہ چہرہ جس کی رغبت فرشتہ (بھی) رکھتا تھا رقیب کی طرف توجہ کرنے سے (یا رقیب کی توجہ اور بہکانے سے) مجھے ایسا (غضب ناک) نظر آیا کہ مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔

ازاں زآہِ نظیری فراغتے داری ۶ کزیں فسردہ دلاں کردۂ قیاس مرا

شرم مے آید ز قاصد طفل محجوب مرا ۵۶/۱ بر سرِ راہش بیفند از ید مکتوب مرا

دست پروردِ تو ام اے عشق پاسِ من بدار ۲ ہر کہ بیند از تو مے داند بد و خواب مرا

فرصتت باد اکہ می باید ستمگارے چنیں ۳ ایں قرار و طاقت و ایں صبر ایوبِ مرا

نازپروردِ وصالم گوش بر حرفم مکن ۴ آرزو بسیار باشد طبع محجوبِ مرا

بے سوالے خون خود در حشر مے بخشم باو ۵ زانکہ دانم از طلب عارست مطلوبِ مرا

(۶) تشریح: "فسردہ دل" مرے ہوئے دل والا "قیاس کردن" اندازہ کرنا سمجھنا۔ **ترجمہ:** (اے دوست!) نظیری کی آہ سے تو اس لئے بے فکر ہے کہ اِن۔۔۔ مردہ دلوں میں سے تو نے مجھ کو بھی سمجھ لیا ہے (حالانکہ میں زندہ دل ہوں اور میری آہ پر تاثیر ہے ؎ بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن ٭ اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

اشارہ: شعر میں غیبت سے تکلم کی طرف التفات ہے۔



بحر: رمل مثمن محذوف **ارکان و تقطیع:** مثل ۲

(۱) تشریح: "محجوب" شرمگین صیغہ اسم مفعول از حجاب۔ **ترجمہ:** میرے شرمیلے کم سن معشوق کو قاصد سے شرم آتی ہے (اسلئے) میرے خط کو اس کے راستہ میں ڈالدو (تاکہ وہ شرم محسوس نہ کرے اور میرے خط دیکھ کر اٹھالے)

(۲) تشریح: "دست پرورد" اسم مفعول ترکیبی "پاس" لحاظ۔ **ترجمہ:** اے عشق میں تیرے ہاتھوں کا پلا ہوا ہوں (کچھ تو) میرا لحاظ کر (اسلئے کہ) جو شخص بھی (مجھ کو) دیکھے گا وہ میری بھلائی برائی کو تیری جانب سے سمجھے گا (کیونکہ غلام کے افعال کا ذمہ دار آقا ٹھہرتا ہے جو اسکی پرورش کرتا ہے پس میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں تیرا بھی بھلا ہے) **اشارہ:** طرز استعطاف قابل داد ہے۔

(۳) تشریح: "فرصت" مہلت، موقع مراد درازی عمر "ایوبؑ" ایک پیغمبر کا نام ہے جنہوں نے بیماری پر صبر کیا تھا اسلئے صبر ایوب ضرب المثل ہے۔ **ترجمہ:** خدا کرے تجھ کو (عمر سے فائدہ اٹھانے کا) موقع ملے کہ میرے اس ایوبؑ کے سے صبر اور اس ضبط و سکون کو (برباد کرنے کے واسطے) ایسے ہی ستمگر کی ضرورت تھی (جیساکہ تو ہے)

(۴) تشریح: "نازپرورد" نازوں کا پلا ہوا، اسم مفعول ترکیبی۔ **ترجمہ:** میں وصل کے نازوں کا پلا ہوا ہوں، تو میری باتوں پر کان نہ دھر (اسلئے کہ) میری شرمیلی طبیعت کی آرزوئیں بہت ہیں (تو کہاں تک پوری کرے گا)

(۵) ترجمہ: میں حشر میں بغیر سوال کے اپنا خون اس کو بخشتا ہوں اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے محبوب کو مانگنے سے عار آتی ہے۔ **توضیح:** یعنی میرا قتل تو اس پر ثابت ہو چکا ہے مگر میں از خود معاف کئے دیتا ہوں کیونکہ وہ سوال کو عار سمجھتا ہے اس لئے حشر میں بھی میں اس کی مرضی کے تابع ہوں۔

شوخ طبعی ز اختلاط غیر منعت چوں کنم ۶ بیش ازیں نتواں شنیدن حرف ناخوب مرا
امشب از یوسف رخ چشم نظیری روشن است ۷ باز نورے ہست در کاشانۂ یعقوب مرا

دیدمش در دل نہفتم آہِ پرتاثیر را ۵۷/۱ در کماں از بسکہ وزدیدم شکستم تیر را
پائے رفتن نیست زیں بزمم کہ در بیرون در ۲ بخت دارد دورگیں ہجر گریباں گیر را
خوش دل از غیرم کہ در بزم وصال او نیافت ۳ ذوقِ دردِ اضطراب و لذتِ تغییر را
از کمندِ عشق جستن مے شود ترکِ ادب ۴ ورنہ طغیانِ جنوں از ہم کند زنجیر را

(۶) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تو بہت چلبلی طبیعت کا ہے، غیر (رقیب) کے ساتھ میل جول رکھنے سے میں تجھ کو کیونکر روکوں، (کیونکہ) اس سے زیادہ تو میری دل آزار باتوں کو نہیں سن سکتا (یعنی بوجہ شوخ طبعی تو کب میری بات مان سکتا ہے اور جبکہ وہ تیری مرضی کے خلاف بھی ہو)

(۷) تشریح:۔ "یوسف رخ" یوسف کے سے چہرہ والا، اسم فاعل ترکیبی "یعقوبؑ" نام پدر یوسف علیہ السلام۔ "کاشانہ" چھوٹا سا معمولی مکان، جھونپڑا۔ ترجمہ:۔ آج کی رات نظیری کی آنکھیں ایک یوسف کے سے چہرہ والے (حسین کے دیدار) سے منور ہیں (چلو) پھر میرے یعقوب (چشم) کے جھونپڑے میں نور موجود ہے (نہ کہ حضرت یعقوبؑ کی طرح کہ حضرت یوسفؑ کے گم ہونے کے بعد ان کا گھر بے رونق اور آنکھیں بے بصر ہو گئی تھیں)

بحر:۔ رمل مثمن محذوف ارکان و تقطیع: مثل ۳

(۱) تشریح:۔ "تیر در کمان دزدیدن" تیر کو کمان میں دبائے رکھنا۔ ترجمہ:۔ میں نے اس (محبوب) کو دیکھا اور پر تاثیر آہ (کے تیر) کو میں نے دل میں چھپا لیا (یعنی اس کے دیکھتے ہی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ آہ بھی نہ کر سکا تو گویا) میں کمان (سینہ) میں تیر (آہ) کو اتنا دبایا کہ اس کو (کمان میں ہی) توڑ دیا (یعنی آہ کے تیر میرے سینہ ہی میں پیوست ہو کر رہ گئے)۔

(۲) تشریح:۔ "پائے رفتن نماندن" جانے کی طاقت نہ ہونا۔ "بزمم" میں میم بمعنی مرا۔ "کمین" گھات۔ ترجمہ:۔ مجھ میں اس بزم سے جانے کی طاقت نہیں اسلئے کہ دروازہ کے باہر (میرا) نصیب گریبان تھام لینے والے ہجر کو لئے کھڑا ہے۔ توضیح:۔ یعنی چونکہ مجھ کو اب ہجر کی برداشت نہیں رہی اسلئے بزم وصال سے جاتے ہوئے سخت خائف ہوں۔

(۳) تشریح:۔ "غیر" رقیب۔ "ذوق" مزہ۔ "تغییر" بدحالی۔ ترجمہ:۔ میں رقیب سے خوش ہوں کہ (اچھا ہوا) کہ اس نے اس (دوست) کی محفل وصال میں بے چینی اور بدحالی کے دعوکی لذت اور مزہ نہیں پایا (عشق میں خواہ حالت وصل ہو یا فراق اضطراب و درد میں ہی مزہ ہے چونکہ رقیب کا عشق جھوٹا ہے اسلئے وہ اس لطف سے محروم رہا اسلئے ہم خاموش ہیں)

(۴) ترجمہ:۔ عشق کی کمند سے پھلانگ کر نکل جانا بے ادبی ہے ورنہ (ہمارا) طوفان جنوں زنجیروں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا ہے (بس ادب عشق کا لحاظ ہے کہ گرفتار بنے ہوئے ہیں)

بے سبب دادی گر آزارم مخجل از من مباش ۵ کردہ ام خاطر نشانِ خویش صد تقصیر را
گشتہ دل پا مال حسرت عشوہ در کارش مکن ۶ قلب زر اندود را ضائع کند اکسیر را
از نگاہے شد نظیری صید و من در انفعال ۷ زانکہ این وحشی نمی ارزد بہائے تیر را

۵۸/۱ کجا بودی کہ امشب سوختی آزردہ جانے را بقدر روز محشر طول دادی ہر زمانے را
۲ سوائے کن زمن امروز تا غوغا بشہر افتد کہ اعجاز فلانے کرد گویا بے زبانے را
۳ بہر جنسے کہ میگیرند اخلاص و وفا خوب ست پس از عمرے گذار افتاد بر ما کاروانے را
۴ کتاب ہفت ملت گر نخواند آدمی عامی ست نخواند تا ز جزو آشنائی داستانے را

(۵) ترجمہ:۔ (اے دوست!) اگر تو نے مجھ کو بغیر کسی وجہ کے ستایا ہے تو مجھ سے شرمندہ نہ ہو اسلئے کہ میں نے سینکڑوں خطائیں اپنے دل نشین کرلی ہیں (اسی مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے ؎

تا منفعل ز رنجش بیجا نہ بینمش ❊ می آرلم اعتراف گناہ نبودہ را

(۶) تشریح:۔ "در کار کردن" صرف کرنا۔ "زر اندود" اسم مفعول ترکیبی "اکسیر" کیمیا جس سے تانبا سونا بنجاتا ہے۔ **ترجمہ:۔** ہمارا (دل حسرتوں میں پامال ہوچکا ہے (اے دوست!) اب (عشوہ و ادا کے اکسیر) کو اس پر صرف نہ کر (کیونکہ) ہمارا سونے کے ملمع والا مس (دل اکسیر کو (بھی) ضائع کردے گا۔ **توضیح:۔** کثافت قلب اس قدر زائد ہوچکی ہے کہ اب اسکے پوری طرح صاف ہونیکی امید نہیں)

(۷) ترجمہ:۔ نظیری (ایک ہی تیر) نظر سے شکار ہوگیا اور میں شرمندہ ہوں اسلئے کہ (دشت عشق کا) یہ وحشی تو تیر کی قیمت کے برابر بھی نہیں۔ **توضیح:۔** یعنی اس قدر لاغر و ناتواں ہے کہ اس کو شکار کرنا تیر ضائع کرنا ہے پس اگر محبوب نے تیر کے ضائع ہوجانے کے متعلق سوال کرلیا تو میرے پاس کیا جواب ہوگا۔ اسی مضمون کو پہلے اس طرح ادا کیا ہے ؎

درین صحرا نظیری نیست لاغر تر ز ما صیدے ❊ کہ فتراک مے بندد شکار نیم بسمل را

بحر:۔ ہزج مثمن سالم ارکان و تقطیع: مثل ۸

(۱) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تو کہاں تھا کہ تو نے آج رات (ہجر میں) ایک آزردہ جان (عاشق) کو جلاڈالا اور ہر ہر لمحہ کو قیامت کے دن کا سا طول دیدیا (یعنی ہجر میں ایک ایک پل کا کاٹنا مشکل ہوگیا ہے غالب نے کہا ہے ؎ نہیں کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہیں ❊ شب فراق سے روز جزا زیاد نہیں

(۲) ترجمہ:۔ (اے محبوب!) آج تو مجھ سے ایک سوال کرلے (یعنی صرف اتنا پوچھ لے کہ "تیرا کیا حال ہے؟") تاکہ شہر میں شور بپا ہوجائے کہ فلاں شخص کے معجزہ نے ایک بے زبان (خاموش) کو بولنے والا بنادیا (یعنی تیری ایک جنبش لب سے مجھکو گویائی عطا ہوجائیگی اور میں اپنا سب حال کہہ ڈالونگا)

(۳) ترجمہ:۔ اخلاص و وفا کو جس جنس کے بدلے لیں اچھا ہی ہے (اس لئے کہ) ایک مدت دراز کے بعد ہم پر خریداران وفا کے (ایک قافلہ کا گذر ہوا ہے (اسلئے بو قیمت (اٹھ جائے غنیمت ہے) ورنہ اس زمانہ میں کوئی اس جنس کا قدردان نہیں ہے)

بافسوں موم آہن کردن آساں تر ازاں باشد ۵ کہ از کیں بر سر مہر آورم نامہربانے را
بعشاق اشک گرم و رنگ زرد از بہر آں دادند ۶ کز استغنا فرود آرند مستغنی جوانے را
اگر از خار خار بیوفائی ہائے گل نبود ۷ سحرگہ عندلیبے پر نہ خیزد گلستانے را
دلا سیلاب خوں را از شگاف سینہ بیروں کن ۸ کہ امشب سودہ ام بر دیدہ خاک آستانے را
نمیدانم نظیری کیست چوں می آمدم زاں کو ۹ بحال مرگ دیدم بر سر رہ ناتوانے را

طعم ہلال میدہد زہر فراقت آب را ۵۹/۱ تا تلخ کردی عیش من شیریں ندیدم خواب را

(۴) **تشریح**:۔ ہفت ملت" مخفف ہفتاد و دو ملت، اہل سنت والجماعت کے علاوہ اصل گروہ چھ ہیں رافضیہ، خارجیہ، جبریہ قدریہ، جہمیہ، مرجیہ، پھر ہر ایک کے بارہ بارہ فرقے ہیں۔ "عامی" جاہل۔ **ترجمہ**:۔ اگر تمام ملتوں اور فرقوں کی کتابیں (بھی) آدمی پڑھ لے مگر جب تک وہ کتاب مہر و محبت میں سے کوئی داستان نہ پڑھیگا جاہل ہی رہیگا (یعنی مہر و محبت سب کچھ ہے اور باقی سب فضول ہے)

(۵) **ترجمہ**:۔ منتر اور جادو سے لوہے کو موم بنا دینا میرے لئے اس سے زیادہ آسان ہے اور ایک نامہربان (دوست) کو کینہ دری سے ہٹا کر محبت و مہر پر آمادہ بنا دوں۔ **توضیح**:۔ یعنی محال ممکن ہو سکتا ہے مگر دوست کا مہربان ہونا ممکن نہیں۔

(۶) **ترجمہ**:۔ عاشق کو زرد رنگ اور گرم آنسو اسلئے دیئے ہیں تاکہ ایک بے پروا جوان (یعنی دوست) کو (مرتبہ) بے پروائی سے نیچے اتاریں۔ **توضیح**:۔ یعنی ممکن ہے کہ دوست عاشق کا یہ حال دیکھکر اس پر رحم کھائے کیونکہ ایسی حالت کو دیکھکر دشمن بھی ترس کھانے لگتے ہیں

(۷) **تشریح**:۔ "خار خار" تکرار لفظ سے کثرت مراد ہے۔ **ترجمہ**:۔ اگر بیوفائیوں کے خارزار سے (امید وفا کا) پھول پیدا نہ ہو تو صبح کیوقت کوئی بلبل باغ (میں جانے) کیلئے نہ اٹھے۔ **توضیح**:۔ یعنی گو معشوق کی بیوفائیاں حد سے گذر چکی ہیں مگر ہمیں اب بھی اس سے امید وفا ہے جس طرح کہ بلبل خارزار میں پھول پیدا ہونے کی توقع پر باغ میں جاتی ہے ؎

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید ؛ جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

(۸) **ترجمہ**:۔ اے دل! خون کے سیلاب کو سینہ کے سوراخ سے باہر نکال دے (آنکھوں کی راہ سے نہ نکال) اسلئے کہ میں نے آج کی رات (دوست کے) آستانہ کی خاک کو آنکھ میں (بطور سرمہ) لگایا ہے (ایسا نہ ہو کہ یہ خاک بہ جائے، غالب نے سیل خون آنکھوں سے بہایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎ جوئے خون آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق ؛ میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں، فرق یہ ہے کہ نظیری نے خاک آستان یار کی خوب قدر کی اور غالب نے شام فراق میں سامان روشنی بہم پہنچایا، دونوں مضمون اپنی اپنی جگہ بے نظیر ہیں۔

(۹) **ترجمہ**:۔ (یہ تو) میں نہیں جانتا کہ نظیری کون ہے (ہاں اتنا جانتا ہوں کہ) جب میں اس (دوست کے) کوچہ سے آرہا تھا تو جانکنی کی حالت میں ایک ناتواں شخص کو راستہ میں (پڑا ہوا) دیکھا تھا (شاید وہی نظیری ہو) **اشارہ**:۔ شعر میں صنعت تجرید اور تجاہل عارف مستحق صد آفرین ہے،

درہائے رحمت بر رُخم تا شام مردن وا کنند	۲	گر چشم از رؤیت کند یک صبح فتح الباب را
از دولتِ گم گشتہ ام شاید نشانے وا دہند	۳	بارے بدریائے امید افگندہ ام قلاب را
زاہل درون باہُش ترند آنانکہ بیرون درزند	۴	اکثر بخاصاں میدہد سلطاں شرابِ ناب را
طوفاں بہر جانب برد کشتی معلم بادبان	۵	لنگر نمی زاز دکسے دریائے بے پایاب را
وعظِ طبیب وصبرِ من بر جاں گوار اگشتہ اند	۶	من سخت تر سازم مرض او تلخ تر جلاب را

بحر:- رجز مثمن سالم ارکان:- مُستَفعِلُن ہشت بار

تقطیع:- طعمے ہلا ہل می دہد زہرے فرا قت آب را تا تلخ کر د ی عیش من شیریں ندی دم خاب را

مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

(۱) **تشریح:-** "طعم" مزہ۔ "ہلاہل" زہر قاتل۔ "عیش تلخ کردن" جینا مشکل کر دینا۔ **ترجمہ:-** (اے دوست!) تیرے فراق کا زہر پانی کو بھی زہر قاتل کا مزہ عطا کرتا ہے (یعنی حالت فراق میں پانی بھی زہر معلوم ہوتا ہے) جب سے تو نے میری زندگی تلخ کی ہے میں نے نیند کو شیریں نہیں پایا (اسی مضمون حضرت حافظ نے یوں ادا کیا ہے ۔ زاندم کہ دہر زہر فراق توام چشاند ؛ شد در مذاق عیش مرا خورد خواب تلخ ۔

(۲) **تشریح:-** "رویت" مرکب اضافی "فتح الباب" دروازہ کھولنا۔ **ترجمہ بقلب مصرعین:-** اگر میری آنکھ ایک بار صبح کو تیرے (دیدار رخ سے (اپنے) دروازہ کو کھول لے (یعنی تیرا دیدار نصیب ہو جائے، تو دکارکنان قضا و قدر) موت کی شام تک (کیلئے) رحمت کے دروازے میرے سامنے کھولے رکھیں (یعنی تیری ایک نظر کرم ہمارے لئے عمر بھر کے واسطے باعث رحمت ہے)

(۳) **تشریح:-** "قلّاب" مچھلی کے شکار کا کانٹا، آنکڑا۔ **ترجمہ بقلب مصرعین:-** میں نے امید کے دریا میں (جد وجہد کا) کانٹا ڈال (تو) دیا ہے، شاید کہ میری کھوئی ہوئی دولت کا پتہ نشان دیدیں۔ **توضیح:-** دولت گم گشتہ سے وصل کی دولت یا عمر رفتہ مراد ہے یعنی اس جد وجہد میں لگا ہوا ہوں کہ حصولِ وصل کی کوئی تدبیر نکل آئے یا عمر رفتہ کی کوئی تلافی ہو جائے۔

(۴) **ترجمہ:-** جو لوگ کہ (خلوت خانہ سلطان سے) باہر ہیں وہ اندر والوں سے زیادہ باہوش ہیں (یعنی ان کی مدہوشی و مستی کم ہے اسلئے کہ) بادشاہ اکثر اپنے خاص مصاحبین کو شراب خالص دیتا ہے۔ **توضیح:-** یعنی اہل خلوت شراب معرفت سے بالکل مدہوش ہیں اور جو عرفا کہ اہل خلوت نہیں ہیں انکو شراب خالص نہیں ملتی اگرچہ وہ بالکل محروم بھی نہیں رہتے تلچھٹ ملجاتی ہے، اسلئے ان کی مستی میں کمی ہے۔

(۵) **تشریح:-** "معلم" ملاح۔ "بادبان" کشتی کے وہ پردے جن سے ہوا ٹکراتی ہے اور کشتی کے چلنے میں مدد ملتی ہے۔ "لنگر" کشتی کو ٹھہرانے کا آلہ "بے پایاب" بے تھا، جس کی گہرائی معلوم نہ ہو۔ **ترجمہ:-** (ہماری کشتی ہستی کو حوادث کا) طوفان ہر جانب بہائے لئے جاتا ہے اے ملاح (رہنما) بادبان کھولدے (اور جلد اس طوفان سے کشتی کو نکال لے جا) کوئی (عاقل) شخص بے تہا دریا میں لنگر نہیں ڈالا کرتا۔

توضیح:- یعنی عقلمندی اور ہوشیاری اسی میں ہے کہ جلد طوفان حوادث اور ہوا و ہوس سے نجات حاصل کر لی جائے۔

(۶) **ترجمہ:-** چارہ گر کا وعظ و نصیحت اور میرا صبر کرنا (میری) جان کو (دونوں) گوارا ہو گئے، میں چنانچہ) میں مرضِ (عشق) کو اور سخت کرتا ہوں

با غایت بے طاقتی از عشق نتوانم گریخت ۷ گوئی کہ آتش بستہ رہ از ہر طرف سیماب را
در انتظار رحمت لب تشنگاں افتادہ اند ۸ ساقیا بکوثر زن قدح دریاب دو اصحاب را
کار نظیری در رضا غم خوردن و خوش بودن است ۹ دارم مے مرد آزما خوش باد شیخ و شاب را

ردیف الباء

خانہ در کوئے مغاں کردم خراب ۶۰/۱ عاقبت ہم طبع گشتم با شراب
دہر پیرم کرد اما ذوق عشق ۲ گرمتر دارد مزاجم از شباب

اور وہ جلاّب (وعظ) کو۔ **توضیح:** یعنی چارہ گر کی نصیحت و ملامت سنتے سنتے میں اس کا عادی ہو چکا ہوں اور رنج عشق سہتے سہتے مجھے رنج سہنے کی بھی عادت ہو گئی ہے اس لئے اب دونوں سے کوئی ناگواری نہیں ہوتی۔

(۷) **ترجمہ:**۔ انتہائی کمزوری و ناتوانی کی وجہ سے میں (آتش) عشق سے بچ نہیں سکتا گویا آگ نے پارہ کا ہر طرف سے راستہ روک لیا ہے۔
(غالب نے کہا ہے ؎ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب ۔ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

(۸) **تشریح:**۔ "لب تشنہ" اسم فاعل ترکیبی۔ کوثر "حوض جنت"۔ قدح "پیالہ۔ **ترجمہ:**۔ تیری رحمت کے انتظار میں پیاسے پڑے ہوئے ہیں، اے ساقی! (حوض) کوثر میں پیالہ ڈال اور جلد (اپنے) ساتھیوں کی خبر لے۔ **اشارہ:**۔ شعر نعتیہ ہے۔

(۹) **تشریح:**۔ "رضا" نام مقام از مقامات عارف جس میں سالک احکام قضا پر راضی رہتا ہے۔ "مرد آزما" اسم فاعل ترکیبی۔
ترجمہ:۔ نظیری کا کام مقام رضا میں غم (عشق) کھانا اور خوش رہنا ہے میں ایسی مردوں کی آزمائش کرنیوالی شراب رکھتا ہوں، ہر بوڑھے اور جوان کو مبارک ہو جس کا جی چاہے یہ شراب پیئے مگر یہ یاد رہے اس کو پی کر غم کھانا اور خوش رہنا پڑتا ہے مراد یہ ہے کہ ہمارے سوا کوئی اتنا باہمت نہیں کہ اس شراب کو پی سکے غالب کہتے ہیں ؎ کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق ۔ ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

بحر:۔ رمل مسدس مقصور ارکان:۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات دوبارہ

تقطیع:

خانَ درکو	ئے مغاں کر	دم خراب	+	عاقبت ہم	طبع گشتم	با شراب
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلات		فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلات

(۱) **ترجمہ:**۔ میں نے (اپنا) گھر مے سازوں کے کوچہ میں برباد کیا ہے (تا آنکہ) بالآخر میں شراب کے ہم مزاج ہو گیا (یعنی میری طبیعت میں وہ تیزی اور گرمی پیدا ہو گئی جو شراب کا خاصہ ہے)

(۲) **تشریح:**۔ "پیرم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ **ترجمہ:**۔ زمانے نے (گو) مجھ کو بوڑھا کر دیا مگر عشق کے ذوق نے میرے مزاج کو جوانی سے (بھی) زیادہ گرم رکھا ہے۔ (یعنی بڑھاپے میں جوانی کے سے جذبات رکھتا ہوں)

از جوانی ہست ذوقے در سرم	۳	از نمک ماند ست شورے در کباب
ہرچہ خوانم در ورق از اشک و آہ	۴	عشقم افتاد ست بر درس کتاب
زندہ دارد مرد را آثار مرد	۵	نام گل باقیست چوں گردد گلاب
گوش بر تشریف فرمانم کہ ہست	۶	جان مشتاقم سوالش را جواب
بر امید او بعجز بستہ ام	۷	باد را با خاک و آتش را آب
چارۂ ناسور تسلیم ست و بس	۸	خلق مرہم می نہند از اضطراب
از چہ پوشم چشم از ین دل خفتگاں	۹	روئے بیداراں مگر بینم بخواب

(۳) ترجمہ:۔ جوانی کا ذوق (با وجود پیری) سر و دماغ میں ہے (گویا) کباب (گو جل چکا ہے مگر اس) میں نمک کا کھاری پن (مزہ) باقی ہے (یعنی اگرچہ بڑھاپا آگیا ہے مگر طبیعت میں ابھی تک نمکینی باقی ہے)

(۴) تشریح:۔ "ہرچہ خوانم در ورق" مبتدا ہے اور "از اشک و آہ" خبر ہے حرف ربط "است" محذوف ہے دوسرے نسخہ کی صورت میں "ہرچہ خوانم" "شویم" کا مفعول ہے۔ عشقم میں میم ضمیر مجرور متصل ہے اور دوسرے نسخہ کی صورت میں ضمیر مفعولی۔

ترجمہ:۔ میں ورق (ہستی) میں جو کچھ پڑھتا ہوں (سب) آہ و اشک سے (متعلق) ہے (گویا) مجھ کو (ایک) کتاب پڑھنے کا شوق ہوگیا ہے۔

دیگر:۔ جو کچھ میں پڑھتا ہوں اشکوں کے ذریعہ ورق سے مٹا دیتا ہوں (گویا) عشق نے مجھ کو ایک کتاب پڑھنے پر مجبور کر دیا ہے (مراد یہ ہے کہ عشق میں میرا کام آہیں کرنا اور رونا ہے)

(۵) ترجمہ:۔ مرد کو آثار مردانگی زندہ رکھتے ہے (یعنی زندگی میں جو کام کر جاتا ہے مرنے کے بعد بھی اس کا نام زندہ رہتا ہے دیکھ لو!) گل جب عرق گلاب بنجاتا ہے تو نام گل پھر بھی باقی رہتا ہے (سعدی گفتہ ۔

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت ∴ نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت

(۶) ترجمہ:۔ میں (دوست کے) حکم کی شرفیابی پر کان لگائے ہوئے ہوں اور میری پرشوق جان اس کے سوال کا جواب ہے۔ (یعنی جس وقت وہ حکم جان نثاری دے میں حاضر ہوں)

(۷) ترجمہ:۔ اس (کے وصل) کی امید میں میں نے اعجاز کے ساتھ ہوا کو خاک کے ساتھ اور آگ کو پانی کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے (یعنی امید وصل نہ ہوتی تو کب کا ان عناصر کو پریشان کر کے فنا ہوگیا ہوتا) اشارہ:۔ عناصر میں بسبب اختلاف مزاج تضاد پایا جاتا ہے۔ ان کا باہم ملا رہنا اعجاز نہیں تو اور کیا ہے ۔ زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترکیب ۔ موت کیا ہے؟ انہی اجزا کا پریشان ہونا۔

(۸) ترجمہ:۔ (میرے) ناسور (دل) کا علاج، حوالہ تقدیر کر دینا ہے اور بس لوگ (ناحق) اضطراب کیوجہ سے مرہم لگاتے ہیں (یعنی مرض عشق لا دوا ہے)

(۹) ترجمہ:۔ میں ان غافل دل والوں سے کس لئے اپنی آنکھ بند رکھتا ہوں؟ (اسلئے کہ) ممکن ہے کہ میں بیدار دل لوگوں کا چہرہ خواب میں (ہی) دیکھ لوں (یعنی دنیا دار مردہ دل میں ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لینے کے بعد ہی بیدار دل عرفا کی زیارت ہوسکتی ہے۔

حاشیہ: ہرچہ خوانم از ورق از اشک و آہ شویم
عشقم افتاد ست بر درس کتاب

چشمۂ حیواں نظیری ہیچ نیست ۱۰ عالمے تاریک و قحط آفتاب

میم در جام و ماہم تا سحر بروز نست امشب ۱ دو دستم تا بوقت صبح طوق گردنست امشب

دو چشمم حجلہ آئین بستہ انداز گریۂ شادی ۲ در و بام از چراغان سر شکم روشن ست امشب

شماری تا سحر دستم بزلف درہمے دارد ۳ گریبانم گریبانست و دامن دامن ست امشب

ہمہ شب بر لب و رخسار و گیسوی زنم بوسہ ۴ گل و نسریں و سنبل را صبا در خرمن ست امشب

مغنیٔ میگساری می کند ساقی نوا سازی ۵ ازیں شادی کہ در بزم حسوداں شیون ست امشب

بدل طرح وصال جاودانی نقش می بندم ۶ گرم خود دوست می آید بخلوت دشمن ست امشب

(۱۰) ترجمہ:- اے نظیری چشمۂ آبحیات بے حقیقت شے ہے (اسلئے کہ) عالم تاریک ہے اور آفتاب کا قحط ہے (اگر آبحیات ہوتا تو عالم دل کی تاریکی کا یہ عالم نہ ہوتا، یا مراد یہ ہے کہ چشمۂ حیوان کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ ظلمات ہی ظلمات ہیں نور کا نام تک نہیں۔

بحر:- ہزج مثمن سالم   **ارکان و تقطیع:-** مثل ۱۲ (الف)

(۱) تشریح:- "میم و ماہم" میں ضمیر میم جام اور ردوزن کا مضاف الیہ ہے۔ **ترجمہ:-** آج کی رات میرے جام میں شراب اور (شام سے) صبح تک میرے (دل کے) جھروکے میں چاند (سے معشوق کا جلوہ) ہے (اور) میرے دونوں ہاتھ صبح تک (اس کی) گردن کا طوق بنے ہوئے ہیں (یعنی الحمد اللہ کہ وصل حاصل ہے)

(۲) تشریح:- "آئین بستن" "آرائش کرنا، سجانا" حجلہ "وہ جگہ جو دلہن کے لئے آراستہ کیجاتی ہے۔ چپر کھٹ۔ **ترجمہ:-** میری دونوں آنکھوں نے خوشی کے گریہ (یعنی اشکوں) سے حجلہ دبہلو آراستہ کرلیا ہے (گویا) میرے اشکوں کے چراغاں سے در و بام (خانۂ دل) روشن ہیں (یعنی محبوب کی آمد کی خوشی میں یہ سامان آرائش مہیا کیا ہے)

(۳) تشریح:- "زلف درہم" "زلف پریشاں۔ **ترجمہ:-** گویا صبح تک میرا ہاتھ (معشوق کی) زلف پریشاں میں ہے (بس) آج کی رات میرا گریبان گریبان اور میرا دامن دامن ہے (یعنی قابل فخر و مباہات میرا ہی دامن و گریباں ہے یا بوجہ وصل آج دامن دامن کی شکل میں ہے اور گریبان گریبان کی، ورنہ عالت ہجر میں دامن و گریباں کا فرق مٹ جاتا یا خیال دوست میں محو ہو جانے کی وجہ سے گریبان و دامن چاک نہ کرسکا، اس لئے دامن دامن رہا اور گریبان گریبان)

(۴) ترجمہ:- تمام رات اس کے لب، رخسار اور گیسو کے بوسے لیتا رہا ہوں (گویا) گلاب نسریں اور سنبل کے خرمن میں آج کی رات باد صبا آ داخل ہوئی۔ **اشارہ:-** لب و رخسار و گیسو کو علی الترتیب گل و نسرین و سنبل سے تشبیہ دی ہے اور بوقت بوسہ حرکت لب کو باد صبا کی حرکت سے۔

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین:- اس خوشی کیوجہ سے، کہ جس سے حاسد وں کی محفل میں آج کی رات کہرام مچ رہا ہے ہماری بزم نشاط میں (مطرب شراب پلا رہا ہے اور ساقی نغمہ سنجی کر رہا ہے (یعنی غلبہ خوشی میں ایک نے دوسرے کا کام شروع کر دیا ہے۔

باقبالِ محبت شاہد و مے در نظر دارم ۷ نہ من بابختِ خویشم نے نظیریؔ بامنست امشب

سحر منادیٔ بلبل بگلستاں دریاب ۱-۶۲ صلائے صحبتِ گل میزند زماں دریاب
ہر آں دقیقہ کہ دریافتی زعمر از تست ۲ کہ می شود نفسے رفتہ را ضماں دریاب
ترا فریضہ بود رفتنے بخانۂ دوست ۳ دروں اگر نہ گذارند آستاں دریاب
ہزار واقعہ با روزگارم افتادہ است ۴ بیک کرشمہ لطفم اگر تواں دریاب
نظارۂ گل دہر از وداع یاد دہد ۵ ببیں بہار فنے و معنی خزاں دریاب

یا کیف آور نغموں کو شراب اور ساقی کو صدائے نوشا نوش کو نغمہ قرار دیکر مغنی کو ساقی اور ساقی کو مغنی کہا ہے)

(۶) ترجمہ:- میں (آج رات) دل میں دائمی وصل کی بنیاد ڈال رہا ہوں (اسلئے) اگر آج کی رات خود دوست (بھی) میرے خلوت خانہ میں آئے تو وہ (میرا) دشمن ہے (کیونکہ اس کے آنے سے دائمی وصل کی تدبیر میں خلل پیدا ہو جائیگا۔ اس لئے جو کام دشمن کرتا وہ دوست سے ہو جائے گا)

(۷) ترجمہ:- عشق و محبت کے نصیب سے شراب اور معشوق میری نظروں میں ہیں (خدا کا شکر ہے کہ) آج کی رات نہ میں اپنے بخت (سیاہ) کیساتھ ہوں اور نہ (تیرہ بخت) نظیریؔ میرے ساتھ ہے ورنہ یہ سعادت نصیب نہ ہوتی۔ **اشارہ:-** شعر میں صنعت تجرید ہے۔

بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور مسکن ارکان:- مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات دوبار۔

تقطیع:-

سحر منا	دیٔ بلبل	بگلستاں	دریاب	+	صلائے صح	بتِ گل می	زند زما	دریاب
مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلات		مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلات

(۱) **تشریح:-** "منادی" ندا دینے والا۔ "دریافتن" حاصل کرنا، غنیمت جاننا، خبر لینا، نہ کھونا، پانا، قبول کرنا۔ **ترجمہ:-** صبح کے وقت باغ میں بلبل کے منادی (کی دعوت کو) قبول کر (کہ) وہ گل کی ہم نشینی کی ندا دے رہا ہے وقت کو نہ کھو (یعنی صبح سویرے اٹھ اور جلوۂ دوست کا نظارہ کر)

(۲) **تشریح:-** "دقیقہ" "منٹ" "ضماں" مصدر بمعنی اسم فاعل۔ **ترجمہ:-** عمر کا جو منٹ تو نے پالیا (یعنی اس میں کام کرلیا) وہ تیرا ہے (ورنہ) جو وقت گذر گیا اس کا ضامن کون ہو سکتا ہے (کہ وہ واپس آجائیگا یعنی گذشتہ عمر واپس نہیں آسکتی اب جتنی کچھ باقی ہے اس کو غنیمت سمجھنا چاہیئے) بس نہ چوک اور اس کو غنیمت جان۔

(۳) ترجمہ:- دوست کے گھر جانا تیرا فرض ہے (اس میں کوتاہی نہ کر) اندر اگر نہ جانے دیں تو کم از کم آستانہ کو نہ چھوڑ (یعنی چوکھٹ پر بیٹھ جا بہرحال دوست کے پاس جانا نہ چھوڑ)

(۴) ترجمہ:- (جفا کار) زمانے کے ساتھ مجھے ہزاروں واقعات کا سامنا کرنا پڑا ہے (اے دوست!) لطف و کرم کی ایک ادا سے اگر ہو سکے (میری) خبر لے (یعنی زمانے کی جفا کاری کا شکار ہو چکا ہوں، تو ہی اپنے کرم سے نواز دے)

(۵) ترجمہ:- زمانہ کے پھولوں کا نظارہ، فراق و جدائی کی یاد دلاتا ہے (اس کی یاد دہ دے) کی بہار کو دیکھ اور خزاں کے معنی سمجھ لے۔ (یعنی دنیا چند روزہ ہے)

هنوز بوئے دلے بر مشام مے آید ۶ دمے کہ آتشم افتد بخانماں دریاب

تہ پیالۂ چو بر خاک کشتگاں ریزی ۷ مرا کہ سوختہ ام مغز استخواں دریاب

مباد زخم تو جز من بدیگرے آید ۸ گہے کہ تیر جفا مے کشی نشاں دریاب

مکش ملال نظیری کہ جسم و جاں کاہ است ۹ زلال جام کش و عمر جاوداں دریاب

سبزۂ عیش ز بوم و بر ہجراں مطلب ۱۶۳ نے شکر حاصل مصر است ز کنعاں مطلب

رسن زلف پے حیلہ در آویختہ اند ۲ جز دل تشنہ ازاں چاہ زنخداں مطلب

در دیاریکہ سجود خم ابرو رسمے ست ۳ غیر محراب کژو قبلۂ ویراں مطلب

(۶) ترجمہ:- ابھی تک (تو) دل (کے جلنے کی) بُو (میرے) دماغ میں آرہی ہے جس دم کہ میرے تمام گھر بار میں آگ لگ جائے (تب) خبر لینا۔ توضیح:- شعر سے دو مطلب نکلتے ہیں اوّل یہ کہ دوست سے طنز اً کہتا ہے کہ ابھی خبر لینے کی کیا ضرورت ہے ابھی تو صرف دل جل رہا ہے جب تمام خانۂ ہستی جل جائے جب خبر لینا۔ دوم یہ کہ سوزشِ عشق کی تکمیل کی خواہش کرتا ہے کہ ابھی تو صرف دل جلا ہے، جب تمام خانۂ ہستی جل جائے گا اس وقت دوست کی نظر کرم کا مستحق ہو سکتا ہوں۔

(۷) تشریح:- "تہ پیالہ" تلچھٹ "سوختہ ام" میں "م" استخوان کا مضاف الیہ ہے "خاک" قبر۔ ترجمہ:- (اے دوست!) جب تو (اپنے) شہیدانِ عشق کی قبر پر شراب کی تلچھٹ ڈالے تو (ذرا) میری خبر (بھی) لے لینا کہ (آتش عشق سے) میری ہڈیوں کا گودا (تک) جل گیا ہے۔

(۸) ترجمہ بقلب مصرعین:- جبکہ تو جفا کا تیر چلّہ پر کھینچ رہا ہے تو نشانہ (ٹھیک) لگانا کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے سوا کسی اور کے زخم لگ جائے (اور میں محروم رہ جاؤں کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تیرا تیر جفا میرے سوا کسی کے نہ لگے)

(۹) تشریح:- "جسم و جاہ کاہ" اسم فاعل ترکیبی۔ ترجمہ:- اے نظیری ملالِ (دنیا) نہ اٹھا اسلئے کہ وہ جسم اور جان کو گھلانیوالا ہے (بلکہ جام معرفت کی نتھری ہوئی شراب پی اور زندگی دائم حاصل کرلے (یعنی مے عشق حیات دائم عطا کرتی ہے)

بحر:- رمل مثمن مخبون محذوف — ارکان و تقطیع:- مش ۱۵

(۱) ترجمہ:- عیش و راحت کا سبزہ زارِ ہجر کی سرزمین سے نہ طلب کر (اس میں تو تکالیف و صدمات کے خار زار کے سوا کچھ نہیں ہے) گنا مصر کی پیداوار ہے کنعان سے طلب نکر (یعنی عیش و طرب کی تمنا ہے تو وصل دوست کی تدبیر کر۔ مصر و کنعاں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے قصہ کی طرف بھی تلمیح ہے۔ یعنی کنعان میں رہتے ہوئے وصال یوسف حاصل نہ ہوا اس کے لیئے مصر جانا پڑا۔)

(۲) تشریح:- "چاہ زنخدان" ٹھوڑی کے نیچے کا خوبصورت گڑھا۔ ترجمہ:- (ان معشوقوں نے) زلف کی رسّی (محض) حیلہ (اور فریب) کے لیۓ (چاہ زنخداں کی طرف) لٹکا رکھی ہے (پس ان کے) چاہ ذقن سے سوائے پیاسے دل کے اور کسی چیز کی توقع نہ رکھو۔

(۳) تشریح:- "کژ" کج "محراب" مسجد کا وہ حصہ جہاں امام کھڑا ہوتا ہے۔ ترجمہ:- جن (عشق کے) شہروں میں (معشوق کی) محراب ابرو

فرض و سنت بتماشائے توازیادم رفت	۴	پردہ بررُوئے فگن یاز من ایماں مطلب
بعدازاں کز چہِ نسیاں بدرم آوردی	۵	پیشِ گرگم فگن و قیمتم ارزاں مطلب
مہرِ کیں نیست کہ ہر جا طلبی یافت شود	۶	آنچہ ہرگز نہ سپہرت بدہد زاں مطلب
لختِ دل قوت کن و شکرِ احباب مخواہ	۷	دُودِ دل سرمہ کن و کحل صفاہاں مطلب
آبِ حیواں زکفِ دُرد کشاں نے جوشد	۸	گو خضر دشت مپیماں و بیاباں مطلب
ہمہ از کاہشِ عشاق بخویش افزایند	۹	قیمت یاری ازیں مہر فروشاں مطلب

میں سجدہ کرنے کی رسم ہے وہاں سوائے قبلہ سے پھری ہوئی محراب اور ویران قبلہ کے اور کسی چیز کی توقع نہ رکھو یعنی جہاں شریعتِ عشق کا دور دورہ ہے وہاں شریعتِ ظاہر بے کسی کی حالت میں ہے)

(۴) تشریح:- "ازیاد رفتن" بھول جانا۔ **ترجمہ:**- (اے دوست) تیری زیارتِ جمال کی وجہ سے فرض و سنت میرے دھیان سے نکل گئے (اس میں میری کیا خطا!) مجھ سے ایمان کی توقع نہ رکھ یا (پھر) اپنے چہرہ پر پردہ ڈال (یعنی فرض و سنت کا بجا لانا تجھ سے غفلت کی علامت ہے اور جو تجھ میں محو ہو جاتا ہے وہ سب کچھ بھول جاتا ہے)

(۵) تشریح:- "بدرم" "گرگم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ "نسیان" غفلت۔ **ترجمہ:**- اس کے بعد کہ تو نے مجھے غفلت کے کنوئیں سے باہر نکال لیا ہے (تو اب خواہ) مجھکو بھیڑیے کے آگے ڈال دے (مگر) میری قیمت سستی اور کم نہ لینا۔ یعنی یوسف ؑ کے بھائیوں کی طرح مجھے چند کھوٹی کوڑیوں میں نہ دے ڈالنا شعر میں یوسف ؑ کے قصہ کی طرف تلمیح ہے۔

(۶) ترجمہ:- محبت کینہ وری نہیں ہے کہ جہاں طلب کرو ملجائے (یعنی محبت نایاب شے ہے اور کینہ کی فراوانی ہے) جو چیز کہ (قضاوقدر نے) زمانہ کے حوالہ ہی نہیں کی اس کو طلب (بھی) نہ کر (سعدی نے اسی مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے ؎

یا وفا خود نہ بود در عالم ❊ یا مگر کس بدیں زمانہ نکرد

(۷) تشریح:- "قوت کردن" غذا بنا لینا، کھا لینا "صفاہان" نام شہر جہاں کا سرمہ مشہور ہے۔ **ترجمہ:**- (اپنے) دل کے ٹکڑے کھا۔ اور دوستوں کی شیرینی (یعنی حسنِ معاشرت) کی توقع نہ رکھ (اور) اپنے دل کی آہوں کے دھویں کو کاجل بنا لے اور اصفاہان کا سرمہ نہ مانگ (یعنی غیر کا احسان نہ اٹھا مومن کہتے ہیں ؎ منتِ حضرت عیسےٰ نہ اٹھائیں گے کبھی ❊ زندگی کے لئے شرمندہ احسان ہوں گے ؟)

(۸) ترجمہ:- آبِ حیات (میخانۂ وحدت کے) تلچھٹ پینے والوں کے ہاتھ سے جوش مار رہا ہے (پس) خضر سے کہدو کہ (اس کی طلب میں) جنگلوں کو طے نکرے اور نہ بیابان نوردی کرے (کیونکہ کوشش فضول ہے اگر حاصل کرنا ہے تو یہاں آئے)

(۹) تشریح:- "مہر فروش" محبت کی نمائش کرنیوالا "کاہش" حاصل مصدر راز کاہیدن۔ **ترجمہ:**- سب کے سب (اپنے) عاشقوں کو گھٹا کر اپنے آپ کو بڑھاتے ہیں ان محبت کی نمائش کرنیوالوں سے دوستی کی (قدر و) قیمت نہ طلب کر (یعنی اس زمانہ میں محبت کی قدر نہیں اس مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے ؎ از کاہشِ محباں بر قدر خود فزایند ❊ با این خسیس مردم یاری مگیر یارا

جلوہ از حوصلہ بیش ست نظیری ہشدار ۱۰ کشتی نوح نشد ساختہ طوفاں مطلب

۶۴

آنکہ شب داد تو بہ ام ز شراب	۱	امشبم باز دید مست وخراب
لب ساغر چناں ز نم بوسہ	۲	کہ در آرم حریف را از خواب
مزہ کز راح آتشیں گیرم	۳	خاک را در دہاں بگردد آب
عضو عضوم پُرست از مستی	۴	کاہلی ہا ہمہ شدند شتاب
ظرف لبریز گردم از بادہ	۵	ہمچو ماہِ دو ہفتہ از مہتاب
راہِ مستی گرفتہ جانب دوست	۶	میروم تا برآرمش ز حجاب
محو ترے شوم ز خود ہردم	۷	رفتم از دست مطربا دریاب

(۱۰) ترجمہ:۔ اے نظیری (محبوب حقیقی کا) جلوہ حوصلہ وہمت سے زیادہ ہے (ذرا) خبردار رہنا، نوح کی کشتی (ابھی) نہیں بنائی گئی ہے واسلئے اشکوں کا طوفان نہ طلب کر (یعنی اگر جلوۂ دوست کے طوفانی دریا میں شناوری کی خواہش ہے تو کشتی نوح سا وسیع اور محکم حوصلہ پیدا کر)

بحر:۔ خفیف مسدس مخبون محذوف ارکان:۔ فاعلاتن مفاعلن فعلات دوبارہ

تقطیع:۔

آنکِ شب دا	دَ توبَ ام	ز شراب	+	امشبم با	ز دید مس	تُ خراب
فاعلاتن	مفاعلن	فعلات		فاعلاتن	مفاعلن	فعلات

(۱) تشریح:۔ "توبہ ام" اور "امشبم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ ترجمہ:۔ جس شخص نے کل رات مجھ کو شراب (نوشی) سے توبہ دلائی تھی آج رات اس نے مجھ کو پھر شراب میں مست اور بدحال دیکھا (یعنی ہم توبہ پر قائم نہیں رہ سکتے)

(۲) ترجمہ:۔ ساغر (شراب) کے لبوں کے میں اس طرح (زور زور) بوسے لیتا ہوں کہ ندیم یار قیب کو نیند سے جگا دیتا ہوں۔

(۳) تشریح:۔ "راح" شراب "آتشیں" آتش رنگ، سرخ۔ ترجمہ:۔ میں آتش رنگ شراب کے جو مزے لیتا ہوں، ان کی وجہ سے زمین کے منہ میں (بھی) پانی بھر آتا ہے۔ اشارہ:۔ زمین کے چاروں طرف پانی ہے گویا زمین کے منہ میں پانی بھر آیا ہے جس طرح دوسرے کو کھاتے پیتے دیکھ کر حریص شخص کے منہ میں پانی بھر آتا ہے راح کے معنی ہوا کے بھی ہیں اس طرح عناصر اربعہ کے نام بھی شعر میں جمع کر دیئے ہیں

(۴) ترجمہ:۔ میرا ہر ہر عضو مستی و بیخودی سے پُر ہے اور تمام سستیاں (مبدل بہ چستی ہو گئیں یعنی خمار کی کاہلی زائل ہو کر بدن میں چستی پیدا ہو گئی)

(۵) ترجمہ:۔ میں نے شراب سے پیالہ کو ایسا پر کر لیا ہے جیسا کہ چودھویں کا چاند چاندنی سے پر ہوتا ہے)

(۶) ترجمہ:۔ مستی و بیخودی کی راہ اختیار کر کے میں دوست کی جانب جا رہا ہوں، تاکہ اس کو پردہ وحجاب سے نکال لاؤں (غالب نے کہا ہے ؎ ہم سے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایکدن ؛ ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ کر عذر مستی ایک دن

(۷) ترجمہ:۔ میں (تیری نغمہ سنجی سے) ہر لحظہ زیادہ محو ہوا جاتا ہوں (بس) اے مطرب! میں ہاتھ سے چلا۔ (مجھے) تھامنا، تھو دانے

توتم نیست پست کن پردہ ۸ طاقتم نیست گوش چنگ متاب

برنظیری مگر بہ بخشایند ۹ بجز زع وائے شود ایں باب

چوں غنچہ دل مبند وچو بو بر ہوا متاب ۶۵/۱ برگل سوار باش و عنان از صبا متاب

آمیزش از صلاح دو یکدل بہم رسد ۲ جائے کہ تار تار مثل شد دوتا متاب

شوقے اگر نجات زخود بینیت دہد ۳ بگریز و رخ ز آئینہ ہم بر قفا متاب

کیا خوب کہا ہے ؎ کیفیتِ چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا ؛ ساغر کو میرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

(۸) ترجمہ :- (اے مطرب!) مجھے سہار نہیں ہے پردۂ (نغمہ) کو پست کر مجھ میں طاقت (برداشت) نہیں ہے سارنگی کی گوشمالی نہ کر (یعنی اس کے لٹو کو نہ گھما) اس لئے کہ نغمہ اور تیز ہو جائے گا۔)

(۹) ترجمہ :- نظیری (کے حال) پر شاید (خود ہی) رحم وکرم کر دیں (ورنہ) رونے پیٹنے سے یہ دروازہ نہیں کھلتا ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال ؛ صد سال می تواں بہ تمنا گریستن ، مگر ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست ؛ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان :- مفعول فاعلاتُ مفاعیل فاعلات دوبار

تقطیع :- مثل ۲ (الف) البتہ ہر دو مصرعہ کا رکن آخر وا متاب/فاعلات باتماب/فاعلات مقصور ہے

(۱) ترجمہ :- کلی کی طرح (اپنے) دل کو نہ گھونٹ اور بو کی مانند ہوا پر پریشان نہ ہو (بلکہ بو کی مانند) پھول پر سوار رہ اور باد صبا کی جانب سے باگ نہ موڑ، بلکہ اپنی باگ اس کے ہاتھ میں دیدے (یعنی جس طرح غنچہ باد صبا کے ہاتھ سے پیراہن چاک کرکے پھول بنجاتا ہے اسی طرح تو اپنے جامہ کو چاک اور آلودگی سے پاک وصاف کر، غنچہ کی طرح دل گیر نہ رہ)

(۲) تشریح :- "آمیزش" حاصل مصدر از آمیختن بمعنی ملاپ۔ "تار تار مثل شدن" تار در تار دو ٹوں خطی اعتبار سے ہم شکل میں اور معنوی لحاظ سے بالکل متغایر۔ اس لئے یہ مثل اُن دو شخصوں کے لئے بولی جاتی ہے جو ظاہر میں متفق۔۔۔ ہوں مگر دونوں کے دل جدا ہوں ایک نسخہ میں "تار مار مثل شد" کے بجائے "تار میل نباشد" ہے (جس کے معنی بل دار دھاگے کے ہیں۔ ترجمہ :- دو یکدل (ایک خیال) شخصوں کے نبھاؤ سے ملاپ حاصل ہو جاتا ہے اور جہاں تار مار (کی) مثل (صادق) ہو (یعنی ظاہر میں ایک ہوں اور دلوں میں فرق ہو) (وہاں) دونوں کو باہم ملانے کی کوشش نہ کر (یعنی انکا مل بیٹھنا ناممکن ہے) یا جہاں بلدار دھاگا ہو اس کو دُھرانہ بٹو کیونکہ ایسے تار پھر کھل جائیں گے)

(۳) تشریح :- "رخ بر قفا تافتن" پلٹ کر دیکھنا۔ "قفا" "پشت سر" "از آئینہ" میں از بیان اضافت کے لئے ہے یعنی رخ آئینہ۔ ترجمہ :- اگر تجھکو ذوقِ (عشق) خود بینی سے نجات دیدے تو (پھر اسباب خود بینی سے (یہاں تک) بھاگ کہ آئینہ کا رخ (بھی) پلٹ کر نہ دیکھ۔ توضیح :- یعنی آئینہ گو مذموم خود بینی کے اسباب میں سے نہیں ہے مگر اس سے بھی پرہیز کرنا لازم ہے قاعدہ ہے کہ آئینہ دیکھکر الٹا رکھ دیتے ہیں تاکہ گرد و غبار سے محفوظ رہے، سیدھا کرنے کو "رخ بر قفا تافتن" سے تعبیر کیا ہے۔

درسفرہ ہیچ نیست سوال ازبروں چرا؟ ۴ قفل کشودہ بردرِ گنج عطا متاب

شغل توام زگوشۂ خاطر نے رود ۵ گوشم چو طفل از پئے ہر مدعا متاب

بر صفحہ نقشہا ہمہ زیبا کشیدہ اند ۶ برقع بدست کوتہ چون وچرا متاب

ہرگز خضر بہ تشنہ زلالِ بقا نداد ۷ مس برامیدواریِ ایں کیمیا متاب

آہے زدیم و پیرہن پارہ سوختیم ۸ گو ہمنشیں فتیلہ پئے داغ ما متاب

چشم ازامیدواریِ دیدار روشن است ۹ گو روشنیٔ مہر ومہم بر سرا متاب

معشوق ساقی ست مزن بر پیالہ دست ۱۰ یوسف نمودہ رخ بصراز تو تیا متاب

افسونِ لب بکار نظیری کفایت است ۱۱ نعلش درآتش از پے مہر ووفا متاب

(۴) ترجمہ:۔ (اے خداہمارے) دسترخوان (ہستی) پر کچھ (بھی) نہیں ہے پھر باہر سے ہم پر سوال کیوں ہو رہے ہیں (کہ سرمایۂ عمل لاؤ) بس ہماری التجا یہ ہے کہ اپنے) عطا کے خزانہ پر کھلے کھلائے قفل کو نہ لگا۔ (یعنی تیرا در عطا واہے اپنے کرم سے ہمیں بھی بخشدے) بعض شارحین نے سلہ

(۵) تشریح:۔ "توام" میں میم "خاطر" کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:۔ (اے محبوب!) تیرا دھیان میرے گوشۂ دل سے نہیں نکلتا (اسلئے اور سب چیزوں سے غافل ہوں پس) بچہ کی طرح ہر بات پر میری گوشمالی نہ کر (یعنی ہماری محویت عبادات کے ترک کی وجہ بنی ہے پس ایسی بچوں کی سی باتوں پر ہم سے باز پرس نہ کر)

(۶) تشریح:۔ "چون وچرا" مراد اعتراضات۔ ترجمہ:۔ (مصورین قدرت نے عالم کے صفحہ پر تمام صورتیں موزوں بنائی ہیں (پس چہرۂ حقائق کے) نقاب کو اعتراضات کے کوتاہ ہاتھ سے نہ الٹ (یعنی احکام قضا پر اعتراض مناسب نہیں۔)

(۷) تشریح:۔ "زلال" صاف وشیریں پانی۔ ترجمہ:۔ خضر نے پیاسے کو ہرگز آب حیات نہیں دیا (پس) اس کیمیا کی امید پر (تو اپنے دلکے) تانبے کو نہ تپا (یعنی یہ سعادت کسی دوسرے وسیلہ سے حاصل نہیں ہوتی ع کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را، بلکہ خود کوشش کرنی چاہیئے)

(۸) تشریح:۔ "فتیلہ" بتی۔ "تافتن" بٹنا، بل دینا۔ ترجمہ **بقلب مصرعین**:۔ (ہمارے) ہمنشیں سے کہدو کہ تو ہمارے داغ کے واسطے بتی نہ بٹ (اسلئے کہ) ہم نے ایک آہِ (آتشیں) کھینچی اور (اپنا) بوسیدہ لباس (رسی) جلا ڈالا۔ **توضیح**:۔ داغ وزخم کے لئے روئی کی بتی بناکر لگاتے ہیں مگر ہم اسکے محتاج نہیں کہ ہمنشیں کا احسان سر لیں، ہم نے خود اپنا پیراہن جلاکر اسکی راکھ زخموں پر لگالی ہے یعنی اپنا علاج خود کیا ہے غیر کا احسان نہیں (اٹھایا)

(۹) تشریح:۔ "مہم" میں میم "سرا" کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:۔ دیدارِ (دوست) کی امیدوں سے (میری) آنکھیں روشن ہیں، کہدو کہ چاند اور سورج کی روشنی میرے گھر پر نہ چمکے (مجھے ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ محبوب کے دیدار کی امید اسقدر نور بخش ہے تو خود دیدار کا نور کسقدر ہوگا)

(۱۰) تشریح:۔ "برچیزے دست زدن" رد کرنا۔ ترجمہ:۔ ساقی (خود) معشوق ہے اسلئے جام (شراب) کو رد نہ کر (بلکہ پی جا) یوسف نے چہرہ کھولدیا ہے، سرمۂ (دیدار) سے آنکھ نہ پھیر (بلکہ جب تک دیکھا جائے اس کو دیکھتا رہ۔)

(۱۱) تشریح:۔ "نعل در آتش انداختن یا تافتن" بمعنی مضطرب کرنا جس کی اصل یہ ہے کہ کسی گم گشتہ کی واپسی کیواسطے نعل پر کچھ افسوں دم

مے باش وازمزاج حریفاں نشاں طلب	۱	با طبع ہر کہ راست نیاید کراں طلب
چوں رہ بری بصحبتِ نیکاں گراں مباش	۲	جائیت اگر بصدر دہند آستاں طلب
مہمانِ کنج باش وقناعت بخاک کن	۳	ہمسایہ ہمائے شو واستخواں طلب
مجموعۂ ایست عالم از وانتخاب کن	۴	مغلوبۂ ایست دہر درو مہرباں طلب
در طبع دوستاں ز حسد راستی نماند	۵	انصاف اگر طلب کنی از دشمناں طلب
از حلقہائے زلف طلسمے بچنگ آر	۶	وز شغلِ آں ز وسوسہ دل اماں طلب

کرکے آگ میں ڈالدیتے ہیں جس کے اثر سے وہ مضطرب ہوکر چلاتا ہے۔ **ترجمہ:۔** (اے دوست تیرے) لبوں کا افسوں ہی نظیری کے حق میں کافی ہے اس کی محبت اور وفاداری (کے امتحان) کے واسطے نعل کو آگ میں نہ تپا (یعنی ایک لفظ زبان سے کہدے اور نظیری کی جانثاری کا نظارہ کرلے)

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف **ارکان و تقطیع:۔** مثل ۲

(۱) **تشریح:۔** "مے باش" امر استمراری۔ "کران" کنارہ۔ "حریف" ہم مشرب۔ مقابل۔ "راست آمدن" ساز گار ہونا۔ **ترجمہ:۔** ٹھہرا رہ اور ہم مشربوں کا مزاج معلوم کر جس کی طبیعت کے ساتھ نبھاؤ نہو (اس سے) علیحدگی اختیار کر۔

(۲) **تشریح:۔** "گراں شدن" باعث گرانی ہونا۔ **ترجمہ:۔** اگر تو نیک لوگوں کی مجلس میں پہونچ جائے تو (ان کے لئے) باعث گرانی و ناگواری نہ بن (بلکہ فروتنی اختیار کر حتیٰ کہ) اگر تجھ کو صدر مقام پر بٹھائیں تو تو آستانہ کا خواستگار بن (کہ جائے بزرگاں نشستن خطاست)

(۳) **ترجمہ:۔** گوشہ تنہائی کا مہمان بنجا اور خاک پر (یعنی ادنیٰ چیز پر) قناعت کرلے ہما کا ہمسایہ بن (کہ دوسروں کو تجھ سے فیض پہونچے) اور اپنی خوراک کے لیے مثل ہما، ہڈیوں کی تلاش کر (یعنی اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈال بلکہ دوسرونکی حاجت روائی کر اور جو ملجائے اس پر قناعت کر)

(۴) **ترجمہ:۔** عالم (رطب و یابس کا) ایک مجموعہ ہے اسمیں سے (اچھا اچھا) چھانٹ لے اور دنیا تغلب و زبردستی کی جگہ ہے اسمیں مہربان کی تلاش کر (مگر مہربان ملنا مشکل ہے)

(۵) **ترجمہ:۔** دوستوں کے مزاج میں حسد اور جلن کی وجہ سے سچائی کا مادہ (یعنی) باقی نہیں رہا پس اب اگر تجھ کو انصاف کی خواہش ہے تو دشمنوں سے طلب کر (یعنی اس زمانہ میں دوست سے دشمن اچھے ہیں کہ بات تو صاف کہتے ہیں برخلاف دوستوں کے کہ زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ ہوتا ہے)

(۶) **تشریح:۔** "طلسم" جادو، پرپیچ نقش۔ "بچنگ آوردن" حاصل کرنا۔ **ترجمہ:۔** (دوست کی) زلف کے حلقوں میں سے ایک پرپیچ نقش حاصل کر اور اس کے شغل میں لگ کر دلی وسوسوں سے نجات پالے (صوفیا کی اصطلاح میں زلف عالم ظاہری سے کنایہ ہوتا ہے، یعنی ان مظاہر عالم میں جلوۂ دوست کا مشاہدہ کر اور نفس کے وسوسوں سے نجات حاصل کر)

دست کسے بدامنِ محمل نہ رسد ۷ کورانہ بر صدائے جرسِ کارواں طلب

ہرگاہ یوسفے زتو درراہ ماندہ است ۸ شیون کن وز گم شدہ خود نشاں طلب

ننگ است در طریق کریماں معاملت ۹ جاں از نظیری از طلبی رائیگاں طلب

عشق دہد بادلِ شوریدہ تاب ۶۹/۱ پرورشِ ذرہ کند آفتاب

کم نشود سوزِ دل از سیلِ اشک ۲ آتشِ سودا نہ نشیند بآب

آہ کہ عاشق کشد از خامی ست ۳ دود کند دل چو نباشد کباب

باسخنِ تلخ تبسم خوش است ۴ نشہ دہد شہد چو گردد شراب

دیر رود جاں کہ توئی در دلم ۵ شعلہ کند بر سرِ شمع اضطراب

(۷) تشریح:۔ "کورانہ" اندھا دھند۔ "جرس" قافلہ کا گھنٹہ۔ "محمل" عماری۔ ترجمہ:۔ کسی کا ہاتھ بھی محمل (دوست) کے دامن تک نہیں پہونچ سکتا لیکن جستجو جاری رکھ اور آنکھ بند کرکے گھنٹہ کی آواز پر قافلہ کو ڈھونڈھ، کسے چہ خوش گفتہ ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ❊ یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

(۸) ترجمہ:۔ جب کہ ایک یوسف تجھ سے راستہ میں گم ہوگیا ہے (تو یہ صبر وسکون کیوں ہے؟) فریاد وفغاں کر اور اپنے کھوئے ہوئے (محبوب) کا پتہ چلا (یعنی دوست حقیقی تعلقات دنیوی میں پھنس جانیکی وجہ سے تیری نظروں سے اوجھل ہوگیا ہے غفلت کا پردہ آنکھوں سے ہٹاکر اس کی تلاش کرنی چاہیئے، مل جائیگا)

(۹) ترجمہ:۔ کریم اور سخی لوگوں کے مذہب میں معاملہ (داد وستد) کرنا عار وشرم کی بات ہے (اے دوست) نظیری سے اگر جان لینی ہے تو مفت لے لے (میں جان کے عوض کسی جزا کا خواہاں نہیں ہوں) کیونکہ ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی ❊ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بحر:۔ سریع مسدس مطوی موقوف ❊ ارکان:۔ مفتعلن مفتعلن فاعلات دوبار

تقطیع:۔

عشق دہد	بادل شو	ریدتاب	+	پرورشے	ذررکند	آفتاب
مفتعلن	مفتعلن	فاعلات		مفتعلن	مفتعلن	فاعلات

(۱) ترجمہ:۔ عشق (ہمارے) دلِ پریشان کو نور عطا کررہا ہے (گویا) آفتاب ذرہ کی پرورش کررہا ہے۔

(۲) ترجمہ:۔ دل کی جلن آنسوؤں کے سیلاب سے کم نہیں ہوسکتی (اسلئے کہ) جنونِ (عشق) کی آگ پانی سے نہیں بجھا کرتی۔

(۳) ترجمہ:۔ وہ آہ جو عاشق کھینچتا ہے خامی (عشق) کی وجہ سے ہے (کیونکہ) دل (اسی وقت) دھواں دیتا ہے جبکہ (جلکر) کباب نہ ہوگیا ہو۔

(۴) تشریح:۔ "سخن تلخ" عتاب آمیز کلام اگالیاں۔ ترجمہ:۔ (اے دوست) عتاب آمیز باتوں کے ساتھ ساتھ مسکراتے رہنا بہت اچھا ہے (کیونکہ) شہد جب شراب بنجائے تو نشہ اور مستی پیدا کردیتا ہے (تبسم کو شہد سے اور سخن تلخ کو شراب سے تشبیہ دی ہے)

در شب ہجراں نبود روشنی ۶ گرچہ بود تا بسحر ماہتاب
دیدۂ نظیری نشناسد رخش ۷ بسکہ گداز د نگہم از حجاب

ردیف التاء

ابرے بنظر آمد و برقے ز میاں جست ۶۹/۱ صد فتنہ بہر مرحلہ از خواب گراں جست
انگیخت ازاں ظلمت و پرتو دل و جانے ۲ وز پردہ بروں آمد و در خانۂ جاں جست
آسودہ ز آفات بہم ساختہ بودیم ۳ ناگاہ خطائے شد و تیرے ز کماں جست

(۵) ترجمہ:- میری جان دیر میں نکلے گی اسلئے کہ یہ دل میں (اے شعلہ ہو!) تو ہے (قلب المومن عرش الرحمٰن) (جیسے کہ) شعلہ (ہوا کے صدمات سے) شمع کے سر پر حرکت کرتا رہتا ہے (مگر جب تک روغن اور بتی موجود ہے بجھتا نہیں)

(۶) ترجمہ:- ہجر کی رات میں روشنی نہیں ہو سکتی اگرچہ چاند صبح تک (نکلا) رہے

(۷) ترجمہ:- اے نظیری (میری) آنکھ اس (معشوق) کے چہرہ کو نہیں پہچان سکتی (کیونکہ) میری نگاہ تو (جلوہ) نقاب سے ہی پگھلی جاتی ہے۔ **توضیح:-** مظاہر عالم چہرۂ قدیم کے لئے بمنزلہ حجاب ہیں۔ پس جب عالم ظاہر جو چہرۂ حقیقت کے لئے نقاب ہے اسی کی تابش آنکھوں کو خیرہ کئے دیتی ہے تو ذات قدیم کے جلوہ کی تاب کہاں ہے یا مراد یہ ہے کہ حجاب و دوری کی وجہ سے روتے روتے میری آنکھیں جاتی رہیں تو اب چہرہ کو کیسے پہچان سکتی ہیں!)

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور — **ارکان:-** مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل

تقطیع:-

ابرے بَ	نظر آمَ	دُ برقے زُ	میاں جست	+	صد فتنَ	بہر مرحَ	لَ از خواب	گراں جست
مفعول	مفاعیل	مفاعیل	مفاعیل		مفعول	مفاعیل	مفاعیل	مفاعیل

(۱) تشریح:- یہ غزل فلسفہ آفرینش سے پُر ہے۔ "مرحلہ" پڑاؤ، منزل سفر۔ ترجمہ:- ایک (عدم کا) بادل نظر کے سامنے آیا اور ایک (وجود کی) بجلی اس میں سے کوند گئی (چمک گیا تھا) سینکڑوں فتنے (سفر ہستی کے) ہر ہر پڑاؤ پر گہری نیند سے جاگ اٹھے (اور ساری آفتیں ہمارے وجود نے پیدا کر دیں) اسی لئے غالب نے کہا ہے ع ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا۔

اشارہ:- عدم کو ابر سے اور "نور وجود" کو برق سے تشبیہ دی ہے۔

(۲) ترجمہ:- (قادر مطلق نے) اس تاریکی (عدم) اور (نور وجود) سے دل یا بدن اور روح بنا کھڑے کئے اور (خود) پردہ سے باہر آیا اور روح کے خانہ میں داخل ہو گیا (یعنی روح اسی کا فیض ہے اور دل مومن اس کا مسکن ہے)

(۳) تشریح:- "بہم ساختن" آپس میں نبھاؤ رکھنا۔ ترجمہ:- (ہم تمام) آفتوں سے فارغ رہتے ہوئے آپس میں نبھاؤ رکھتے تھے (اور آرام سے جنت میں تھے لیکن) اچانک ایک غلطی ہو گئی (یعنی آدم نے دانہ گندم کھایا) اور تیر کمان سے نکل گیا (یعنی معاملہ قابو سے باہر ہو گیا جسکی

نشنید کس از کس سخن مہر و محبت ۴ شوقے بضمیر آمد و حرفے ز زباں جست

در مدعیاں غلغلہ افتاد ازیں رشک ۵ منصف بمیاں آمد و منکر بکراں جست

ربطست باو سر بسر اجزائے جہاں را ۶ زیں سلسلہ حاصل کہ بجائے نتواں جست

زیں بیش حکایت نتواں کرد نظیری ۷ افروخت ورق در کف و آتش ز بناں جست

گہ تجلی مانع ست و گاہ ہجراں حائل ست ۱ حیرت اندر حیرت ست و مشکل اندر مشکل ست

وجہ سے زمین پر اترنا پڑا۔

(۴) ترجمہ:۔ کسی نے ابھی تک کسی سے عشق و محبت کی بات نہ سنی تھی (ایک عالم سکوت تھا کہ یکایک) دل میں ایک شوق پیدا ہوا اور ایک حرف (بلیٰ) زبان سے نکل گیا۔ اشارہ:۔ "الست بربکم قالوا بلیٰ" کی طرف اشارہ ہے گویا یہ عشق اور خلافت کی ذمہ داری قبول کرنے کا عہد تھا جو ازل میں ارواح سے لیا گیا۔

(۵) ترجمہ:۔ یہ سنتے ہی دعوے داروں میں ایک غل مچ گیا (یعنی فرشتے کہنے لگے اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ) لیکن جو (انصاف پسند تھا) سامنے آیا اور آدم کو سجدہ کیا اور جو منکر (شیطان) تھا وہ کنارے ہٹ گیا (یعنی) اس طرح حق و باطل کا فیصلہ ہو گیا۔

(۶) ترجمہ:۔ اس سلسلۂ جہاں کے تمام اجزا کو اس ذات قادر و قیوم کے ساتھ ایسا ربط و تعلق حاصل ہے جو کہیں ٹوٹ نہیں سکتا (یعنی سلسلۂ ہستی کو خدا کے ساتھ کامل ربط حاصل ہے)

(۷) تشریح:۔ "حکایت کردن" بیان کرنا، نقل کرنا۔ "بنان" سر انگشت، انگلیوں کے پور۔

ترجمہ:۔ اے نظیری (امر حقیقت کا) اس سے زیادہ بیان نہیں کیا جا سکتا (اتنے بیان سے ہی) ہاتھ میں ورق جل گیا اور انگلیوں سے آگ نکلنے لگی (اب خاموش ہو جانا بہتر ہے)

بحر:۔ رمل مثمن مقصور .... ارکان:۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات

تقطیع:۔

گہ تجلی | مانع ست و | گاہ ہجرا | حائل ست + حیرت اندر | حیرت ست و | مشکل اندر | مشکل ست

فاعلاتن | فاعلاتن | فاعلاتن | فاعلات + فاعلاتن | فاعلاتن | فاعلاتن | فاعلات

(۱) ترجمہ:۔ کبھی تجلی (دیدار سے) مانع ہو جاتی ہے اور کبھی جدائی آڑے آ جاتی ہے (بس) حیرانی در حیرانی اور دشواری در دشواری ہے (کہ کیا تدبیر کروں) غالب کہتے ہیں ؎

دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکے ⁂ دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں

بے نہایت از برِ ما بود تا مقصد مقام	۲	منزلِ کونین طے کردیم و اوّل منزل است
زخمِ ما بے طالعاں پیدا و پنہاں دست و تیغ	۳	بختِ مقتولے کہ چشمش بر جمالِ قاتل است
از ہجومِ فیضے کہ با ایں مشتِ خاک آمیختند	۴	حاملانِ عرش را بارِ امانت در گل است
عقدۂ ما را رسول و نامہ نتواند کشود	۵	بعدِ ظاہر بیں ز چشم و دوریِ ما در دل است
بام و در پُر جلوۂ حسن است اہلِ حال را	۶	ہر کہ صورت دوست میدارد ز معنیٰ غافل است
سینہ را بخراش و در وے دانۂ اشک فشاں	۷	اینکہ شوری خاک و ریزی تخم را بے حاصل است

(۲) تشریح: "از بر" نزدیک۔ "مقام" جگہ مراد فاصلہ۔ ترجمہ: (راہِ سلوک میں) ہمارے پاس سے لیکر منزلِ مقصود تک کا فاصلہ بے انتہا تھا (کہ) دونوں عالم کی منزلیں ہم نے طے کر لیں اور ابھی تک پہلی ہی منزل ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

اے برادر بے نہایت درگہے ست ❊ ہرچہ بروے می رسی بروے مایست

(۳) تشریح: "بے طالع" بدبخت۔ "بختِ مقتولے" چہ خوش ست بختِ مقتولے۔ ترجمہ: ہم بدبختوں کا زخم (دل) تو ظاہر ہے اور (قاتل کا) ہاتھ اور تلوار غائب (یعنی ہم قتل کے وقت بھی دوست کو نہ دیکھ سکے) کیا خوش قسمت ہے وہ مقتول جس کی نظر کم از کم وقتِ قتل اپنے قاتل کے حسن و جمال پر (تو پڑ رہی) ہے (یا اس تونگی فرماتے ہیں ؎ دلم بہ بود و دغائب از نظر بود ❊ نمی دانم کہ ایں فتنہ گر بود)

(۴) تشریح: "حاملاں" جمع حامل، اٹھانے والا۔ "بار در گل بودن یا افتادن" اٹھانے سے عاجز ہو جانا۔

ترجمہ: اس فیض کی تیزی کی وجہ سے جو (قضا و قدر نے آدم کی اس مٹھی بھر خاک میں ملا دی ہے عرش اٹھانے والے (فرشتے) بھی امانتِ (خلافت) کا بوجھ اٹھانے سے عاجز ہیں ؎ آسماں بارِ امانت نتوانست کشید ❊ قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

اشارہ ہے آیتِ کریمہ "انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان" کی طرف تلمیح ہے۔

(۵) تشریح: "عقدہ" گرہ۔ "ظاہر بیں" ظاہر پر نظر رکھنے والا، مرد دنیادار۔ ترجمہ: ہماری گرہ (دل) کو قاصد اور خط نہیں کھول سکتے کیونکہ ظاہر بیں شخص کی دوری تو آنکھ اور نگاہ کی ہوتی ہے اور ہماری دوری دل کی ہے (یہ خط و کتابت سے دور نہیں ہو سکتی)

(۶) تشریح: "حال" ایک مشاہدہ کی کیفیت جو صوفیا پر طاری ہوتی ہے۔ "اہلِ حال" صاحبانِ حال۔ "صورت" ظاہر۔ "معنیٰ" باطن۔

ترجمہ: (کیفیتِ) حال رکھنے والوں کے (خانۂ دل کا) در و بام حسنِ (دوست) کے جلوہ سے پُر ہوتا ہے اور جو شخص کہ ظاہر (مجاز) کا دلدادہ ہوتا ہے وہ حقیقت سے غافل رہتا ہے۔

(۷) تشریح: "خراشیدن" چھیلنا۔ "شور یدن" زمین جوتنا، کریدنا۔

ترجمہ بتقلیب مصرعین: (اے دہقان!) یہ جو تو زمین میں ہل چلا کر بیج ڈال رہا ہے بے نتیجہ ہے بلکہ (اپنے) سینہ کی زمین کو کھود اور اس میں آنسوؤں کے دانے بکھیر (پھر دیکھ ثمر و حاصل ملتا ہے یا نہیں)

از حدیثِ سود و سودائی رُوم دیوانہ وار ۸ حرفِ لیلیٰ گوئے تا دانی کہ مجنوں غافلست
از کرم شاید درے بر روئے مسکین وا کنند ۹ بیشتر شب ہا درین درگہ نظیری سائلست
غیرِ من در پسِ ایں پردہ سخن سازے ہست ۱/۷ راز در دل نتواں داشت کہ غمازے ہست
زخم کاریست صراحی و قدح بر چینید ۲ نیم بسمل شدۂ بر سرِ پروازے ہست
بلبلاں گل ز گلستاں بشبستاں آرید ۳ کہ دریں کنجِ قفس زمزمہ پردازے ہست

(۸) تشریح:۔ "سود" نفع "سودا" سامان خرید و فروخت۔ ترجمہ:۔ (اے زاہد) میں نفع اور لین دین کی بات سے پاگلوں کی طرح بھاگتا ہوں (یعنی عبادت کے بدلے جنت لینا سوداگر کا کام ہے میں یہ کام نہیں آتا باقی ویسے میں پاگل نہیں) (معشوقہ) لیلیٰ کی بات کرتا کہ تو جان لے کہ (عاشق) مجنوں عقل و ہوش میں ہے (یعنی طلبِ دوست میں ہم بہت ہوشیار ہیں اور باقی تمام چیزوں سے غافل ہیں)

(۹) ترجمہ:۔ شاید کہ (اپنے) بخشش و کرم سے کوئی دروازہ (رحمت اس) مسکین کے سامنے کھولدیں (کیونکہ اکثر و بیشتر راتوں کو نظیری اس درگاہ پر بھکاری بن کر آتا ہے۔

بحر:۔ رمل مثمن مخبون مقصور مسکن .. ارکان:۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فعلات دوبارہ

تقطیع:۔ مثل ۱۵ (الف)، مگر ضرب و عروض زیرِ ہست فعلات مسکن مقصور ہے۔

(۱) تشریح:۔ "سخن ساز" باتیں بنانیوالا چغلخور۔ لگائی بجھائی کرنیوالا "غماز" اشارے کرنیوالا چغلخور۔ ترجمہ:۔ اس پردہ میں میری سوا ایک اور لگائی بجھائی کرنے والا ہے (اس لئے عشق کے) بھید کو دل میں نہیں رکھا جا سکتا کیونکہ یہاں بھی اک چغلخور موجود ہے (یعنی جذبات شوق یا خود محبوب حقیقی جو پردۂ وجود میں نہاں ہے رازِ عشق کو افشا کر دیتا ہے۔

(۲) تشریح:۔ "برچیدن" اٹھا لینا اور درچیدن، چننا، لگانا۔ "برسر پرواز بودن" اڑنے کے لئے آمادہ ہونا۔

ترجمہ:۔ (میرا) زخم (دل) کاری ہے، صراحی اور پیالہ اٹھالو (عیش و نشاط کا اب وقت نہیں کیونکہ) ایک نیم جان (طائرِ روح) اڑنے کو آمادہ ہے (اب روح پرواز کرنا چاہتی ہے) اب جام و مینا کا کیا کام۔

غالب اس کے برعکس کہتے ہیں ؎

گو ہاتھوں میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے ⁂ رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

(۳) تشریح:۔ "شبستاں" وہ گھر جس میں رات گذارتے ہیں۔ "زمزمہ پرداز" اسم فاعل ترکیبی "نغمہ سنج" گانے والا۔

ترجمہ:۔ اے بلبلو! باغ سے پھول (ہمارے) گھر میں لے آؤ کیونکہ (اس قفسِ (سینہ) کے گوشہ میں (بھی) ایک (بلبلِ) نغمہ سنج ہے (تاکہ تمہارے طفیل میں ہم کو بھی دیدارِ دوست نصیب ہو جائے)

گوکہ ایں صف شکناں قصد ضعیفاں نکنند ۴ کہ دریں قافلہ گاہے قدر اندازے ہست
تو مپندار کہ ایں قصہ بخود میسگویم ! ۵ گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست
عشق بازیم بمعشوق مزاجے انداخت ۶ کز نیازیم کہ با اوست بخود نازے ہست
وی نظیری نرسیدہ است کہ امروز رود ۷ صحبتے را بود انجام کہ آغازے ہست

رہ حریف گرفتم کہ شیشہ یار من است ۱ خرد پیادہ شد از من کہ مے سوار من است
جراحتم ہمہ راحت شد از سعادت عشق ۲ گلے کہ در رہِ من بشگفد ز خار من است

(۴) تشریح:۔ "صف شکن" ترتیب صف توڑ دینے والا بہادر مراد معشوق۔ "قدر انداز" ایسا نشانہ باز جس کا تیر خطا نہ جائے۔ مراد دل۔ "قافلہ گاہ" قافلہ کے ٹھہرنے کا مقام۔ ترجمہ:۔ (پکار کر) کہہ دو کہ یہ صفِ (عشاق) توڑ دینے والے (معشوق ہم ضعیفوں کی تباہی) کا ارادہ نہ کریں اس لئے کہ (ہم ضعیفوں کے) قافلہ گاہ میں بھی ایک بیچ نشانے والا تیر انداز ہے (یعنی ہمارا جذبۂ عشق انکو پکڑ نہ جائے گا)
(۵) ترجمہ:۔ تو (یہ) نہ سمجھ کہ یہ قصہ (عشق) میں اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں (اور اسمیں واقعیت نہیں ہے بلکہ) کان میرے لبوں کے پاس لا کہ (دل سے) آواز (آرہی) ہے (پس میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ کوئی کہلوا رہا ہے)
(۶) تشریح:۔ "عشق بازیم" میں یائے مصدری اور میم مفعولی۔ "نیازیم" میں یائے توصیفی اور میم بمعنی مرا۔ ترجمہ:۔ مجھ کو عاشقی نے معشوق مزاج بنا دیا کیونکہ اپنی نیازمندی پر، جو میں دوست کے ساتھ کرتا ہوں مجھے ناز ہے (یعنی دوست اگر حسن میں یکتا ہے تو میں عشق میں یکتا ہوں۔
(۷) ترجمہ:۔ کل (گذشتہ) نظیری (محفل یار میں) پہونچا (ہی) نہیں کہ آج (وہاں سے) چلا جائے (کیونکہ) انتہا (تو) اسی ملاقات کی ہوتی ہے جس کی ابتدا (بھی) ہو (یہاں ملاقات کی ابتدا ہی نہیں ہوئی تو انتہا کیسے ہوجائے۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور..... ارکان:۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات دوبارہ

تقطیع:۔ مثل ۳ (الف) مگر عروض و ضرب ~~رمن ست~~ فعلات مخبون مقصور ہے۔

(۱) تشریح:۔ "راہ گرفتن" راستہ بند کر دینا "حریف" ہم پیشہ، مقابل، دشمن "پیادہ شدن" سواری سے اتر جانا۔
ترجمہ:۔ میں نے (آج) دشمن (عقل) کا راستہ روک لیا کیونکہ (شراب کی) بوتل میری یار (و مددگار) ہے عقل میرے دماغ سے اتر گئی کیونکہ (مستی) شراب مجھ پر سوار ہے۔ خلاصہ:۔ یعنی شراب پی کر ہم مست و بیخود ہوگئے ہیں۔ خیام کا فتویٰ ملاحظہ ہو، رباعی ۹

مے گرچہ حرام ہست مدامش مے نوش ⁂ با نغمۂ و چنگ صبح و شامش مے نوش
جامے ز مے لعل گرت دست دہد ⁂ یک قطرہ رہا مکن تمامش مے نوش

(۲) ترجمہ:۔ عشق کی برکت سے میرے سب زخم (میرے لئے) راحت بن گئے (چنانچہ راحت و سکون کا جو پھول (بھی) میرے راستہ میں کھلتا ہے وہ میرے خار (رنج) سے (پیدا ہوتا) ہے (یعنی عشق میں تکلیفیں راحتوں سے بدل گئی ہیں ع مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

اگر درستی در کار جام و مینا ہست	۳	شکستہ بستہ از عہد استوار من است
صبا بطرف چمن خواند ابر بر لب کشت	۴	بہر دو گام حریفے در انتظار من است
شراب و حور میسر نگشت و توبہ گری ست	۵	شفیع جرم خوشیہائے روزگار من است
شبے کہ با تو قدح نوشم و لبے بگزم	۶	کند فرشتہ سجودم کہ کار کار من است
گلم بآتش دل آب مے خورد ہمہ عمر	۷	شگفتہ روئی حیا ودیدیا بہار من است
بسوز و ساز حریفم باہ و نالہ حریص	۸	غم ست دارو و دردے کہ سازگار من است

(۳) تشریح: "شکستہ بستہ" وہ ٹوٹی ہوئی چیز جو جوڑ دی گئی ہو۔ "درستی" پختگی۔ ترجمہ: اگر صراحی اور ساغر کے معاملات میں کوئی درستی (اور پختگی) ہے تو وہ میرے ہی پختہ پیمان (وفا) کی ایک جڑی ہوئی ٹوٹن ہے (تو جب اس جڑی ہوئی ٹوٹن کا یہ حال ہے کہ جام و مینا ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں تو میری پیمان وفا کی پختگی کا حال خود سمجھ لو۔ شکستہ بستہ بمعنی حقیر شئے استعمال ہوتا ہے

(۴) ترجمہ: باد صبا دیکھیے، چمن کی طرف بلاتی ہے اور بادل کھیت کے کنارے ہے اور ہر دو قدم پر ایک دشمن میرے انتظار میں ہے۔
توضیح: باد صبا دل میں سیر چمن کا ولولہ پیدا کر رہی ہو اور بادل کو دیکھ کر کسان کھیتوں کی طرف دوڑ رہے ہوں تاکہ بونے جوتنے میں مصروف ہوں، اور ایسے وقت میں کوئی شخص کام میں رکاوٹ پیدا کر دے تو کس قدر ناگوار گذرتا ہے ٹھیک اسی طرح نسیم لطف الہی سے چمن دل کھل رہا ہے اور باران فیض کو دیکھ کر دل کی اصلاح کا خیال ہے مگر ہر دو قدم پر ہوا و ہوس کے رہزن رخنہ اندازی اور رہزنی کے لئے موجود ہیں۔

(۵) تشریح: "توبہ گری" میں گر علامت فاعلیت اور یائے مصدری ہے اس شعر کی شرح میں مترجمین پریشان ہیں اور بات اتنی ہے کہ پہلا مصرعہ زاہد پر تعریض ہے جس سے بطور مفہوم مخالف اپنے لئے شراب نوشی کا اثبات ہے اور دوسرا مصرعہ حسن معذرت۔ ایک نسخہ "نگشت و توبہ گری ست" کے بجائے "شکیب و توبہ گراست" ہے اس صورت میں مطلب بلا تامل درست ہے یعنی جب شراب و حور میسر ہیں تو صبر و توبہ ممکن نہیں۔ ترجمہ: (حضرت زاہد کو) شراب اور حور میسر نہیں ہوئی تو توبہ گری اختیار کر لی ہے (مجھے میسر ہے میں توبہ کیوں کروں اسلئے کہ میرے) جرم کی سفارشی (خود میرے) زمانہ کی مسرتیں ہیں (کہ جب مجھے یہ لذتیں میسر تھیں تو پھر کیسے بچتا) حکیم خیام نے یہی عذر عجیب انداز میں پیش کیا ہے رباعی ؎

یارب تو جمال ایں مہ مہر انگیز ؛ آراستہ بسنبل عنبر بیز
پس حکم ہمی کنی کہ در وے منگر ؛ ایں حکم چناں بود کہ کج دار و مریز

(۶) تشریح: "کار کار من" میں لفظ کے تکرار اور اضافت سے تخصیص اور تعظیم امر کا فائدہ مقصود ہے۔ ترجمہ: جس رات کو اے محبوب! میں تیرے ساتھ پیالہ (شراب) پیتا ہوں اور (تیرے) لبوں کو بوسہ دیتا ہوں تو فرشتہ بھی مجھے سجدہ کرتا ہے اسلئے کہ درحقیقت کام یہ ہی ہے جو میں کر رہا ہوں۔

باضطراب دلا جاں سپار و حال مپرس ۹ کہ اختیار نظیری ہم اختیار من است

ذوقے بکمال ست و وصالے بدوام است ۱ امروز بما منزلتِ عشق تمام است

بر صوفیٔ بے وجد وبال ست عبادت ۲ بر شیشہ کہ خالیست نمے سجدہ حرام است

دادیم بمعشوقہ و مے دنیا و دیں را ۳ بدنام شدن در دو جہاں عاقبت نام است

احیائے شب و صبوحے حریفاں ۴ مہتاب ہمہ روزن و صبح ہمہ بام است

(۷) ترجمہ:۔ میری (دل کی) تڑپن کی آبیاری دل کی آگ (یعنی عشق) سے کی جاتی ہے (اسی لئے) میری بہار کو دائمی شگفتگی حاصل ہے (یعنی میں سدا بہار رہوں، ہر حال میں خوش ہوں۔

(۸) تشریح:۔ "حریف" ساتھی "دارو درد" میں یائے توصیفی مضاف کے بیان وصف کے لئے ہے۔ ترجمہ:۔ میں (دل کی) جلن اور بیکلی کا ساتھی اور آہ و زاری کا شناسا ہوں (اسلئے کہ میرے) درد (عشق) کی دوا جو مجھے موافق ہے وہ غم ہے (اسلئے بغیر آہ و نالہ کے مجھے سکون نہیں ہوتا)

(۹) ترجمہ:۔ اے دل تڑپ تڑپ کر جان دیدے اور حال نہ پوچھ اس لئے کہ نظیری کو بھی وہ بات منظور ہے جو مجھے منظور ہے (یعنی جب میں نے تڑپ تڑپ کر جان دیدینے پر رضامندی کا اظہار کر دیا ہے تو نظیری بھی اس کے خلاف نہیں کرے گا۔

اشارہ:۔ شعر میں صنعت تجرید ہے



بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ۷۶ (ت)

(۱) تشریح:۔ "ذوقے" اور "وصالے" میں یائے تنکیر تعظیم شان کے لئے ہے۔ ترجمہ:۔ (ہم کو) ایک کامل ذوق اور ایک دائمی وصال (حاصل) ہے آج ہم پر عشق کا درجہ ختم ہے (یعنی اس سے آگے عشق کا اور کوئی مرتبہ نہیں) توضیح:۔ سالک جب پوری طرح اپنی خودی کو فنا کر کے حقیقت میں جذب ہو جاتا ہے تو یہ اس کی آخری منزل ہوتی ہے۔

(۲) ترجمہ:۔ کیفیت وجد نہ رکھنے والے صوفی پر عبادت و بندگی (بھی) ایک وبال ہے (کہ جسکا کچھ حاصل نہیں) اس لئے کہ اس بوتل کو جو شراب سے خالی ہو سجدہ کرنا حرام ہے (یعنی شراب سے بھری ہوئی بوتل جھکائی جایا کرتی ہے خالی بوتل نہیں جھکائی جاتی) بوتل کی اس حالت کو سجدہ سے تعبیر کیا ہے مراد یہ ہے کہ بے وجد صوفی خالی بوتل ہے۔

(۳) ترجمہ:۔ معشوق اور شراب کے شغل میں ہم نے دنیا اور دین (دونوں) دے ڈالے (ہمارے لئے) بدنام (عشق) ہو جانا بھی دونوں جہان میں نہایت ناموری ہے۔

(۴) تشریح:۔ "احیا" زندہ رکھنا۔ احیائے شب "شب زندہ داری" رات بھر جاگنا۔ "صبوحی" صبح کی شراب نوشی "مہتاب ہمہ روزن و صبح ہمہ بام بودن" باعث رونق عالم بود۔ ترجمہ:۔ ہمارا راتوں جاگنا اور یاروں کا شراب صبح پینا سب جھروکوں کی چاندنی اور سب اٹاریوں کی صبح ہے (یعنی ہمارا راتوں یاد دوست میں جاگنا اور صبح کو ہم مشربوں کے ساتھ شراب دید پینا ہی باعث رونق عالم ہے۔

جمعے کہ گرفتاری ایام شناسند ۵ چوں شپرہ از نور گریزند کہ دام است

می گریم و از گریہ چو طفلم خبرے نیست ۶ در دل ہوسے ہست ندانم کہ کدام است

ساقی غمِ دوراں مخور و رطلِ گراں دہ ۷ شادست جہاں تا مے حسنِ تو بجام است

گویند بزاہد بچہ عصمت نفروشد ۸ بوئے مے دوشینہ ہنوزم بمشام است

رنجور و الم دیدۂ پیری ست نظیری ۹ جام سحری چوں نخورد ماہ صیام ست

ہوا بدیہہ رسانست و باغ موزوں ست ۴۴/۱ بہر ترنم مرغے ہزار مضموں ہست

زبانِ بلبل شوخ از سخن نمے افتد ۲ اگرچہ خوردۂ گل ہمچو دُرّ مکنوں ست

(۵) ترجمہ:- وہ لوگ جو زمانہ کی قید و بند کو پہچانتے ہیں وہ روشنی (اسباب دنیا) سے چمگاڈر کی طرح بھاگتے ہیں کیونکہ (یہ انکے واسطے) جال ہے۔

(۶) ترجمہ:- میں رو رہا ہوں اور (شیر خوار) بچے کی طرح مجھے رونے کا سبب معلوم نہیں، دل میں ایک طلب ہے (لیکن) نہیں جانتا کہ وہ کون سی (چیز کی) ہے (یعنی زبان بیان شوق سے عاجز ہے البتہ آنکھیں عرض حال کر رہی ہیں۔

(۷) تشریح:- "رطل گراں" بھرا ہوا پیمانہ۔ ترجمہ:- ساقی! زمانہ کا غم نہ کھا اور (مجھے ایک) بھرا ہوا پیمانہ دے (تاکہ میں مست و بیخود ہو جاؤں کیونکہ) جب تک تیرے حسن کی شراب جامِ (جہاں) میں ہے عالم شاد و خرم ہے (پھر کس بات کی فکر ہے رطل گراں کیوں نہ پئیں۔

(۸) تشریح:- "زاہد بچہ" "تحقیراً" استعمال کیا ہے۔ "عصمت فروختن" پاکی جتلانا۔ "ہنوزم" میں میم مشام کا مضاف الیہ ہے۔ "مشام" دماغ ناک (جمع شم) سونگھنے کا آلہ۔ ترجمہ:- (اس) زاہد کے بچے سے کہدو کہ (زیادہ) پاکبازی نہ بگھارے کیونکہ کل رات کی شراب کی بو (اس کے منہ سے) اب تک میری ناک میں آ رہی ہے (فرق اتنا ہے کہ یہ چھپ کر پیتا ہے اور ہم برملا۔

(۹) ترجمہ:- نظیری بیمار (اور) بڑھاپے کا رنج دیکھے ہوئے ہے پھر پیالہ (شراب) سحری کیوں نہ پیئے (جبکہ) روزوں کا مہینہ (آگیا) ہے۔
اشارہ:- "سحری" یہاں دو معنی ہیں۔ شراب صبح، اور وہ طعام جو روزہ دار آخر شب میں کھاتے ہیں اس لئے اس لفظ سے ایہام پیدا ہوگیا ہے پھر جام سحری پینے کا عذر کتنا بہتر پیش کیا ہے کہ بیماری غم اور بڑھاپا تینوں موجود ہیں جن کا علاج شراب کے سوا اور کچھ نہیں۔

غالب کہتے ہیں ؂ جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو ؛ روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۱/۳۱ (الف) مگر عروض و ضرب $\frac{\text{زولنست}}{\text{فعلات}}$ اور $\frac{\text{مولنست}}{\text{فعلات}}$ مخبون مسکن مقصور ہیں۔

(۱) تشریح:- "بدیہہ" بغیر فکر کئے شعر کہنا۔ "ترنم" نغمہ گانا۔ ترجمہ:- ہوا ہمارے دماغ میں بے سوچے مضمون پہونچانے والی ہے، اور باغ (بھی) مناسب ہے بلبل کے ہر چہچہے پر ہزاروں مضمون (ہمارے ذہن میں آ رہے) ہیں۔

(۲) تشریح:- "از سخن نیفتادن" چپ نہ رہنا۔ "خوردۂ گل" پھول کا زیرہ۔ "دُر مکنون" سیپ میں چھپا ہوا موتی۔
ترجمہ بقلب مصرعین:- اگرچہ پھول کا زیرہ ابھی (سیپ میں) چھپے ہوئے موتی کی طرح ہے (یعنی ابھی پھول کھلا نہیں) مگر بے باک بلبل کی زبان چپ نہیں رہتی (برابر چہچہا رہی) ہے، پھول کھل جانیکے بعد اس کی نغمہ سنجی نہ معلوم کس حد تک پہونچیگی جبکہ ابھی سے یہ حال ہے)

بہوش زی کہ تو گر از بروں نمے بینی ۳ درون پردہ بہ بیند ہر چہ بیروں ست

اگر بلذتِ لطفِ نہاں رسی دانی ۴ کہ اندکی تو و زشتت چگونہ افزون ست (بعضفش)

بشورِ وادی و فریاد سیل خوش داریم ۵ کز اہل سلسلۂ ماست ہر کہ مجنون ست

ز روئے دوست ہویدا بود سعادت دوست ۶ نوشتہ اند بعنواں کہ نامہ مضمون ست

اگر کنارِ بیابانِ عشق دریابی ۷ ز خون کشتہ بہ بینی ہزار جیحون ست

نشانِ ذوقِ حقیقت بنازکاں ندہند ۸ چہ شد کہ فاختہ خوشگوی سرو موزون ست

(۳) ترجمہ:- (ذرا) ہوش کے ساتھ زندگی بسر کر اس لئے کہ اگر تو باہر سے نہیں دیکھ سکتا ہے تو وہ پردے کے اندر سے جو کچھ باہر ہو رہا ہے اس کو دیکھ رہے ہیں (یعنی اپنے اعمال پر نظر رکھ کیونکہ اگر تو خدا کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے ۲ عبد ربک کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی عبادت کرتے ہوئے یہ سمجھ کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا ہے تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے)

(۴) ترجمہ:- اگر تو (اس کے) کرم پوشیدہ کے مزے کو پالیگا تو جان جائے گا کہ تو حقیر ہے مگر تیری برائیاں کس قدر زیادہ ہیں۔ (یعنی اپنی عیوب تجھ پر واضح ہو جائیں گے۔ زشت کے بجائے اگر لطفش ہوتا تو معنی بہت پاکیزہ ہو جاتے، یعنی تجھ پر یہ امر واضح ہو جائے گا کہ تو کم مقدار ہے مگر دوست کا لطف و کرم کس قدر زیادہ ہے)

(۵) ترجمہ:- نالے کے شور اور سیلاب کی فریاد پر ہم خوش ہوتے ہیں اسلئے کہ جو کوئی بھی دیوانہ ہے وہ ہمارے ہی سلسلہ کا ہے (اور اپنے سلسلہ کی چیز دیکھنے سے طبعاً مسرت ہوتی ہے) اشارہ:- وادی میں پانی کی آواز کو شورِ عشق سے تعبیر کر کے اس کو اپنے سلسلہ کا ٹھہرالیا ہے یہ محض حسن تعلیل ہے)

(۶) ترجمہ:- دوست کے چہرہ سے (ہی) دوست کی نیک بختی ظاہر ہے (کتاب حسن) کے سرنامہ پر ہی لکھ دیا کہ (اس کا) اقتباس کیسا ہے اس کے چہرہ سے اس کے بے انتہا حسن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ہندی کی مثل ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات"

(۷) تشریح:- "جیحوں" ایک دریا کا نام جو خراسان اور ماوراء النہر کے درمیان ہے۔

ترجمہ:- اگر تو عشق کے صحرا کے کنارہ پر پہونچے گا تو دیکھے گا کہ (عشق کے) شہیدوں کے خون سے ہزاروں دریا بن نکلے ہیں۔ (یعنی صحرائے عشق میں عشاق کے خون کے دریا جاری ہیں)

(۸) تشریح:- "نازکاں" مراد نازک مزاج اور تنک حوصلہ لوگ۔

ترجمہ:- حقیقت کے ذوق کا نشان نازک مزاج لوگوں کو نہیں دیتے، کیا ہوا اگر قمری خوش آواز اور سرو موزوں (قد والا) ہے (یعنی قمری سرو پر عاشق ہے مگر کم حوصلہ ہے، عشق حقیقی کا ذوق نہیں رکھتی، یہ محض چند دنوں کا جوش و خروش ہے، جاتا رہے گا۔)

بہیچ کاسۂ چشم گدائے پُر نہ شود ۹ مگر ز کاسۂ آزادگاں کہ واژون ست

چو نام توبہ گرفتم قدح بیاد آمد ۱۰ بنوش بادہ نظیری کہ فال میمون ست

بے عشق عقل راہنرے در دماغ نیست ۱ بدسوز دآں فتیلہ کہ از شعلہ داغ نیست

ہرگز فرشتہ از سر بامش نمے رود ۲ آنرا کہ مرغ نامہ برے در سراغ نیست

طعنم بہ بیخودی چہ زنی محتسب برو ۳ مارا فراغت است ترا گر فراغ نیست

ما حال خویش بر پر عنقا نوشتہ ایم ۴ در بال ہدہد و سر منقار زاغ نیست

(۹) **ترجمہ بقلب مصرعین**: (حریص) بھکاری کی آنکھ کسی پیالہ سے نہیں بھرتی مگر آزاد مردوں کے پیالہ سے جو کہ اُلٹا (رہتا) ہے (یعنی قناعت سے پر ہو سکتی ہے۔ سعدی کہتے ہیں ؎ آں شنیدستی کہ در صحرائے غور ۞ بار سالارے بیفتاد از ستور گفت چشم تنگ دنیا دار را ۞ یا قناعت پر کند یا خاک گور۔

(۱۰) **تشریح**: "میمون" اسم مفعول از یُمن بمعنی مبارک "فال" شگون۔ **ترجمہ**: جب میں نے (زبان پر) توبہ کا نام لیا تو پیالہ (شراب) یاد آگیا (تو پھر) نظیری شراب پی ڈال کہ شگون مبارک ہے (یعنی شراب سے توبہ کرتے وقت شراب کا پیالہ یاد آجاتا ہے یہ یاد آجانا ہی فالِ مبارک ہے پس شراب پینے میں تاخیر نہ کرنی چاہیئے پس توبہ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔



بحر: مضارع اخرب مکفوف مقصور۔ **ارکان و تقطیع**: مثل ۲ (الف) مگر عروض وضرب $\frac{\text{باغ نیست}}{\text{فاعلات}}$ $\frac{\text{داغ نیست}}{\text{فاعلات}}$ ہیں

(۱) **تشریح**: "ہنر" کمال و خوبی "فتیلہ" بتی۔ **ترجمہ**: (سوز) عشق کے بغیر دماغ میں عقل کی کوئی خوبی نہیں ہے (دیکھتے نہیں ہو کہ) وہ بتی خراب جلتی ہے (جس پر) شعلہ کا داغ نہ ہو۔ **اشارہ**: بتی پہلے پہل خراب جلتی ہے اور جب شعلہ سے اس کے زائد ریشے جل جاتے ہیں تو اس کی لَو ٹھیک ہو جاتی ہے شعر میں عقل کو فتیلہ سے اور عشق کو شعلہ سے تشبیہ دی ہے یعنی عشق عقل کا مصلح ہے)

(۲) **تشریح**: "بامش" کے ش ضمیر کا مرجع دوسرے مصرعہ میں لفظ "آن" ہے اور آن سے "خانہ" کی طرف اشارہ ہے مشار الیہ محذوف ہے "را" علامت اضافت۔ **ترجمہ**: (سعادت کا) فرشتہ ہرگز اس گھر کے بام پر سے نہیں گذرتا جس کی تلاش میں کوئی نامہ بر طائر نہ ہو (یعنی سعادت والا گھر وہی ہے کہ جس کی تلاش میں نامہ بر رہتے ہوں اور وہ خانہ محبوب ہے، یا اس عاشق کا گھر ہے جس کو محبوب کے قاصد تلاش کرتے ہوں، مقصد یہ ہے کہ عشق باعث سعادت ہے)

(۳) **تشریح**: "محتسب" کوتوال اسم فاعل از احتساب بمعنی نگرانی کرنا "طعنم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ **ترجمہ**: اے محتسب تو مجھ مدہوشی پر کیا طعنہ دیتا ہے جا (اپنا کام کر) ہم کو (تو) فراغت ہے اگر تجھکو نہیں ہے (نہ ہو ہم کیوں شراب نوشی سے باز رہیں یعنی تو دنیا کے جھگڑوں میں پھنسا ہوا ہے تو تو نہ پی ہم کو کیوں روکتا ہے)

(۴) **تشریح**: "ہدہد" نام طائر نامہ بر سلیمان علیہ السلام "زاغ" نامہ بر نوح علیہ السلام۔ **ترجمہ**: ہم نے اپنا حال عنقا کے

چوں جغد بر خرابیٔ خود فال می‌زنیم ۵ کیں نغمہ از ترانۂ مرغان باغ نیست
از خندہ ہائے تلخ صراحی بکار ما ۶ جز خونِ دل بگردشِ چشمِ ایاغ نیست
تلخ ست بی تو عمر نظیری چہ زندگی ست ۷ بیمار را کہ بر سرِ بالیں چراغ نیست
صافی شوم از کون کہ در دُرد صفا نیست ۱/۲۶ بر عرش زنم جوش کہ در خم کدہ جا نیست
رویم ہمہ چوں سایہ کہ در خدمتِ خورشید ۲ صد گونہ سجود ست کہ در طاعتِ ما نیست

پر دن پر لکھا ہے (یعنی ہمارا قاصد عنقا ہے) ہد ہد کے باز و یا کوے کی چونچ میں نہیں ہے (یعنی ہد ہد و زاغ دونوں ہمارے قاصد بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ ہم نے ملک عدم سے پکڑ کر عنقا کو اپنا قاصد بنایا ہے، مراد یہ ہے کہ ہم درجۂ فنا کو پہونچ چکے ہیں اسلئے عنقا ہی ہمارا قاصد بن سکتا ہے حضرت غالب عدم سے بھی آگے پہنچ گئے ہیں، فرماتے ہیں ؎

میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا ٭ میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا

(۵) ترجمہ:- ہم الو کی طرح اپنی ویرانی و تباہی کی (خود ہی) فال نکالتے ہیں کیونکہ (ہمارا) یہ نغمۂ (عشق) باغ کے پرندوں کے چہچہوں میں سے نہیں ہے (یعنی جنونِ عشق اختیار کر کے اپنی ویرانیٔ دل کا سبب ہم خود بن گئے ہیں۔

(۶) تشریح:- "خندہ تلخ" غم کی ہنسی۔ صراحی کی آواز کو خندہ کہا ہے۔ "ایاغ" پیالہ، جام۔ ترجمہ **بقلب مصرعین:-** چشمِ ساغر کے دور میں صراحی کی غم آمیز ہنسی میں سے ہمارے حصہ میں خونِ دل کے سوا اور کچھ نہیں (یعنی صراحی خندۂ تلخ کرتی ہے اور پیالہ میں خونِ دل (شراب) ڈالتی ہے مگر ہمارے حصہ میں خونِ دل تو آیا خندہ تلخ تک میسر نہ ہوا) **اشارہ:-** صراحی کی آواز کی تشبیہ خندۂ تلخ سے بہت لطیف ہے۔

(۷) ترجمہ:- (اے محبوب!) تیرے بغیر نظیری کی زندگی تلخ ہے (اس لئے کہ) اس بیمار کی بھی کیا زندگی ہے جس کے سرہانے چراغ (تک) نہ ہو (یعنی اے دوست تو ہی ہمارا چشم و چراغ ہے جب تو ہمارے پاس نہ ہو تو پھر ہماری زندگی کچھ نہیں) ؎

بے تو اے آرامِ جانم زندگانی چوں کنم ٭ چوں نہ باشی در کنارم شادمانی چوں کنم



بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور — ارکان و تقطیع:- مثل ۲۶/۱ (ت)

(۱) ترجمہ:- (مجھے چاہیئے کہ) میں دنیا (کے تعلقات کی کدورت) سے صاف ہو جاؤں کیونکہ (اس) تلچھٹ میں صفائی نہیں ہے اور جوش مار کر عرش پر پہونچ جاؤں کیونکہ اس میخانۂ (دنیا) میں گنجائش نہیں ہے۔ **توضیح:-** یعنی ترکِ دنیا کر کے مجھے عرش تک رسائی حاصل کرنی چاہیئے دنیا کی وسعت میرے لئے تنگ ہے اسی مضمون کو آگے چل کر یوں ادا کیا ہے ؎

شاہانہ فرش مسند کرسی نہادہ اند ٭ ایں طارمِ خراب چہ جائے نشستِ ماست

(۲) ترجمہ:- میرا پورا چہرہ سایہ کی طرح (سیاہ) ہے کیونکہ آفتاب (حقیقت) کی خدمت میں سینکڑوں قسم کے ایسے سجدے (کئے جانے کے قابل) ہیں جو ہماری عبادت میں (موجود) نہیں ہیں (اس شرمندگی کی وجہ سے ہم منہ دکھانے کے بھی قابل نہیں رہے۔

لطفِ نظرِ سوختگاں تابشِ برق ست ۳ اینجا پر پروانہ طلب بالِ ہما نیست
چنداں کہ دراں جعبہ خدنگ ست نصیبست ۴ درہمت ما جستن و در شست خطا ست
بخرام بگلشن کہ پئے سیر صبوحی ۵ پیغام گلے نیست کہ با بادِ صبا نیست
توفیق نکوکاریٔ ما و تو عطا ئیست ۶ اخلاص بدینار و مروت بہا نیست
صد گونہ دوا در سرِ ہر شاخ گیاہ است ۷ اما چو ترا درد ندادند دوا نیست
گر کفر و ضلالت بود ار دین و ہدایت ۸ خوش باش کہ کارِ ازلی جز بعطا نیست
با حکم قضا ساز کہ در دیر نظیری ۹ مقبول مغاں نیست نمازیکہ قضا نیست

(۳) ترجمہ :- دل جلے عاشقوں کی نظر کا لطف برق (تجلی) کی چمک ہے (پس) یہاں (مقامِ عشق میں) پروانہ کے پروں کی جستجو کر، ہما کا بازو (درکار) نہیں ہے، سعدی کہتے ہیں ؎ اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز ؂ کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

اشارہ :- پر پروانہ سے درد طلب اور بال ہما سے شوکت دنیوی مراد ہے۔

(۴) تشریح :- "جعبہ" ترکش چرمین - ترجمہ :- اس (محبوب) کے ترکشِ (چشم) میں جس قدر بھی تیر (نگاہ) ہیں (سب ہمارا) حصہ ہیں۔ (کیونکہ) ہمارے بس میں بچ نکلنا اور (اس کے) نشانہ میں خطا کا احتمال نہیں ہے (اس لئے سب تیر ہمارے ہی لگیں گے)

(۵) تشریح :- "صبوحی" بضم صاد بمعنی صبحگاہی - ترجمہ :- چمن میں جا کر ٹہل اس لئے صبح کی سیر کے لئے کسی پھول کا پیغام (بھی ایسا) نہیں جو بادِ صبا نہ (لا رہی) ہو (یعنی ہر ہر گل پیغام گلگشت چمن دے رہا ہے مراد یہ ہے کہ مناظر قدرت تم کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں پس نظارہ کرو)

(۶) ترجمہ :- (اے دوستو!) ہماری تمہاری عبادت کی توفیق (خدا کی) دین ہے (اس میں اپنا دخل نہیں) اخلاص اشرفیوں کے بدلے اور مروت قیمت سے (حاصل) نہیں (ہوتی) ہے

(۷) ترجمہ :- ہر گھاس کی شاخ میں سینکڑوں قسم کی دوائیں ہیں مگر جب تجھ کو (قضا و قدر نے) درد ہی نہیں بخشا تو تیرے لئے کوئی (دوا نہیں ہے (یعنی ہر ہر پتہ مظہر جمال الہی ہے مگر اس شخص کے لئے جس کو درد عشق نصیب ہوا ہو ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید ؂ وحدہٗ لا شریک لہ می گوید

(۸) تشریح :- تکرار حرف شرط یہاں تردید کا فائدہ دیتا ہے - ترجمہ :- خواہ گمراہی اور کفر ہو، خواہ ہدایت اور دینداری تو (ہر حال میں) خوش رہ کیونکہ (تقسیم عمل کا) معاملۂ قدیم صرف بخشش و عطا ہے (یعنی جو مناسب سمجھا دے دیا)

(۹) ترجمہ :- اے نظیری حکم الہی کے ساتھ موافقت کر (اور تسلیم و رضا سے کام لے) کیونکہ دیر (عشق) کے اندر جو نماز قضا نہیں ہوئی وہ مغون کے نزدیک مقبول نہیں ہے (یہاں اس نماز کی قدر ہے جو قضا ہو جائے یعنی مظاہر حقیقت کو دیکھ کر ایسے محو ہو جانا چاہیئے کہ نماز کا بھی خیال نہ رہے۔ دوسری جگہ نظیری نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎ فرض و سنت بتماشائے تو از یاد م رفت ؂ پردہ بر روئے فگن یا ز من ایمان مطلب "با حکم قضا ساز" میں قضا کے معنی حکم الہی کے بھی ہو سکتے ہیں اور نماز قضا کے بھی۔

اختر شناس در روش بخت من گم ست ۱ مشکل فتادہ کار نہ در دست انجم ست
دوراں صدائے تفرقہ داد و شراب نیست ۲ یک پارہ در صراحی و یک پارہ در خم ست
ساقی چو فیض اوست ہمہ صرف او کنم ۳ ایں جرعہ کہ در تہ جام تکلم ست
شیریں نکردہ خندۂ شادی مذاق کس ۴ گل نیز تلخ گشتۂ زہر تبسم ست
باشد بنا امیدی خویشم محبتے ۵ کو آشنائے گوشۂ چشم ترحم ست
آسودمی اگر بخودم کس گذاشتے ۶ از جور او کشندہ تر م رحم مردم ست
ناخن ہمیشہ در جگر خارہ میزنم ۷ دیر یست رخش سعی مراسنگ در سم ست

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ۲۵ (ت)

(۱) تشریح:۔ "اختر شناس" بجومی۔ "روش بخت" جس کو اصطلاح نجوم میں سیر طالع کہتے ہیں۔ ترجمہ:۔ بجومی (بھی) میری نصیب (کے اختر) کی چال میں حیران ہے (ایسی مشکل آپڑی ہے کہ ستاروں کے ہاتھ میں معاملہ نہیں رہا (یعنی ہمارے نصیب کا مسئلہ عجیب پیچیدہ ہے اس کو کوئی نجومی بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

(۲) تشریح:۔ "صدائے" ندا" یک پارہ" ذرا سی۔ ترجمہ:۔ زمانہ نے دوستوں کو متفرق کرنے کی آواز لگادی اور (افسوس کہ قابل سیری شراب نہیں ہے ذرا سی صراحی میں اور ذرا سی مٹکے میں ہے (اس سے ہماری تشنگی کیا دور ہو سکتی ہے!

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اے ساقی! (شراب ذکر کا) یہ ایک گھونٹ جو (ہماری) گویائی کے جام میں ہے جب اس کا ہی فیض ہے تو تمام اسی کے (حق ثنا کی ادائیگی کے) لئے ہم صرف کئے دیتے ہیں (یعنی گویائی خدا نے عطا کی ہے اسلئے اسی کی ذکر و ثنا میں صرف ہونی چاہیئے!

(۴) ترجمہ:۔ خوشی کی ہنسی نے کسی کے حلق کو شیریں نہیں کیا (یعنی راحت بہت جلد ہی تکلیف سے بدل جاتی ہے دیکھ لو) پھول بھی تبسم کے زہر سے تلخ بنا ہوا ہے۔ توضیح:۔ شعرا تبسم کو زہر سے تعبیر کیا کرتے ہیں، یعنی پھول نے چمن میں ذرا تبسم کیا تھا کہ تلخی عیش سے دوچار ہونا پڑا اس کو چمن میں نہیں چھوڑا گیا کسی نے توڑ کر دستار میں لگایا اور کسی نے عرق کشید کیا۔ یہی حال ہر دنیا میں آنیوالے کا ہے۔

(۵) ترجمہ:۔ مجھ کو اپنی مایوسی کے ساتھ (بھی) محبت ہے اس لئے کہ وہ (دوست کی) رحم و کرم کی آنکھ کے گوشہ کی آشنا ہے: یعنی دوست مایوس دیکھ کر نظر کرم کرتا ہے پس مایوسی نظر کرم کا سبب ہوتی ہے اس لئے اس سے محبت ہے

(۶) ترجمہ:۔ اگر کوئی مجھے اپنی حالت پر چھوڑتا تو میں (ذرا) سستا لیتا (مگر میرے نصیب میں راحت کہاں؟) اس (محبوب) کے ظلم سے زیادہ مجھے لوگوں کی ہمدردی مارے ڈالتی ہے (یعنی میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا کوئی حال نہ پوچھے مگر ہمدردی جتانے والوں نے ناک میں دم کر دیا ہے ان سے جتنی تکلیف پہونچی اتنی دوست کی جفا سے نہیں پہونچی)

(۷) تشریح:۔ "ناخن در خارہ زدن" ناقابل برداشت اور بے سود سعی کرنا۔ "سنگ در سم اسپ در آمدن" گھوڑے کا چلنے سے عاجز ہو جانا۔ ترجمہ:۔ میں ہمیشہ سخت پتھر کے جگر کو ناخن سے کھودتا ہوں (یعنی ناقابل برداشت اور بے سود سعی کرتا ہوں) ایک مدت

کے سرِ کار بستہ برآرم کہ چرخ را ۸ دوران نماند و رشتۂ امیدِ من گم ست
گفتارِ بے نتیجہ نظیری نمے خرند ۹ عودیکہ سوز دو نہ دہد بوئے ہیزم ست

لختِ دل بر جیب و جیبم بر کنار افتادہ است ۱ دست و دل گم گشتہ تا بازم چکار افتادہ است
ساز و برگِ شادمانی را کہ میداند کجاست ۲ درہم اندوہ و نشاطِ روزگار افتادہ است
خستہ دل تر میشوم تا تلخ تر نوشم دوا ۳ پندِ مردم در مذاقم خوشگوار افتادہ است
از کدورت بر نیایم گر صفا دستم دہد ۴ تیرہ روزم بخت با من سازگار افتادہ است

گذر چکی ہے کہ میری جد و جہد کے گھوڑے کے سم میں پتھر گھس گیا ہے (یعنی ناقابلِ برداشت مصیبتوں سے دوچار ہوں اور لاچار و بے بس ہوں)

(۸) تشریح:- "بستہ" اسم مفعول، بندھا ہوا، الجھا ہوا۔ ترجمہ:- میں (اپنے) الجھے ہوئے کام کا سرا کب نکال سکتا ہوں (یعنی اپنی مشکل کو کیسے حل کر سکتا ہوں) آسمان کے واسطے گردش نہ رہی اور (ادھر) میری امید کا رشتہ گم ہے (یعنی تمام عمر دشواریوں اور نامرادیوں ہی میں گذر گئی)

(۹) ترجمہ:- اے نظیری (لوگ) بے نتیجہ باتوں کو نہیں خریدتے (بے نتیجہ بات کی کوئی قدر نہیں کرتا اسلئے کہ) جو عود (خوشبودار لکڑی) جلے اور خوشبو نہ دے وہ ایندھن (سمجھا جاتا) ہے (یعنی بے نتیجہ بات مثل عودِ بے بو ہے جسکی کوئی قدر و قیمت نہیں)



بحر:- رمل مثمن مقصور...... ارکان و تقطیع:- مثل ۷ (ت)

(۱) تشریح:- "تا" تنبیہ ہے "چکار" میں چہ حرف استفہام استعجاب مع التعظیم کا فائدہ دیتا ہے۔ ترجمہ:- (میرے) دل کے ٹکڑے گریبان پر اور گریبان (پھٹ کر) پہلو پر پڑا ہوا ہے (اور میرے) ہاتھ پاؤں گم ہو چکے ہیں (یعنی سرگشتہ بنا ہوا ہوں) دیکھو! پھر مجھ پر کیسی افتاد پڑی ہے، غالب اور ترقی کرتے ہیں ؎ دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہیں ؛ یعنی ہماری جیب میں ایک تار بھی نہیں۔

(۲) تشریح:- "کہ" کہ امیہ ہے "درہم" مجتمع۔ ترجمہ:- (خالص) مسرت و خوشی کے ساز و سامان کو کون جانتا ہے کہ کہاں ہے (عالم میں) زمانہ کا رنج و راحت ملا جلا واقع ہوا ہے (خالص خوشی و راحت میسر نہیں ہو سکتی) دوسری جگہ اسی مضمون کو نظیری اس طرح ادا کرتا ہے ؎ فرحتے نیست کہ در پہلوئے آن صد غم نیست ؛ روز مولود جہاں کم ز شب ماتم نیست۔

(۳) تشریح:- "مذاق" اسم ظرف از ذوق مراد حلق، زبان۔ ترجمہ:- میں زیادہ زخمی دل بنتا ہوں تاکہ میں زیادہ کڑوی دوا پیوں (یعنی افزائش عشق چاہتا ہوں تاکہ لوگوں کی ملامتیں اور زیادہ ہوں کیونکہ) لوگوں کی (یہ تلخ) نصیحتیں میرے حلق میں خوش مزہ واقع ہوئی ہیں۔

(۴) تشریح:- "صفا" حسن، صفائی، جلا۔ "دست دادن" حاصل ہو جانا۔ ترجمہ:- اگر صفائی مجھ کو نصیب رہی، ہو جائے پھر بھی میں (طبیعت کے) میل کچیل سے صاف نہیں ہو سکتا (اس لئے کہ) میں سیہ بخت ہوں اور میرا نصیبہ میرے موافق واقع ہوا ہے (وہ مجھے

غصّہ مرد و غم بماتم سوخت اکنوں ہجر را	۵	صد چراغ مردہ بر گردِ مزار افتادہ است	
ظرفِ ایں ہنگامہ پیدا کن خراباتیست ایں	۶	گردِ ہر ویرانہ صد منصور و دار افتادہ است	
کے نظیری خوار ماند عشق را نسبت قویست	۷	یک دو روزے غائبش از اعتبار افتادہ است	
عشق تو قیدِ علایق زرہ ما بر داشت	۷۹/۱	ہر کہ مجنونِ تو شد سلسلہ از پا برداشت	
جنس ارزندۂ و ارباب بصارت مشتاق	۲	نتواں دست ز بیعانۂ سودا برداشت	
چوں تواں گشت کنوں ساکنِ خلوت گہ باغ	۳	مجلس آراست گل و مرغ تقاضا برداشت	

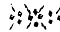
الگ نہیں ہوسکتا اور جب تک میرے ساتھ وہ ہے میری تیرگی زائل نہیں ہوسکتی)

(۵) تشریح:۔"غصّہ" رنج و غم، اصل معنی گلے میں پھندا لگ جانا "ہجر را" علامت اضافت یعنی مزار ہجر۔ **ترجمہ:**۔ (وصل حاصل ہونے پر) رنج مرگیا اور غم (ہماری خوشی کی وجہ سے) ماتم (کی آگ) میں جل گیا (گویا) اب ہجر کے مزار پر سینکڑوں بجھے ہوئے چراغ پڑے ہوئے ہیں۔ **توضیح:**۔ یعنی خانہ ہجر کی رونق رنج و غم کی وجہ سے تھی اب ہم کو وصل حاصل ہوجانیکی وجہ سے ہجر گویا قبر میں دفن ہوگیا۔ اور رنج و غم کے چراغ بجھ گئے" یا حالتِ فراق ہی ہے جس کے صدمے ہم برابر اٹھاتے اٹھاتے اور ماتم کرتے کرتے رنج و غم بھی فنا ہوگئے جو مزار ہجر کے لئے چراغ تھے۔

(۶) تشریح:۔"ظرف" حوصلہ "خرابات" ویرانے، مے کدہ "ہنگامہ" شورش۔ **ترجمہ:**۔ اس ہنگامۂ (عشق) کا حوصلہ پیدا کر (اس لئے کہ) یہ خرابات (عشق) ہے جس کے ہر ہر ویرانے کے گرد سینکڑوں منصور پڑے ہوئے اور سولیاں لٹکی ہوئی ہیں ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں ٭ شرط اول قدم آن ست کہ مجنوں باشی

(۷) ترجمہ:۔ نظیری ذلیل کب رہ سکتا ہے عشق کی نسبت بہت قوی ہے (یعنی عشق اس کو ذلیل نہ رہنے دے گا) زائد سے زائد ایک دو روز کے لئے وہ (نظیری) اعتبار سے گر گیا ہے (یعنی یہ رسوائی چند روزہ ہے جس کے بعد دائمی عزت حاصل ہوجائیگی)



بحر:۔ رمل مثمن مخبون مسکن مقصور ——— **ارکان و تقطیع**، مثل ۴۵ (الف) مگر عروض و ضرب برداشت فعلات مخبون مسکن مقصور ہے۔

(۱) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تیرے عشق نے تعلقات (دنیوی) کی بندشیں ہمارے راستہ سے اٹھا دیں (اس لئے کہ) جو شخص تیرا دیوانہ بن گیا اس نے اپنے پاؤں سے (اس) زنجیر کو نکالدیا (یعنی دنیا کے علائق سے آزادی حاصل کرلی)

(۲) تشریح:۔"ارزندہ" قیمتی "بیعانہ" وہ رقم جو سودا کرتے وقت پیشگی دیدی جائے۔ **ترجمہ:**۔ متاعِ (حسن) قیمتی ہے اور دیکھنے والے (اس کے) مشتاق ہیں، پس (اس) سودے کے بیعانہ سے ہاتھ نہیں اٹھایا جا سکتا (یعنی اس کی خریداری کو نہیں چھوڑا جاسکتا کیونکہ خطرہ ہے کہ اور کوئی لے اڑے گا)

(۳) ترجمہ:۔ اب چمنِ (عالم) کے خلوت خانہ میں کیسے ٹھہرا جاسکتا ہے (جبکہ) گل (حقیقت) نے محفل آراستہ کرلی اور بلبل

دست در گردنِ معشوق حمائل کردم	۴	نتواں کف پئے ہر غرض تمنا بر داشت
عارفان گوشۂ چشمے بدو عالم ندہند	۵	ہر کجا باد نقاب از رخ زیبا بر داشت
محضرِ بندگی از مرتبۂ من بیش ست	۶	ایں نشاں را دل مفلس ز کجا تا بر داشت
پردہ میبایدم آویخت کہ ہر کس نگریست	۷	شرح سودائے ترا نسخہ ز سیما بر داشت
بس کہ نازک دلم از عشق حدیثے تا رفت	۸	اشکم از پردہ بروں آمد غوغا بر داشت
طفل در گریہ نظیری چو تو کافر خو نیست	۹	پدرت تا ز کدامیں در ترسا بر داشت

(شیدا، نے تقاضے شروع کر دیے ہیں، یہی مضموں پہلے اس طرح ادا کیا ہے

سحر منادیٔ بلبل بگلستاں دریاب ❊ صلائے صحبت گل مے دہد زماں دریاب

(۴) تشریح :- "حائل کردن" لٹکانا۔ ترجمہ :- میں نے محبوب کے گلے میں بانہیں ڈال لی ہیں (اب) ہر تمنا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھایا جا سکتا (یعنی ہماری سب سے بڑی تمنا پوری ہو گئی اس لئے اب کسی اور تمنا کے پیش کرنے کا موقع نہیں علاوہ ازیں اگر طلب کیلئے ہاتھ اٹھایا جائے گا تو گردن دوست سے الگ ہو جائے گا۔ اور یہ ناقابل برداشت ہے۔

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین : جہاں ہوا نے دوست کے حسین چہرہ سے نقاب ہٹائی تو (محبوب کا یہ) ایک گوشۂ نظر جو اس وقت عشاق کی طرف ہو جاتا ہے، اس) کو خدا شناس لوگ دونوں عالم کے عوض (بھی) نہیں دے سکتے، ؎

قیمتِ چشمت دو عالم گفتہ ❊ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(۶) تشریح :- "محضر" پروانہ، فرمان۔ "نشان" نمغہ "تا" تنبیہ۔ ترجمہ :- بندگی کا پروانہ یا فرمان (بھی) میرے مرتبہ سے زائد ہے دیکھو! (معلوم میرے) مفلس دل نے یہ نشانِ امتیاز کہاں سے اٹھا لیا ہے (یعنی ہم بندگی کے قابل بھی نہ تھے، یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ہم کو شرف بندگی عطا فرما دیا ہے، مفلس کے پاس کوئی قیمتی چیز دیکھ کر اس پر چوری کا شبہہ ہونے لگتا ہے، دوسرے مصرعہ کا طرز ادا اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرتا ہے)

(۷) ترجمہ :- اے دوست تیری طرح مجھکو (بھی) چہرہ پر نقاب ڈال لینی چاہیئے اس لیے کہ جو شخص (میرے چہرہ کو) دیکھتا ہے وہ (میری) پیشانی سے تیرے جنون عشق کی تفصیلات کی ایک نقل لے لیتا ہے (یعنی میرا چہرہ دیکھ کر یہ سمجھ جاتا ہے کہ تجھ پر عاشق ہوں اس لئے عشق کو پنہاں رکھنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں بھی اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے رکھوں)

(۸) ترجمہ :- چونکہ میں بہت زیادہ کمزور دل ہوں اس لئے جب تک عشق کی داستان بیان ہوتی رہی میری آنکھ کے پردے سے آنسو نکلتے رہے اور ایک شور برپا کرتے رہے۔

(۹) تشریح :- "کافر خو" ضدی۔ "ترسا" آتش پرست۔ ترجمہ :- اے نظیری بچہ (بھی) روتے ہیں تجھ سا ضدی نہیں ہے (یعنی بچہ روتے روتے تھم جاتا ہے مگر تو کسی طرح نہیں تھمتا) تو ہاں رہتا، تیرا باپ تجھ کو کس کافر کے دروازے سے اٹھا لایا ہے (یعنی معلوم

بوئے ازاں دو سلسلۂ خم بخم گذشت ۱ شیخ از حرم برآمد و گبر از صنم گذشت
خیز از سفالِ خضر زلالِ بقا بنوش ۲ کیں آبِ زندگی ز سرِ جامِ جم گذشت
نبود علائق دو جہاں گرد دامنش ۳ چوں من مجردے کہ ز دیر و حرم گذشت
ناموس و ننگ در نظرِ من برابر ست ۴ ہر کس ز خود گذشت ز شادی و غم گذشت
جز رفت و آمدِ نفسے نیست درمیاں ۵ جاوید زیست ہر کہ ازیں یک دو دم گذشت

ہوتا ہے کہ تو کسی بُت ترسا پر عاشق ہے جس کی جدائی پر اس قدر رو رہا ہے)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور   ارکان و **تقطیع:-** مثل ۵۵ کے (ت)

(۱) **تشریح:-** "خم بخم" پیچ در پیچ "سلسلہ" مراد زلف "از چیزے گذشتن" کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ **ترجمہ:-** (معشوق کی) ان پیچ در پیچ زلفوں سے خوشبو مہکی رہی تھی کہ، شیخ حرم سے نکل آیا اور برہمن نے بت کو چھوڑ دیا (یعنی دونوں اپنے اپنے مرکز خیال سے ہٹ کر اس پر عاشق ہو گئے)

(۲) **تشریح:-** "سفال" مراد مٹی کا پیالہ "خضر" مراد توفیق خداوندی یا مرشد کامل "زلال بقا" آب حیات، مراد شرابِ عشق "آب از سرِ جام گذشتن" پیالہ میں نہ سمانا "جام جم" جام جہاں نما مراد عروج شاہی۔

ترجمہ:- اٹھ اور خضر کے جام سفالیں سے آبِ حیات (عشق) پی اس لئے کہ یہ آبِ حیات جام جہاں نمائے جمشید میں نہیں سما سکتا (یعنی عشق دائمی حیات کا سبب ہے نہ کہ عروج دنیوی)

(۳) **تشریح:-** "علائق" جمع علاقہ "دامنش" میں ضمیر شین کا مرجع مجرد ہے "مجرد" علائق دنیوی سے پاک۔

ترجمہ بقلب مصرعین:- مجھ سا دنیوی آلائشوں سے پاک صاف انسان، جو بتخانہ اور کعبہ دونوں کو چھوڑ بیٹھا ہے دونوں عالم کے تعلقات اس کے دامن کے لئے گرد نہیں بن سکتے (یعنی مجھ سا پاک باطن شخص نہ دیر و حرم کو نظر میں لاتا ہے، اور نہ تعلقات دو جہاں سے اپنے دامن کو آلودہ کرتا ہے)

(۴) **ترجمہ:-** میری نظر میں عزت اور ذلت (دونوں) برابر ہیں (اس لئے کہ) جو شخص خودی چھوڑ دیتا ہے وہ غم و شادی سے بالاتر ہو جاتا ہے (یعنی نہ اس کو عزت کی خوشی ہوتی ہے اور نہ ذلت کا غم، یہ درجہ تزکیہ نفس کے درجوں میں سے آخری ہے۔ چنانچہ عرفا کا مقولہ ہے وآخر ما یخرج من راس الصدیقین حب الجاہ (یعنی جاہ طلبی کا خیال سب سے آخر میں دماغ سے نکلتا ہے)

(۵) **ترجمہ:-** (ظاہری زندگی) سانس کی آمد و رفت کے سوا اور کچھ نہیں ہے (یعنی دو سانس کا نام زندگی ہے، ایک آتا ہے اور ایک جاتا ہے، پس) جس شخص نے ان ایک دو سانسوں کو چھوڑ دیا وہ ہمیشہ زندہ رہا (یعنی پندارِ ہستی کو چھوڑ دینا حیات ابدی کا سبب ہے)

برقِ دل رمیدۂ ما راطلب مکن ۶ کیں پرتو از سوادِ وجود و عدم گذشت
چوں عندلیبِ مست نظیری ترانہ گوست ۷ از خار و گل رمیدہ شد از مدح و ذم گذشت

فرحتے نیست کہ در پہلوئے آں صد غم نیست ۱۴۲ روزِ مولودِ جہاں کم زشبِ ماتم نیست
ہمہ جا تیر کماں خانۂ ابرو رفتست ۲ نیشِ ہر جا طلبی ہست و لے مرہم نیست
رنج از اں ست کہ ایں فتنہ برانگیختہ اند ۳ ذلت ما ز نزاعِ ملک و آدم نیست
عارفاں گوش کہ بر پردۂ سازِ ازل اند ۴ در پسِ پردہ شناسند کہ نامحرم نیست

(۶) ترجمہ:- ہمارے بے قابو دل کی بجلی کو نہ ڈھونڈھ اس لئے کہ یہ (بجلی کا سا) عکس تو وجود اور عدم کی سرحد سے گذر چکا ہے (یعنی دل بجلی کی طرح تیزی کے ساتھ ہمارے پہلو سے غائب ہو گیا اب اس کی تلاش فضول ہے ~

چلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا ⁂ کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

(۷) ترجمہ:- نظیری مست بلبل کی طرح نغمہ سنج ہے (حتیٰ کہ) کانٹے اور پھول تک سے بے تعلق اور تعریف و مذمت سے بالاتر ہو گیا ہے (یعنی عالمِ بے خودی میں اس کو اپنا راگ الاپنے سے سروکار ہے، راحت و رنج اور مدح و ذم کی کوئی پرواہ نہیں)

بحر:- رمل مثمن مخبون مسکن مقصور۔ ارکان و تقطیع:- مثل ۱۳۵ (ت)

(۱) ترجمہ:- (دنیا میں) کوئی خوشی ایسی نہیں جس کے پہلو میں سینکڑوں غم نہ ہوں (حتیٰ کہ) دنیا کا پیدائش (کی خوشی) کا دن بھی ماتم کی رات سے کم نہیں ہے (یعنی ہر راحت کے ساتھ رنج اور ہر پیدائش کے ساتھ موت کا کھٹکا لگا ہوا ہے گویا ولادت کی خوشی کا روزِ روشن شبِ ماتم کی طرح تاریک ہے)

(۲) ترجمہ:- (دوست کے) ابرو کی کمان کا تیر (غمزہ) تمام جگہ پہونچ چکا ہے (یعنی تمام لوگوں کے دل اس کے غمزہ کے تیروں سے زخمی ہیں چنانچہ) نشتر جہاں تلاش کرو، موجود ہے مگر مرہم کا وجود کہیں نہیں؛

(۳) ترجمہ:- غم اس بات کا ہے کہ (حسن و عشق کا) یہ فتنۂ عظیم برپا کر دیا ہے (جس سے مصائب کا ایک طوفان آمنڈ آیا ہے، ورنہ) ہماری ذلت فرشتوں اور آدم (علیہ السلام) کی باہمی چپقلش سے کچھ نہیں ہوئی (بلکہ اس میں تو آدم علیہ السلام ہی غالب رہے)

(۴) ترجمہ:- وہ خداشناس لوگ جو سازِ ازل کے پردہ پر کان لگائے ہوئے ہیں (یعنی اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوا بَلٰی کا نغمہ سن رہے ہیں) وہ پہچانتے ہیں کہ (اس مجاز کے) پردہ کے پیچھے کوئی نامحرم (غیر) نہیں ہے، (یعنی عارفین خدا کے محرمِ راز ہوتے ہیں، اور پردہ کثرت میں وحدت کا نظارہ کرتے ہیں)

بدمِ عیسویؑ و معجزۂ روحُ اللّٰہی ۵ خلق دانند کہ از اہلِ خطا مریم نیست
رسمِ ناموسِ جہاں زود ز سر بر داریم ۶ کیں علاقہ بہ پرِ افسرِ ما محکم نیست
ترکِ دیگر نفزائیم کہ پشمینۂ فقر ۷ جز بہ اندازۂ فرقِ پسرِ ادہم نیست
علَمے چند ز عیبِ دگراں بر دوزیم ۸ کانقدر جامۂ رسوائی ما معلَم نیست
نتواں حکمِ خطا کرد نظیری بقضا! ۹ حکم بر صورتِ امریست کہ آں مبہم نیست

امروز آنچہ تاجِ سرِ ماست دستِ ماست ۴۳ / ۱ سرمایۂ درستیِ ما در شکستِ ماست
ناداں بر آبگینۂ ما سنگ میزند ۲ گر ہوشمندیٔ بکسے ہست مستِ ماست

(۵) تشریح:- "روح اللّٰہ" حضرت عیسیٰؑ کا لقب۔ مریم حضرت عیسیٰؑ کی والدہ۔ ترجمہ:- حضرت عیسیٰؑ کی (مردہ کو زندہ کر دینے والی) پھونک اور ان کے دیگر معجزوں کی وجہ سے مخلوق جانتی ہے کہ حضرت مریمؑ خطا کاروں میں سے نہیں ہیں۔ توضیح:- حضرت عیسیٰؑ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے پر مریمؑ پر لوگوں نے طرح طرح کی تہمتیں تراشی تھیں جو اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو مشہور معجزے اور عالمِ شیر خوارگی میں گویائی عطا فرما کر دور فرما دیں۔

(۶) ترجمہ:- (ہم کو چاہیے کہ) دنیوی عزت کا نشان جلد (اپنے) سر سے اُتار پھینکیں اس لئے کہ یہ علاقہ ہمارے پَرِ کلاہ پر پختہ نہیں ہے (یعنی عزت دنیوی جلد زائل ہونے والی ہے اس لئے یہ قابلِ اعتماد نہیں)

(۷) تشریح:- "ترک" کلاہِ فقیرانہ "پسرِ ادہم" ابراہیم بن ادہم جنھوں نے گدائی کو شاہی پر ترجیح دی۔ ترجمہ:- (ہم کو چاہیے کہ) ہم کسی اور نئی، فقیرانہ ٹوپی کا (اپنے لباس میں) اضافہ کریں یا اضافہ نہ کریں (یعنی خیال درویشی چھوڑ دیں) اس لئے کہ فقیری کی کملی تو پسرِ ادہم کے سر کے ہی موافق ہے۔ توضیح:- یعنی لباس پشمینہ پسرِ ادہم کے لئے زیبا ہے۔ ہم کو کوئی نیا طرزِ درویشی اختیار کرنا چاہیئے، یا مطلب یہ ہے کہ درویشی ابن ادہم کے لئے ہی زیبا ہے (جس نے شاہی چھوڑی) ہم جیسوں کا کام نہیں ہے

(۸) تشریح:- "علَم" "نشان" "مُعلَم" "نشان دار۔" ترجمہ:- (ہم کو چاہیے کہ) دوسرے لوگوں کے عیبوں کے نشان اور نقش بھی ہم (اپنے جامہ) پر سی لیں اس لئے کہ ہمارا جامۂ رسوائی اس قدر نشان دار نہیں ہے (جتنا کہ ہونا چاہیئے (یعنی دوسروں کے عیبوں کو بھی اپنی طرف منسوب کر کے اپنی رسوائی کی تکمیل کرنی چاہیئے)

(۹) ترجمہ:- اے نظیری حکمِ خداوندی پر خطا و غلط ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اس لئے کہ وہ حکم ظاہری حال پر ہے جس میں کوئی شک و شبہہ نہیں (یعنی دنیا دارِ اسباب ہے، جیسا عمل کروگے ویسی جزا پاؤگے، اس میں کوئی شبہہ نہیں)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:- مثل ۲۵ (ت)

(۱) ترجمہ:- آج جو چیز ہمارے سر کا تاج بنی ہوئی ہے وہ ہمارا ہاتھ ہے (یعنی فرطِ غم میں ہم نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا ہے، ہماری درستی اور بہتری کا سامان ہماری شکست میں ہے (یعنی عاشق کی کامیابی عاجزی اور درماندگی میں ہی ہے)۔

سر مے کنیم در سرِ پیمانِ خویشتن ۳ ایمان ما ہماں بندائے الستِ ماست
اندیشہ از فرازِ ثریا گذشتہ است ۴ کوتاہی کہ ہست ز تقریرِ پستِ ماست
بر چہرۂ حقیقت اگر ماند پردۂ ۵ جرم نگاہِ دیدۂ صورت پرستِ ماست
شاہانہ فرش مسند کرسی نہادہ اند ۶ ایں طارم خراب چہ جائے نشستِ ماست
ننگ ست اگر بخاتم جمشید بنگریم ۷ پیچاک زلف یار نظیری بشستِ ماست

(۲) ترجمہ :- نادان شخص ہمارے (دل کے) شیشہ پر طعن و تشنیع کے پتھر مارتا ہے (یعنی عالم میں نادانی کا دور دورہ ہے) اگر کسی کو ہوش ہے تو وہ ہمارا (دل) مست و بیخود ہے (یعنی مستی و بیخودی) حاصل کرلینا ہی ہوشمندی ہے، دنیا والے چونکہ اس نعمت سے محروم ہیں اس لئے نادان ہیں اور ہماری آبگینہ دل کو توڑتے ہیں)

(۳) تشریح :- "سر کردن" فدا ہونا۔ ترجمہ بقلب مصرعین :- ہمارا ایمان اُسی الست کی ندا پر ہے (جس کا جواب ازل میں ہم نے بلیٰ کہہ کر دیا تھا) پس ہم اپنے پیمانِ (وفا کو پورا کرنے) کے خیال میں سر کھپاتے کرتے ہیں (یعنی ازل میں معشوق حقیقی کے ساتھ ہم نے عہد وفا اور اقرار بندگی کیا تھا، اسی کو پورا کرنے میں ہم لگے ہوئے ہیں)

(۴) ترجمہ :- (ہمارا) تخیل ثریا کی بلندی سے (بھی) آگے نکل چکا ہے، جو کچھ کوتاہی اور کمی ہے، وہ ہماری پست تقریر کی وجہ سے ہے (یعنی ہمارے تخیل کی پرواز تو بہت بلند ہے مگر ان کیفیات کو ادا کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

(۵) ترجمہ :- حقیقت کے چہرہ پر اگر کوئی پردہ باقی رہ گیا ہے تو یہ ہماری ظاہر پرست آنکھ کی نظر کا قصور ہے (یعنی نگاہِ ظاہر بیں کو چہرۂ حقیقت نظر نہیں آتا ورنہ چہرہ بے نقاب ہے جو نگاہِ باطن رکھتا ہے وہ دیکھ سکتا ہے)

(۶) ترجمہ :- (قدرت) شانِ قدرت نے ہمارے لئے عرش و کرسی پر شاہانہ فرش بچھا رکھا ہے (ہم کو وہاں بیٹھنا چاہیئے) یہ ویران بام (دنیا) ہمارے بیٹھنے کے لئے کیا (نامناسب) جگہ ہے (یعنی عاشقِ حقیقی کے لئے تکیہ گاہ عرش و کرسی ہیں اس کی نظر میں دنیوی عروج ہیچ ہے)

(۷) تشریح :- "خاتم جمشید" انگشتری سلیمان علیہ السلام جو ذریعہ سلطنت تھی۔ "پیچاک" اسم مفعول سماعی از پیچیدن الف و کاف علامت اسم مفعول ہے مثل خوراک و پوشاک مراد حلقۂ زلف "شست" چٹکی۔

ترجمہ بقلب مصرعین :- اے نظیری (جب کہ) زلفِ یار کا چھلا (حلقہ) ہماری چٹکی میں موجود ہے تو بڑے شرم کی بات ہوگی اگر ہم خاتم سلیمان کی طرف (آنکھ اٹھا کر بھی) دیکھیں (یعنی زلف یار کا حلقہ خاتم سلیمانی سے بہتر ہے اور سلطنت عشق سلطنت دنیا سے وسیع تر)

چناں زخانہ بروں رفتنم بدل تنگست ۱ کہ آستانہ بیابان دگام فرسنگ است
بجان درتنِ مفلوج گشتہ می مانم ۲ کہ در برآمدنم رنج و بودنم ننگ است
رگ و رواں بگذار دچوں گریہ گرم شود ۳ شرارہ در دلِ فولاد وقطرہ در سنگ است
بدامنِ دل پاکِ تو داغ من نرسد ۴ زبس گریستہ ام خون دیدہ بیرنگ است
دلم زصورت کارم غریقِ اندوہ است ۵ کہ عکسِ طلعتِ زنگی برآئینہ زنگ است
بگردشِ مہ وخورشید طعنہ ہا داریم ۶ و بختِ خویش زیانکار بر سرِ جنگ است

بحر :۔ مجتث مثمن مخبون مقصور مسکن ارکان و تقطیع :۔ مثل ۲۷ (ت)

(۱) تشریح :۔ "رفتنم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ "ننگ" عار اگر اس کے بجائے تنگ ہوتا تو زیادہ مناسب تھا۔ "فرسنگ" تین میل کی مسافت ۔ ترجمہ :۔ (ضعف سے) مجھکو گھر سے باہر نکلنا ایسا ناگوار ہے یا میرے لئے باعث ننگ ہے کہ (گھر کی) چوکھٹ (تک کی مسافت) ایک بیابان (معلوم ہوتی) ہے اور ایک ایک قدم فرسنگ (کے برابر) ہے (یعنی خانہ نشینی مجھے پسند ہے)

(۲) تشریح :۔ "می مانم" فعل حال از مانستن ۔ ترجمہ :۔ میں اس جان کے مشابہ ہوں جو فالج زدہ بدن میں ہو کہ میرے باہر نکلنے میں تکلیف اور میرا رہنا باعث ننگ ہے (یعنی ناتوانی نے مجھے مفلوج کے مثل بنا دیا ہے جس کا جینا باعث ننگ ہوتا ہے، اور مرنا باعث رنج)

(۳) ترجمہ :۔ جب (میرے) گرم آنسو نکلتے ہیں۔ تو رگوں اور روح کو گھلا دیتے ہیں (بلکہ یہ سمجھو کہ یہ آنسو نہیں ہیں بلکہ) فولاد کے دل کے شرارے اور پتھر کے (جگر کے) قطرے ہیں۔ توضیح :۔ فولاد سے شرر اور پہاڑ سے چشمے نکلتے ہیں مگر میرے دل سے شرار بھی نکلتے ہیں اور سیل اشک بھی جس کی وجہ سے میرے رگ و ریشے پگھلے جاتے ہیں)

(۴) ترجمہ :۔ تیرے دل کے پاک دامن پر میرے (اشکوں کا) داغ نہیں لگے گا اس لئے کہ بہت زیادہ رونے کی وجہ سے میری آنکھوں کا خون بے رنگ ہوگیا ہے۔ توضیح :۔ یعنی میرے خونیں اشکوں سے دوست اپنے دامن دل کو بچاتا ہے کہ مبادا اسکے چھینٹے پڑ کر دامن ناپاک ہوجائے مگر اب اس کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے اسلئے کہ اب روتے روتے خون پانی بن چکا ہے ۔

(۵) ترجمہ :۔ میرا دل میری صورت حال کی وجہ سے غم میں ڈوبا ہوا ہے (اس پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہیئے اس لئے کہ) زنگی کے چہرہ کا عکس آئینہ پر زنگ بنجاتا ہے۔ توضیح :۔ یعنی میری صورتِ حال مثل چہرۂ زنگی تاریک ہے اور یہی میرے آئینۂ دل کو تاریک بنائے ہوئے ہے، حالتِ غم میں دل پر ایک تاریکی چھا جاتی ہے ۔

(۶) ترجمہ :۔ ہم چاند اور سورج کی گردشوں کو طعنہ دیتے ہیں (یعنی اپنی بدحالی کا سبب ان کو ٹھہراتے ہیں) حالانکہ خود اپنا نقصاں رساں مقدر (ہم سے) برسرِ پیکار ہے (یعنی ہماری نامرادی کا سبب خود اپنی بدبختی ہے، گردش زمانہ کا کوئی قصور نہیں زمانہ کو فضول ہم مجرم قرار دیتے ہیں ۔

غریب نقش خیالے برآب زد دیدہ ۷ بجز خدائے کہ داند کہ ایں چہ نیرنگ است
نوا بگوشت اگر مختلف رسد چہ عجب ۸ کہ یک ترانۂ ما در ہزار آہنگ است
سخن بذوق بود در مذاق بنشیند ۹ بصفحۂ کلک نظیری چو زخمہ بر چنگ است

حریفِ صافی و دردی نہ خطا اینجاست ۸۵/۱ تمیز ناخوش و خوش میکنی بلا اینجاست
بغیرِ دل ہمہ نقش و نگار بے معنی ست ۲ ہمیں ورق کہ سیہ گشتہ مدعا اینجاست
ز فرق تا قدمش ہر کجا کہ مے نگرم ۳ کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

(۷) ترجمہ :- آنکھوں نے (حالت گریہ میں) ایک عجیب خیالی تصویر (دوست) پانی پر بنادی، خدا کے سوا کون سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیا طلسم ہے۔ **توضیح** :- یعنی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں اور دوست کا نقش خیالی نظروں کے سامنے ہے گویا پانی پر تصویر کھنچ گئی ہے، یہ غم عشق کی حیرت انگیز کاربردازی ہے۔

(۸) ترجمہ :- (اے مرد مجازی!) اگر تجھ کو نغمہ مختلف سنائی دے رہا ہے تو کیا تعجب ہے اس لئے کہ ہمارا ایک ترانہ ہزاروں سروں میں (گایا جا رہا) ہے۔ **توضیح** :- یعنی نغمہ ایک ہے مگر سُر مختلف ہیں، تو اگر یہ سمجھتا ہے کہ نغمے مختلف ہیں تو یہ تیری غلطی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ذات واحد کا ظہور مختلف مظاہر میں ہو رہا ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقتاً کثرت کا وجود ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔

(۹) ترجمہ :- اگر کلام با ذوق ہوتا ہے تو (لوگوں کے) مذاق میں جاگزیں ہو جاتا ہے، اے نظیری! صفحۂ (قرطاس) پر قلم (کی مثال ایسی ہے جیسا کہ) سارنگی پر مضراب ہوتا ہے (یعنی مضراب اگر قاعدہ میں تاروں پر پڑتا ہے تو نغمہ درست اور موثر ہوتا ہے ورنہ غلط اور غیر موثر، یہی حال قلم کا ہے اگر مضامین درست اور الفاظ شیریں لکھے جاتے ہیں تو ان کا اثر ہوتا ہے ورنہ نہیں)



بحر :- مجتث مثمن مخبون مسکن مقصود ارکان و **تقطیع** :- (مثل نمبر ۲ دت)

(۱) ترجمہ :- تو شرابِ صاف اور تلچھٹ۔۔۔(دونوں) کا حریف نہیں ہے، غلطی یہ ہے، تو بھلے اور برے کا فرق کرتا ہے مصیبت یہ ہے (یعنی رند مے آشام کو تو شراب سے غرض ہے صاف ملے یا تلچھٹ اس سے کوئی غرض نہیں مراد یہ ہے کہ عشق اسی وقت کامل ہوتا ہے جب کہ رنج و راحت کی تمیز جاتی رہے ورنہ ناقص ہے ؎

مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو ؛ ایک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیئے

(۲) ترجمہ :- (پاک و صاف) دل کے بغیر سب نقش و نگار (ہستی) بے حقیقت ہے (یعنی وہی شخص دنیا اور اس کی آرائشوں کی صحیح حقیقت سمجھتا ہے جو صاحبِ دل ہے، بس یہی ورقِ (دل) جو سیاہ ہو گیا ہے مقصدِ حیات ہے اسی میں ہر اسکو تو دیکھ صفا کرا و زندگی کا مقصد سمجھ)

(۳) ترجمہ :- اس (محبوب) پر سر سے لیکر پاؤں تک میں جہاں نظر ڈالتا ہوں ادائے حسن (میرے) دل کا دامن کھینچتی ہے کہ (یہیں تیرے ٹھہرنے کا) مقام یہیں ہے (یعنی معشوق سراپا حسن و خوبی ہے اور اسکی ہر ادا دلکش ہے)

خطا بمردمِ دیوانہ کس نمے گیرد	۴	جنوں نداری و آشفتہ خطا اینجاست
بدل ز دل گذرے ہست تا محبت ہست	۵	رہِ چمن نتواں بست تا صبا اینجاست
بدی و نیکی ما شکر بر تو پنہاں نیست	۶	ہزار دشمنِ دیرینہ آشنا اینجاست
سرشکِ دیدۂ دل بے تو بستہ نکشاید	۷	اگرچہ یک گرہ و صد گرہ کشا اینجاست
بہر کجا روم اخلاص را خریدا رلیست	۸	متاعِ کاسد و بازارِ ناروا اینجاست
ز کوئے عجز نظیری سرِ نیاز مکش	۹	زہر رہے کہ در آئید انتہا اینجاست

(۴) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ تو دو واقعی) دیوانگی نہیں رکھتا اور پریشان حالی ظاہر کرتا ہے، غلطی یہاں ہے (اسی لئے سب تجھ کو خطا کار ٹھہراتے ہیں ورنہ) واقعی دیوانہ شخص کی خطا کوئی نہیں بتایا کرتا (سب اس کو معذور سمجھتے ہیں یعنی اگر تو لوگوں کی طعن و تشنیع سے بچنا چاہتا ہے تو حقیقی جنونِ عشق حاصل کر)

(۵) ترجمہ:۔ جب تک (علاقۂ) محبت موجود ہے دل کو دل سے راہ رہے گی (اسلئے کہ) جب تک بادِ صبا موجود ہے چمن کے راستہ کو بند نہیں کیا جا سکتا (اسی طرح محبت کی بادِ صبا چمن حسن کے تماشہ کی دعوت دیتی ہے اسلئے عاشق و معشوق کے دلی تعلق کو منقطع نہیں کیا جا سکتا)

(۶) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ (ہمارے) ہزاروں مدت کے واقف کار دشمن یہاں موجود ہیں (جو ہماری برائیاں تجھ سے بیان کرتے ہیں لیکن یہ) خدا کا شکر ہے کہ ہماری نیکی اور بدی تجھ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ **توضیح**:۔ یعنی اے خدا ہماری نیکی بدی تجھ پر واضح ہے، اچھے ہیں یا برُے تیرے پیدا کئے ہوئے ہیں اسلئے امیدِ بخشش ہے۔

(۷) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تیرے ہجر میں چشمِ دل کے آنسو (دل میں ایسی) گرہ بن گئے ہیں جو نہیں کھل سکتی اگرچہ گرہ ہے ایک اور گرہ کھولنے والے سینکڑوں ہیں۔ **توضیح**:۔ یعنی حالت ہجر میں ضبط کرتے کرتے آنسو گرہ بن گئے ہیں اسی مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے ؎

در دروں ہمچون عنب شد خوشۂ اشکم گرہ ؛ بس فرو خوردم بدل خونہائے ناپالودہ را

اگر "دیدۂ دل" با ضافت نہ پڑھا جائے بلکہ "دلِ بے تو بستہ" بترکیب توصیفی پڑھا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ حالت ہجر میں دل کی گرہ کو آنکھ کے آنسو نہیں کھول سکتے ہیں اگرچہ گرہِ دل ایک ہے اور اشکِ گرہ کشا سینکڑوں ہیں یعنی اس گرہ کے کھلنے کا ذریعہ وصل کے سوا اور کچھ نہیں، اقبال کا شعر ہے ؎ پیش تو نہادہ ام دلِ خویش ؛ شاید کہ تو ایں گرہ کشائی

(۸) ترجمہ:۔ میں دنیا میں جہاں جاتا ہوں وہاں اخلاص (و وفا) کی خریداری ہے (یا اس کے خریدار موجود ہیں) مگر یہاں وہ کھوٹی پونجی اور (اس کا) بازار غیر رائج (گرا ہوا) ہے (یعنی اخلاص و وفا کی سب جگہ قدر ہے مگر ہمارا دوست اسکی کچھ قدر نہیں کرتا)

(۹) ترجمہ:۔ اے نظیری تو اپنے نیاز مندی کے سر کو عجز و انکسار کے کوچہ سے نہ ہٹا اسلئے کہ (شہر عشق میں) جس راستہ سے بھی آئیں انتہا اسی جگہ ہوتی ہے (یعنی حقیقت کا علم پورا حاصل نہیں ہو سکتا، بہر حال اعتراف عجز کرنا پڑتا ہے، حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) **ما عرفناک حق معرفتک**، کہ ہم سے تیری معرفت کا حق ادا نہیں ہو سکا۔

وز گریہ ام دیار ز ویرانہ پُر شدہ است	۸۶/۱	شب ز فسانہ ام ز جنون خانہ پُر شدہ است
مارا کہ کف از وچو کفِ شانہ پُر شدہ است	۲	زاں طرۂ کہ شکایتِ آشفتگی رسد
دیر و حرم ز نعرۂ مستانہ پُر شدہ است	۳	افگندہ پردہ از رخِ ساقی نسیم صبح
بام و درم ز ذرّہ و پروانہ پُر شدہ است	۴	یا زم بکلبہ کیست نہ شمع و نہ آفتاب
طرفِ چمن ز سبزۂ بیگانہ پُر شدہ است	۵	ترسم بلالہ و سمن او زیاں رسد
یک آشنا نیامدہ و خانہ پر شدہ است	۶	تنگ است جائے بر نفس امشب بخلوتم

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور — ارکان و تقطیع:- شل ۴۵ (ت)

(۱) **ترجمہ:**- (آج کی) رات میرے (جنون خیز) افسانہ کی وجہ سے (تمام) گھر دیوانگی سے بھر گیا ہے اور میری گریہ وزاری کی وجہ سے شہر ویرانوں سے (بھر گیا)۔ غالب نے کہا ہے سے یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اہل جہاں :: دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں)

(۲) **تشریح:**- "مارا" میں را علامت اضافت ہے یعنی کفِ ما۔ کفِ شانہ" کنگھے کے دانتے۔ **ترجمہ:**- اس زلفِ (یار) کی پریشانی کے شکوہ کا حق (ہمیں) کب پہونچتا ہے جبکہ ہمارا ہاتھ اس سے کفِ شانہ کی طرح پُر ہو گیا ہے (یعنی جب اس کی پریشانی ہمارے مقصد میں خارج نہیں ہے تو پھر ہم کو شکایت کا کیا حق ہے)

(۳) **ترجمہ:**- بادِ صبح نے ساقی کے چہرہ سے نقاب الٹ دی (جو کیا تھا)، دیر اور حرم دونوں مستانہ نعروں سے پُر ہو گئے (یعنی شیخ و برہمن، ساقی حقیقی کا جمال دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئے)

(۴) **تشریح:**- "یا زم" میں میم کلبہ کا مضاف الیہ ہے۔ "کلبہ" کوٹھری۔ خانۂ کوچک۔ **ترجمہ:**- میرے خانۂ (دل) میں نہ شمع ہے اور نہ آفتاب، تو پھر کون ہے؟ کہ میرے (خانۂ دل کے) بام و در ذرّوں اور پروانوں سے پُر ہیں (یعنی ضرور کوئی شمع چہرہ اور آفتاب رخ معشوق ہے)

اشارہ:- ذرہ کا تعلق آفتاب سے اور پروانہ کا شمع سے اسلئے شعر میں صنعت لف و نشر غیر مرتب ہے۔

(۵) **تشریح:**- "سبزۂ بیگانہ" خود رو گھاس جو لگائے ہوئے پودے کے پاس اُگ آتی ہے چونکہ اس سے نقصان پہونچتا ہے اسلئے اُکھاڑ دی جاتی ہے، یہاں خطِ رخسار مراد ہے۔ **ترجمہ:**- مجھے ڈر ہے کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) اس کے لالہ اور چنبیلی (کے مانند رخسار) کو نقصان پہونچے کیونکہ چمن (چہرہ) کے کنارے بیگانہ سبزہ (خط) سے پُر ہو گئے ہیں۔

(۶) **ترجمہ:**- آج کی رات میرے خلوت خانہ میں سانس لینا دوبھر ہے، آشنا ایک نہیں آیا اور گھر بھر گیا ہے۔ **توضیح:** یعنی ناواقف لوگوں کا اتنا ہجوم ہے کہ سانس لینا مشکل ہو گیا ہے مگر آشنا اور دوست کوئی نہیں یعنی ہمجنس اور آشنا کا ملنا مشکل ہے، اس مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے سے درآرزوئے یک تن ہمجنس کہ عنقاست :: از بسکہ تپیدیم شکستیم قفس را۔ ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ میں قریب مرگ ہوں، سانس مشکل سے آرہا ہے مگر میری بالیں پر غیروں کا ہجوم ہے دوست اس وقت بھی نہ آیا۔ کسے چہ خوش گفتہ سے

بلبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم :: پس از انکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

هرگز عطائے ساقی ما را کرانہ نیست ۷ از تنگ ظرفیست کہ پیمانہ پر شدہ است

آں شاخ گل بچوں تو نظیری نمی رسد ۸ دار الشفائے شہر ز دیوانہ پر شدہ است

بے تو دو شم در درازی از شب یلدا گذشت ۱ آفتاب امروز چوں برق از سرای ما گذشت

نیش خارے نیست کز خون شکاری سرخ نیست ۲ آفتے بود ایں شکار افگن کزیں صحرا گذشت

شوکت حسنش کسے را فرصت آہے نداد ۳ گرچہ ہر سو دادخواہے بود او تنہا گذشت

جلوہ اش ننمود از بس محو رفتارش شدم ۴ نالہ ام نشنید از بس گرم استغنا گذشت

(۷) ترجمہ:۔ ہمارے ساقی کی عطا کی ہرگز کوئی حد نہیں ہے (یہ ہماری) تنگ ظرفی کی وجہ ہے کہ (ہمارا) پیمانہ بھر گیا ہے (یعنی ہم کم حوصلہ ہیں ورنہ اس کا کرم و عطا بے حد و نہایت ہے)

(۸) ترجمہ:۔ اے نظیری! وہ شاخِ گل (یعنی یار) تجھ جیسے شخص کو نہیں مل سکتی اس لئے کہ شہر کا شفا خانہ (یعنی خانۂ محبوب) دیوانوں سے پر ہو گیا ہے (یعنی جب پہلے کامل دیوانے پہونچ چکے ہیں تو تجھ جیسے نیم دیوانے کو جو بعد میں آیا ہے یہ شاخ گل کیسے مل سکتی ہے، دیوانہ کے لئے خوشبو کی چیزیں مفید ہوتی ہیں)

بحر:۔ رمل مثمن مقصور ... **ارکان و تقطیع**: مثل نمبر (ت)

(۱) **تشریح**:۔ "یلدا" تاریک۔ پہلے مصرعہ میں ہجر کا بیان ہے اور دوسرے میں وصل کا۔ **ترجمہ**:۔ (اے محبوب!) تیرے بغیر میری گذشتہ شب، تاریک رات سے (بھی) درازی میں بڑھ گئی اور آج آفتاب ہمارے گھر سے مثل بجلی کے (تیزی سے) گذر گیا (یعنی شبِ ہجر کاٹے نہ کٹتی تھی اور روزِ وصل بہت جلد گذر گیا یا دونوں مصرعوں میں کیفیت ہجر کا بیان ہے، یعنی رات بھی تاریک ہے، اور دن بھی اسلئے کہ آفتاب بجلی کی طرح گذر جاتا ہے اور پھر تاریکی چھا جاتی ہے حافظ گوید ؎

بے مہر رخت روز مرا نور نماندست ❊ وز عمر مرا جز شب دیجور نماندست

(۲) **ترجمہ بقلب مصرعین**:۔ یہ شکاری (بھی) جو اس صحرا سے گذرا ایک آفت (کا پرکالہ) تھا کہ ایک کانٹے کی نوک بھی (ایسی) نہیں جو کسی شکار کے خون سے سرخ نہ ہو (یعنی صیادِ حسن نے اس قدر عاشقوں کو شکار کیا ہے کہ تمام صحرائے عالم ان کے خون سے تر ہو گیا ہے)

(۳) **ترجمہ بقلب مصرعین**:۔ اگرچہ ہر سمت فریادی (عاشق) موجود تھا مگر اس کے حسن کے رعب نے کسی کو آہ تک کرنے کی مہلت نہ دی اور وہ (دوست) تنہا گذرا چلا گیا (یعنی رعبِ حسن نے سب کو حیرت زدہ بنا دیا، سب کی زبانیں بند ہو کر رہ گئیں)

(۴) **ترجمہ**:۔ میں چونکہ اس کی رفتار (چال) میں محو ہو کر رہ گیا اسلئے اس کا جلوہ (مجھے) نظر نہ آیا اور وہ چونکہ بہت زیادہ بے نیازانہ انداز سے گذرا اس لئے میرا نالہ نہ سن سکا (خلاصہ یہ کہ نہ ہم اس کا جلوہ دیکھ سکے اور نہ ہمارا نالہ اس کے گوش گذار ہو سکا)

خواستی آشفتگی دستار بردن از سرش ۵ بسکہ سرمست و بخود مغرور و بے پروا گذشت

با پریشاناں چگویم صولتِ ہجرش چہ کرد ۶ بادِ یاسی آمد و بر دفترِ دلہا گذشت

باز امشب با سگِ کویش نظیری ہمرہ است ۷ شوکتے دیدم کہ پنداری جم و دارا گذشت

در شہرِ ما بدولتِ عشق احتیاج نیست ۱ در ہیچ گوشہ نیست کہ صد تخت و تاج نیست

چشمِ ترے بچینِ جبیں مے تواں فروخت ۲ کارِ وفا ہنوز چناں بے رواج نیست

خاطر بخندۂ گل و مل وا نمے شود ۳ غیر از گریستن غمِ دل را علاج نیست

شہرے بشیشۂ دلِ ما سنگ می زند ۴ در ہیچ پائے نشترے از زجاج نیست

(۵) ترجمہ بتقلب مصرعین:- (دوست) چونکہ بہت زیادہ مست اور اپنے (حسن) پر مغرور اور بے پروا یا نہ گذرا تو (اس کی رفتار کی) مستی و پریشانی اس کے سر سے دستار گرایا ہی چاہتی تھی (یعنی وہ اس انداز سے چل رہا تھا کہ قریب تھا کہ دستار سر سے اُتر جائے)

(۶) ترجمہ:- کیا بتاؤں، اس کے ہجر کے غلبہ اور شدت نے عشاقِ پریشان حال کے ساتھ کیا کیا (بس یہ سمجھو کہ) مایوسی کی ایک ہوا چلی اور دلوں کے دفتر پر ہو کر گذر گئی (یعنی تمام آرزوؤں پر پانی پھر گیا اور دل پر ایک مایوسی کی کیفیت چھا گئی)

(۷) ترجمہ:- آج کی رات پھر نظیری اس (دوست) کے کوچہ کے کتّے کے ہمراہ ہے (اسی لئے تو) میں نے (اس کی) ایسی شان و شوکت دیکھی کہ گویا جمشید یا دارا گذرا (یعنی دوست کے سگِ کوچہ کی ہمراہی اتنی بابرکت اور قابلِ فخر ہے اگر خود دوست کی ہمراہی حاصل ہو جائے تو پھر عروج کا کیا پوچھنا)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:- مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات (اِشْ ۵۵ رت)

(۱) ترجمہ:- ہمارے شہر میں عشق کی بدولت محتاجی (باقی) نہیں رہی (بلکہ) کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں سینکڑوں تخت و تاج نہ ہوں (یعنی ہم عشق کی بدولت درویشی میں شاہی کرتے ہیں خواجہ میر درد کہتے ہیں ؎

اے درد بدولت فقیری ایں جا ؛ در کسوت بندگی خدائی کردیم

(۲) ترجمہ:- (عاشق کی) پرنم آنکھ (معشوق کی) شکنِ پیشانی کے بدلے فروخت کیجا سکتی (الحمد للہ کہ) وفا کا کار بار ابھی ایسا بے رواج نہیں ہوا کہ وفا کی کوئی قیمت ہی نہ اُٹھے (یعنی عاشق کی اشکبار آنکھوں کو دیکھ کر دوست کی پیشانی پر بوجہ عتاب شکن پڑ جاتی ہے یہی اسکی قیمت ہے)

(۳) ترجمہ:- شراب اور پھول کی ہنسی سے (بھی ہماری) طبیعت شگفتہ نہیں ہوتی (بس اب) رونے کے سوا غمِ دل کا (اور کوئی) علاج نہیں

اشارہ:- پھول کے کھلنے اور صراحی کی آواز کو خندہ سے تعبیر کیا ہے۔

(۴) تشریح:- زجاج "شیشہ، کیخ" ترجمہ:- ایک شہر (کا شہر) ہمارے (دل کے) شیشہ پر پتھر مار رہا ہے (اور حیرت ہے کہ پھر) کسی کے پاؤں میں کیخ کا نشتر نہیں لگا (یعنی ہم پر سب نے طعن و تشنیع کی بوچھار کی مگر ہم نے کسی کو آزار نہیں پہونچایا اگر دوسرے مصرعہ

کس زیر چرخ توسنِ آزادگی نتاخت ۵ تاراج می کنند براہے کہ تاج نیست

ماخط رساندہ ایم بہ سلطے ۶ آفت رسیدہ را غمِ باج و خراج نیست

از نوشِ روزگار نظیری گداختیم ۷ ایں بادہ را موافقتے بامزاج نیست

شورِ چمن ز نغمۂ آزادیٔ من است $\frac{89}{1}$ روئے شگفتۂ سحر از شادیٔ من است

میخانہ ام بہوئے بہارم کشادہ اند ۲ ہرجا خرابی ست ز آبادیٔ من است

بیہوشیم بجلوہ گہِ گلستاں برد ۳ من بلبلم کہ نکہتِ گل ہادیٔ من است

بے ذوقِ عشق کار بساماں نمے رسد ۴ شاگردِ عشق بودن از استادیٔ من است

کو اول کے لئے علت قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ ہمارے شیشۂ دل کو اس لئے توڑ رہے ہیں کہ ان کے پاؤں میں نشترِ زجاج نہیں لگا، کنچ کے پاؤں میں چبھنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے (یعنی ابھی یہ لوگ آزارِ عشق سے ناواقف ہیں اسلئے ہمیں ملامت کرتے ہیں)

(۵) **تشریح**:۔ "توسن" گھوڑا۔ "تاج" مراد دبدبۂ شاہی۔ **ترجمہ**:۔ کسی شخص نے (اِس) آسمان کے نیچے اسپِ آزادی نہیں دوڑایا (یعنی سب گرفتارِ مصائب ہیں لیکن اس پر کوئی تعجب کرنے کا موقع نہیں اس لئے کہ) جس راستہ میں تاج (شاہی کا رعب) نہیں ہوتا (رہزن) لوٹا ہی کرتے ہیں (یعنی سلطانِ عشق کی پناہ میں آئے بغیر راہِ ہستی کا پرامن ہونا اور فلک کی دستبرد سے بچنا ناممکن ہے)

(۶) **تشریح**:۔ "خط" پروانہ واگذاری۔ "مسلم" درست۔ "باج و خراج" ٹیکس، محصول، لگان۔ **ترجمہ**:۔ ہم نے پروانۂ واگذاری (شاہی) درست مُہر والا حاصل کرلیا ہے (کہ) آفت زدہ شخص کو ٹیکس وغیرہ کا کچھ کھٹکا نہیں ہوتا۔ **توضیح**:۔ رعایا پر جب کوئی آفت آپڑتی ہے تو بادشاہ محصول معاف کرکے معافی کا پروانہ دیدیا کرتے ہیں اسی اصول کے ماتحت کہتا ہے کہ ہم نے بھی حاصلِ زندگی پر آفتِ عشق نازل ہو.... گئی تو ہم غم زمانہ کے خراج سے آزاد ہو گئے ہیں

(۷) **ترجمہ**:۔ اے نظیری! زمانہ کے نوشدارو سے تو ہم (اور الٹے) گھل گئے (صحیح یہ ہے کہ) یہ شراب کسی مزاج کے موافق نہیں (یعنی دنیا اور اس کا عیش ساز گار نہیں اسلئے اس کو ترک کردینا ہی بہتر ہے۔)

بحر: مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور　　　**ارکان و تقطیع**:۔ مثل $\frac{45}{1}$ (ت)

(۱) **ترجمہ**:۔ میرے (ہی) نغمۂ آزادی کی وجہ سے چمن میں شور (بلبل) ہے اور میری ہی خوشی کی وجہ سے صبح کا چہرہ کھلا ہوا ہے (یعنی چمن میں بلبلوں کا شور اور صبح کا نور ہمارے نغموں کی حکایت اور شادمانیٔ وصل کا اثر ہے)

(۲) **ترجمہ**:۔ میں (مجسم) ایک میخانہ ہوں کہ مجھ کو (قضا و قدر نے) موسم بہار کی خوشبو (کے آغاز) کے ساتھ ساتھ کھولدیا (پس اب) جس جگہ ویرانی ہے میری آبادی کی وجہ سے ہے (یعنی اس میخانہ کا دروازہ کھلتے ہی عالم خرابات کا مجموعہ بن گیا مراد یہ ہے کہ میرے کیف آور نغموں نے سب کو مست و بیخود بنادیا)

(۳) **تشریح**:۔ "بیہوشیم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ "ہادی" رہبر۔ **ترجمہ**:۔ بیخودی مجھ کو باغِ (حسن) کی جلوہ گاہ کی طرف لئے جارہی،

عشقم نوید زندگیٔ جاوداں دہد ۵ آں چشمۂ کہ گم شدہ در وادیٔ من است
گردوں بعشق زائچۂ طالعم نوشت ۶ نیک اخترے نشانۂ ہمزادیٔ من است
حسرت برم ہمیشہ نظیری زصید گاہ ۷ زیں خوئے رحم کآفت صیادیٔ من است
بحرف اہل غرض قرب و بعد پابند ست ۹ دل شکستۂ مارا ہزار پیوند است

(گویا میں ایک بلبل ہوں کہ پھول کی خوشبو میری رہنمائی کر رہی ہے (یعنی جس طرح نکہت گل بلبل کو چمن کی دعوت دیتی ہے اسی طرح بیخودیٔ عشق مجھ کو جلوہ گہ یار کی طرف بلا رہی ہے)

(۴) تشریح:- "کار بساماں رسیدن" اسباب کار مہیا ہونا۔ انجام پانا۔ ترجمہ:- عشق کے ذوق کے بغیر (کوئی) مراد پوری نہیں ہوتی (پس) میرا شاگرد عشق بنجانا میری (کمال) استادی کی وجہ سے ہے (یعنی میں نے بڑی استادی سے کام لیا کہ عشق اختیار کر لیا۔) اشارہ:- استادی اور شاگردی میں شبہ تضاد ہے۔

(۵) ترجمہ:- عشق مجھ کو دائمی زندگی کی خوشخبری دے رہا ہے (یعنی) وہ چشمۂ (حیات) جو گم ہو گیا ہے (حتی کہ سکندر تک کو نہ ملا) میری وادی (سینہ) میں ہے (یعنی وہ چشمۂ عشق حقیقی ہے)

(۶) تشریح:- "زائچہ طالع" وہ نقشہ جو مولود کا طالع دیکھنے کے لئے قواعد نجوم کے مطابق پُر کیا جاتا ہے۔

ترجمہ:- آسمان نے میرے طالع کا زائچہ عشق کے ساتھ لکھا ہے (یعنی وقت ولادت میرے طالع سے آثار عشق ہویدا تھے گویا ایک بہت ہی سعادت اند وز ستارہ میری پیدائش کے ساتھ ساتھ نمودار ہوا (یعنی یہ میری بڑی خوش نصیبی ہے)

(۷) تشریح:- "صیادی" میں یائے مصدری ہے۔ ترجمہ:- اے نظیری! میں ہمیشہ (اپنی اس) عادت رحم کی وجہ سے جو میری صید افگنی کے لئے آفت ہے، شکارگاہ (تجلی) سے حسرت کے ساتھ واپس آتا ہوں (یعنی رحمدلی اور رقت قلب کی وجہ سے میں ناکام رہتا ہوں)

دیگر:- ہمیشہ دوست کے شکارگاہ سے میں اس کی عادت رحم کی وجہ سے، جو میرے صیادی کی صیادی کیلئے آفت ہے، حسرت قتل لیکر واپس آتا ہوں (یعنی دوست بوجہ رحم مجھے قتل نہیں کرتا جس کی مجھے حسرت رہجاتی ہے مگر اس صورت میں "صیادی من" کے درمیان ایک مضاف اور محذوف ماننا پڑے گا یعنی صیادی صیاد من)

بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور مسکن ارکان و تقطیع: شل ۲ ۲ رت)

(۱) ترجمہ:- اگرچہ (ظاہر میں) ہمارا قریب آنا یا دور رہنا غرضمندوں (رقیبوں) کی بات پر موقوف ہے مگر در پردہ ہمارے ٹوٹے ہوئے دل کو (دوست کے ساتھ) ہزاروں لگاؤ ہیں (یعنی رقیبوں کے ڈر سے گو میری اور دوست کی ملاقات نہیں ہوتی مگر دلوں میں لگاؤ موجود ہے)

ازاں دمم کہ بحسرت فگندہ دیدن او ۲ نگہ بگوشۂ چشمم ہنوز در بند است
نظر دلیر نشد تا مژہ بہ پیش آمد ۳ حجاب اگر پر کاہیست کوہ الوند است
دو چشم ساکن بیت الحزن بمن گرید ۴ کہ من اسیر بمعشوقم او بفرزند است
درازدستی حسن کہ گل بجیبم ریخت ۵ کہ تا بدامنم از جیب رنگ خند است
بکینہ جوئی افلاک عشق مے بازیم ۶ کہ ہرکہ دشمن ما شد بدوست مانند است
نہ عیب تست کہ بیگانہ وار مے گذری ۷ کسے کہ زود گسل نیست دیر پیوند است

(۲) ترجمہ:۔ اس وقت سے کہ اس (محبوب) کے دیدار نے مجھے حسرت میں مبتلا کیا ہے ابتک میری نگاہ آنکھ کے گوشہ میں بند ہے (یعنی میں اس کے سوا کسی کو نہیں دیکھنا چاہتا مگر اس کے دیکھنے کی بھی حسرت رہ جاتی ہے)

(۳) تشریح:۔ "نظر دلیر شدن" نظر بلند ہونا، نظر جمنا۔ "الوہ" نام کوہ بلند در نواحی ہمدان۔ ترجمہ:۔ (ابھی محبوب کے چہرہ پر میری) نظر جمی بھی نہ تھی کہ پلکیں سامنے آگئیں (یعنی پلک جھپک گئی) اور باعث دل گرانی ہوئی کیونکہ اگر گھاس کا ایک تنکا بھی حجاب بنجائے تو وہ بھی الوند پہاڑ معلوم ہوتا ہے (یعنی بوقت دید پلکوں کا بند ہو جانا بھی ہم کو بہت شاق گذرتا ہے)

(۴) تشریح:۔ "ساکن بیت الحزن" ساکن غمخانہ مراد یعقوب علیہ السلام۔ ترجمہ:۔ غم خانہ میں بیٹھنے والے (یعقوب ع) کی دونوں آنکھیں میری حالت پر آنسو بہا رہی ہیں اس لئے کہ میں دوست (کے دام عشق) کا اسیر ہوں اور وہ بیٹے کے دام محبت) کا (یعنی میری حالت بہت زیادہ قابل حسرت و افسوس ہے گویا یعقوب ع میرے حال زار پر گریہ و زاری کر رہے ہیں یا اس امر پر گریہ کر رہے ہیں کہ میں بھی اسیر معشوق کیوں نہ ہوا، مراد یہ ہے کہ میرا معشوق فرزند یعقوب سے زیادہ حسین ہے)

(۵) ترجمہ:۔ (یہ) کس (شوخ) کے حسن کی دراز دستی نے میرے گریبان میں پھول لگا دیا کہ (میرا پیراہن) گریبان سے لیکر دامن تک ہنس رہا ہے۔ توضیح:۔ یعنی چاک گریباں بڑھتے بڑھتے دامن تک آ پہونچا ہے یہ کسی شوخ حسین کے عشق کا اثر ہے۔ پھول زینت کے لئے گریبان میں لگاتے ہیں پھر پھول کی چاک گریبانی اور عاشق کے چاک پیراہن میں مناسبت ظاہر ہے اور اس کو خندہ سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی طرفگی ہے۔

(۶) ترجمہ:۔ ہم آسمان کی دشمنی و کینہ وری سے (بھی) محبت کرتے ہیں اس لئے کہ جو ہمارا دشمن بنا وہ (ہمارے) محبوب کے مشابہ ہے (یعنی فلک کا شیوہ بھی محبوب کے مثل ہمیں آزار پہونچانا ہے اس لئے اس کی عداوت سے بھی ہم کو محبت ہے)

کب فلک کو یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں ؛ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

(۷) تشریح:۔ "زود گسل" جلد قطع تعلق کرنے والا۔ "دیر پیوند" دیر میں تعلق جوڑنے والا۔ ترجمہ:۔ (اے دوست!) اگر تو اجنبی شخص کی طرح (ہمارے پاس سے) گذر جاتا ہے (اور ہماری طرف توجہ نہیں کرتا) تو یہ تیرے لئے کوئی عیب کی بات نہیں (بلکہ تعریف کی بات ہے) اسلئے کہ جو شخص جلد روٹھنے والا نہیں ہوتا وہ دیر میں منتا ہے (اور جو جلد روٹھتا ہے وہ جلد ہی من بھی جاتا ہے)

بیا کہ از مئے پارینہ تلخ کام تریم ۸ اگر تو زہر چکانی بکامِ ما قند است
ہمہ ترانۂ آفاق را زبر دارم ۹ بگوشم آنچہ نمے گردد آشنا پند است
نظیری از تو بجاں کند نہت لب بکشا ۱۰ بایں قدر کہ بگوئی بمیر خورسند است

دل کہ جمعیت غم از بے سروسامانی نیست ۱ / ۹ فکرِ جمعیت اگر نیست پریشانی نیست
بیضہ در پنجگل شہباز نہد طائرِ ما ۲ در فضائے کہ منم بال و پر افشانی نیست
گر کنم یاد ز بت خانہ مرا عیب مکن ۳ ہر کرا مہرِ وطن نیست مسلمانی نیست

(۸) ترجمہ:۔ (اے دوست!) چلا آ اس لئے کہ شراب (کہنہ) پینے کی وجہ سے ہمارا حلق بہت کڑوا ہو رہا ہے تو اگر زہرِ دشنام (بھی ہمارے حلق میں) ٹپکا دے گا تو وہی (ہمارے لئے) قند ہے (شراب کے بعد نقل کی ضرورت ہوتی ہے تو کیا اچھا ہو اگر تیرے عتاب و دشنام کا نقل ہمیں میسر ہو جائے)

(۹) تشریح:۔ "آفاق" جمع اُفق (کنارہ آسمان۔ عالم کو چونکہ کنارہائے آسمان محیط ہیں اس لئے عالم پر آفاق کا اطلاق ہوتا ہے "زبر" حفظ
ترجمہ:۔ دنیا بھر کے تمام افسانے مجھے حفظ یاد ہیں مگر میرے کان سے جو چیز آشنا نہیں ہوتی وہ (ناصح) کی نصیحت ہے (یعنی عشق کے معاملہ میں نصیحتِ ناصح ناگوار ہوتی ہے چنانچہ غالب کہتے ہیں) ؎

حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ ❊ کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا!

(۱۰) ترجمہ:۔ (اے محبوب!) نظیری تیری (نا راضی اور خاموشی کی) وجہ سے جان کنی کی تکلیف میں مبتلا ہے (خدا کے لئے) لب کھول صرف تیرے اتنا کہہ دینے پر "کہ مر جا" وہ خوش ہے (یعنی اتنا ہی کہہ دے تاکہ اس کی جان آسانی سے نکل جائے)

بحر:۔ رمل مثمن مخبون مقصور مسکن ارکان و تقطیع:۔ مثل ایضاً (ت)

(۱) تشریح:۔ "کہ" بمعنی اگر حرف شرط "جمعیّت" سکونِ دل، اطمینان۔ ترجمہ:۔ دل اگر مطمئن ہے تو بے سر و سامانی کا کچھ غم نہیں (کیونکہ) اگر جمعیّت و اطمینان کی فکر نہیں ہے تو کوئی پریشانی نہیں (لیکن اگر دل مطمئن نہ ہوا اور دولتِ دنیا حاصل ہو تو زندگی سراسر مجموعۂ پریشانی ہے)

(۲) ترجمہ:۔ ہمارا طائرِ (دل) شہبازِ (تجلی) کے پنجہ (کو آشیانہ بنا کر اس) میں بیضہ دیتا ہے، جس فضا میں میں ہوں اس میں پر و بازو پھڑ پھڑانے کی ضرورت نہیں۔ اشارہ:۔ استغنا اور علو ہمت کو بیان کرتا ہے کہ ہم جد و جہد کے دائرے سے باہر نکل چکے ہیں۔

(۳) ترجمہ:۔ اگر میں بت خانہ کو یاد کروں تو (اے شیخِ حرم!) مجھ پر حرف گیری نہ کر اس لئے کہ جو شخص وطن (اصلی) سے محبت نہ رکھتا ہو وہ مسلمان نہیں (کہ گفتہ اند حب الوطن من الایمان بلکہ حضرت غالب تو اس کو اصل ایمان قرار دیتے ہیں ؎

وفاداری بشرطِ استواری اصل ایماں ہے ❊ مرے بتخانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

لا ابالی شو و دریاب فراخئ نشاط	۴	چند در تنگئ مشرب کہ فراوانی نیست
نیست لذت ز نظر بازی بزمے کہ درو	۵	خندۂ زیر لب و گریۂ پنہانی نیست
ترکِ ادبار بتاج سرِ جم دوختہ اند	۶	ہیچ سر نیست کش ایں نیل بہ پیشانی نیست
بر درِ خلوتِ ما پَرِ ہمائے بخشند	۷	ہد ہدے راکہ بسر تاج سلیمانی نیست
طبلِ درویشئ ما بر درِ جاوید زدند	۸	بر لبِ بام بجز نوبتِ سلطانی نیست
صحبتِ آئینہ طبعاں بدمے تیرہ شود	۹	در چنیں بزم کہے جائے گرانجانی نیست

(۴) تشریح:۔ "لاابالی" صیغہ واحد متکلم مضارع منفی از مبالاۃ، فارسی میں بمعنی بے نیاز بصورت اسم صفت مستعمل ہے۔" چند در تنگئ مشرب" کے بعد "باشی" "کہ" کے بعد لفظ "درو" محذوف ہے۔ ترجمہ:۔ (رسوم و قیود سے) تو بے نیاز ہو جا اور مسرت وشادمانی کی فراخی حاصل کرلے تو کب تک مشرب و مسلک کی تنگی میں (پھنسا) رہیگا کہ جس میں وسعت (بالکل) نہیں۔

(۵) ترجمہ:۔ اُس محفل کی نظر بازی میں (بالکل) لطف نہیں، جس میں (دوست کا) آہستہ مسکرانا اور (عاشق کا) چھپکر رونا نہ پایا جائے (یعنی بغیر عشق کے کسی محفل میں کوئی لطف نہیں)

(۶) ترجمہ:۔ اِدبار و بدبختی کی کلاہِ درویشانہ (خیاطانِ قدرت نے) جمشید کے سر کے تاج پر (بھی) سی دی ہے (یعنی عروجِ شاہی کو بھی بالآخر زوال ہے چنانچہ) ایسا سر کوئی نہیں جس کی پیشانی پر اس نیلِ (فنا) کا داغ نہ ہو (کل شیئ ھالک الا وجہہ یعنی ذات قدیم کے سوا سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں)

(۷) تشریح:۔ ہد ہد ایک پرندہ کا نام، ہندی میں کھٹ بڑھیا کہتے ہیں حضرت سلیمانؑ کا پیغام بلقیس کے پاس ہد ہدے کر گیا تھا یعنی ان کا ادنی خادم تھا۔ ترجمہ:۔ ہمارے خلوت خانہ کے دروازہ پر (ہمارے خدام کارکنانِ قضا) اس ہد ہد کو ہما کا (مبارک) بازو عطا کر دیتے ہیں، جس کے سر پر تاج سلیمانی نہیں ہے۔ توضیح:۔ ذکر ہد ہد و سلیمانؑ سے ان کے قصد کی طرف تلمیح ہے مراد یہ ہے کہ ہمارے فیض سے ناقص لوگ ایسے کامل ہو جاتے ہیں کہ وہ دوسروں کی تکمیل کر دیتے ہیں، خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

آنچہ زر می شود از پر تو آں قلب سیاہ ❊ کیمیائے ست کہ در صحبت درویشاں ست

(۸) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ (کاخِ شاہی کے) بام پر تو صرف (چند روزہ) نوبت رکھی ہوئی ہے (مگر) ہماری (سلطنتِ) فقیری کا نقارہ (نقارچیانِ قضا و قدر نے) دوام و ثبات کے دروازہ پر بجایا ہے۔ توضیح:۔ یعنی عروجِ دنیوی جلد زائل ہو جانے والا ہے، حافظ کہتے ہیں ؎ دولتے راکہ نباشد غم آسیبِ زوال ❊ بے تکلف بشنو دولتِ درویشاں ست

(۹) تشریح:۔ "آئینہ طبع" اسم فاعل ترکیبی بمعنی صاف باطن۔ "گرانجانی" کدورتِ طبع۔ ترجمہ:۔ صاف دل لوگوں کی مجلس ذراسی بات میں مکدر ہو جاتی ہے (پس اُس کا خیال رکھو کہ) ایسی محفل میں گرانجانی کا موقع نہیں ہے (یعنی محفلِ عرفا کے آداب کا لحاظ رکھنا چاہیئے اسی مضمون کو پہلے یوں ادا کیا ہے ؎ چوں رہ بری بصحبت نیکاں گراں مباش ❊ جائیت اگر بصدر دہند آستاں طلب۔)

تو بمعموری مصری و من مجنون را ۱۰ نبرد شوق برآں کوچہ کہ ویرانی نیست

از فسوں دانی چشمان سیاہی کہ تراست ۱۱ صد نظیری بنگہ داشتن ارزانی نیست

محبت تو بہر دل نشست کیں ننشست ۹۲/۱ دمے بہر کہ نشستی دگر غمیں ننشست

بمحفلے کہ تو دامن برنجش افشاندی ۲ مگس زتلخی عیشم بر انگبیں ننشست

ہمیشہ گرمی خوئے در آتشم دارد ۳ بخوں نشستم و آں خوئے آتشیں ننشست

حجاب عشق غبارے میان ما انگیخت ۴ کہ از فشاندن داماں و آستیں ننشست

گرہ بگوشۂ ابرو نگہ بجانب غیر ۵ بہ پیش دشمن خود ہیچکس چنیں ننشست

(۱۰) ترجمہ:۔ تو شہر کی آبادی میں ہے اور مجھ دیوانہ کو عشق اس کوچہ میں (بھی) نہیں بیجاتا جس میں ویرانی نہ پائی جائے۔

توضیح:۔ یعنی یوسف چہرہ دوست آبادی مصر میں ہے اور ہم اس کے عشق میں ویرانہ طلب ہیں ع ببین تفاوت رہ از کجاست تابکجا۔

(۱۱) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تیری ان سیاہ آنکھوں کی جادوگری سے سَو نظیری ایک نگاہ میں پھانس لینا (بھی) ارزانی نہیں ہے (بلکہ گرانی ہے یعنی سَو نظیری ملکر بھی تیری ایک نگاہ کی قیمت ادا نہیں کر سکتے مراد یہ ہے کہ تیرے چشم سحر آلود ایک ایک نگاہ سَو سَو نہیں بلکہ ہزار ہزار عاشقوں کو دام عشق میں گرفتار کر سکتی ہے)

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ۲۵ (ت)

(۱) ترجمہ:۔ (اے دوست) جس دل میں (ایک دفعہ) تیری محبت جاگزیں ہوگئی (پھر کبھی اس میں) کینہ نہیں بیٹھا۔ اور جس کے ساتھ تو ایک لمحہ کے لئے بیٹھ گیا پھر وہ (عمر بھر) غمگین نہیں ہوا (یعنی تیرا عشق دل کو کینہ سے پاک کر دیتا ہے اور تیرا وصل دائمی نشاط کا موجب ہے)

(۲) تشریح:۔ "رنجش" حاصل مصدر از رنجیدن۔ "عیشم" میں ہیم "انگبیں" کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:۔ جس محفل میں تو نے خفگی کے ساتھ دامن جھٹک دیا تو زندگی کی تلخی (اتنی بڑھ گئی کہ اس) کے باعث مکھی میرے شہد پر نہیں بیٹھی (تا بہ دیگرے چہ رسد یعنی تیری خفگی ہمارے لئے سوہان روح ہے)

(۳) ترجمہ:۔ مجھے ہمیشہ (دوست کی) آتش مزاجی آگ میں جلاتی ہے (حتیٰ کہ) میں خون (دیدہ) میں ڈوب گیا مگر (دوست کی) وہ شعلہ مزاجی کم نہ ہوئی (غالب کا شعر ہے ؎ نہ شعلہ میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا ؛ کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے)

(۴) ترجمہ:۔ عشق کے حجاب وپردہ نے ہمارے درمیان وہ غبار (دوئی) پیدا کر دیا کہ جو دامن اور آستین کے جھٹکنے سے نہ دبا۔ (یعنی عشق خود عاشق ومعشوق کے مابین ایک حجاب ہے جس کا منشا دوئی ہے اور اس کا دور کرنا ہمارے بس سے باہر ہے)

(۵) ترجمہ بتقلب مصرعین:۔ (اے دوست!) کوئی شخص (آج تک) اپنے دشمن کے سامنے (بھی) اس طرح نہیں بیٹھا ہوگا جس طرح کہ تو عاشق کے سامنے بیٹھا ہے (کہ ابرو پر بل پڑے ہوئے ہیں اور نگاہ رقیب کی طرف ہے۔

تو میروی و من از اضطراب مے میرم ۶ کسے بحال چنیں روزِ واپسیں ننشست

چناں گرانیِ خویش از درت سبک بردم ۷ کہ از سجودِ تو ام گرد بر جبیں ننشست

غمت ندیدہ رہِ خانۂ نظیری را ۸ کہ چوں بہانۂ خوئے تو در کمیں ننشست

عشق ست کہ عالم دو جہاں مختصر اوست ۹۳ مجموعۂ احوالِ دو عالم خبر اوست

صد راہزنم در صفِ اندیشہ نشستند ۲ حرزِ دلِ آگاہ نشین از نظر اوست

بیگانگیش بار دہد اشکِ ندامت ۳ ایں تخم ہمانست کہ طوفاں ثمر اوست

یاد آوریش راہ نماید بوصالش ۴ ایں خانہ ہمانست کہ امید در اوست

(۶) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تو جا رہا ہے اور میں اضطراب سے مرا جا رہا ہوں، کوئی ایسی حالت میں موت کے دن بھی مبتلا نہ ہوا ہوگا جیسی حالت میں ہیں وداعِ دوست کے دن مبتلا ہوا ہوں (می روی و گریہ می آید مرا۔ ساعتے بنشیں کہ باراں بگذرد)

(۷) ترجمہ:۔ اپنی (پیشانی کے) بار کو میں نے ایسی پھرتی کے ساتھ تیرے دروازہ سے ہٹا دیا کہ تیرے (آستانہ پر) سجدہ کرنے سے میری پیشانی پر گرد (بھی) نہیں لگی (یعنی آستانۂ دوست کے لئے ہمارا سر بھی باعث ننگ ہے اس لئے دوست کی ناگواری کے خیال سے ہم نے اس کو آستانہ سے فوراً ہٹا لیا۔

(۸) ترجمہ:۔ تیرے غم (عشق) نے نظیری کے گھر کے دروازہ کو نہیں دیکھا کہ تیری عادت کی حیلہ سازی کی طرح گھات میں نہ لگ گیا ہو (یعنی غم عشق میرا نشان پاتے ہی میری گھات میں لگ گیا ہے)

بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ۶۹/۱ (ت)

(۱) ترجمہ:۔ یہ عشق ہی ہے کہ دونوں عالم کی تفصیلات اس کا خلاصہ ہیں اور ہر دو عالم کے حالات کا مجموعہ اس کی ایک حکایت ہے (یعنی مرتبۂ عشق بلند و برتر ہے دونوں عالم اور اس کی تفصیلات کتابِ عشق کا ادنیٰ اشارہ ہیں)

(۲) ترجمہ:۔ میرے سلسلۂ تصور و خیال کے انتظار میں سینکڑوں (رہواؤ ہوس کے) رہزن بیٹھے ہوئے ہیں (لیکن مجھے کوئی خطرہ نہیں) اس لئے کہ میرے (ہوشیار دل کا تعویذ دوست کی نظرِ (رحمت) کا ہے (یعنی خدا کی رحمت جبکہ شاملِ حال ہے تو ان رہزنوں سے مجھ کو کوئی کھٹکا نہیں)

(۳) ترجمہ:۔ اُس (محبوب) سے بے تعلقی کا ثمرہ اشکِ ندامت ہے اور یہ وہ تخم ہے کہ جس کا ثمر طوفانِ نوحؑ ہے (مراد یہ ہے کہ خدا کی لگن دل میں ہر وقت لگی رہنی چاہیئے ورنہ حسرت و ندامت کے آنسو طوفانِ نوح برپا کر دیتے ہیں)

(۴) ترجمہ:۔ اور اس کی یاد آوری اس کے (حریم) وصال کا راستہ بتاتی ہے اور یہ وہ گھر ہے کہ جس کا دروازہ امید ہے (یعنی جو اس کی یاد کرتا رہتا ہے اور وصل سے مایوس نہیں ہوتا تو ضرور کامیاب ہو جاتا ہے عربی کی مثل ہے مَن قَرَعَ بَاباً وَلَجَّ وَلَجَ یعنی جو شخص

کاں دل کہ زناوک نہراسد سپر اوست ۵ گر ناخوشت از جا ببرد جائے نگہدار

کاں دل کہ زجارفت رہش بر گذر اوست ۶ گر زمزمۂ رہ زندت از پئے آں رو

ہر لالہ کہ از خاک دمد چشم تر اوست ۷ گریاں ز گلستانِ جہان رفت نظیری

شد از معانقہ چیں بر رُخِ قبا بشکست ۹۴ / ۱ نشاطِ عید گدا عجب بادشا بشکست

کہ شیشہ مست در آغوشِ پارسا بشکست ۲ چناں بیک دگر آمیختند شیخ و ندیم

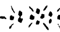
نشاطِ نائے و دہل شرم روستا بشکست ۳ رئیس قاضی و مفتی برقص برجستند

برابر دروازہ پر دستک دیتا رہتا ہے وہ ضرور داخل ہو جاتا ہے)

(۵) **تشریح**:۔ "ناخوش" حال از ضمیر خطاب مفعولی۔ یا بمعنی کلمۂ ناخوش مراد دشنام پہلی صورت میں برد کا فاعل ضمیر راجع بسوئے دوست اور دوسری صورت میں فاعل ناخوش ہے۔ **ترجمہ**:۔ اگر (دوست) تجھ کو ناراض کرکے (یا دوست کا کوئی برا لفظ تجھکو، اپنی جگہ سے ہٹائے تو تو اپنی جگہ قایم رہنا اس لئے کہ جو دل (دوست کے) تیر سے نہیں ڈرتا وہی اس کے لئے ڈھال ہے، (یعنی کسی حال میں بھی آستانۂ دوست کو چھوڑنا نہ چاہئے، صبر کرنا چاہئے آیندہ راحت نصیب ہوگی عربی مثل ہے، "من صبر ظفر" صبر کرنے والا کامیاب ہو جاتا ہے۔

(۶) **ترجمہ**:۔ اگر کوئی (عشق کا) راگ تیرے متاع دل پر ڈاکہ ڈالے تو تو اس کے پیچھے چل اس لئے کہ جو دل اپنے مقام سے گذر گیا اسکا راستہ اسی (محبوب کے) گذرگاہ پر ہے (یعنی عشق گو متاع صبر و قرار کو لوٹ لیتا ہے مگر جو اسکی پیروی کرتا ہے اسکو منزلِ دوست تک پہونچا دیتا ہے)

(۷) **ترجمہ**:۔ (معلوم ہوتا ہے کہ) نظیری باغ عالم سے روتا ہوا گیا ہے (کیونکہ) جو گل لالہ زمین سے اُگتا ہے وہ اس کی چشم تر (معلوم ہوتا) ہے (یعنی وہ دنیا میں ناکامیوں پر خون کے آنسو روتا رہا ہے کہ مرنے کے بعد زمین سے اُگنے والے لالہ کے پھول اس کی خون آلود آنکھوں کے نشانات ہیں)



ارکان و تقطیع، مثل ۴۲ (ت) **بحر**:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور

(۱) **ترجمہ**:۔ فقیر کی عید کی خوشی نے بادشاہ کے تکبر و غرور کا سر نیچا کر دیا (چنانچہ وہ گدا کے ساتھ) گلے ملکر الگ ہوا اور قبا کی شکنیں توڑلیں **توضیح**:۔ قبا میں کمر کے حصہ میں شکن ڈالے جاتے ہیں مراد یہ ہے کہ روز عید عاشق گدا شاہِ حسن کے ساتھ ایک صف میں کھڑا ہوگیا اور معانقہ سے معشوق کی قبا کے شکن بگڑ گئے۔ یا مراد یہ ہے کہ مردانِ باخدا کے سامنے بادشاہوں کا بھی سر جھک جاتا ہے۔

(۲) **ترجمہ**:۔ (اور آج) شیخ (حرم) اور ندیم (میکدہ) آپس میں اس زور سے بغلگیر ہوئے کہ (ندیم) مست کی بوتل (شیخ) پارسا کی آغوش میں ٹوٹ گئی (یعنی آج پارسا نے بھی طریق رندی اختیار کر لیا)

(۳) **ترجمہ بقلب مصرعین**:۔ (آج ہماری محفل کے) طبلہ اور بانسری نے دیہاتیوں کی شرم کو (بھی) دور کر دیا (چنانچہ) رئیس قاضیٔ شہر اور مفتی سب ناچ رہے ہیں (مراد واضح ہے)

مسافر از پئے جاں بود چشم قربانی	۴	نگاہِ تا نرود زاں بساط پا بشکست
دلِ شکستہ دراں کوئے می کنند درست	۵	چنانکہ خود نشناسی کہ از کجا بشکست
بآبِ خضر سکندر نبرد ز آئینہ راہ	۶	سفالِ مے کدہ جامِ جہاں نما بشکست
بفطرِ روزہ مے داد پیر بادہ فروش	۷	کہ ہم گدا ز حسد کاسۂ گدا بشکست
زمانہ طفلِ طبیعت شد آنقدر کہ ادیب	۸	کمر بہ بست پئے شوخی و عصا بشکست
شکست توبہ ہر کس بقدرِ حال امروز	۹	نظیری از خمِ مے صوفی از ہوا بشکست

(۴) تشریح:- "مبادا" کے بجائے ایک نسخہ میں "مسافر" ہے اس صورت میں لفظ بود بصیغہ ماضی برمحل ہے "مبادا" کے ساتھ صیغہ مضارع آتا ہے اور مضارع قرار دینے کی صورت میں شعر وزن سے گر جاتا ہے۔ ترجمہ:- ایسا نہ ہو کہ جان کے پیچھے قربانی کی آنکھ بھی چلی جائے اس لئے نگاہ نے اپنے پاؤں قلم کر دیئے تاکہ اسکی بساطِ (قتل گاہ) دور نہ ہو سکے (یعنی گو جان نکل چکی ہے مگر نگاہ بساطِ قتل سے جدا نہیں ہوئی - قربانی کے جانور کی آنکھ کھلی رہ جاتی ہے)

(۵) ترجمہ:- اُس کوچۂ (جاناں) میں (اس کی مہر و عنایت کے صناع) ٹوٹے دل کو ایسا درست کر دیتے ہیں کہ خود تم نہ پہچان سکو کہ کہاں سے ٹوٹا ہے (یعنی دوست کی ایک نظر کرم گذشتہ تمام غموں کو بھلا دیتی ہے)

(۶) ترجمہ:- سکندر آئینہ بنا کر بھی آبِ حیات کا پتہ نہ لگا سکا (اور یہاں ہمارے) میکدہ کے مٹی کے پیالہ نے جام جہاں نمائے جمشید کی قدر گھٹا دی۔ **توضیح**:- مشہور ہے کہ سکندر آبِ حیات کی طلب میں خضر کے ساتھ نکلا تھا مگر ناکام رہا حالانکہ وہ آئینہ کا موجد ہے (یعنی آئینہ تو بنا سکا مگر آبِ حیات نہ پا سکا) اور ہم کو بوجہ عشق وہ شرف حاصل ہے کہ ہمارے جام سفالیں کے آگے جام جمشید کی بھی کوئی حقیقت نہیں یعنی ہماری نظر میں عروجِ دنیا ہیچ ہے اس لئے کہ ہم کو عشق کا آبِ حیات مل چکا ہے۔

(۷) تشریح:- "فطر" روزہ کشائی، صدقۃ الفطر۔ ترجمہ:- روزہ کشائی کے لئے یا صدقۃ الفطر میں (بجائے غلہ کے) مے فروش پیر میکدہ نے شراب دی (تو گداؤں کا اتنا ہجوم ہوا کہ ایک گدا نے دوسرے گدا کے پیالہ کو حسد کی وجہ سے توڑ ڈالا (حالانکہ گدا حسد سے پاک ہوتے ہیں یعنی شراب چیز ہی ایسی ہے کہ جس پر گداؤں کو بھی حسد ہونے لگتا ہے)

(۸) ترجمہ:- زمانہ کے مزاج میں اس قدر بچپن آگیا ہے کہ استاد نے (جو بچوں کو ادب سکھاتا ہے) خود شوخی و شرارت پر کمر باندھ لی اور (آلہ تادیب و وقار یعنی) عصا کو توڑ دیا (یعنی روز عید وصل ہے ہر شخص کے مزاج میں شوخی آگئی ہے)

(۹) ترجمہ:- آج ہر ایک نے اپنے اپنے حال کے مطابق توبہ توڑی (چنانچہ) نظیری نے خم شراب سے (توبہ کر رکھی تھی اس نے وہ) توڑی اور صوفی نے حرص و ہوا سے (یعنی رند و پارسا سب مصروف مے نوشی و لطف اندوزی ہو گئے)

خمارِ مے بلبم قفل زد ایاغ کجاست ۹۵/۱ کلیدِ مے کدہ گم کردہ ام چراغ کجاست

نہ عندلیب غزل خواں نہ شاخ گل خنداں ۲ دریں بہار کسے را دل و دماغ کجاست

شگوفہ را بہ نم ابر جامہ در گرو ست ۳ برہنہ را سر و سامانِ عیش باغ کجاست

یکے بگردِ گلستانِ خویش سیری کن ۴ ببیں کہ یک گل بے صد ہزار داغ کجاست

ہزار جنس مرادم بوقت در گرو ست ۵ دمے کہ صاحبِ وقتے دہد سراغ کجاست

ز شغل کار خودم یک نفس رہائی نیست ۶ محبتی کہ دہد از خودم فراغ کجاست

بجوں دیدہ نظیری بساز و بادہ مخواہ ۷ برائے زاغ مے ہمچو چشم زاغ کجاست

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ہے (۵۸)

(۱) **تشریح:**۔ "خمار" نشہ ٹوٹنے کی حالت۔ "ایاغ" پیالہ۔ **ترجمہ:**۔ شراب کے خمار نے میرے لبوں پر قفل لگا دیا، پیالۂ شراب کہاں ہے (لاؤ) یعنی شراب خانہ کی کنجی گم ہوگئی ہے، چراغ کہاں ہے (لاؤ) تاکہ اس کو تلاش کریں یعنی کوئی صورت مے نوشی کی ہونی چاہیئے تاکہ خمار دور ہو اور لب مصروف گویائی ہوں)

(۲) **ترجمہ بقلب مصرعین:**۔ اس بہار میں، کہ جس میں نہ کوئی بلبل غزل خواں ہے اور نہ کوئی پھولوں کی ڈالی ہنس رہی ہے کسی کا دل و دماغ (ٹھکانے) کہاں ہے؟ (یعنی اس بہارِ زندگی میں جو خزاں سے زیادہ بدتر ہے کسی کو لطف اندوزی اور سیرِ گلشن کا خیال نہیں آسکتا)

(۳) **ترجمہ:**۔ کلی (تک) کے کپڑے ابر کی تری کے بدلے رہن پڑے ہیں (بس) ننگے کو باغ کے عیش کا ساز و سامان کہاں (میسر) ہے (یعنی کلیاں ابھی کھلی نہیں ناشگفتگی کو جامہ گرو ہونے سے تعبیر کرنا حسن تعلیل ہے)

(۴) **ترجمہ:**۔ ذرا اپنے باغ (دل) کے گرد بھی گشت لگا اور دیکھ! ایک (آرزو کا) پھول بھی ایسا نہیں جس میں (حسرتوں کے) لاکھوں داغ نہ ہوں (یعنی چمن کے لالوں میں تو صرف ایک ایک داغ ہے اور باغِ دل کے ایک ایک لالہ میں لاکھ لاکھ داغ ہیں ؎

دل ز داغ آتشیں باغ ست اچوں چشم من ؛ ایں بہارم گر کسے نگریستے بگریستے

(۵) **ترجمہ:**۔ میری مراد کی ہزاروں جنسیں وقت و زمانہ کی مرہون ہیں (بس) وہ لمحہ جو صاحب وقت (مرشد) کا کھوج نکالدے کہاں ہے؟ (یعنی ایسا رہنما کیسے میسر آئے جو ہمارے دل کی مرادوں کو پورا کردے ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ؛ آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

(۶) **ترجمہ:**۔ مجھے اپنی مشغولیتوں سے ایک لمحہ کی فرصت نہیں وہ عشق جو مجھے اپنی خودی سے نجات دلادے کہاں ہے؟ (یعنی میں چاہتا ہوں کہ عشق اختیار کرکے خودی و پندار سے نجات حاصل کروں کیونکہ عشق ہی نجات دلا سکتا ہے)

(۷) **ترجمہ:**۔ اے نظیری! اشک خونیں کے ساتھ موافقت پیدا کر اور شراب (سرخ) نہ مانگ اسلیئے کہ سیر دشت کے لئے چشم زاغ کے مثل (سرخ) شراب، کہاں ہے؟ (یعنی دیوانۂ عشق جس کا کام صحرا نوردی ہے اس کو شراب سرخ کی خواہش نہ کرنی چاہیئے بلکہ

گر شرر گر شعلہ ہر جا گشت پیدا آتش ست	۹۶ / ۱	چارۂ دل کن کہ با آتش مدارا آتش ست
رشک مانع شوق غالب در تو یا رب چوں رسم	۲	راہ عاشق بر میانِ ہفت دریا آتش ست
چوں چراغِ مردہ از صحبت دلے آوردہ ام	۳	از دم خلوت نشیناں نم تمنا آتش ست
گر بظاہر کاہلم اما بباطن چابکم	۴	تن اگر خاکست اما دل سراپا آتش ست
گر بکفرستاں بری ایں روئے آتشناک را	۵	برہمن در رقص مے آید کہ حق با آتش ست
از نسیم صبح مے سوزد حریفاں را جمال	۶	نازکاں را بر سرِ آں کوئے سرما آتش ست

خون آلود اشکوں کو بجائے شراب پینا چاہیئے)

بحر :- رمل مثمن مقصور — ارکان و تقطیع : مثل ۹۴ (ت)

(۱) تشریح :- حرف شرط کا تکرار تردید کے لئے ہے ''مدارا'' حسن سلوک، نرم برتاؤ - ترجمہ :- خواہ چنگاری ہو خواہ شعلہ جس جگہ ظاہر ہو (سمجھ لو کہ) آگ ہے (اس لئے اے غافل!) تو اپنے دل کی (آگ بجھانے کی) تدبیر کر کہ آگ کے ساتھ نرمی کا برتاؤ بھی آگ کا حکم رکھتا ہے (یعنی عشق خواہ ابتدائی درجہ میں ہو خواہ انتہائی درجہ میں اس کی مثال آگ کی سی ہے جس کو معمولی نہ سمجھنا چاہیئے، لیکن دل کو بچانے کی تدبیر کوئی نہیں)

(۲) ترجمہ :- اے خدا میں تجھ تک کیسے پہنچوں رشک روکتا ہے اور شوق غالب ہے (معلوم ہوا کہ) عاشق کا راستہ سات دریاؤں کے عین وسط میں بھی آگ کا ہے (یعنی آب ہفت دریا بھی آتش شوق کو نہیں بجھا سکتا، عاشقوں کو نہ وصل میں سکون و قرار ہوتا ہے نہ ہجر میں، غالب کہتے ہیں ؎ عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب ؛ دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

(۳) ترجمہ :- صحبت (دنیا) سے میں بجھے ہوئے چراغ کی مانند (بے نور) دل لایا ہوں (اب ان) خلوت نشینوں کے دم (سوزاں) سے آگ کی تمنا ہے (جس سے میرا چراغ دل پھر روشن ہو جائے یعنی دنیا طلبی سے چراغ دل بے نور ہو جاتا ہے)

(۴) ترجمہ :- اگرچہ ظاہر میں میں سست ہوں مگر باطن کے لحاظ سے میں بڑا چست ہوں (یعنی) میرا بدن اگرچہ خاک کا ہے (جو بالکل بے حس و حرکت ہے) مگر میرا دل مجسم شعلہ ہے (جو سراپا حرکت ہے یعنی مادیت کے لحاظ سے گو مجھ میں گرانی و سستی ہے مگر روحانی اعتبار سے میں بہت سبک اور چست ہوں، مادہ کثیف ہوتا ہے اور روح لطیف)

(۵) ترجمہ :- (اے دوست!) اگر تو اس آتش رنگ چہرہ کو کفرستان میں لیجائے تو برہمن (خوشی سے) رقص کرنے لگے گا کہ حقانیت آگ کے ساتھ ہے (یعنی تیرا آتشیں رخسار آتش پرستی کی تائید کر دے گا)

(۶) ترجمہ :- صبح کی ٹھنڈی ہوا سے (یعنی میرے محبوب کے) حریفوں (یعنی مدعیان حسن) کا جمال جل جاتا ہے (پس ثابت ہوا کہ) نازک بدنوں کے لئے اس کوچہ میں سردی بھی آگ (کا کام کرتی) ہے (یعنی میرے محبوب کے حسن کا اظہار نسیم صبح کرتی ہے جس سے مدعیان حسن کا رنگ فق ہو جاتا ہے حالانکہ نسیم صبح سرد ہوتی ہے مگر ان کے ساتھ آگ کا معاملہ کرتی ہے)

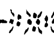
در سلم رسمست ما را دین و دنیا باختن	۷	ہر کرا در سر قماری ہست سودا آتش ست
عاشقی و حسن را در پردہ نتواں داشتن	۸	شعلہ غمازی کند نا چار ہر جا آتش ست
گریۂ گرم نظیری ریگ وادی گداخت	۹	از سرشکش تا بزانو در تہ پا آتش ست
نشست پہلوئے من وز رقیب جام گرفت	۹۷ / ۱	گل تلافی من رنگ انتقام گرفت
بصد کمند نہ استاد غم چو مست شدیم	۲	در سرائے بہ بستیم راہِ بام گرفت
قضا سمند نشاطِ کرام پیش آورد	۳	قدر عنانِ مرا از کفِ لئیام گرفت
معاندان بت پندار جملہ بشکستند	۴	کہ کار بت شکنی رونقِ تمام گرفت

(۷) تشریح:۔ "سلم" خرید و فروخت کے خاص طریقہ کا نام ہے جس میں قیمت پیشگی دیدی جاتی ہے اور بعض شرائط کے ساتھ جنس بعد میں بیچی جاتی ہے۔ ترجمہ:۔ ہمارا طریقہ بیع سلم میں دین و دنیا کو ہار جانا ہے جس کے دماغ میں خیالِ قمار بازی ہو (تو سمجھ لو کہ) وہ آگ کا سودا کر رہا ہے (یعنی طلب دوست میں ہم دین و دنیا کو پہلے ہی دے بیٹھے ہیں اور کسی اجر کے خواہاں نہیں اسلئے کہ یہ قمار بازی ہے ؎

ننگ ست در طریق کریماں معاملت ؛ جاں از نظیری از طلبی رایگاں طلب

(۸) ترجمہ:۔ عشق اور حسن (دونوں) کو پردہ میں نہیں چھپایا جا سکتا (کیونکہ) جہاں آگ ہوتی ہے تو ضرور شعلہ (اس کی) چغلی کھاتا ہے (یعنی جس طرح آگ سے شعلے آگ کا وجود ثابت کر دیتے ہیں اسی طرح آثار عشق و حسن ان کا وجود بتا دیتے ہیں)

(۹) ترجمہ:۔ نظیری کے گرم آنسوؤں نے وادی کے ریت کو پگھلا دیا (چنانچہ گرم) آنسوؤں کی وجہ سے اس کے پاؤں تلے گھٹنوں گھٹنوں آگ ہے (یعنی آنسو آگ کے برابر گرم ہیں)



بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ۹۲ (ت)

(۱) ترجمہ:۔ (دوست) میرے پہلو میں بیٹھا اور جام (شراب) رقیب سے لیا (تو گویا) میری تلافی (مافات) کے پھول نے انتقام کا رنگ قبول کر لیا۔ توضیح:۔ (یعنی دوست نے پہلو میں بیٹھ کر گذشتہ محرومیوں کی مکافات کرنا چاہی تھی کہ رقیب کے ہاتھ سے جام شراب پینے کی وجہ سے اس تلافی نے انتقام کا رنگ اختیار کر لیا یعنی مجھ کو اس سے ایسی تکلیف ہوئی کہ پہلی ناکامیوں سے بھی نہ ہوئی تھی)

(۲) ترجمہ:۔ جب ہم (شراب پی کر) مست ہو گئے تو غم سینکڑوں کمند کے ذریعہ سے بھی ٹھہر سکا، گھر کا دروازہ بند کر دیا تو کوٹھے پر سے بھاگ گیا (یعنی شراب کا علاجِ غم ہے، مست ہو جانے کے بعد غم پاس نہیں پھٹکتا)

(۳) ترجمہ:۔ قضائے سخیوں کے عیش و نشاط کا اسپ (میرے سامنے) پیش کر دیا اور قدر نے میری باگ بخیلوں کے ہاتھ سے چھین لی (یعنی بطفیل سخی سخاوت و کرم مجھے نصیب ہو گیا اور ذلت و بخل میری طبیعت میں باقی نہیں رہا)

(۴) ترجمہ:۔ عناد و دشمنی رکھنے والوں نے پندار و غرور کے بت کو توڑ ڈالا کہ (عہدِ عشق میں) بت شکنی کے کام نے کافی رواج پایا۔

نیافت صبحدم آغوشِ دوست از برِ دوست ۵ تمتعی کہ لب از ذکرِ ایں پیام گرفت

بجنگ وعربدہ راضی شدم زشرم برآ ۶ کہ تیغ غمزہ دگر زنگ در نیام گرفت

نظیریؔ و مے و مطرب گدائی خواہد شد ۷ فقیہہ شہر کہ او عادت کرام گرفت

آں دہد در گریہ پندِ ما کہ با ما دشمن ست $\frac{98}{1}$ ہر کہ میگیرد شناور را بدریا دشمن ست

ہر کرا دل از دروں شاد ست با بیروں چکار ۲ شمع را خلوت نگہبانست و صحرا دشمن ست

(یعنی بڑے بڑے سرکشوں نے اس شاہ حسن کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور پندار کو چھوڑ دیا)

(۵) ترجمہ:- وہ لطف جو (میرے) لبوں نے (دوست کے) اس پیام سے حاصل کیا وہ صبح کے وقت کسی عاشق کی آغوش نے (اپنے) معشوق کے جسم سے (بھی) حاصل نہ کیا (ہوگا یعنی دوست کے وعدۂ وصل اور اس کے پیام کے ذکر میں وہ لطف ہے جو حقیقتاً "وصل" میں نہیں)

(۶) تشریح:- "عربدہ" جنگ، غلاف "نیام" میان تیغ - ترجمہ:- (اے دوست!) میں جنگ اور فلاف پر راضی ہو گیا ہوں، شرم کو چھوڑ (اور مجھ کو بے باکانہ قتل کر ڈال) کہ غمزہ و ادا کی تلوار نے پھر میان میں زنگ آلود ہونا شروع کر دیا (یعنی اپنی تلوار کا زنگ مجھے قتل کر کے زائل کرلے)

(۷) ترجمہ:- (اب) نظیریؔ ہے اور قوال و شراب (اگر یہی حال قائم رہا تو) فقیہہ اور مفتی شہر جس نے (آہستہ آہستہ شراب نوش) سخیوں کی سی عادتیں اختیار کرلیں ہیں (نظیریؔ کے در کا) گدا بن جائے گا (یعنی نظیری کے پاس گدا بن کر شراب مانگنے آئے گا)

دیگر:- نظیریؔ نے (جو فقیہہ شہر تھا) اب مے و طرب سے سروکار رکھنا شروع کر دیا ہے تو اب یہ (فقیہہ شہر جس نے کرام کی خصلت اختیا کر لی ہے (اور دولت لٹانی شروع کر دی ہے ضرور ایک روز) گدا بن کر رہ جائیگا۔



بحر:- رمل مثمن مقصور.... ارکان و تقطیع: مثل نمبر (لنا)

(۱) ترجمہ:- رونے کی حالت میں جو شخص ہم کو نصیحت کرتا ہے وہ ہمارا دشمن ہے (اس لئے کہ) پیراک کو دریا میں جو شخص پکڑ لیتا ہے وہ (اس کا) دشمن ہوتا ہے (یعنی جس طرح پیراک کو اگر دریا میں پکڑ لیا جائے تو وہ ڈوب جاتا ہے اسی طرح ناصح نصیحت اور روکنے کی کوشش کرکے ہم کو سیلابِ اشک میں ڈبونا چاہتا ہے پس یہ تو کھلی دشمنی ہوئی ؎

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح ؞ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

(۲) ترجمہ:- جس کا دل خلوت میں خوش ہے اس کو جلوت (کے ہنگاموں) سے کیا سروکار؟ (بلکہ بیرونی باتوں سے تعلق رکھنے میں نقصان ہے اس لئے کہ) شمع کے لئے خلوت نگہبان ہوتی ہے اور صحرا دشمن ہوتا ہے (اسی طرح چراغ دل دنیا طلبی میں منہمک ہوکر بادِ حوادث سے بجھ جاتا ہے اور خلوت نشینی میں روشن رہتا ہے)

خود مگر از در در آئی ورنہ از ما تا بہ تو ۳ صد بیابانست و ہر گام صد جا دشمن است

دل ازاں آزردہ تر داریم کآزارش کنند ۴ خصمی خود مے کند ہر کس کہ با ما دشمن است

خوں ز چشم کارواں ریخت در بازار مصر ۵ ہر کرا یوسف بود کالا بسودا دشمن است

تا غمم گردید مونس گلفتم باکس نماند ۶ دوست چوں تنہا بہ گرد مو بر اعضا دشمن است

ہائے ہائے گریہ باید کہ دل خالی کند ۷ ورنہ چوں در دل گرہ باشد مداوا دشمن است

گر بہار آید نظیری ور خزاں با من مگو ۸ خاطر مشغول عاشق را تماشا دشمن است

جز محبت ہر چہ بردم سود در محشر نداشت ۹۹/۱ دین و دانش عرض کردم کس بہ چیزے بر نداشت

(۳) ترجمہ :- (اے محبوب!) شاید تو خود (ہمارے دل کے) دروازہ سے اندر آجائے (تو آجائے) ورنہ ہم سے لے کر تجھ تک سینکڑوں بیاباں (درمیان میں حائل) ہیں اور ہر قدم پر سینکڑوں (ہوا و ہوس کے) دشمن موجود ہیں (اسلئے ہمارا اپنی سعی سے تجھ تک پہنچنا ناممکن ہے)

(۴) ترجمہ :- ہمارا دل اس سے بڑھ کر رنجیدہ ہے کہ اس کو (لوگ) اور تکلیف پہونچائیں (یعنی آزردگی کی انتہا ہو چکی ہے پس اب) جو شخص ہمارا دشمن ہے (یعنی ہم کو ستانا چاہتا ہے) وہ اپنے ساتھ ہی دشمنی کر رہا ہے (یعنی بیکار اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کر رہا ہے اسلئے کہ جو آزار عشق ہم کو پہونچ چکا ہے اس سے بڑھ کر کوئی آزار نہیں)

(۵) ترجمہ :- مصر میں (یوسف ؑ کو فروخت کر دینے پر) قافلہ کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا (یعنی اشک خونیں نکل آئے اس لئے کہ واقعی) جس کے پاس یوسف ؑ جیسی متاع ہو وہ سوداگری میں (اپنا یا اپنی متاع کا) دشمن ہے یا وہ سوداگری کا دشمن ہے (کیونکہ جس قیمت پر فروخت کرے گا بہر حال خسارہ میں رہے گا یہی حال طلب دنیا میں منہمک ہو کر خدا سے غافل ہو جانے والے شخص کا ہے)

(۶) ترجمہ :- جب سے غم عشق میرا ہمدم و مونس بنا ہے مجھے کسی سے محبت نہیں رہی (اس لئے کہ) جب دوست ساتھ بیٹھا ہو تو (اپنے اعضا کے بال (بھی) دشمن معلوم ہوتے ہیں (کہ وہ کیوں بیچ میں حائل ہیں پس میں غیر اللہ سے کیونکر دل لگا سکتا ہوں)

(۷) ترجمہ :- ہائے ہائے کر کے رونے کی ضرورت ہے تاکہ وہ دل کو صاف کر دے (یعنی دل کا بخار نکل جائے) ورنہ جب دل میں گرہ (غم) لگ چکی ہو تو (ہر) علاج ناموافق رہتا ہے (یعنی علاج غم بجز گریہ اور کوئی نہیں)

(۸) ترجمہ :- اے نظیری خواہ بہار آئے خواہ خزاں مجھ سے نہ کہہ (اس لئے کہ) عاشق کے (خیال دوست میں) مشغول دل کے لئے (چمن کا) تماشا دشمن ہے یعنی دوست کی طرف سے توجہ کے ہٹانے کا سبب ہے)

• بحر :- رمل مثمن مقصور..... ارکان و تقطیع :- مثل نمبر (۲)

(۱) ترجمہ :- محبت و عشق کے سوا جو کچھ میں (دنیا سے ساتھ) لے گیا روز حشر اس نے کچھ فائدہ نہ دیا، عقل و دین کو میں نے پیش کیا کہ اس کے عوض کچھ اجر ملے، مگر کسی نے کسی چیز کے عوض (بھی) اسکو نہ اٹھایا (یعنی دین و دانش کی قیمت روز جزا کچھ نہیں وہاں عشق و محبت کی پوچھ ہے)

هر عمل را اجر سنجیدند در میزانِ حشر ۲ قیمتِ چشمم پر آبم چشمۂ کوثر نداشت

در دلم از عشق سوزی ماند و زجان شعلۂ ۳ هیزمے را کاتشِ ما سوخت خاکستر نداشت

در دلِ او دردِ ما از ناله تاثیرے نکرد ۴ بُر دمرغے نامۂ یارا که بال و پر نداشت

شکر کز غم مردم و پیشت نگشتم شرمسار ۵ حالِ خود هرچند میگفتم دلت باور نداشت

کاتبِ اعمال چوں اجرِ فراقم را نوشت ۶ جز رقم بر وصل دادن چارۂ دیگر نداشت

از دلِ پر دردِ جانم را نظیری ریش کرد ۷ کم دو چارم شد که چشمے تا بدامن تر نداشت

باز دل جائے گلِ دیوانگی بو کردہ است ۱۰/۱ دیدہ ام از گریہ آبے تازہ در جو کردہ است

(۲) ترجمہ:۔ (کارکنانِ قضا و قدر نے) ہر عمل کے لئے ترازوئے حشر میں (رسادی) اجر تولدیا (مگر) میری آنسو بھری آنکھ کی قیمت (اتنی زیادہ نکلی کہ جنت کا حوض کوثر نہ بن سکا۔ (یعنی عاشق کے آنسو حوضِ کوثر سے زیادہ قیمتی ہیں)

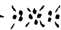
(۳) ترجمہ:۔ میرے دل میں عشق سے ایک سوزش اور روح سے ایک (بھڑکتا) شعلہ باقی رہ گیا۔ (مادی کدورت نابود ہوگئی اس لئے کہ) جس (ہستی کے) ایندھن کو ہماری آگ نے جلایا وہ راکھ (کا مادہ ہی) نہ رکھتا تھا (یعنی آتشِ عشق کثافت سے پاک کر دیتی ہے)

(۴) ترجمہ:۔ اس (دوست) کے دل میں نالۂ (بے اثر) کے ذریعہ سے ہمارے دردِ (عشق) نے کوئی اثر نہیں کیا (اس لئے کہ) نامۂ (شوق) ایسا کبوتر لے گیا جس کے پر و بال نہ تھے (یعنی مرغ نالہ جو ہمارے درد کا پیغام بر ہے تاثیر کے بال و پر سے محروم ہی)

(۵) ترجمہ:۔ خدا کا شکر کہ میں غم سے مرگیا اور تیرے سامنے (حالِ دل کہہ کر) شرمندہ نہ ہوا (ورنہ) میں ہرچند اپنا حال (تجھ سے) کہتا مگر تیرا دل یقین نہ کرتا (یعنی حالِ دل کہہ کر خواہ مخواہ شرمندہ ہونا پڑتا کیونکہ دوست یقین نہ کرتا اس لئے اچھا ہوا کہ غم نے اس سے پہلے ہی کام تمام کردیا)۔

(۶) ترجمہ:۔ اعمال لکھنے والے (منشی قضا و قدر) نے جب میرے ہجر و فراق کی جزا کو لکھا تو سوائے تحریرِ وصل دینے کے اس کو اور کوئی چارہ کار نہ تھا (یعنی ہجر کی جزا وصل ہی ہے)

(۷) تشریح:۔ "دوچار شدن" ملاقات کرنا۔ ترجمہ:۔ نظیری نے (اپنے) درد بھرے دل سے میری روح کو مجروح کردیا۔ کیونکہ ایسے حال میں (مجھے اس سے ملنے کا (بہت) کم اتفاق ہوا کہ وہ آنکھوں کو دامن تک تر نہ رکھتا ہو (یعنی جب کبھی ملا تو اشکوں سے اسکی آنکھ اور دامن تر تھا۔ اشارہ:۔ نظیری کو اپنے علاوہ ایک دوسرا شخص قرار دیا ہے اس صنعت کو تجرید کہتے ہیں



بحر:۔ رمل مثمن مقصور... ارکان و تقطیع (مثل ہے رت)

(۱) تشریح:۔ "بو کردن" سونگھنا۔ ترجمہ:۔ (شاید پھر کہیں (میرے) دل نے دیوانگی و وحشت کا پھول سونگھ لیا ہے کہ میری آنکھوں نے (بارانِ) گریہ و زاری سے تازہ پانی ندی میں (جاری) کردیا (یعنی وفورِ شوق میں طوفانِ اشک بپا کردیا)

خاطرے دارم چناں کز نوبہارِ دوستی ۲ صد گلستانم پدید از ہر بنِ مو کردہ است

اے توئی دمساز و حرفِ ماست چندیں دلپذیر ۳ عشق را نازم کہ موم از آہن و رو کردہ است

از چراغِ وصلِ دل را نور دہ کاینجائے تست ۴ ورنہ با تاریکیٔ ہجراں نظر خو کردہ است

ہر کہ جز خود دید با من آشنا بیگانہ ساخت ۵ عشقِ تو با دشمن و با دوست یکرو کردہ است

دست و دل بشکن کہ اینجا عاجزی آید بکار ۶ ایں کماں را چاشنی کے زور بازو کردہ است

در مرادِ ما نظیری یاریت کارے نکرد ۷ برہمن زیں بہ دعا در کار ہندو کردہ است

(۲) **تشریح:۔** "گلستانم" میں "م" مو کا مضاف الیہ ہے "بن مو" بیخ مو، بال کی جڑ۔ **ترجمہ:۔** (بہ طفیل عشق) میں ایسی طبیعت رکھتا ہوں کہ جس نے دوستی کی تازہ بہار کی وجہ سے (میرے) ہر ہر رونگٹے کے نیچے سے سینکڑوں (سدا بہار) باغ نمودار کر دیئے ہیں (یعنی تمام جسم داغدار ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا باغ گل لالہ سے پر ہے)

(۳) **تشریح:۔** "رو" مخفف روئیں بمعنی کانسی "اے" حرف ندا منادی محذوف ہے۔ **ترجمہ:۔** اے (دوست) تو (ہمارا) مونس و دمساز ہے اور ہماری بات اس قدر دل پسند ہے (ورنہ پہلے تو متوحش تھا اور ہماری بات تجھ کو ناپسند تھی بس) میں اپنے عشق پر ناز کرتا ہوں جس نے لوہے اور کانسی کے مانند سخت دل محبوب) کو موم بنا دیا (یعنی دوست کا مائل ہونا گویا لوہے کا موم بنجانا ہے)

(۴) **تشریح:۔** "خو کردن" عادی ہو جانا۔ **ترجمہ:۔** وصل کے چراغ سے (میرے) دل کو نور عطا کر کہ یہ تیری (ہی) جائے قیام ہے (یعنی اس میں تیرا ہی نفع ہے) ورنہ (ہماری) نظر (تو) ہجر کے اندھیرے کی عادی ہو چکی ہے (یعنی ہم کو تو روشنی کی ضرورت نہیں اسلئے کہ ہم اندھیرے کے عادی ہو چکے ہیں، ہاں تو اگر اپنے مسکن کو روشن رکھنا چاہتا ہے تو ہمارے دل کو منور کر دے طرز طلب قابل تحسین ہے)

(۵) **تشریح:۔** "دید" کا فاعل عشق ہے جو دوسرے مصرعہ میں مذکور ہے۔

ترجمہ:۔ (تیرے عشق نے) اپنے سوا جس کو میرے ساتھ آشنا پایا اس کو (مجھ سے) بیگانہ بنا دیا (یعنی میری خودی کو بھی مجھ سے الگ کر دیا گویا) تیرے عشق نے دشمن اور دوست (سب) کے ساتھ ایک رویہ اختیار کر رکھا ہے (یعنی بیگانے تو بیگانے تھے ہی تیرے عشق نے میرے دوستوں حتیٰ کہ خود مجھکو بھی مجھ سے بیگانہ کر دیا)

(۶) **تشریح:۔** "چاشنی کردن" چکھنا۔ **ترجمہ** (معرکہ عشق میں) ہاتھ پاؤں) اور دل توڑ کر بیٹھ جا کہ یہاں عاجزی (ہی) کام آتی ہے (ورنہ) اس (ابروئے یار کی) کمان کو زور بازو نے کب چکھا ہے (یعنی اس کمان کا تیر خطا نہیں جاتا اور بچاؤ کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی اس لئے زور بازو دکھانے سے عاجزی بہتر ہے)

(۷) **ترجمہ:۔** اے نظیری تیری دوستی ہماری مراد برآری میں کچھ کام نہ آئی (حالانکہ تو مسلمان ہے) اس سے بہتر دعا (تو) برہمن نے ہندو کے حق میں کر دی ہے۔ **اشارہ:۔** شعر میں صنعت تجرید ہے۔

---

(۱) آنچہ رحم از دل بردتا ثیر فریادِ من ست ✤ وآنچہ نسیاں آورد خاصیت یادِ من است

(۲) ساختن ممنونِ دیدار و بحسرت سوختن ✤ از تصرف ہائے حرمانِ خدا دادِ من است

(۳) حرفِ عاشق بیزبانی شکوہ دل عاجز نیست ✤ آنچہ ہرگز آشنا با لب نشد دادِ من است

(۴) نیست در عالم تمنائے کہ از قیدم نجست ✤ ہر کجا بینی ہوائے صید آزادِ من است

(۵) مضطرب دارم چرا دل در رہ آوارگی ✤ پشتِ توفیق و توکل خستۂ زادِ من است

(۶) آں شکارم من کہ لایق ہم بکشتن نیستم ✤ شرم مے آید مرا زاں کس کہ صیادِ من است

بحر:۔ رمل مثمن مقصور...... ارکان و تقطیع:۔ شل نمبر (ت)

(۱) ترجمہ:۔ (وائے بدنصیبی کہ) جو چیز دلِ (دوست) سے رحم نکالدیتی ہے وہ خود میری فریاد و فغان کی تاثیر ہے اور جو چیز کہ فراموشی پیدا کر دیتی ہے وہ خود میری یاد کی خاصیت ہے (یعنی میری فریاد اور یاد کی تاثیریں الٹی ہوگئی ہیں میں جتنی زیادہ فریاد کرتا ہوں، دوست اور بے رحمی سے کام لیتا ہے اور جتنا زیادہ میں اس کو یاد کرتا ہوں وہ مجھے فراموش کرتا ہے)

(۲) تشریح:۔ "خدا داد" وہبی، خدا کی جانب سے عطا شدہ اسم مفعول ترکیبی۔

ترجمہ:۔ دیدارِ (دوست) کا امیدوار بنانا اور ناکام رکھ کر حسرت میں جلا نا دیا، میری خدا داد حرماں نصیبی کی کارپردازیوں میں سے ہے (یعنی ہجر میں امیدِ وصل بھی ہوتی ہے اور ناکامی پر حسرت بھی)

(۳) تشریح:۔ "حرف" گفتگو۔ "داد" فریاد۔

ترجمہ:۔ عاشق کی بے زبانی رہی اس کی گفتگو اور (شکوہ سے) عاجز رہنا رہی (شکوہ دل ہے (چنانچہ) میری فریاد رہی ایک) ایسی چیز ہے جو کبھی لبوں کے ساتھ آشنا نہیں ہوئی (یعنی میں نے صبر و خاموشی سے کام لیا اور فریاد و فغاں سے احتراز کیا)

(۴) تشریح:۔ "از قید جستن" رہا ہو جانا۔ "ہوا" خواہش، آرزو، تمنا۔

ترجمہ:۔ دنیا میں کوئی آرزو ایسی نہیں ہے جو میری قید سے نہ رہا ہوئی ہو (یعنی تمام تمنائیں میری آزاد کردہ ہیں چنانچہ) تو جس جگہ بھی کوئی خواہش و تمنا پائے گا وہ میرا ہی آزاد کردہ شکار ہوگا)

(۵) ترجمہ:۔ آوارگی کے راستہ میں میں (اپنے) دل کو پریشان کیوں رکھوں (جبکہ) توفیق اور توکل کی کمر میرے زادِ راہ کے بوجھ سے زخمی (ہوئی جاتی) ہے (یعنی استغنا کا اس قدر توشہ ہوتے ہوئے اور کس چیز کی فکر ہے؟ جس کی وجہ سے دل پریشان ہو)

(۶) ترجمہ:۔ میں ایسا لاغر شکار ہوں کہ صید ہونے کے بھی لایق نہیں ہوں (اس لئے) مجھ کو اس شخص سے شرم آتی ہے، جو مجھے شکار کا ارادہ رکھتا ہے (یعنی معشوق مجھے ہلاک کر کے اپنے تیرِ نگاہ کے ضائع ہونے پر افسوس کرے گا اس لئے میں شرمندہ ہوں) ؎

خوبِ تراچہ قدر نظیری خموش باش ✤ ایں بسکہ دعوی انطرفِ قاتلِ تو نیست

خشم مرد و شکوہ رفت اکنوں زشست عشق تو ۷ آرزو غلطاں بخون در محنت آباد من است

کار دشوار نظیری گریہ مے آرد کہ او ۸ شاد از تدبیر ہائے سست بنیاد من است

شہر ویراں شدۂ گریہ مستانۂ ماست ۱ ہر کجا ہست غمے در بدر از خانۂ ماست

از ہمہ سو رہ پیغولۂ صحرا بستند ۲ ہر کرا مے نگری در پئے دیوانۂ ماست

بال و پر سوختہ ہر یک بکنارے رفتند ۳ آنکہ ناید بدر از بزم تو پروانۂ ماست

بتماشائے جہاں باز نمانیم از تو ۴ آنچہ دام دگراں ساختۂ دانۂ ماست

بسر بادہ فروشاں کہ بمسجد نرویم ۵ تا بمیخانہ نمے در تہ پیمانۂ ماست

(۷) ترجمہ :- (میرا) غصہ مرچکا، شکوہ و شکایت ختم ہوا، اور (اب آخر میں) تیرے عشق (تیر انداز) کی نشانہ بندی سے تمنا (بھی) میرے تکلیف آباد (دل) میں (خاک د) خون میں تڑپ رہی ہے (یعنی عشق نے شکوہ و شکایت، غصہ اور تمناؤں سب کا ہی خاتمہ کر دیا)

(۸) تشریح :- "سست بنیاد" غیر موثر، کمزور بنیاد والی۔ ترجمہ :- نظیری کا دشوار معاملہ (مجھ) رلاتا ہے اس لئے کہ وہ (اتنا سادہ واقع ہوا) ہے کہ) میری غیر موثر تدبیروں کی وجہ سے خوش ہو رہا ہے (یعنی یہ سمجھ رہا ہے کہ میں مرض عشق سے اس کو اچھا کر دونگا۔ شعر میں صنعت تجرید ہے۔

بحر :- رمل مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع : مثل الف (ت)

(۱) ترجمہ :- ہماری بحالت مستی گریہ وزاری (کی وجہ سے) شہر ویران بنا ہوا ہے۔ جہاں کہیں غم در بدر (مارا پھرتا) ہے وہ ہمارے گھر سے ہی نکلا ہوا ہے (یعنی دنیا میں غم کا ظہور مجھ سے ہی ہوا ہے غالب نے کہا ہے ؎

یونہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہاں ؛ دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

(۲) تشریح :- "پیغولہ" جانب، کنارہ۔ ترجمہ :- ہر طرف سے (لوگوں نے) صحرا کی ناکہ بندی کر دی (پس اب) جس کو تم دیکھتے ہو وہ ہمارے (دل) دیوانہ کے پیچھے پڑا ہوا ہے (یعنی ہمارا دل وحشی آبادی چھوڑ کر ویرانہ میں نکل گیا تھا مگر ستانے والوں نے وہاں بھی نہ چھوڑا)

(۳) ترجمہ :- (اے دوست!) ہر ایک خام عاشق پروانہ وار (اپنے) پر و بازو جلا کر الگ ہٹ گیا (یہ) ہمارا (ہی) پروانۂ (دل) ہے جو تیری بزم سے باہر نہیں نکل سکتا (خواہ جل کر خاکستر ہو جائے کہ کمال عشق کا تقاضا یہی ہے)

(۴) تشریح :- از چیزے باز ماندن۔ چھوڑ دینا۔ غافل ہو جانا۔ ترجمہ :- (اے دوست!) دنیا کے تماشے میں (مصروف ہو کر) ہم تجھ سے غافل نہیں ہو سکتے (بلکہ) جس چیز کو تو نے اوروں کے لئے جال بنایا ہے وہ ہمارے لئے دانہ ہے (یعنی دنیا کا تماشا لوگوں کے لئے تجھ سے غفلت کا سبب ہے مگر ہم اس میں بھی تیرا ہی جلوہ دیکھتے ہیں اس لئے ہمارے لئے وہ غذائے روح ہے اور یہی وجہ تجھ سے غافل نہ ہونے کی ہے)

(۵) تشریح :- با قسمیہ ہے۔ ترجمہ :- مے فروشوں کے سر کی قسم جب تک کہ میخانہ کے اندر ہمارے پیالہ کی تلی میں ذرا سی تری بھی (باقی) ہے ہم مسجد میں نہیں جا سکتے (یعنی زہد خشک پر رندی کو قربان نہیں کر سکتے اور مجاز کے پیچھے پڑ کر حقیقت کو نہیں چھوڑ سکتے)

ماکہ خورشید پرستیم بمحفل چہ کنیم ۶ آفتاب از ہمہ جا روئے بویرانۂ ماست
خواب مارا بصد افسون ونگہ مے بندند ۷ جادواں راہمہ جا گوش برافسانۂ ماست
تاکے از موعظتِ خلوتیاں مے شنویم ۸ ہوش ما محو تماشا گہِ جانانۂ ماست
صحن و دیوار و در و بامِ نظیری امشب ۹ ہمہ در وجد و سماع اند کہ در خانۂ ماست

پیشِ مُشتاق تو ویرانۂ و آبادی یکیست ۱۰۳ ۱ ہرطرف راہ فتد کوفہ و بغداد یکیست
بحریمِ دلِ شیریں نبود صفِ نعال ۲ عشق چوں بار دہد خسرو و فرہاد یکیست
ماکہ تسلیم بشمشیرِ ارادت شدہ ایم ۳ پیشِ ما بیمددی کردن و امداد یکیست

(۶) ترجمہ:- ہم آفتابِ (حقیقت) کی پرستش کرنے والے ہیں ہم محفل میں (رہ کر) کیا کریں گے (جبکہ) آفتاب ہمارے ویرانہ کی طرف ہر جانب سے متوجہ ہے۔ (یعنی اپنا مقصد جب ویرانہ میں کامل طور پر پورا ہوتا ہے تو بستی میں آنے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ ویرانہ میں دیواریں نہ ہونیکی وجہ سے آفتاب ہر سمت سے مقابل رہتا ہے مراد یہ ہے کہ ہر وقت عارف کامل کے بالمقابل آفتاب حقیقت رہتا ہے)

(۷) تشریح:- "جادوان" بمعنی جادوگراں۔ ترجمہ:- (یہ جادو نگاہ معشوق) نگاہ کے سینکڑوں منتروں کے ذریعہ ہماری نیند کو روکتے ہیں (یعنی ان کے عشق نے ہماری نیند اڑادی گویا) ان جادوگروں کا کان سب جگہ ہمارے (ہی) افسانہ پر لگا ہوا ہے (ہم ہی ان کے جادو کا مرکز بنے ہوئے ہیں)

(۸) ترجمہ:- (ان) واعظانِ خلوت نشین کی نصیحت ہم کب تک سنتے رہیں (یہ ہمارے بس کا کام نہیں) ہمارے ہوش تو اپنے معشوق کے جلوہ گاہ میں محو ہیں (ہمیں ان کی نصیحت سننے کا ہوش کہاں؟ اور نصیحت سے فائدہ کیا؟)

(۹) ترجمہ:- اے نظیری آج کی رات (ہمارے خانۂ دل کا) صحن، دیوار، اور بام سب وجد اور نغمۂ وحدت سننے میں مصروف ہیں (نہ معلوم کون ہمارے گھر میں آگیا ہے (یعنی ضرور یہ ہمارا معشوق ہی ہے)

بحر:- رمل مثمن مخبون محذوف ارکان و تقطیع:- مثل (۵۲ رت)

(۱) ترجمہ:- (اے دوست!) تیرے عاشق کی نظر میں آبادی اور ویرانہ برابر ہیں جس طرف بھی (اُس کا) گذر ہو کوفہ ہو یا بغداد (اس کے نزدیک) ایک ہے (یعنی عاشق قید مکان و زماں سے آزاد ہوتا ہے)

(۲) تشریح:- "صفِ نعال" نعال جمع نعل وہ جگہ جہاں جوتے نکالے جاتے ہیں مراد مقامِ پست۔ ترجمہ:- شیریں کے خانۂ دل میں کوئی پست مقام نہیں ہے۔ (بلکہ) جب عشق (اجازتِ) داخلہ عطا کرتا ہے تو اسکے نزدیک) خسرو اور فرہاد برابر ہیں (یعنی یہاں عشق کی پوچھ ہے شخصیتوں کی نہیں؛ پس جو عشق میں بڑھا ہوا ہے اسی کا درجہ بلند ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

(۳) تشریح:- "تسلیم شدن" بمعنی مسلّم شدن۔ ترجمہ:- ہم (جب) کہ (اپنے آپ کو) مشیت وارادۂ (دوست) کی تلوار کے حوالہ کر چکے ہیں تو ہمارے

در بر اغیار مبند یدکہ در گلشن ما	۴	شانۂ باد و سرِ طرۂ شمشا دیکیست
پا بگل ماندہ اگر گلبن اگر خار بن است	۵	باغ را سرو خرامندۂ و شمشاد یکیست
ہتو زاری و توانائی ما در نگرفت	۶	موم در پنجۂ عشق تو و فولاد یکیست
نیم بسمل شدہ ماندیم نظیری افسوس	۷	صید دریکدگر افتادہ و صیاد یکیست
در خونِ دیدہ گشتہ تنم بسمل تو نیست	۱۰۴-۱	زین مرحمت ملاف کہ کار دلِ تو نیست
از آبگینہ حوصلۂ ما تنگ تراست	۲	صبر از دے طلب کہ درو منزلِ تو نیست
گو یا دواندہ ریشہ نہالِ محبتم	۳	مے بینم از تو آنچہ در آب و گلِ تو نیست

نزدیک (ہماری) امداد کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں (یعنی ہم کو کسی کی امداد درکار نہیں ہم تسلیم جان پر خوش ہیں)

(۴) ترجمہ:- غیروں پر دروازہ بند نہ کرو (بلکہ آنے دو) اس لئے کہ ہمارے باغ (دل) میں ہوا کے کنگھے اور شمشاد کی زلف میں کوئی فرق نہیں (یعنی ہوا غیر ہے جو زلفِ شمشاد کو پریشان کردیتی ہے مگر ہمارے گلشن دل میں انکے درمیان کوئی فرق نہیں مراد یہ ہے کہ ہماری نظر میں اپنا اور غیر برابر ہیں

(۵) ترجمہ:- (اس چمنِ عالم میں) سب مقید ہیں خواہ درختِ گل ہو یا درخت خار (کیونکہ اس) باغ کے نزدیک جھومنے والا سرو اور شمشاد دونوں برابر ہیں (یعنی دنیا میں سب لوگ مبتلائے غم روزگار ہیں)

(۶) تشریح:- "درگرفتن" موثر ہونا- ترجمہ:- نہ ہماری زاری و عاجزی نے تیرے دل میں کوئی اثر کیا اور نہ توانائی و زور آزمائی نے- تیرے عشق کے پنجہ میں موم اور فولاد برابر ہیں یعنی تو خود ہی مہربان ہوجائے تو ہوجائے ورنہ ہماری سختی یا نرمی یعنی کوششیں سب بے سود ہے)

(۷) تشریح:- "دریک دگر افتادن" مجتمع ہونا بھیڑ لگ جانا- ترجمہ:- اے نظیری افسوس کہ ہم نیم جان ہوکر رہ گئے (اور صیاد کی توجہ ہماری طرف نہ رہی مشکل یہ آن پڑی ہے کہ شکار ایک پر ایک ٹوٹا پڑتا ہے- اور شکاری (یعنی معشوق) صرف ایک ہے (پس کہانتک وہ توجہ قائم رکھ سکتا ہے یعنی یک انار و صد بیمار

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:- مثل ۵-۱۰ (ت)

(۱) تشریح:- "لاف زدن" دعوی کرنا- بڑائی مارنا- ترجمہ:- میرا بدن (میری) آنکھوں کے خون (اشکوں) میں ڈوبا ہوا ہے تیرا بسمل نہیں ہے (یعنی میرا یہ حال ہے) اس عنایت پر (کہ تیری تیغ ادا نے مجھ کو زخمی کیا ہے) بڑائی نہ مار کیونکہ یہ کام تیرے دل نے نہیں کیا (ریاض) تازہ آمیز کا مضمون خوب باندھا ہے

(۲) تشریح:- "تنک تر" کم تر- ترجمہ:- ہمارا حوصلہ اور ہمت شیشہ سے (بھی) زیادہ کم ہے (یعنی ہم میں اتنی سہار بھی نہیں جتنی کہ شیشہ میں ہے) صبر کی توقع اس دل سے رکھ جس میں تیرا انقام نہ ہو (ہم سے صبر کی توقع نہیں کیجا سکتی)

(۳) تشریح:- "ریشہ دواندن درخت" درخت کی جڑ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ پھوٹ نکلنا- اسی مناسبت سے ریشہ دوانی سازش کے معنی میں مستعمل ہے- "نہال" پودا "آب و گل" خمیر طبیعت- ترجمہ:- غالباً (یہ) میرے نہالِ محبت کی جڑ پھوٹ نکلی ہے کہ میں تیری جانب ہی اس (محبت) کا اظہار دیکھتا ہوں جو تیرے خمیر و سرشت میں بھی نہیں ہے (یعنی تیری سرشت میں مہر و محبت نہیں تھی میرے جذبہ محبت نے تجھ کو آمادہ مہر بنا دیا)

زین پیش شیشۂ دل ما ہم ز سنگ بود ۴ بے نسبت آشنا دلِ ما با دلِ تو نیست

بے یار ماندہ روئے تو از بیم خوئے تو ۵ ورنہ کدام کس کہ دلش مائلِ تو نیست

بس جانگداز میگذرد سرگذشتِ شمع ۶ پروانۂ نسوختہ در محفلِ تو نیست

خونِ ترا چہ قدر نظیری خموش باش ۷ ایں بس کہ دعوی از طرفِ قاتلِ تو نیست

آنکہ صد نامۂ ما خواند و جوابے ننوشت ۱۰۵/۱ سطرے از غیر نیامد کہ کتابے ننوشت

شمع بے شعلہ بہ پروانہ فرستاد آں دوست ۲ گر بما نامہ رواں کرد عتابے ننوشت

ہمہ جا شوق تو لب تشنہ براہم آورد ۳ دمِ آبے نگرفتم کہ شتابے ننوشت

(۴) **ترجمہ:** اس سے پہلے ہمارا (شیشۂ) دل بھی پتھر کا تھا (پس معلوم ہوا کہ) ہمارا دل تیرے دل کے ساتھ بغیر مناسبت کے آشنا اور مائل نہیں ہے (یعنی دوست سنگ دل ہے اور عشق سے پہلے ہمارا دل بھی مثل سنگ تھا پس بمقتضائے ع کند ہمجنس با ہمجنس پرواز۔ ہمارا دل دوست کیطرف مائل ہو گیا)

(۵) **ترجمہ:** تیرا چہرۂ (حسین) تیری (سخت) عادت کے خوف کی وجہ سے بے یار رہگیا (یعنی تیری سخت عادت کے خوف سے کسی میں اظہار عشق کی جراءت نہیں) ورنہ کونسا دل ہے جو تجھ پر مائل نہیں؟

(۶) **تشریح:** "سرگذشت" آپ بیتی، سوانح حیات۔ **ترجمہ:** شمع کی سرگذشت بہت (ہی) روح فرسا ہے (کہ خود بھی جلتی ہے اور لاکھوں پروانوں کو جلاتی ہے۔ اسی طرح اے دوست!) تیری محفل میں (بھی) کوئی پروانہ نہیں جو سوختہ جان نہو (تو شمع ہے اور عشاق پروانے)

(۷) **ترجمہ:** اے نظیری تیرے خون کی کیا قدر و قیمت؟ بس خاموش رہ یہ کیا کم ہے کہ (تیر نگاہ کے تجھ جیسے لاغر صید پر ضائع جانے کا) دعوی تیرے قاتل کیطرف سے نہیں ہوا (اگر یہ دعوی ہوجاتا تو تیرے پاس کوئی جواب نہ تھا) **اشارہ:** اسی مضمون کو نظیری نے مختلف عنوان سے کئی شعر میں باندھا ہے ۔ دریں صحرا نظیری نیست لاغر تر ز ما صیدے ۔ کہ بر فتراک می بندد شکارِ بسمل ما را۔ ۔

آں شکارم من کہ ہم لائق بکشتن نیستم ۔ شرم می آید مرا زاں کس کہ صیادِ من است!! از نگاہے شد نظیری صید و من در انفعال ۔ زانکہ ایں وحشی نمی ارزد بہائے تیر را۔

بحر: رمل مثمن مخبون مقصور **ارکان و تقطیع:** مثل ۱۰۴ (ت)

(۱) **تشریح:** "غیر" رقیب۔ **ترجمہ:** وہ (دوست نامہربان) کہ جس نے ہمارے سو خط پڑھے (اور ایک کا) جواب (بھی) نہیں لکھا اس کی حالت یہ ہے کہ (رقیب کیطرف سے اسکے پاس کبھی) ایک سطر نہیں آئی کہ (جواب میں کتاب کی) کتاب نہ لکھدی ہو (یعنی افسوس کہ دوست ہم پر اتنا نامہربان ہے اور رقیب پر اسقدر مہربان!)

(۲) **تشریح:** "بے شعلہ" بجھی ہوئی۔ **ترجمہ بتقلب مصرعین:** اگر اس دوست نے (کبھی) ہمارے پاس کوئی خط بھیجا (بھی) تو عتاب (آمیز) نہیں لکھا گویا اس نے (پروانہ کے پاس بجھی ہوئی شمع بھیجی (یعنی ہم کو اس کے عتاب میں ہی لطف آتا ہے)

(۳) **تشریح:** "راہم" میں میم مفعولی بمعنی مرا "شتاب نوشتن" شتاب مقدر کردن۔ "دمِ آب" گھونٹ۔ **ترجمہ:** تیرا عشق (اے دوست!) مجھ کو ہر جگہ راہ میں پیاسا لے چلا ہے (کبھی) میں نے ایک گھونٹ پانی نہیں لیا کہ اس نے جلدی نہ مچادی ہو (یعنی زیادتی شوق کا حال یہ ہے کہ اطمینان سے پانی

کفِ پائے بَرہ بادیہ ام ریش نشد ۴ کہ فریبِ سرِ خارش بسرابے ننوشت

قدمے نا مدم از منزلِ ساماں بیروں ۵ در رہِ عشق کہ گنجے بخرابے ننوشت

اشک و آہ از درِ این مدرسہ بردم کہ ادیب ۶ حرزِ حسنِ تو بہر مشک و گلابے ننوشت

سینۂ ریش ازیں راز نگر دید کہ عشق ۷ قصّہ بر سرِ منقارِ عقابے ننوشت

عقدِ دُر چند نظیریؔ بہوس نظم کنی ۸ ہیچکس نظمِ تو بر طرفِ نقابے ننوشت

یک آہ گرم صیقلِ زنگارِ عالم است ۱۰۶/۱ موقوفِ لب کشودنِ ما کارِ عالم است

(۴) **تشریح:** "بادیہ ام" میں میم پائے کا مضاف الیہ ہے۔ "کفِ پا" "تلوا"۔ سرِ خارش" ش ضمیر مفعولی"۔ "ننوشت" بمعنی نہ مقدر کردہ۔ "سراب" چمکتا ہوا ریت جس پر پانی کا دھوکا ہوتا ہے۔ **ترجمہ:**۔ میرے تلوے صحرا کے راستے میں (کانٹوں سے) زخمی نہیں ہوئے کہ کانٹوں کی نوکوں کے فریبِ (تدبیر) نے انکو چمکتے (اور تپتے) ریت کیلئے مقدر نہ کر دیا ہو (تپتے ہوئے ریت پر قدم یونہی جلتے ہیں اور جبکہ زخمی ہوں تو تکلیف کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ یعنی عشق میں سخت سے سخت مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے)

(۵) **ترجمہ:**۔ میں نے راہِ عشق میں ساز و سامان (دنیا) کی منزل سے ایک قدم آگے نہیں بڑھایا کہ (عشق نے) ویرانۂ (دل) میں خزانہ (معرفت) نہ مقدر کر دیا ہو (یعنی ترکِ دنیا راہِ عاشقی کا پہلا قدم ہے اور اس کے بعد ہی دولتِ وصل دائمی میسر ہو جاتی ہے)

(۶) **ترجمہ:**۔ اس مکتبِ (عشق کے) دروازہ سے میں آنسو اور آہ (کی روشنائی واپس ہی) لے گیا اس لئے کہ معلم تیرے حسن (کیلئے نظرِ بد) کا تعویذ ہر مشک اور گلاب (کی بنی ہوئی روشنائی) سے نہیں لکھتا (یعنی بارگاہِ حسن میں ہماری نالہ و زاری کو بھی درجہ قبول حاصل نہوا۔ **اشارہ:**۔ اشک و آہ مشبہ اور مشک و گلاب مشبہ بہ ہیں بطور لف و نشر غیر مرتب۔

(۷) **تشریح:** "عقاب" باز ایک تیز پرواز اور بلند پرواز پرندہ ہے اسلئے "بر منقارِ عقاب نوشتن" بمعنی تشہیر کردن و رسوا نمودن مستعمل ہوتا ہے۔ "منقار" چونچ۔ **ترجمہ:**۔ اس راز (عشق) سے کوئی سینہ زخمی نہیں ہوا کہ عشق نے (سینہ چاکی کا) قصّہ باز کی سرِ منقار پر نہ لکھ دیا ہو (یعنی عاشق رسوائے عام ہو جاتا ہے)

(۸) **تشریح:** "چند" بمعنی تا کے۔ **ترجمہ بقلبِ مصرعین:**۔ اے نظیریؔ کسی (مہ لقا) نے تیری (موتیوں کے مانند) نظم کو گوشۂ نقاب پر نہیں لکھا تو تو کب تک (اس) ہوس میں موتیوں کی لڑی پروتا رہے گا۔ (یعنی اس زمانہ میں بازارِ شعر بے رواج ہے نقاب پر اشعار وغیرہ لکھنے کا دستور تھا)

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور — **ارکان و تقطیع:**۔ مثل ۱/۵۲ (ت)

(۱) **تشریح:** "صیقل" صیغۂ صفت ہے، فارسی میں بمعنی مصدر بھی مستعمل ہے بمعنی جِلا۔ **ترجمہ:**۔ عالم کے زنگ (یعنی کثافتِ دنیا) کے لئے (ہماری) ایک گرم آہ صیقل ہے (یعنی اگر ہم ایک آہ کر دیں تو دنیوی ساری کدورتیں دور ہو جائیں یا عالم جو خود آئینہ حقیقت پر زنگ کی حیثیت رکھتا ہے فنا ہو جائے۔ بس) ہمارے ہونٹ ہلانے پر دنیا کا معاملہ منحصر ہے۔

مشاطۂ فراقِ تو بر چہرہ ام سرشت	۲	خونابہ کہ گونۂ رخسارِ عالم است
خود رائیٔ خیالِ تو از دیدہ ام برماند	۳	آں معنیٔ کہ قبلۂ گفتارِ عالم است
بر من شبِ فراق بشد از جرم ناکسی	۴	صبحے کہ طالع از در و دیوارِ عالم است
صیادیٔ کرشمۂ تو دانہ نفگند	۵	در دام ہر نگہ کہ نہ پرکارِ عالم است
ایں عیب و عارِ عشق و ہنر را کجا برم	۶	کانم نے خرد کہ خریدارِ عالم است
حور و کنارِ کوثر و رضوان و صحنِ خلد	۷	ما و جمالِ یار کہ گلزارِ عالم است
تا یک دلت پسند کند قربِ او مجوے	۸	سرمایۂ قبول در انکارِ عالم است

(۲) **تشریح:** "مشاطہ" زنے کہ آرائش عروس کند۔ "سرشتن" بمعنی گوندھنا مراد لگا دینا یا جا دینا "خونابہ" خونِ خالص "گونہ" غازہ۔

ترجمہ: (اے دوست!) تیرے ہجر کی مشاطہ نے میرے چہرہ (و رخسار) پر (اشکہائے خونین کی) وہ سرخی جا دی ہے جو رخسارِ عالم کیواسطے (باعثِ زینت) غازہ ہے (یعنی عاشق کے لئے اشک خونین باعثِ زینت ہے)

(۳) **تشریح:** "خود رائی" اپنے سوا کسی کی بات نہ ماننا۔ "رمانیدن" بھگا دینا۔ نکالدینا۔ **ترجمہ:** (اے محبوب!) تیرے تصور و خیال کی خود رائی نے میری آنکھ سے ایسے معنی و مضمون (تک) کو اوجھل کر دیا جو کلامِ عالم کا قبلہ تھا۔ (تا با دنی مہر رسد یعنی تیرے خیال نے مجھ کو اپنے سوا سب سے غافل کر دیا ہے)

بسکہ در جان فگار و چشم بیدار م توئی ❊ ہر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

(۴) **تشریح:** "ناکسی" نااہلیت۔ **ترجمہ** بقلب مصرعین:۔ وہ صبحِ وصل جو عالم کے در و دیوار سے طلوع ہو رہی ہے نااقابلیت کے جرم میں وہ میرے لئے ہجر کی تاریک رات بن گئی (یعنی خدا کا جلوہ ہر جگہ ظاہر ہے مگر یہ ہماری بدقسمتی اور نااقابلیت ہے کہ ہم محروم ہیں)

(۵) **تشریح:** "صیادی" بیائے مصدری "پرکار" "دائرۂ مجاز"۔ **ترجمہ:** تیرے کرشمہ و ادا کا صیاد ہر اس نگاہ کو جال میں دانہ (تجلی) نہیں ڈالتا جو دائرہ عالم (کے مانند وسیع) نہ ہو (یعنی وسیع النظر اور بلند حوصلہ شخص ہی دوست کے جلوں سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے)

(۶) **تشریح:** "کانم" اصل کہ آن نم یعنی مرا۔ **ترجمہ:** عشق و ہنر کے اس عیب و ننگ کو لے کر خدا میں کہاں لیجاؤں جبکہ وہ شخص بھی میرا گاہک نہیں ہے جو دنیا بھر کا خریدار ہے (یعنی میری عشق اور ہنر کی دوست کی نظر میں کوئی قیمت نہیں حالانکہ وہ سارے عالم کا خریدار ہے۔ اشارہ، عیب و عار او عشق و ہنر میں لف و نشر مرتب ہے)

(۷) **تشریح:** "حور" جمع حوراء۔ "رضوان" نام داروغہ جنت۔ **ترجمہ:** حوریں، کنارہ (حوض) کوثر، صحنِ جنت ہو اور رضوان ہو (یعنی یہ سب رضوان کو مبارک رہے اِدھر) ہم ہوں اور ہمارے یار کا جمال ہو جو کہ (سراپا) چمن عالم ہے (یعنی عالم کو زینت دینے والا ہے اسی مضمون کو نظیری پہلے یوں ادا کر چکا ہے ❊ ما و تو و قبول نیاز سے و غلو سے ❊ مال و منال ہر دو جہاں از رقیب ما)

(۸) **ترجمہ:** (اے سالکِ راہِ حقیقت!) جب تک تجھ کو (دنیا میں) ایک دل بھی پسند کرے اس (دوست) کی نزدیکی کا طالب نہ بن کہ وہ میسر نہیں ہو سکتی اسلئے کہ اس بارگاہ میں، مقبول بننے کا سرمایہ عالم کے رد کر دینے میں ہے (یعنی جب دنیا میں تو کسی کا اور کوئی تیرا نہیں رہے گا۔ اسی وقت دوستِ حقیقی کی درگاہ میں مرتبۂ قرب حاصل ہو سکتا ہے اور جو شخص دنیوی عزت و جاہ کا طالب ہوتا ہے وہ بارگاہِ خداوندی میں مردود ہے)

گر پیر سالکے خبر از طفلِ راہ پرس ۹ شرم از طلب مدار کہ زنارِ عالم است
دانائیٔ فریب تو معنی نپرورد ۱۰ در ضمن نکتہ کہ نہ اسرارِ عالم است
قانونِ شکوہ چند نظیری نوا کنی ۱۱ ایں نغمہ تو باعثِ آزارِ عالم است

نعت

زہے نسخۂ آفرینش جمالت ۱ نکت یاب مجموعۂ گل خیالت
بفطرت فزونی نکاہد ز پستت ۲ ز ظلمت برونی نباشد زوالت
ہمیشہ حق از قول و رائیتو روشن ۳ بپوشیدہ موج حوادث زلالت
بحدِ خرد ہست پروازِ ہر تن ۴ تو روحی خرد پرِ و از پرو بالت

(۹) تشریح:۔ "کہ زنار عالم است" یعنی کہ ایں زنار عالم است۔ مشبہ بہ کی اضافت مشبہ کی طرف ہے۔ ترجمہ:۔ اگر تو بوڑھا (تجربکار) سالک (بھی) ہے (تب بھی) راستہ کے بچہ (تک) سے پتہ پوچھ اور پوچھنے میں شرم نہ کر اسلئے کہ یہ عالم کی زنار ہیں (عرفا زنار سے حجاب کثرت مراد لیتے ہیں یعنی عالم مجازی حقیقت کیلئے حجاب ہے اسلئے دھوکہ کا غالب گمان ہے اپنے تجربہ پر بھروسہ نکرنا چاہئے اور صحیح راستہ معلوم کرنے میں شرم نکرنی چاہیئے)

(۱۰) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تیرے فریب (حسن) کی دانائی اس نکتہ میں معنی پروری نہیں کرتی جو کہ رازہائے عالم (پر مشتمل) نہو (یعنی ذرہ ذرہ میں اسرار حقیقت کا ایک عالم مستور ہے)

(۱۱) تشریح:۔ "قانون" اصول نغمہ "نوا" پردہ موسیقی۔ ترجمہ:۔ اے نظیری شکوہ و شکایت کے اصول کو کتنک (پردۂ نوا پر) گاتا رہیگا (بس کر) تیرا نغمہ عالم کیلئے رنج کا سبب ہے (یعنی شکوہ و شکایت کا سلسلہ بند کر اسلئے کہ دوسروں کا عیش اس سے مکدر ہوتا ہے)



بحر:۔ متقارب مثمن سالم ارکان:۔ فعولن ہشت بار

تقطیع

زہے نس	خئے آ	فرینش	جمالت	+	نکت یا	ب مجمو	عئے گل	خیالت
فعولن	فعولن	فعولن	فعولن		فعولن	فعولن	فعولن	فعولن

(۱) تشریح:۔ یہ غزل نعتیہ ہے "نکت" جمع نکتہ "زہے" کلمہ تعجب "مجموعۂ گل" بضم کاف فارسی مراد حسن کامل بکاف عربی مراد عالم۔ ترجمہ:۔ (اے نبیؐ) آپکے جمال پیدائش عالم کا کیا بہتر نسخہ (کاپی) ہے اور آپ کا خیال (یعنی فہم و ادراک) حسن کامل یا عالم کی باریکیاں معلوم کرنیوالا ہے (یعنی آپ باعثِ تکوین عالم ہیں اور تمام عالم کی حقیقت آپ پر منکشف ہے)

(۲) ترجمہ:۔ آپ فطرت و سرشت میں بالاتر ہیں آپ (کے مرتبہ) کو پستی نہیں گھٹا سکتی اور آپ تاریکی سے مبرا (خورشید رسالت) ہیں آپکو زوال نہیں ہو سکتا۔

(۳) ترجمہ:۔ آپ کی رائے اور قول سے ہمیشہ حق روشن ہوتا ہے اور حادثات کی موجوں کو آپ کے (کلام کے) آبِ صاف و شیریں نے دبا دیا۔

(۴) ترجمہ:۔ ہر شخص کی پرواز عقل کی حد تک ہو سکتی ہے اور آپ (مجسم لطیف) روح ہیں عقل کی پرواز بھی آپ کے پر و بازو (کی امداد) سے ہے (یعنی ہر شخص کے لئے عقل ذریعہ ترقی ہے اور آپ عقل کے لئے ذریعہ کمال ہیں)

همه وجدها صوفیان را ز قولت ۵ همه حالها قدسیان را ز حالت

باعجاز قولت که ایمان نیارد ۶ حلالت بود خون منکر حلالت

بباطن ترا دیده آدم مقدم ۷ ز صدر جنان شد بصف نعالت

به پیرامنت سایه ظاهر نگردد ۸ که خور گشته طالع فراز نهالت

بحسن تو نقاش نقشے نیارد ۹ که صنعت گری ختم شد بر کمالت

توان گفت لیس کمثله بشانت ۱۰ که در غیب نبود مثال مثالت

نظیری چناں ساز صافی سخن را ۱۱ که روح نبی خوش شود از مقالت

گر کند گیتی وفائے باوفاداران خوش است ۱۰۸/۱ زندگانی با عزیزاں عیش با یاران خوش است

(۵) تشریح:- "قدسیاں" جمع قدسی بمعنی پاک باطن مراد عرفا یا ملائکہ۔ ترجمہ:- صوفیوں کو وجد کی تمام کیفیات آپ کے کلام (روح پرور) کی وجہ سے حاصل ہیں۔ اور عارفین کو تمام حالات (روحانی) آپکے حال کیوجہ سے (یعنی صوفیوں اور عرفا کو آپکی رہنمائی کیوجہ سے ترقی مقامات نصیب ہوئی)

(۶) تشریح:- "کہ" بمعنی ہر کہ۔ "حلالت" تا ضمیر مفعولی بمعنی ترا۔ ترجمہ:- آپ کے معجز (ناقابل مقابلہ) کلام پر جو شخص ایمان نہ لائے تو (اس) منکر کا خون آپ کو حلال ہے (اور) بلا شبہ) حلال۔

(۷) ترجمہ:- (عالم روحانی) میں آدم نے آپکو (وجود کے لحاظ سے) مقدم پایا تو جنت کے صدر مقام کو چھوڑ کر آپ کے صف نعال (یعنی مقام خدام) میں آگئے (حدیث: کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔ کی طرف اشارہ ہے یعنی میں نبی ہو چکا تھا اور ابھی آدمؑ کا خمیر ہی تیار ہو رہا تھا)

(۸) تشریح:- "پیرامن" اگرد "نہال" پودا۔ ترجمہ:- آپ کے گرد (آپ کا) سایہ ظاہر نہیں ہو سکتا اسلئے کہ آفتاب (حقیقت) آپکے نہال (قد) پر طلوع ہو چکا ہے (اور یہ مشاہدہ ہے کہ جب آفتاب ٹھیک سر پر ہوتا ہے تو سایہ ادھر اُدھر نہیں پڑتا)

(۹) ترجمہ:- آپ کے حسن کے مطابق مصوّر (ازلی اب) کوئی نقش پیدا نہیں کرے گا اس لئے کہ آپ کے کمال (رسالت و خلق) پر نقاشی ختم ہو چکی ہے (یعنی آپ کے بعد کوئی نہیں آئے گا)

(۱۰) تشریح:- "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ" اس جیسا کوئی نہیں، یہ خدا کی شان ہے۔ ترجمہ:- آپ کی شان میں (بھی) لَیْسَ کَمِثْلِہٖ کہا جا سکتا ہے اسلئے کہ عالم غیب میں بھی کوئی آپ کے مثل کا مثل نہیں رہ جائے کہ آپ کا مثل ہو اور وہ بھی عالم شہود میں)

(۱۱) ترجمہ:- اے نظیری! اپنے کلام کو ایسا صاف اور پاکیزہ بنا کہ تیرے کلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح (پاک) خوش ہو جائے)

بحر:- رمل مثمن مقصور ارکان و تقطیع:- شل ۹/۲۷ (ت)

(۱) ترجمہ:- اگر دنیا وفاداروں کے ساتھ وفاداری کرے تو بہت اچھا ہے (مگر کہاں کرتی ہے!) عزیزوں کے ساتھ زندگانی بسر کرنا۔ اور دوستوں کے ساتھ عیش و عشرت (سے گذارنا) بہت اچھا ہے (مگر کہاں میسر ہوتا ہے؟)

محنتِ شب گیر با شوقِ حرم دشوار نیست ۲ گر بیادت بگذرد شبہائے بیداران خوش است

نرگسِ شوخِ تو مست از نالۂ شب خیز ماست ۳ می فروشان را سر از غوغائے میخواران خوش است

مالِ عصمت را زلیخا بد دریں سودا نباخت ۴ ماہِ کنعاں بُردن از خیلِ خریداران خوش است

فرجہ نگذاشت گردوں تا ازاں بیروں روم ۵ پیر کودک دل چہ با قیدِ گرفتاران خوش است

ذوق با مرغان پرند مرغ نو پرواز را ۶ گہ بکوئے دوست رفتن با ہواداران خوش است

حیرتم نیکو ز استیلائے عشق آزاد ساخت ۷ چوں مرض طغیان نماید خواب بیماران خوش است

ساقیِ گلرنگ باید ساغرِ گل رنگ را ۸ مے پرستان را نظر بر لالہ رخساران خوش است

غرقِ طوفاں شد نظیری ہر کہ دل در مال بست ۹ رخت بیروں نہ کہ کشتیِ سبکساران خوش است

(۲) **تشریح:** "محنت" رنج، تکلیف، "شبگیر" رات بھر رہنے والی "حرم" احاطۂ خانہ کعبہ **ترجمہ:** حرم کے شوق میں راتوں کی محنت (سفر) کوئی دشوار نہیں کیونکہ اگر (شب) بیدار لوگوں کی راتیں (اے دوست) تیری یاد میں گذر جائیں تو بہت بہتر ہے ورنہ بیکار ہیں یعنی جو شوقِ حرم بالکل سہل بنا یا ہے)

(۳) **تشریح:** "سرخوش شدن" خوشی میں مست ہو جانا "نالۂ شب خیز" رات میں پیدا ہونیوالا **ترجمہ:** (اے محبوب) تیری بیباک نرگسِ چشم ہمارے شب خیز نالوں کیوجہ سے مست ہے (کیونکہ واقعی) شراب تو شوق کے شور و غوغا سے میفروشوں کے دماغ میں مستی آجاتی ہے (یعنی جتنے شرابی کے گاہک زیادہ آتے ہیں اسی قدر وہ خوش ہوتا ہے بالکل اسی طرح ہمارے شب خیز نالوں کی کثرت سے تیری میفروش آنکھیں مست ہو رہی ہیں)

(۴) **ترجمہ:** زلیخا نے اپنے مال اور پاکدامنی کو اس سودائے عشق میں غلط نہیں کھویا اسلئے کہ خریداروں کی جماعت سے ماہِ کنعاں (یوسف ع) کو چھین لیجانا ہی خوب ہے (یعنی مال اور آبرو کو راہِ دوست میں کھو کر اگر اس کو حاصل کر لیا جائے تب بھی یہ سودا سستا ہے)

(۵) **تشریح:** "فرجہ" دَر، کشادگی "کودک دل" طفل مزاج، بچوں کی سی طبیعت والا **ترجمہ:** آسمان نے کوئی درز (اور شگاف) باقی نہیں چھوڑا کہ میں اس سے باہر نکل سکوں (دیکھو) یہ بچوں کی سی طبیعت والا بوڑھا آسمان، قیدیوں کی گرفتاری سے کیسا خوش ہے (یعنی زمانہ کے ہاتھوں ہم گرفتار ہیں اور رہائی کی

(۶) **تشریح:** "نو پرواز" بلندی اپنے اڑانیوالا **ترجمہ:** بقلبِ مصرعین: کبھی کبھی (دوسرے) عاشقوں کیساتھ کوچۂ دوست میں جانا بھی اچھا ہے کیونکہ عشق تو پرواز مرغ کو (کہنہ مشق) پرندوں کیساتھ اڑنے پر آمادہ کیا کرتا ہے (یعنی فضائے عشق میں شروع شروع اڑنیوالے طائر کو رہنما کی ضرورت پڑتی ہے)

(۷) **تشریح:** "حیرتم" میں "م" بمعنی "مرا" "استیلا" غلبہ **ترجمہ:** مجھ کو حیرت نے خوب عشق کے غلبہ سے رہائی دی (واقعی) جب مرض میں زیادتی ہو جائے تو بیمار کو نیند آجانا ہی بہتر ہے (یعنی بیماری عشق میں خواب مدہوشی نے مجھ کو تمام تکالیف سے نجات دیدی جسطرح کہ بیمار سو جانیکی وجہ سے تکلیف کا احساس نہیں کرتا)

(۸) **تشریح:** "گلرنگ" سرخ **ترجمہ:** شراب کے گلرنگ جام کیلئے ساقی (بھی) گل چہرہ ہونا چاہیئے (پس) مے پرستوں کی نظر کا لالہ کے مانند رخسار رکھنے والے معشوق کی طرف رہنا مناسب ہے (تا کہ ساقی و ساغر ہم رنگ ہو جائیں)

(۹) **ترجمہ:** اے نظیری جس نے مالِ (دنیا) میں دل لگایا وہ طوفانِ (حوادث) میں ڈوبا (پس) تو سامان (کشتی سے) باہر نکال دے اسلئے کہ کم سامان لوگوں کی کشتی بہتر رہتی ہے (یعنی تعلق دنیوی سے کنارہ کشی کشتی عمر کو ساحلِ مقصود پر پہونچا دیتی ہے)

جزائے حسنِ عمل درشریعتِ عربی ست ۱۰۹/۱ بعرف عفونکردن گناہ بے ادبی ست
سوادِ دل زمے سالخوردہ روشن کن ۲ کہ عینکِ بصرش زآبگینۂ حلبی ست
قبولِ بےہنراں زالتفاتِ معشوق ست ۳ عنایتِ ازلی را نشانہ بےسببی ست
جمالِ حال شود ترجمانِ استحقاق ۴ دلیلِ آب جگر تفتگی و تشنہ لبی ست
زمن مشاطۂ بستاں صُداق مے طلبد ۵ ہنوز دخترِ رز در سراچۂ عنبی ست
مگوکہ رفتم و قسمت نبود دریا بم ۶ کہ نارسیدنِ سالک نشانِ بےطلبی ست
ز دوست روئی مگرداں و تن بفرماں دہ ۷ کہ ہرکہ صاحبِ ایں حال شد ولی ذہبی ست

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ۱۰۶

(۱) تشریح:۔ "عرف" رواج عام۔ ترجمہ:۔ عربی شریعت (یعنی محمدی شریعت) میں اچھے کام کا ثواب (ملتا) ہے اور عرفِ عام میں (بھی) خطا کو معاف نہ کرنا بے ادبی خیال کیجاتی ہے (پس اے دوست ہم توبہ کرتے ہیں ہماری خطا معاف کر)

(۲) ترجمہ:۔ دل کی سیاہی کو پرانی شراب کے ذریعہ سے روشن کر اسلئے کہ اس (دل) کی آنکھ پر عینک حلبی شیشہ کی لگتی ہے (حلب کا شیشہ مشہور ہے شرابِ صاف کو حلبی شیشہ کی عینک سے تشبیہ دی ہے یعنی شرابِ معرفت سے دل کی بے نور آنکھ روشن ہوسکتی ہے)

(۳) ترجمہ:۔ بے ہنر لوگ (بھی) معشوقِ (حقیقی) کی توجہ (کرم) سے مقبولِ (بارگاہ) ہوجاتے ہیں (خدائے تعالٰے کی) عنایتِ قدیم کیلئے کوئی وسیلہ نہ ہونا ہی بہانہ بن جاتا ہے (یعنی یہ اسکی دین ہے بے وسیلہ کامیاب ہوجاتا ہے اور وسیلے والے محروم رہ جاتے ہیں)

(۴) تشریح:۔ "جمالِ حال" مراد صورت حال۔ "ترجمان" مترجم ترجمہ کرنیوالا مراد ذریعۂ اظہار۔ ترجمہ:۔ (عاشق کا) ظاہر حال ہی (اس کے مستحق دیدار یار) ہونے کا ذریعہ اظہار ہے جسطرح کہ جگر کی سوزش اور لبوں کی خشکی پانی کی (خواہش کی) دلیل ہے۔ توضیح:۔ یعنی جسطرح پانی کا استحقاق جگر کی حرارت اور لبوں کی خشکی سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح عاشق شربت دیدار کا مستحق انتہائی سوزش قلب و جگر کے بعد ہوسکتا ہے)

(۵) تشریح:۔ "صُداق" زرِ مہر۔ "دخترِ رز" شراب انگوری۔ "سراچہ" تصغیر سرائے۔ ترجمہ:۔ باغ کی مشاطہ مجھ سے (ابھی) مہر مانگتی ہے (حالانکہ دخترِ رز ابھی تک خانۂ انگور سے باہر نہیں نکلی۔ توضیح:۔ یعنی قاعدہ تو یہ ہے کہ دلہن کے آجانیکے بعد مہر دیا جاتا ہے مگر یہاں الٹا معاملہ ہے رخصت ہونے سے پہلے ہی مہر کا مطالبہ ہورہا ہے مراد یہ ہے ابھی تک گو شراب کشید نہیں ہوئی مگر انگوروں کو دیکھ کر ہی دل قابو سے باہر ہوا جارہا ہے۔

(۶) ترجمہ:۔ یہ نہ کہہ کہ میں (طلب دوست میں) نکلا تو تھا مگر پا لینا میری قسمت میں نہ تھا اسلئے سالک کا (منزلِ مقصود تک) نہ پہونچنا (درحقیقت صحیح) طلب نہ ہونے کی علامت ہے۔ ورنہ ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد ❖ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

(۷) تشریح:۔ "ذہبی" ایک عارف باکمال کا نام ہے۔ ترجمہ:۔ دوست سے منہ کو نہ موڑ اور (اس کے) حکم کو مان (خواہ تیری سمجھ میں آئے یا نہ آئے) اسلئے جو اس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے وہ ولی ذہبی کا رتبہ پالیتا ہے)

خلافِ رسم دریں عہد خرقِ عادت داں ۸ کہ کارہائے چنیں از شمارِ بوالعجبی است

شبِ سیاہ صباحِ سفید مے آرد ۹ چراغِ مُطّلب از دودمانِ بولہبی است

بہ تیغِ قطعِ ارادت نمے شود مارا ۱۰ خلوصِ بندگیٔ ما شرافتِ نسبی است

مگو ز دوست ملالت بود نظیری را ۱۱ کہ مستیٔ سحری از نیاز نیم شبی است

ترا بکعبہ مرا کار بادلِ افتادہ است ۱۱/۱۰ بکعبہ بت کدۂ من مقابل افتادہ است

صدائے بے جرس ار بشنوی غریب مداں ۲ کہ روحِ ماست بدنبالِ محمل افتادہ است

(۸) تشریح:۔ "رسم" طریق مقرر "خرقِ عادت" طرزِ عام کے خلاف امر کو کہتے ہیں از قبیل معجزہ و کرامات "بوالعجبی" حیرت۔

ترجمہ:۔ اس زمانہ میں رسم عام کے خلاف کرنے کو معجزہ یا کرامات سمجھنی چاہئے کہ ایسے کام پُرحیرت کاموں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

توضیح:۔ شعر کا مفہوم عام ہے جس کی متعدد توجیہیں کیجا سکتی ہیں یعنی دوست کا رسم ستمگری کو چھوڑنا خرقِ عادت ہے یا کسی عامی و جاہل کا عارف یا کامل بنجانا نادر ہے یا عادت خداوندی کیخلاف شاذ و نادر ہی کوئی واقعہ پیش آتا ہے عام طور پر سب کام اسباب کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اس دعوی کا بیان اگلے شعر میں ہے۔

(۹) تشریح:۔ "چراغِ مطلب" مراد ذات گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلب آپ کے دادا کا نام ہے "بولہب" آپ کے چچا کا نام ہے اصلی نام عبدالعزیٰ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَہَبٍ اسی کے حق میں نازل ہوئی۔ ترجمہ:۔ (چنانچہ) تاریک رات روشن صبح پیدا کر دیتی ہے (اور) مطلب (کے گھر) کا چراغ خاندان ابولہب سے پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۰) ترجمہ:۔ تلوار (کے خوف) سے بھی ہماری عقیدت منقطع نہیں ہو سکتی (اسلئے کہ دوست کی بارگاہ میں) ہماری خالص بندگی ہماری خاندانی شرافت (کا تقاضا) ہے (اس کو کسی حال میں نہیں چھوڑا جا سکتا)

(۱۱) تشریح:۔ "ملالت" میں تائے مصدری ہے یعنی اکتا جانا۔ ترجمہ:۔ یہ نہ کہو کہ نظیری دوست (کے ذکر و خیال) سے اُکتا گیا ہے اسلئے کہ (کیفیتِ) بیخودی (جس کو تم نتیجۂ ملال سمجھ رہے ہو یہ) تو اس کے بوقت نصف شب عرض نیاز کرنے سے پیدا ہوئی ہے (یعنی دوست نے ہماری عرض و نیاز کو قبول کر لیا ہے جس کی وجہ سے ہم پر بیخودی و مستی طاری ہو گئی ہے)

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور۔ ارکان و تقطیع:۔ (مثل ۳۸ رت) مگر ضرب و عروض فعلات (تادست) مخبون مسکن مقصور ہے۔

(۱) ترجمہ:۔ (اے حاجی حرم) تیرا معاملہ کعبہ سے وابستہ ہے اور میرا (اپنے) دل سے (تو گویا میرے دل کا) بت کدہ (تیرے) کعبہ کے بالمقابل آ گیا ہے (یعنی جس ذات کو تو کعبہ میں جلوہ گر دیکھتا ہے ہم اپنے صنم کدۂ دل میں دیکھتے ہیں کہ طریق عشق میں دیر و حرم کا کوئی امتیاز نہیں)

(۲) تشریح:۔ "جرس" گھنٹہ۔ "دُنبال" پیچھے۔ "محمل" ہودج۔ کجاوہ۔ ترجمہ:۔ (اے دوست!) اگر تو بغیر گھنٹے کے آواز سن رہا ہے تو اس بات کو عجیب نہ سمجھ (اسلئے کہ ہماری روح (تیرے) ہودج کے پیچھے لگی ہوئی (یہ اسی کی آہ و فغاں کی آواز ہے)

سپندِ طالع اگر حرص اِن یکاد کند ۳ صلیبِ زلفِ بتانم حمائل افتادہ است

بعزمِ کعبہ کنید اتفاق خلوتیاں ۴ کہ پیرِ صومعہ را بار در گِل افتادہ است

نہ کج ز مستیِ مے کردہ قبلہ بادہ فروش ۵ دلش بگوشۂ میخانہ مائل افتادہ است

شکستہ بر ورقِ جبہۂ تو خامہ حکیم ۶ کہ ابروانِ ترا عقدہ مشکل افتادہ است

حریف بیں چہ براحت بساطِ مے چیند ۷ ز نیزہ بازیِ افلاک غافل افتادہ است

حریمِ خاک چو قربانگہِ منا دیدم ۸ کہ ہر طرف نگری صید بسمل افتادہ است

یکے بگورِ عزیزانِ شہر سیرے کن ۹ ببیں کہ نقش املہا چہ باطل افتادہ است

(۳) **تشریح**:۔ "سپند" کالا دانہ جو نظر بد سے حفاظت کے لئے جلایا جاتا ہے۔ "اِن یکاد" مخفف از آیت وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ۔ نظر بد کیلئے یہ آیت دم کی جاتی ہے۔ مصرعہ اوّل شرط ہے، جزا محذوف ہے یعنی ہیز بید یا کند۔ "صلیب" سولی۔
ترجمہ:۔ (میرے) بخت کا سپند اِن یکاد (کے اثر) کی حرص کرے تو زیبا ہے (کیونکہ) حسینوں کے زلف کی سولی میرے گلے میں پڑی ہوئی ہے (یعنی وصل حاصل ہوگیا اور ہجر کا خطرہ جاتا رہا گویا میرے سپند طالع نے بالکل تعویذ اِن یکاد کا سا اثر دکھا دیا۔ **دیگر**:۔ اگر سپندِ بخت اِن یکاد (کے اثر) کی بھی حرص کرے تو کرتا رہے بے سود ہے کیونکہ زلفِ دوست کی صلیب تو میرے گلے میں لٹک چکی ہے (یعنی جو آفت پہونچنی تھی وہ پہونچ چکی ہے اب اس کو نہ سپند طالع دور کرسکتا ہے اور نہ تعویذ اِن یکاد)

(۴) **ترجمہ**:۔ اے خلوت نشینو! کعبہ کی طرف جانے کے ارادہ پر اتفاق کرلو (یعنی متفق ہوکر کعبہ کی طرف جاؤ) کہ پیرِ صنم کدہ کا سامان دلدل میں گر چکا ہے (یعنی وہ عاجز و درماندہ ہوکر رہ گیا ہے کچھ تم ہی کعبہ میں جاکر اسکو دعا کا سہارا لگادو، یہ زاہدانِ خلوت نشین پر طنز ہے)

(۵) **ترجمہ**:۔ مے فروش (پیر) شراب کی مستی کی وجہ قبلہ سے منحرف نہیں ہوا (بلکہ) اس کا دل ہی میخانہ کے گوشہ کی طرف مائل ہے (یعنی مے فروش اپنا قبلہ میخانہ کو ہی سمجھتا ہے اسلئے نماز کی نیت بھی اسکی طرف رخ کرکے کرتا ہے اس کی وجہ مدہوشی نہیں ہے)

(۶) **تشریح**:۔ "حکیم" مردِ دانا فلسفی۔ **ترجمہ**:۔ اے دوست! تیری پیشانی کے صفحہ پر دانشوروں اور فلسفیوں نے (اپنا) قلم توڑ لیا اسلئے کہ تیرے ابروؤں کی گرہ بہت مشکل (اور پرپیچ) ہے (یعنی اِن عقدوں کو قلمِ فلسفی بھی حل نہیں کرسکتا)

(۷) **ترجمہ**:۔ حریف (دنیا) کو دیکھو کہ کس مزے سے فرشِ (عیش و طرب) بچھا رہا ہے (بیچارہ) آسمانوں کی نیزہ بازی سے غافل ہے (یعنی اس کو یہ معلوم نہیں کہ گردشِ فلک کسی کو بھی عیش و عشرت میں نہیں رہنے دیتی ورنہ وہ ایسا نہ کرتا)

(۸) **تشریح**:۔ "حریم" احاطہ۔ "منا" مکہ معظمہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے جہاں حجاج قربانیاں کرتے ہیں۔ **ترجمہ**:۔ میں نے ساری زمین کو مِنا کے مقامِ قربانی کے مثل پایا کہ جسطرف دیکھو شکار تڑپ رہے ہیں (یعنی تمام دنیا رنج و غم کی شکار ہے راحتِ کلی کسی کو نصیب نہیں)

(۹) **ترجمہ**:۔ ذرا شہر کے عزت مندوں (یعنی امیروں) کی قبروں کی بھی سیر کرکے دیکھ لے کہ کیسے کیسے آرزوؤں کے نقش برباد ہوگئے ہیں۔ **توضیح**: یعنی سب حسرت و یاس کیساتھ دنیا سے کوچ کرگئے جن کے دلوں میں ہزاروں رنگ کے خیالات تھے جھاڑ ان کی قبر پر ہیں اور نشانات کچھ بھی نہیں۔

مجردانِ سبک سیر از جہاں رفتند ۱۰ گہر بقعرِ یم و خس بساحل افتادہ است

گدائے پیرِ مغاں شو کہ بادشاہ و فقیر ۱۱ بر آستانۂ میخانہ سائل افتادہ است

ضرر بمالِ نظیریِ پیش بیں نرسد ۱۲ کہ او بوادیِ و رخت بمنزل افتادہ است

فخرِ والانسبتاں از بندِ اوست ۱ آنچہ ہرگز نگسلد پیوندِ اوست

گردنِ شمشاد را زلفش بخست ۲ سرو از آزادگانِ بندِ اوست

گرچہ شکلِ نیستی دارد دہانش ۳ ہستیِ جانہا ز شکر خندِ اوست

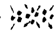
جانہا

نقضِ زلفش دایۂ عہد تن شکست ۴ گر شکستے ہست در سوگندِ اوست

(۱۰) تشریح :- "مجرد" علائق دنیا سے پاک شخص "سبک سیر" تیز رفتار "قعر" گہرائی، تلی۔ ترجمہ :- تیز رفتار پاکباز لوگ دنیا سے کوچ کر گئے (گویا) موتی دریا کی تلی میں رہ گیا) اور کوڑا کباڑ کنارہ پر پڑا ہوا ہے۔ توضیح :- دنیا داروں کو خس و خاشاک اور پاک بازوں کو موتی قرار دیا ہے۔

(۱۱) ترجمہ :- پیرِ مغاں (یعنی رہبرِ کامل کے در) کا بھکاری بن جا کہ بادشاہ اور فقیر (سب اسی کے) میکدہ کے آستانہ پر سائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۱۲) تشریح :- "پیش بیں" انجام پر نظر رکھنے والا۔ ترجمہ :- انجام بیں نظیری کے مال کا نقصان نہیں سکتا اسلئے کہ وہ خود تو صحرائے ہستی) میں مصروفِ سفر ہے (مگر) اس کا سامان (پہلے سے) منزل پر پہونچ چکا ہے (یعنی از روئے پیش بینی سب کچھ لٹا کر ذخیرۂ آخرت بنا لیا ہے پس جب کچھ سامان ساتھ میں ہے ہی نہیں تو رہزن کا کیا خطرہ ہو سکتا ہے)



بحر :- رمل مسدس مقصور   ارکان و تقطیع :- مثل ۶ (ت)

(۱) تشریح :- "والانسبت" بلند خاندان، بلند مرتبہ شخص۔ ترجمہ :- اس (دوست) کی قیدِ (عشق) پر بڑے بڑے خاندانی اور مرتبہ لوگ فخر کرتے ہیں (اسلئے کہ) جو تعلق کبھی نہیں ٹوٹتا وہ اسی کا تعلق ہے (یعنی رابطۂ عشق ہی پائدار اور قابلِ فخر ہے)

(۲) ترجمہ :- شمشاد کی (اکڑی ہوئی متکبر) گردن کو اسی کی زلف نے توڑ دیا (یعنی شمشاد کو اپنی زلف پر ناز تھا مگر میرے معشوق کی زلف دیکھ کر اس کی گردن شرم سے جھک گئی، باقی رہا) سرو (تو وہ) بھی اسی کی قید و بند سے آزاد ہونے والوں میں سے ایک (غلام) ہے (گویا اسی لئے سرو کو آزاد کہتے ہیں کہ وہ قیدِ زلفِ دوست سے آزاد کر دیا گیا ہے)

(۳) تشریح :- "شکر خند" اسم فاعل ترکیبی موصوف محذوف کی صفت ہے۔ ترجمہ :- اگرچہ اس کا دہن عدم کی صورت رکھتا ہے۔ مگر عاشق جانباز یا عشاق کی جانوں کا وجود اسی کے (لب) شیریں تبسم کے دم سے قائم ہے (گویا یہ بھی آبِ حیات ہے جو ظلمات میں ہے۔ اشارہ :- ہستی و۔۔۔

(۴) تشریح :- "نقض" شکستگی، شکن۔ ترجمہ :- اس کی زلف کی شکستگی کو دایۂ (فطرت) نے اسکے عہد و پیمان پر ڈال دیا ہے (چنانچہ) اگر کوئی شکست و ریخت ہے تو اس کی قسم میں ہے۔ توضیح :- یعنی حسینوں کا عہد استوار نہیں ہوتا باقی اور سب باتیں درست ہیں پہلا مصرعہ اسکے لئے حسن تعلیل ہے مگر حضرت غالب نے خود دوست کی نزاکت کو عہد کے استوار نہ ہونے کی وجہ قرار دیا ہے ؎ تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا۔

طرہ اش را ہست پیوندے بصلح ۵ چینِ ابرو گرچہ خویشاوندِ اوست

ہر شبم بیخواست مے آید بخواب ۶ بسترم مشک و عبیر آگندِ اوست

مشربش صفرائے بیماراں شکست ۷ نوش مے خوش از ترنج و قندِ اوست

زود آمیزش بمردم مے کند ۸ مشک را بو اندکے مانندِ اوست

حُسنِ گل بر بادِ حرماں زود رفت ۹ ہر کہ تمکینے ندارد پندِ اوست

کینہ کش از دوستانِ مہر جوے ۱۰ طبعِ مغرورِ بخود خرسندِ اوست

بارِ تکلیفش ز دوش انداختم ۱۱ گو بکش ہر کس کہ حاجتمندِ اوست

ظلمِ اخواں بر نظیری مے کنند ۱۲ معنیِ او بہتر از فرزندِ اوست

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین:- اگرچہ ابرو کے بل اس (زلف) کے قرابت داروں میں ہیں مگر پھر بھی اس کی زلفوں کو صلح کے ساتھ تعلق (خاطر) ہے (یعنی اگرچہ شکنِ ابرو سے اظہار عتاب ہو رہا ہے مگر اس کی زلف عشاق کے دلوں کے ساتھ صلح کا اظہار کر کے انکو اپنی طرف مائل کر رہی ہے۔

(۶) تشریح:- ہر شبم میں م "خواب" کا مضاف الیہ ہے۔ عبیر ایک قسم کی خشک خوشبو جس کو کپڑوں پر چھڑکتے ہیں۔ ترجمہ:- ہر رات میں وہ (دوست) از خود میرے خواب میں آ جاتا ہے (جس کا اثر یہ ہے کہ) میرا بستر اس کی وجہ سے مشک و عبیر میں بس گیا ہے۔

(۷) تشریح:- "مشرب" مصدر میمی بمعنی پینا۔ "نوش" نوشدارو، تریاق۔ ترنج و قند بمعنی ترنجبین جو صفرا کیلئے مفید ہے۔ ترجمہ بقلب مصرعین:- (دوست کے آب دہن کی) شراب کا تریاق اس کے ترنج (ذقن یا رخسار) اور قند (لب) کی وجہ سے اچھا بن گیا ہے کہ جس کے پینے سے (عشق کے) بیماروں کا صفرا دور ہو گیا (یعنی صفرائے عشق کے لیے دوست کے لب اور رخسار کا ترنجبین ہی تریاق کا کام کرتا ہے ورنہ ع یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔

(۸) تشریح:- "می کند" کا فاعل ضمیر ہے راجع بسوئے بوئے مشک۔ ترجمہ:- (مشک کی خوشبو) لوگوں کے (دماغ کے) ساتھ جلد گھل مل جاتی ہے (معلوم ہوتا ہے کہ) مشک کی خوشبو کچھ کچھ اس (خوش ادا دوست) کے مشابہ ہے۔

(۹) تشریح:- "ہر کہ تمکینے ندارد" مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے یعنی "زود بر باد رود" جو پہلے مصرعہ سے مفہوم ہوتی ہے۔ ترجمہ:- پھول کا حُسن (شوخ) جلد ہی محرومیوں میں برباد ہو جاتا ہے (بس یہ) اسکی حقیقت ہے کہ جو شخص وقار نہیں رکھتا جلد برباد ہو جاتا ہے یعنی شوخی اور سبکسری باعث تباہی ہے)

(۱۰) ترجمہ بقلب مصرعین:- اس (دوست) کی مغرور اور اپنے اوپر گھمنڈ کرنے والی طبیعت مہر و محبت کے طلبگار دوستوں کے ساتھ عداوت اور کینہ پروری پر آمادہ ہے (یعنی دوست کو اپنے حسن پر ناز اور اپنی طاقت پر غرہ ہے اسلئے آمادۂ ظلم ہے)

(۱۱) تشریح:- "تکلیف" مراد حکم شرعی۔ ترجمہ:- اس کے احکام (کی بجا آوری) کے بوجھ کو میں نے اپنے کندھے پر سے اتار دیا ہے کہہ دو جو شخص اس کا ضرورتمند ہو وہ اٹھائے (یعنی ہم تو محو تماشا ہیں عبادات کے ادا کرنے کا ہم کو ہوش کہاں؟ یا تکلیف سے مراد تکلیف عشق ہے اس صورت میں مضمون شعر بیزاری اور دلسوختہ ہوگا یعنی جب دوست کو ہمارا عشق ناگوار ہے تو میں بھی اس کو چھوڑتا ہوں اب جس کو ضرورت ہو وہ یہ بوجھ اٹھائے۔

(۱۲) تشریح:- "ظلمِ اخوان" باضافت تشبیہی۔ "اخوان" جمع اخ بمعنی بھائی ظلم اخوان سے برادران یوسفؑ کے ظلم کی طرف اشارہ ہے۔ ترجمہ:- لوگ

(بقیہ صفحہ ۱۶۲ پر ملاحظہ ہو)

معشوقهٔ من قبله‌نما قبلهٔ نظر گشت ۱ تا گشت نظر از رخِ چو آئینه برگشت

غرقِ کرمِ حیله‌گرانم که دران کوے ۲ سفتم شبهِ دیدهٔ و هم سلکِ گهر گشت

ز خندهٔ شیرین نمکے بر دلِ ریشم ۳ اشکم بحلاوت شد و آهم باثر گشت

اوراقِ گل اندر بغلِ غنچه نگنجید ۴ تا عطر دم هم نفسِ بادِ سحر گشت

پیداست دل‌آمیزیم از گونهٔ گفتار ۵ چون رنگِ ثمر گشت بلے طعمِ ثمر گشت

شاید شوم انگشت‌نما همچو مهِ نو ۶ نعلم که در آتش زرخش بود قمر گشت

(باقی مضمون صفحہ ۱۶۱) کلام کی بے قدری کر کے (نظیری پر برادرانِ یوسفؑ کا سا ظلم کر رہے ہیں (اسلئے کہ نظیری کے) معانی و مضامین (اسکے نزدیک) اس کی اولاد سے زیادہ بہتر ہیں۔ **توضیح**:- یعنی یوسفؑ کے بھائیوں نے یوسفؑ کی تحقیر و تذلیل اور آغوشِ پدر سے جدا کر کے جو ظلم یعقوبؑ پر کیا تھا اسی قسم کا بلکہ اس سے بھی بڑا ظلم لوگ میرے کلام کی ناقدری کر کے مجھ پر کر رہے ہیں کیونکہ اپنا کلام مجھے اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے

بحر:- ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکانِ تقطیع:- مثل سابقہ (۱)

(۱) **تشریح**:- "قبلہ نما" ایک آلہ کا نام جس سے سمتِ قبلہ معلوم کرتے ہیں اس مصرعہ کی نثر یہ ہوگی "معشوقہ من قبلہ نما گشت و نظر من قبلہ گشت" "برگشت" کا فاعل ضمیر ہے جو "رخ" یا قبلہ نما کی طرف پھرتی ہے۔ **ترجمہ**:- میرا معشوق مثل قبلہ نما ہے اور (میری) نظر مثل قبلہ (چنانچہ) جب (میری) نظر اسکے آئینہ کی مانند روشن چہرہ سے پھری تو وہ بھی مثل قبلہ نما پھر گیا۔ **توضیح**:- شعر میں آیت اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کے مضمون کو ادا کیا ہے یعنی ع جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

(۲) **تشریح**:- "حیلہ گر" مراد دشمن، رقیب "شبہ" پوتھ، سیاہ رنگ کا بے قیمت موتی مراد آنکھ کی پتلی **ترجمہ**:- میں حیلہ گر رقیبوں کے کرم میں ڈوبا ہوا ہوں کہ اس کوچہ میں میں نے پتلیوں کے پوتھوں کو بیندھا اور (قسمت سے) وہ موتیوں کی لڑی میں شامل ہوگئے۔ **توضیح**:- یعنی ان بہانہ بازوں نے دوست کو ورغلایا اور یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ میں انکساری مکر کی وجہ سے کر رہا ہوں اور وہ سچے عاشق ہیں، اس چیز نے دوست کو میری طرف ملتفت کر دیا اور اس نے میرے پُر اخلاص اشکوں کو قبول کر لیا گویا بے قیمت پوتھ بیش بہا گوہر بن گئے پس رقیبوں کا یہ احسان واقعی عظیم الشان ہے۔

(۳) **ترجمہ**:- (دوست کی) شیریں ہنسی نے میرے زخمی دل پر (اور) نمک چھڑک دیا (یعنی اسکو مسکراتا دیکھ کر جنونِ عشق میں اور زیادتی ہوگئی، پس اب) میرے آنسو لذیذ و شیریں ہوگئے اور میری آہیں پُر تاثیر ہوگئیں (ورنہ اس سے پہلے اشک بے مزہ تھا اور آہ بے اثر تھی)

(۴) **ترجمہ نقلب مصرعین**:- جب سے کہ میری آہ (سحرگاہی) کا عطر نسیم صبح کا ہمدم بن گیا ہے اس وقت سے پھول کی پنکھڑیاں غنچہ کی آغوش نہ سما سکیں (یعنی تنہا بادِ سحر پھولوں کو نہ کھلا سکی جب تک کہ اس نے میری معطر آہِ سحرگاہی سے فیض حاصل نہیں کیا مراد یہ ہے کہ آہِ سحرگاہی میں اتنا اثر ہے کہ غنچہ ہائے امید بن کھلے نہیں رہ سکتے)

(۵) **تشریح**:- "دل آمیزی" دل میں اتر جانا "طعم" مزہ۔ **ترجمہ**:- (میرے) طرزِ گفتگو سے ہی (کہ جو پھولوں کے رنگ مثل خوشنما بلکہ پھولوں کے ذائقہ کے مثل پُر کیف ہے) میری دل آمیزی ظاہر ہے (یعنی میرا کلام لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے)

(۶) **تشریح**:- "نعل در آتش بودن" مضطرب و بیقرار ہونا نعل کی مناسبت ماہِ نو کیساتھ ظاہر ہے۔ **ترجمہ**:- ممکن ہے کہ میری طرف (بھی) ہلال کی مانند

(باقی صفحہ ۱۶۳ پر)

زاں کلکم از وعطر فشانست کہ دستم ۷ با سنبلِ خوش بوش برآں طرفِ کمر گشت

تا بوسہ گہِ خیرہ مذاقاں نکشد دست ۸ دنداں زدم آں ساعد چوں شاخِ شکر گشت

در ہر خم آں زلف کمیں گاہِ بلائیست ۹ با ایں ہمہ زاں روستہ نخواہم بخطر گشت

عقلے کہ کلیدِ درِ گنجینۂ امم آں بود ۱۰ تا عشق درآمد بمیاں حلقۂ در گشت

با ایں دلِ پُر عربدہ شرمندۂ عشقم ۱۱ ہر جا کہ غمے تیغ برآورد سپر گشت

ہر نسخۂ شعرے کہ برآورد نظیری ۱۲ از غیرتِ آں نافۂ چیں خونِ جگر گشت

نظر بظاہر و صیاد در قفا خفت است ۱۳۔۱ اجل رسیدہ چہ داند بلا کجا خفت است

(بقیہ صفحہ ۱۶۲) انگلیوں سے اشارے ہونے لگیں (اسلئے کہ) میرا لعلِ (دل) جو اس (محبوب) کے (آتش رنگ) چہرہ کی آگ میں تپایا جا رہا تھا ابدمثل (قمر ہوگیا ہے۔ **توضیح**:۔ یعنی جس طرح کہ آفتاب سے نور حاصل کرتے کرتے ہلال قمر اور بدر کامل بنجاتا ہے اسی طرح آتشِ رخسارِ یار میں تپتے تپتے میرا لعل دل جو مثلِ ہلال تھا قمر کی مانند منور ہوگیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ عشق کی بے قراریاں سہنے کے بعد اب ہمارا عشق کامل اور وصلِ دوست حاصل ہوگیا ہے۔

(۷) **ترجمہ**:۔ میرا قلم اس وجہ سے عطر فشانی کر رہا ہے کہ میرا ہاتھ اس (محبوب) کے معطر سنبلِ (زلف) کے ساتھ ساتھ اس کی کمر تک پہونچ چکا ہے۔ (یعنی میں دوست سے ہم آغوش ہوا ہوں اور اسکی زلفوں نے میرے ہاتھوں کو معطر کر دیا ہے اسلئے میرا قلم عطر پاشی کر رہا ہے)

(۸) **تشریح**:۔ "خیرہ مذاق" بمعنی بد ذوق "دنداں زد" اسم مفعول ترکیبی "چوں شاخِ شکر" ساعد کی صفت ہے۔ **ترجمہ**:۔ تاکہ (دوست اپنے) ہاتھ کو بد ذوق لوگوں کا بوسہ گاہ نہ بنائے اسلئے میں نے اس کی شاخِ نیشکر کے مثل (شیریں) کلائی پر کاٹ کھایا۔ **توضیح**:۔ یعنی گو میری یہ حرکت خیرہ مذاقی سمجھی جائیگی مگر میں نے دوسرے بد ذوقوں یعنی رقیبوں سے اس کے ہاتھ کو بچانے کیلئے دانستہ ایسا کیا ہے

(۹) **ترجمہ**:۔ اگرچہ اس (محبوب) کی زلف کا ہر پیچ و خم (بلاؤں) کا کمین گاہ ہے مگر میں اسکے باوجود (اپنی جان کے) خطرہ کیوجہ سے اس چہرۂ حبیب سے نہ موڑونگا۔

(۱۰) **تشریح**:۔ "حلقۂ در" دروازہ کے باہر لوہے کا حلقہ لگاتے ہیں تاکہ آنیوالا اس کو ہلا کر اپنے آنے کی اطلاع کر دے۔ **ترجمہ**:۔ جب سے عشق درمیان میں آکودا ہے (میری) وہ عقل جو میری خزانۂ (دل و دماغ) کے دروازہ کی کنجی تھی حلقۂ در بنکر رہ گئی ہے (یعنی عشق کے آنے سے پہلے سب کام عقل و خرد کے منشا کے مطابق ہوتے تھے لیکن اب عقل کی کوئی بات نہیں مانی جاتی)

(۱۱) **ترجمہ**:۔ میں (اپنے) اس جنگجو دل کیوجہ سے عشق کے آگے شرمندہ ہوں (اسلئے کہ) جہاں غم (عشق) نے (مجھ کو ہلاک کرنیکیلئے) تلوار سوتی (کھینچی) یہ ڈھال بنگیا (یعنی دل نے غموں کو برداشت کیا کیا اچھا ہوتا کہ بیقراری میں جان نکل جاتی تو آج عشق کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا)

(۱۲) **ترجمہ**:۔ نظیری نے (اپنے مشک بو اشعار میں سے) جس شعر کا نسخہ پیش کیا اس کے رشک و غیرت کی وجہ (غزالِ) چین کا نافہ (جلا ہوا) خونِ جگر بن گیا (یعنی مشک میں بھی وہ خوشبو اور خوبی کہاں جو شعرِ نظیری میں ہے)

بحر مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور۔ ارکان **تقطیع**:۔ مثل ۱۲ مگر ضرب و عروض خفت ست (فعلات) مجنون مسکن مقصور ہے

(۱) **ترجمہ**:۔ نظریں سامنے ہیں اور صیاد پیچھے چھپا ہوا ہے، جس کی موت آپہونچی ہے اسے کیا معلوم ہو کہ بلا کہاں چھپی ہوئی ہے

(باقی صفحہ ۱۶۴ پر)

گہ از عشوۂ آں چشم نیم باز رہیم ۲ کہ فتنہ خاستہ از خواب و پائے ما خفت است

کسے بقلب شبم نرگس ناز مے آرد ۳ کہ در فراش قصب پائے در حنا خفت است

نسیم مہر ز باغ وفا نمے آید ۴ بہر چمن کہ تو بشگفتہ صبا خفت است

طبیبِ عشق بترد طمع ز بیمارے ۵ کہ شب براحت ازیں درد بے دوا خفت است

کس از معانقۂ زور وصل یابد ذوق ۶ کہ چند شب نہ بہم آغوش خود جدا خفت است

بگیر کامِ دل اے کعبتینِ مردم چشم ۷ کہ نرد وت آمدہ و نقش در قفا خفت است نسخہ خفا

بقیہ مضمون صفحہ ۱۶۳) (یعنی ناگاہ مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے اور انسان دیکھتا کا دیکھتا رہ جاتا ہے اسی طرح معشوق یکبارگی عاشق کے متاعِ صبر و قرار کو لوٹ لیتا ہے اور اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ افتاد کہاں سے آپڑی)

(۲) ترجمہ:- ہم (دوست کی) ان نیم باز ادھ کھلی آنکھوں کے غمزوں سے بچ کر کہاں جاسکتے ہیں کہ یہ فتنہ تو بیدار ہوگیا ہے اور ہمارا پاؤں سوگیا ہے (یعنی حسن جب نیم باز آنکھوں کے غمزہ کی تلوار لیکر نکلتا ہے تو عاشق پر نہ پائے رفتن و نہ جائے ماندن کی مثل صادق آنے لگتی ہے)

(۳) تشریح:- "قلب شب" نصف شب۔ میم ضمیر مفعولی ہے۔ قصب "ریشمی کپڑا"۔ ترجمہ:- (دیکھو تو سہی) آدھی رات کے وقت مجھ پر وہ نازک اندام حملہ آور ہوتا ہے جو ریشمی بستر پر پاؤں میں مہندی لگائے سو رہا ہے (یعنی پاؤں میں مہندی لگی ہوئی ہے، نزاکت کا یہ حال ہے کہ بستر ریشمی ہے اور آدھی رات کا ڈراؤنا وقت ہے، ایسے حالات میں یہ جرأت دیکھنے کے قابل ہے۔ مراد دوست کے نقشِ خیالی کا آنا ہے)

(۴) ترجمہ بقلب مصرعین:- (اے گل چہرہ!) جس چمن میں تو کھلا ہے اس میں بادِ صبا سوئی ہوئی معلوم ہوتی ہے (اسی لئے تو تیرے) باغِ وفا سے مہر و محبت کی عطر آگیں ہوا (مجھ تک) نہیں آتی (دوست کی بے مہری کی نہایت لطیف پیرایہ میں شکایت کی ہے)

(۵) تشریح:- "طبیبِ عشق" اضافت مُعالج بسوئے مرض یا اضافت مشبہ بہ بسوئے مشبہ" ازیں "طبیبِ عشق کی پہلی توجیہ کی بنا پر سبب ہے اور دوسری توجیہ کی بنا پر خفت است کے متعلق ہے۔ ترجمہ:- (مرض) عشق کا چارہ گر اس بیمار سے (صحت کی) امید منقطع کرلیتا ہے جس کو رات میں اس لا دوا مرض کی وجہ سے چین کے ساتھ نیند آگئی ہو (یعنی جبکہ مریضِ عشق اس درد بے دوا میں ہی راحت و سکون پاتا ہو تو پھر اس کے دور ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے) دیگر:- خود طبیبِ عشق اس مریضِ (دنیا) سے امید یں منقطع کرلیتا ہے جو اس درد بے دوائے (عشق) کو چھوڑ کر رات کو راحت و آرام کیساتھ سوتا ہو۔ توضیح:- یعنی درد عشق درحقیقت بیمار دنیا طلب کیلئے ایک دارو ئے تلخ ہے گو اس درد کا کوئی مداوا نہیں مگر یہ دنیا کے لاکھوں دردوں سے بچا دیتا ہے پس اگر کوئی حرماں نصیب اسکو چھوڑ کر دنیوی راحتوں میں منہمک ہو جائے تو اس کا کیا علاج ؟ عشق کی اس وصفِ خاص کو بیدل نے یوں ادا کیا ہے عفاک اللہ بقید عشقم از ہستی برآوردی ؂ بیک مشکل نمودی حل ہزاراں مشکلِ مارا۔

(۶) ترجمہ:- وہی شخص وصل کے دن (دوست سے) ہمکنار ہونے کا لطف اٹھا سکتا ہے جس نے چند راتیں اپنے ہم آغوش سے جدا رہ کر بھی بسر کی ہوں (یعنی جو چیز مصیبتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے اسی کی قدر ہوتی ہے)

(۷) تشریح:- "کعبتین" پاسے "نرد آمدن" نرد ایک کھیل کا نام ہے مثل چوسر جیت کی چال نکل آنے کو نرد آمدن بولتے ہیں ترجمہ اے

(بقیہ صفحہ ۱۶۵)

شبِ امید بہ از صبحِ عید میگذرد ۸ کہ آشنا بتمنائے آشنا خفت است

فسانہ صرفِ نظیری مکن کہ خواب کند ۹ شکستۂ کہ بصد درد مبتلا خفت است

۱۱۴

خوئے شہ عربدہ جو افتادہ ست ۱ کشتہ بر ہر سرِ کو افتادہ ست

با ادب زی کہ سرِ مستان را ۲ بد کمندے بہ گلو افتادہ است

آنکہ افتاد بہ رہ در راہش ۳ قدمش از تگ و پو افتادہ است

در خراباتِ مغان مستاں را ۴ کاسہ بشکستہ سبو افتادہ است

(بقیہ صفحہ ۱۶۴) (۷) میری آنکھ کی پتلیوں کے پانسوں (اپنی) مراد حاصل کر لو کہ تمہاری جیت کا داؤ آ گیا ہے اور نقشِ (مراد اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے (یعنی دوست سامنے موجود ہے، آنکھوں کو حسرتِ دید نکال لینی چاہیئے)

(۸) ترجمہ:۔ (وہ) امید و تمنا بھری رات، عید کی صبح سے بھی بہتر بسر ہوتی ہے جس میں ایک عاشق (اپنے) محبوب کی تمنا کرتے سو جائے (یعنی ؎ جو مزا انتظار میں دیکھا ؛ نہ کبھی وصلِ یار میں دیکھا۔

(۹) ترجمہ:۔ (اپنا درد بھرا) افسانہ نظیری بے صرف نہ کر (یعنی اس کو نہ سنا) تاکہ وہ شکستہ حال جو سینکڑوں دردوں میں مبتلا ہو کر (ذرا) سو گیا ہے کچھ تو سوئے (اسی مضمون کو میر اور سودا نے عجیب انداز میں ادا کیا ہے میر صاحب فرماتے ہیں ؎

سرہانے میر کے آہستہ بولو ؛ ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے سودا کہتے ہیں ؎ سودا کے جو بالیں پہ ہوا شورِ قیامت ؛ خدامِ ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے۔

بحر:۔ رمل مسدس مخبون مسکن مقصور ارکان:۔ فاعلاتن فعلاتن فعلات

تقطیع:۔

تا دست	سرکواُف	کُشتَ برہر	+	تادست	بَدجواُف	خوئے شہ عر
فعلات	فعلاتن	فاعلاتن		فعلات	فعلاتن	فاعلاتن،

(۱) تشریح:۔ "عربدہ جو" جنگجو۔ ترجمہ:۔ شاہِ (حسن) کی عادت جنگجو واقع ہوئی ہے (چنانچہ) ہر گلی کوچہ پر مقتولوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔

(۲) ترجمہ:۔ ادب و لحاظ کے ساتھ زندگی بسر کر کہ سردارِ عاشقان کے گلے میں بری کمند پڑ گئی ہے۔ توضیح:۔ شعر کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ عاشق کو بزمِ دوست کے آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیئے اسلیئے کہ جن عاشقوں نے مست و بے خود ہو کر ادب و لحاظ کو خیرباد کہدیا وہ منصور کیطرح تختۂ دار پر نظر آئے دوم یہ کہ عاشق کو خود اپنی عاشقی کا لحاظ کرنا چاہیئے، وہ کوئی بات تقاضائے عشق کیخلاف نہونی چاہیئے اسلیئے کہ ان کے گلے میں عشق کا برا پھندا پڑا ہوا ہے کہ مجال دم زدن نہیں اسی مضمون کو بیدل یوں ادا کیا ہے۔ ؎

ادب گرفتہ عنانِ خمار و مستیِ ما ؛ برابر ست بلندی ما و پستیِ ما

(۳) ترجمہ:۔ جس شخص کا گذر اس (میکدۂ عشق کے) دروازہ پر ہو گیا اسکے قدم دوڑ دھوپ ہی عاجز ہو گئے (یعنی مبتلائے عشق عاجز و درماندہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے)

(۴) ترجمہ:۔ مے کدہ میں (مستی کا یہ عالم ہے کہ) مستوں کے جام و سبو گر پڑے اور ٹوٹ گئے۔

خوشیٔ ما ز گل و بستاں نیست ۵ صحبتِ یار نکو افتاد است

خوش عبیرے بہم آمیختہ عشق ۶ خو بخو بوئے بہ بو افتاد است

عشق از سنبل و گل وا چیدم ۷ رہ بر آں گلشن کو افتاد است

جائے دل خوردۂ مینا چینم ! ۸ وہ کہ یارم بغلو افتاد است

دلبرم را سرِ رسوائی نیست ۹ کارِ جیبم بہ رفو افتاد است

با خودم دشمن جاں باید بود ۱۰ چکنم دوست عدو افتاد است

ہر نفس دلقِ نظیری رنگیست ۱۱ عشق را چشم برو افتاد است

جمالِ ساقیٔ ما در ضمیرِ لالہ گذشت ۱۱۵ کہ لالہ را مے لعل از سرِ پیالہ گذشت

(۵) ترجمہ:- ہم (کچھ) پھول اور باغ کی وجہ سے خوش نہیں ہیں (بلکہ بات یہ ہے کہ) دوست کی ہمنشینی خوب میسر آئی (اسلئے مسرور ہیں یعنی گلہائے چمن کی صورت میں گویا خودیار گلچہرہ ہمارا ہمنشیں ہے یا یہ پھول اسکی ہمنشینی کی یاد تازہ کراتے ہیں)

(۶) ترجمہ:- عشق نے کیا خوب معجون عبیری تیار کیا (یعنی عاشق و معشوق کی طبیعتوں میں تناسب پیدا کر دیا) کہ دونوں کی خو بو بالکل ایک سی ہو گئی (یعنی فرقِ من و تو مٹ گیا)

(۷) ترجمہ:- میں نے سنبل اور گلاب سے محبت کا تعلق منقطع کر لیا اسلئے کہ میرا گذر اس کوچہ یا چہرۂ دوست کے چمن پہ ہو گیا ہے (یعنی میں دوست کے سنبلِ زلف اور گلِ عارض کا شیدائی بن گیا ہوں)

(۸) ترجمہ بقلب مصرعین:- افسوس کہ میرا سامانِ (دل) ہجومِ غم میں گر کر پامال ہو گیا (چنانچہ بجائے دل کے اب آبگینۂ (دل) کے ریزے چن رہا ہوں (خوردہ مینا سے مراد اشک ہیں یعنی اب دل کی بربادی پر اشکِ حسرت دامن میں جمع کر رہا ہوں)

(۹) ترجمہ بقلب مصرعین:- میرے چاکِ گریباں کا معاملہ رفوگری سے وابستہ ہو گیا (اسلئے کہ) میرا محبوب رسوائی کیلئے آمادہ نہیں (یعنی دوست کو رسوائی سے بچانے کیلئے میں نے اپنا چاکِ گریباں رفو کر لیا)

(۱۰) ترجمہ:- مجھے خود اپنی جان کا دشمن بننا پڑے گا، کیا کروں دوست، دشمن ہو گیا ہے (یعنی دوست جب ہماری ہلاکت کا خواہاں ہے تو دوست کی رضا طلبی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم خود بھی اپنی جان کے دشمن بن جائیں)

(۱۱) ترجمہ:- ہر لحظہ نظیری کی گدڑی رنگ برنگ کی بنتی ہے (معلوم ہوتا ہے) کہ اس پر عشق کی نگاہ پڑ گئی ہے (یعنی نیرنگیٔ عشق نے دلقِ نظیری کو یہ رنگینیاں عنایت کر دی ہیں ورنہ اس کے پاس کیا دھرا تھا؟)

بحر:- مجتث مثمن مخبون مقصور ارکانِ تقطیع:- مثل ۱۱۴ (ت)

(۱) ترجمہ:- ہمارے (آتشِ رخ) ساقی کے جمال کا دل میں تصور کیا (تو ایسا محظوظ ہوا) کہ لالہ کی شرابِ لعل رنگ لب ساغر سے چھلک گئی (یعنی گلِ لالہ اس لئے سرخ ہے کہ اس نے ہمارے دوست کا تصور کر لیا ہے)

در آں شمائلِ موزوں نگر کہ ہر کس دید	٢	بحسنِ معنیِ صد دفتر و رسالہ گذشت
بقصدِ ضبطِ نگہ چیں بر ابروان انداخت	٣	وے نشد کہ کمند از سرِ غزالہ گذشت
دلم ز حرصِ سوال از لبش جواب نیافت	٤	چو آں گدائے سراسیمہ کز نوالہ گذشت
سپہر ہرچہ کند روزیت بخشم مرو	٥	کہ روزِ تخم ازاں کشت گر حوالہ گذشت
دو سالہ در روشِ دیر بودہ ام عجب ست	٦	کہ شصت سالہ تواں از مئے دو سالہ گذشت
سری ز قلقلِ مینا بروں نیاوردم	٧	اگرچہ عمر بتحقیق ایں مقالہ گذشت
بطعنہ از برِ ما غافلانِ فارغ دل	٨	چناں گذشت کہ بر دشتِ لالہ ژالہ گذشت
جفا نماند ز پندار خود چو وارستم	٩	بیا کہ کارِ نظیری ز آہ و نالہ گذشت

(٢) **تشریح:**۔ "شمائل" جمع شمیلہ بمعنی طبیعت، خصلت، ادا۔ "در نگریستن" بنظرِ تحقیق دیکھنا۔ **ترجمہ:**۔ (دوست کی) ان موزوں اداؤں کو غور سے دیکھو اسلئے کہ جس نے اسطرح دیکھا اس نے سینکڑوں رسالوں اور دفتروں کے معانی و مضامین کی خوبی کو دیکھ پا لیا یعنی جتنی خوبیاں رسالوں اور دفتروں میں منتشر طور پر پائی جاتی ہیں وہ صفحۂ رخسارِ دوست پر یکجا موجود ہیں اگر تم ان سب کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس صفحہ کا بغور مطالعہ کر لینا کافی ہے)

(٣) **ترجمہ:**۔ دوست نے نگاہ کو ضبط میں رکھنے کے ارادے سے ابرو پر گرہ ڈالی مگر (ضبط) نہ ہو سکا اسلئے کہ (یہ گرہ ابرو کی) کمند غزالۂ چشم کے سر سے نکل گئی۔ **توضیح:**۔ یعنی دوست نے بہت کچھ کوشش کی کہ ہماری طرف نہ دیکھے مگر وہ ہی تاثیرِ آہ کہ ہماری طرف نظر اٹھ ہی گئی چیں ابرو میں مقید نہ ہو سکی۔

(٤) **ترجمہ:**۔ میرے دل نے حریصانہ سوال کیوجہ سے اسکے لبوں سے کوئی جواب نہیں پایا اس پریشان حال بھکاری کی مثل جو ایک نوالہ تک سے محروم ہو گیا ہو (یعنی میں نے اسکے خوانِ لب پر حریصانہ نگاہیں ڈالیں جس کا نتیجہ گداگرِ حریص کی مانند ایک بوسہ تک سے محروم کر دیا ظاہر ہو کہ حرص محرومی کا سبب بنتی ہے اور قناعت

(٥) **ترجمہ:**۔ فلک تجھ کو جو کچھ روزی دے (خواہ راحت ہو یا رنج اسکو قبول کر اور) خفا نہ ہو اسلئے کہ تخم ریزی (ازل) کے دن ہی اس (حقیقی) کاشتکار کی طرف (اس چیز کا) حوالہ ہو چکا ہے (یعنی فلک کچھ نہیں کرتا جو کچھ کرتی ہے قدرت کرتی ہے)

(٦) **ترجمہ:**۔ میں دو سال کی عمر سے دیر و خرابات کا رند (در روش) رہتا چلا آیا ہوں تو بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ ایک شخص (ایسے ماحول میں) ساٹھ سال کا ہو کر دو سال کی کہنہ شراب کو چھوڑ دے۔ **اشارہ:**۔ تعجب کی دو وجہ ہیں، ایک تو یہ کہ جس چیز کی عادت بچپن سے پڑی ہوئی ہے بڑھاپے میں اس کا چھوٹنا تعجب خیز ہے۔ دوسرے یہ کہ ساری عمر جس کو نہ چھوڑا اب بڑھاپے میں جبکہ نشہ دو سالہ کی تو چھوڑ دوں یہ کیسے ممکن ہے

(٧) **تشریح:**۔ "قلقل" شراب نکالتے وقت صراحی کی آواز۔ عربی کا امر مکرر از قول۔ "سر بیرون آوردن" حل کر لینا۔ "مقالہ" مضمون۔ **ترجمہ قلب مضطر میں:**۔ اگرچہ ساری عمر اسی مضمون کی تحقیق میں گذری مگر صراحی کی آوازِ قلقل کے معما کو میں بالکل حل نہ کر سکا (مراد یہ ہے کہ تمام عمر تحقیق و جستجو میں بسر کرنے کے بعد بھی رازِ قدرت سمجھ میں نہیں آیا)

(٨) **ترجمہ:**۔ (دوست) ہم بیفکروں اور غفلت زدوں کے پاس سے (بے مروتی و ناطلبی کے) طعنے دیتا ہوا اسطرح گذر گیا جیسے کہ جنگل میں لالہ کے پھولوں پر اولوں کی بوچھار ہوتی ہے

(٩) **ترجمہ:**۔ جب میں اپنے غرور و ہستی سے آزاد ہو گیا تو دوست کے ستم و جور (کا احساس بھی) نہ رہا (اے دوست) آجا کہ اب نظیری کا معاملہ

(باقی صفحہ ١٦٨ پر)

ہجراں نمکے سود و بداغِ دلِ ما ریخت	۱۱۶/۱	سودائے تو آتش زد و ما غِ دلِ ما ریخت
ہر روغنِ صافی کہ بہ بیہودہ فلک سوخت	۲	غم دردیٔ آنرا بچراغِ دلِ ما ریخت
رفتیم بسر زود دریں محفلِ مستاں !	۳	ساقی مئے تندی بایاغِ دلِ ما ریخت
ما را بہ نشاط و طرب آساں نگذارند	۴	غم خونِ جہانے بسراغِ دلِ ما ریخت
ہر نخلِ امیدے کہ نشاندیم دریں باغ	۵	برگ و برش از لائے ایاغِ دلِ ما ریخت
کلفت ز کجا آمد و رنجش ز کجا خاست	۶	بدگرد ملالے بفراغِ دلِ ما ریخت شُرد
برعشرتِ ما زود ملالست نظیری	۷	تا صبح نفس زد گلِ باغِ دلِ ما ریخت

(بقیہ صفحہ ۱۶۷) آہ و نالہ کی حد سے بھی گذر چکا ہے۔ **توضیح:**۔ یعنی جب تک خودی کا احساس تھا دوست کی جفا، جفا معلوم ہوتی تھی اور ہم آہ و نالہ کرتے تھے مگر اب ایسے وارفتہ ہو گئے ہیں کہ احساسِ خودی ہے اور نہ احساسِ جفا اور نہ آہ و نالہ، اب حالت قابلِ ترحم ہے۔

بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور ارکان و تقطیع:۔ مثل ۱۵۲ (ت)

(۱) **ترجمہ بقلب مصرعین** (اے دوست!) تیرے عشق کے جنون نے ہمارے داغِ دل سے آگ برسانی شروع کر دی (اور) تیرے ہجر و فراق نے نمک پیسا اور ہمارے داغِ دل پر چھڑک دیا۔ (یعنی عشق ایک مصیبت ہے اور ہجر مصیبت بالائے مصیبت)

(۲) **ترجمہ:**۔ آسمان نے راحت و مسرت کا) ہر وہ صاف روغن جو بیکار پھونک دیا غم نے اسکی تلچھٹ ہمارے چراغ میں ڈال دی (نشاط و مسرت کو روغنِ صاف سے تعبیر کیا اور غم کو تلچھٹ سے یعنی نا اہلوں کے حصہ میں راحت آتی ہے اور ہمارے حصہ میں رنج)

(۳) **تشریح:**۔ "بسر رفتن" ختم ہو جانا، سر کے بل چلنا۔ مراد بیخود ہو جانا۔ **ترجمہ:**۔ ہم مستوں کی اس محفل میں جلد ہی فنا ہو گئے یا سر کے بل دوڑ (یعنی مست و بیخود ہو گئے اسلئے کہ) ساقی نے ایک تیز و تند شراب ہمارے جام میں ڈال دی (یعنی شرابِ عشق پلا کر دوست نے ہم کو مست و از خود رفتہ بنا دیا)

(۴) **ترجمہ:**۔ (کارکنانِ قضا و قدر) ہم کو آسانی سے نشاط و مسرت میں مصروف نہ رہنے دیں گے (جبکہ) غمِ عشق نے ایک عالم کا خون ہمارے دل کا کھوج نکالنے میں بہا دیا ہے (یعنی غمِ عشق ایک عالم کو فنا کر کے بالآخر ہمارے دل تک پہونچا ہے تو اب راحت و سکون کیسے ممکن ہے)

(۵) **ترجمہ:**۔ اس باغ (عالم یا دل) میں امید کا جو پودا ہم نے لگایا اسکے پھل اور پتے (سب) ہمارے جامِ دل کی تلچھٹ (یعنی اشک پُر حسرت سے سیراب ہونے) کی وجہ سے گر گئے (یعنی ع کوئی امید بر نہیں آتی)

(۶) **تشریح:**۔ "بدگرد" کا فاعل عشق یا دوست ہے اور اگلا جملہ بدگرد کا بیان ہے "بدگرد" ہونیکی صورت میں بھی ریخت کا فاعل عشق یا کلفت و رنجش قرار دیا جائیگا۔ "ملالے" فاعل نہیں بلکہ بدگرد کا مضاف الیہ ہے۔ **ترجمہ:**۔ دیکا یک یہ) کلفت کہاں سے آگئی اور یہ غم کہاں سے پیدا ہو گیا (عشق نے یا دوست نے) اچھا نہیں کیا ہماری دلی آرام و بے فکری میں رنج و ملال کو ملا دیا (عشق نے ہمارے فراغِ دل میں رنج و ملال کے بہت بری غبار کو شامل کر دیا)

(۷) **ترجمہ:**۔ اے نظیری! ہمارے نشاط و عیش پر بہت جلد رنج و ملال (مسلط ہو جاتا ہے دیکھو!) کہ ابھی صبح نے سانس لیا ہی تھا (طلوع ہوئی ہی تھی) کہ ہمارے باغِ دل کے پھول (کھلا کر) گر گئے (یعنی راحت، رنج سے اور امید، یاس سے بدل گئی)

گُلِ بیداد دستہ بستۂ اوست ۱۱۷/۱ مہر در دل خسک شکستۂ اوست

ہمہ جا ناخنِ تصرف بند ۲ ہر کرا سینہ ایست خستۂ اوست

ایں کہ گم گشتہ عہد و شرطِ وفا ۳ ریو و رنگ زیاد جستۂ اوست

برد اندیشۂ بتاں ز دلم ۴ کعبۂ دل صنم شکستۂ اوست

حسنِ بستان و خارِ دیوارش ۵ قیدِ مرغِ رسن گسستۂ اوست

سروِ بالا و عبہرِ نظرش ۶ دست پرور دو خانہ رستۂ اوست

تا برآید برنگِ رخسارش ۷ بادہ در خونِ دل نشستۂ اوست

بحر: خفیف مسدس مخبون مقصور ÷ ارکان و تقطیع: مثل نمبر ۲ (الف) مگر

رکن اول کبھی مخبون استعمال ہوا ہے اور کبھی سالم، عرض و ضرب ستۂ اوست (فعلات) مخبون مقصور رہے

(۱) ترجمہ: جور و جفا کا گلدستہ اسی کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے اور مہر و وفا کے دل میں کا نٹا اسی کا توڑا ہوا ہے (یعنی دوست نے جور و ستم کو اختیار اور مہر و وفا کو ترک کر رکھا ہے)

(۲) ترجمہ: سب جگہ ناخنِ تدبیر بند ہے (یعنی غم کی گرہ نہیں کھلتی) اور ہر شخص کا سینہ اسی کے تیر مژگاں کا زخمی ہے (یعنی دوست نے سب کو مبتلائے غم عشق کر رکھا ہے)

(۳) تشریح: "ریو و رنگ" حیلہ و فریب "زیاد جستہ" اسم مفعول ترکیبی بمعنی بھولا ہوا۔ ترجمہ: یہ امر کہ (اس زمانہ میں اس کا) عہد و پیمانِ وفا غائب ہے یہ تو گویا اس کا ایک بھولا ہوا حیلہ و فریب (پس جو ریو و رنگ کہ اس کو یاد ہیں۔ وہ کس غضب کے ہونگے جبکہ یہ بھولا ہوا فریب عاشق کی تباہی کے لئے کافی ہے)

(۴) ترجمہ: تصور دوست نے (میرے دل سے) دوسرے بتوں کے خیال کو نکال دیا (پس میرا کعبۂ دل جس میں ہزاروں بت تھے) اسی کا صنم شکستہ ہے (یعنی اس نے ان تمام بتوں کو توڑ دیا اور اس کعبہ کو پاک کر کے اپنا مسکن بنا لیا جس طرح کہ اسلام نے آکر بتوں سے کعبہ کو پاک کیا)

(۵) ترجمہ: باغ کے (احاطہ کے) جھاڑ اور اسکی دیوار کے (آہنی یا غیر آہنی) خار اس طائر کے لئے قید و بند کا کام کرتے ہیں جو اسکی رسی سے آزاد ہوتا ہے۔ اشارہ: باغ سے چہرۂ دوست مراد ہے اور حسن و خارِ دیوار سے خطِ رخسار اور رسن سے زلف اور مرغ سے دلِ عاشق۔

(۶) ترجمہ: اس کی نرگسِ چشم اور قدِ سرو آسا اس کے اپنے ہاتھوں کا پرورش یافتہ اور اپنا خانہ زاد ہے (یعنی محبوب قدیم کا حسن و جمال اپنا ذاتی ہے)

(۷) ترجمہ تقلب مصرعین: شراب (اپنے) خونِ دل میں ہی کیوں سے ڈوبی ہوئی ہے تاکہ اس (محبوب) رخسار کے رنگ کے مطابق (سرخ) ہو جائے۔ توضیح: یعنی شراب کو بھی وہ رنگ اور تابناکی حاصل نہیں جو رخ دوست کو حاصل ہے اسی رشک سے گویا اس کا دل خون ہو گیا ہے اور وہ اس میں ڈوب کر رخ دوست کے مطابق ہونا چاہتی ہے)

موجۂ بادہ بر گلِ مہتاب ۸ رخ از آبِ بادہ شستۂ اوست

عشق ہر دم بتازہ سودائیش ۹ عقل کہنہ فروشِ رستۂ اوست

بسبوئے مغاں خطا نرسد ۱۰ کہ بدستِ کریم دستۂ اوست

نزلِ روح الامین نظیری را ۱۱ نامۂ پیک پے خستۂ اوست

دلے دارم کہ طاقت کار او نیست ۱۱۸/۱ تحمل غیرِ عیب و عار او نیست

دلے دارم کہ قلزم ہائے امواج ۲ حریفِ آہِ آتش بار او نیست

دلِ سختم براحت مے ستیزد ۳ فلک را دست بر آزار او نیست

(۸) **تشریح**:- "گلِ مہتاب" چاندنی کا پھول۔ درخت کے پتوں میں سے چھنتی ہوئی چاند کی روشنی **ترجمہ**:- اس کا آبِ شراب سے دھلا ہوا چہرہ گویا چاندنی کے پھول ہیں جن پر بادہ (شبنم) موجزن ہے (یعنی دوست کا چہرہ تابناک اور حسن دھلا ہوا ہے)

(۹) **ترجمہ**:- عشق ہر دم اس کا نو بنو سودا (خیال) رکھتا ہے اور عقل اس کے بازار کا کہنہ فروش (یعنی کباڑیا) **توضیح**:- تازہ سودا اور کہنہ فروش میں صنعت تقابل ہے مراد یہ ہے عشق کے آگے عقل کی کچھ پیش نہیں جاتی۔

(۱۰) **ترجمہ**:- مغوں کے قم (شراب) میں کمی نہیں آ سکتی اس لئے کہ اس کا دستہ کریم و سخی (مطلق) کے ہاتھ میں ہے (یعنی مئے وحدت پلانے والا ساقی بہت کریم ہے اور یہ شراب وہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی)

(۱۱) **تشریح**:- "نزل" سامان ضیافت مراد وحی۔ "روح الامین" لقب جبرائیل **ترجمہ**:- **تقلیب مصرعین**:- اس (دوست) کو مبارک قدم قاصد کا لایا ہوا خط نظیری کے حق میں جبرائیل کا لایا ہوا سامان ضیافت یعنی وحی ہے۔

بحر:- ہزج مسدس مقصور ÷ **ارکان**:- مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

تقطیع:-

دلے دارم	کہ طاقت کا	ر او نیست	+	تحمل غے	رِ عیب و عا	ر او نیست
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیل		مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیل

(۱) **ترجمہ**:- میں ایسا (ناتواں) دل رکھتا ہوں جس کا کام ضبط و طاقت نہیں اور جس کیلئے (غم کو) برداشت کرنا عیب و ننگ کی بات ہے۔

(۲) **تشریح**:- "قلزم" گہرا دریا "حریف" مقابل **ترجمہ**:- میں ایک ایسا (شعلہ زن) دل رکھتا ہوں کہ موجیں مارنیوالے گہرے دریا بھی اس کی آگ برسانے والی آہوں کے آگے نہیں ٹھہر سکتے۔

(۳) **ترجمہ**:- میرا سخت (اور مشکل پسند) دل خود راحت و آرام کے ساتھ برسرپیکار ہے، اس کو آزار پہونچانے میں فلک کا ہاتھ نہیں۔ (یعنی میرا دل اپنے ہاتھوں آزارِ عشق میں مبتلا ہوا ہے فلک بیچارا کیا آزار پہونچاتا ہے)

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ÷ کہ من ہر چہ کرد "این" آشنا کرد

نشاطِ عندلیب از بوئے رنگ ست	۴	نوائے ما ز بو سیتار او نیست	
کجا پوشد بہ بند قید دستار	۵	تنِ مجنوں کہ جز سربار او نیست	شوشہ
مریضِ عشق را مُردن علاج است	۶	دوائے درد در بازار او نیست	
سرِ مرغے نپرد از کمیں گاہ	۷	کہ آب و دانہ در منقار او نیست	
زباں بازی کند سوسن از انست	۸	کہ آبِ شرم در رخسار او نیست	
بایں شد کعبہ از کوئے تو ممتاز	۹	کہ رشکے بر در و دیوار او نیست	
کجا کنعاں کجا بغدادِ مستاں	۱۰	انا الحق گو سرِ بردار او نیست	
نظیری ایں عبیر از عشق سازد	۱۱	کہ ایں عطر از گلِ گلزار او نیست	

(۴) ترجمہ :- پھولوں کے رنگ و بو کی وجہ سے بلبل خوش ہو رہا ہے (مگر) ہمارا نغمہ اس کے شہر و دکا نہیں ہے (یعنی ہم باطن و حقیقت کے عاشق ہیں اور وہ ظاہر و مجاز کا)

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین :- مجنوں کا بدن جس کو سر ہی وبال (دوش) معلوم ہو رہا ہے وہ (اس کو) دستار کی قید و بند میں کہاں چھپائے گا۔ **توضیح** :- یعنی عاشق آرائش ظاہر کا خواہاں نہیں ہوتا بلکہ وہ تو راہِ دوست میں سر کو گنوا دینا پسند کرتا ہے ؎

شوریدگی کے ہاتھ سے ہے سر وبالِ دوش ؛ صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

(۶) ترجمہ :- مریضِ عشق کے لئے مر جانا ہی علاج ہے (اس لئے) کہ اس کے بازار میں (اس) درد کی دوا نہیں ملتی ؎

عمر یست بیمار توام در کشتنم تعجیل کن ؛ زیرا کہ غیر از تیغ تو نبود شفائے عاجلم

(۷) ترجمہ :- کمین گاہِ (صیاد) سے وہ طائر (دل) نہیں اڑ سکتا جس کی چونچ میں آب و دانہ نہیں (یعنی چونچ کا ہے امراد یہ ہے کہ دل گرسنہ عاشق بہر حال صیادِ حسن کا صید بن ہی جاتا ہے۔ دیگر :- کوئی طائر کمین گاہ (عدم) سے (جلوہ گاہ وجود کی جانب) پرواز نہیں کرتا کہ اس کی منقار میں آب و دانہ موجود نہ ہو (یعنی) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا)

(۸) ترجمہ :- سوسن زبان درازی کر رہی ہو تو وجہ یہ ہے کہ اسکے چہرہ پر آب حیا نہیں (یعنی بے شرم و شوخ ہے گویا سوسن کی زبان سے تشبیہ دیا کرتے)

(۹) ترجمہ :- (اے دوست!) کعبہ تیرے کوچہ سے اس بات میں ممتاز ہے کہ اس کے در و دیوار پر رشک نہیں آتا (اور تیرے کوچہ کے در و دیوار پر رشک ہوتا ہے یعنی تیرا کوچہ کعبہ سے افضل ہے)

(۱۰) ترجمہ :- کہاں (حسن کا) کنعان اور کہاں مست عاشقوں کا بغداد؟ (یعنی دونوں میں بڑا فرق ہے کیونکہ کنعان میں کوئی انا الحق کہنے والا سولی کے تختہ پر نہیں چڑھا اور بغداد میں عشق کے سینکڑوں منصور دار پر چڑھا دئے گئے ؎

شوق صد منصور کشت و عشق صد یوسف فروخت ؛ بو العجبہا ہنگامہا گرم ست در بازارہا۔ **اشارہ** :- کنعان حضرت یوسفؑ کا وطن ہے اور بغداد منصور کا۔

(۱۱) ترجمہ :- نظیری یہ عبیر عشق سے تیار کر رہا ہے، کونسا عطر ہے جو اسکے گلزار (سخن) سے (حاصل) نہیں یعنی نظیری کا کلام مثل عطر تمام عالم کو معطر کر رہا ہے۔

بختم ایں بس کہ مشتری شد دوست	۱۱۹/۱	ہر چہ خلقم بہا نہند نکوست
بشکنم رنگِ رخ چو مستسقی	۲	آب ہر کس بقدرِ ظرفِ سبوست
دربرابر باب ذوق کم بند نار	۳	اثرِ قبض و بسط در ابروست
قطعِ دنیا نمے شود چہ کنم	۴	قوتِ مور و جستن از سرِ جوست
نیست ممکن بزندگی آرام	۵	تا نفس باقی است در تگ و پوست
شاہدانِ چمن تہیدست اند	۶	جامۂ سرو تا سرِ زانوست
باش عریاں بدن کہ جامۂ گل	۷	کم دہد بو کہ حلہ تو بر توست
بوئے گل چاشنئ مل دارد	۸	آں شکر خندہ را چہ بوی و چہ خوست

بحر:- خفیف مسدس مخبون مقصور ؛ ارکان و تقطیع:- مثل نمبر ۱ (الف) مگر عرض و ضرب مخبون مقصور ہیں

(۱) ترجمہ:- میری یہی بڑی خوش نصیبی ہے کہ دوست (میرا) خریدار بن گیا ہے (اب لوگ) جو کچھ میری قیمت قرار دیں درست ہے (یعنی خواہ لوگ مجھے عزیز سمجھیں خواہ ذلیل نظر دوست میں وقعت حاصل ہو جانے کے بعد مجھے اسکی کچھ پرواہ نہیں)

(۲) تشریح:- "مستسقی" مریض استسقا۔ ایک بیماری جس میں پیاس نہیں بجھتی، پیٹ پھول جاتا ہے اور رنگ زرد ہو جاتا ہے
ترجمہ:- (آب دیدار بہت پینے کے بعد بھی) میرا رنگ مستسقی کی طرح زرد نہیں پڑتا اسلئے کہ ہر شخص کا پانی ظرف سبو کے بمقدار ہوتا ہے (یعنی میرے کسی حال سے رازِ عشق فاش نہیں ہوتا جو فاش کرتے ہیں وہ کم حوصلہ ہیں)

(۳) تشریح:- "کم" بمعنی نفی "قبض و بسط" حالاتِ پست و کشاد، جو صوفیا پر تجلیات باری تعالیٰ کے انقطاع و فیضان کے وقت طاری ہوتے ہیں
ترجمہ:- (کارکنانِ قضا و قدر) اصحابِ ذوق پر درِ نظارہ بند نہیں کرتے (باقی رہا) قبض و بسط کا اثر (تو یہ) ابروئے یار میں ہے۔ توضیح:- یعنی ذوق عشق رکھنے والوں کو برابر نظارہ دوست حاصل ہوتا ہے باقی حسن اس امر کا متقاضی ہے کہ عاشق پر مختلف جلوے ظاہر ہوں اسی وجہ سے عاشق پر مختلف کیفیتیں

(۴) ترجمہ:- (مجھ سے) دنیا کے علائق منقطع نہیں ہوتے کیا کروں؟ (مشکل یہ آن پڑی ہے کہ) طاقت چیونٹی کے برابر اور ایک (بڑی) ندی کو عبور کرنا ہے (یعنی جس طرح کہ چیونٹی کیلئے دریا کو عبور کر کے زندہ و سلامت کنارے پر پہنچنا مشکل ہے اسی طرح دنیا کی ہلاکت خیز بھنوروں سے میرا بچنا مشکل ہے)

(۵) ترجمہ:- زندگی میں آرام ممکن نہیں، جب تک سانس باقی ہے (انسان) دوڑ دھوپ میں لگا ہوا ہے۔

(۶) ترجمہ:- چمنِ (دنیا) کے حسین پودے (بھی) مفلس ہیں (دیکھو) سرو کا پیرہن صرف گھٹنوں تک ہے (باقی بدن برہنہ ہے، جب حسین اتنے مفلس ہیں تو اوروں کا کیا حال ہوگا)

(۷) ترجمہ:- اے سالک! تو بھی (لباس آلودگی) سے برہنہ ہو جا اسلئے کہ پھول کی کلی یا پھول کے حلے اگر تہ بتہ ہوں تو خوشبو پیدا نہیں ہوتی (یعنی جب گل اپنے پیرہن کو چاک کرتا ہے تب خوشبو مہکتی ہے، پھول کی پنکھڑیوں کو تہ بتہ حلہ سے تعبیر کیا ہے)

(۸) ترجمہ:- (وہ دوست) پھول کی سی خوشبو اور شراب کا سا ذائقہ رکھتا ہے (تو دیکھو!) اس شیریں ہنسی ہنسنے والے کی کیا عجیب خو و بو ہے۔

آبِ تلخے بعطر پروردند ۹ نام کردند کیں گلِ خوشبو ست

خطِ قرآن نگارِ او کوفی ۱۰ چشمِ محراب گردِ او ہندو ست

خط فریبندہ کس چنیں ننوشت ۱۱ یارب ایں معجزست یا جادو ست

پر نظیری ست گوشِ خلق امروز ۱۲ میرِ مجلس ندیم شیریں گو ست

---

(۱۲۰)

ہر کہ نوشید مئے شوقِ تو نسیانش نیست ۱ وانکہ محوِ تو شد اندیشۂ حرمانش نیست

دلِ بحسنِ تو مقید شد و جاوید بماند ۲ کہ ز فکرِ تو بروں آمدن آسانش نیست

تا بکے فکر تواں کرد و سخن تازہ نوشت ۳ قصۂ شوق حدیثے ست کہ پایانش نیست

ہیچکس نامۂ سربستۂ ما فہم نکرد ۴ نہ ہمیں خاتمہ اش کہ عنوانش نیست

سبب از عقل مپرسید کہ غم نامۂ ما ۵ درسِ عشق ست کہ از علم دبستانش نیست

(۹) ترجمہ:۔ حقیقت یہ ہے کہ آبِ شور کو عطر میں بسا دیا مگر نام یہ رکھ دیا کہ یہ خوشبو دار پھول ہے پھول کا مزہ تلخ ہوتا ہے اسلئے اسکو آبِ تلخ کہا ہے۔

(۱۰) تشریح:۔ "قرآن نگار" اسم مفعول ترکیبی، قرآن کی مانند لکھا ہوا۔ "کوفی" ایک قسم کے طرزِ تحریر کا نام جس میں اکثر حروف خطوط مستقیمہ کو ملا کر بنائے جاتے ہیں۔ "محراب گرد" اسم مفعول ترکیبی، محراب میں گھری ہوئی۔ "ہندو" شعرا آنکھ کی پتلی یا خال کو ہندو سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ ترجمہ:۔ اس کا خطِ (رخسار) مثلِ قرآن خطِ کوفی میں لکھا ہوا ہے اور محرابِ (ابرو) میں گھری ہوئی آنکھ ہندو دیکھ ہے تو دیکھو کہ ایک ہندو محراب میں قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔

(۱۱) ترجمہ:۔ ایسا دل فریب خط (آج تک) کسی نے نہیں لکھا (جیسا کہ خطِ رخسارِ یار ہے) تو اے خدا یہ معجزہ ہے یا جادو ہے۔

(۱۲) ترجمہ:۔ آج سب کے کان نظیری (کے کلام) پر لگے ہوئے ہیں (اسلئے کہ) وہ (بزمِ شعرا کا) میرِ مجلس اور شیریں کلام ہمنشین ہے۔



بحر:۔ رمل مثمن مخبون مسکن مقصور ۔ ارکان تقطیع:۔ مثل ۱۱۶ (ت)

(۱) ترجمہ:۔ جس نے (ایک بار) تیرے عشق کی شراب پی لی پھر وہ (عمر بھر) نہیں بھولتا اور جو شخص تیری دید میں محو ہو گیا پھر اس کو (کسی چیز سے) محروم ہونے کا کھٹکا نہیں (یعنی عاشق کا انتہائی مقصد اور آخری منزل یہی ہے)

(۲) ترجمہ:۔ اے محبوب! ہمارا دل تیرے (دامِ) حسن میں گرفتار ہوا اور پھر ہمیشہ گرفتار ہی رہا اسلئے کہ تیری فکر و تصور سے رہا ہو جانا اسکے لئے کچھ آسان نہیں ہے۔

(۳) ترجمہ:۔ کب تک فکر کو کام میں لایا جائے اور نئے نئے مضمون لکھے جائیں؟ داستانِ شوق تو ایک ایسا افسانہ ہے جس کا اختتام نہیں۔

(۴) تشریح:۔ "کہ" اضرابیہ ہے بمعنی بلکہ۔ ترجمہ:۔ کسی شخص نے بھی ہمارے سربند مکتوبِ (عشق) کو نہیں سمجھا، صرف یہی نہیں کہ اس کا انجام نہیں ہے بلکہ اس کا تو عنوان و آغاز بھی نہیں۔

(۵) ترجمہ:۔ ہمارے غمِ عشق کا سبب عقل سے دریافت نہ کرو اسلئے کہ ہمارا غم نامہ عشق کا درس ہے یہ مکتبِ عقل کے علم و حکمت میں سے نہیں ہے (یعنی غمِ عشق کا سبب عقل کیا بتا سکتی ہے وہ تو خود اس کوچہ سے نابلد ہے)

از دلم رہ بدلت عشق تو واساخت خوشم ۶ کہ بآں خانہ دری ہست کہ دربانش نیست

راہ دیگر بسوئے کعبہ اے اعرابی ہست ۷ کہ غم از سرزنش خار مغیلانش نیست

خاطر غیب نمائے تو مگر جام جم است ۸ کہ رخ حال من از آئینہ پنہانش نیست

سایۂ نامۂ تو بال ہما نیست مرا ہدہد ما کہ بسر تاج سلیمانش نیست

مرد تاجر کہ بہ غربت ز وطن سے آید ۱۰ تحفہ خوشتر از نامۂ اخوانش نیست

چوں قلم گریۂ شادی کنم از نامۂ دوست ۱۱ کہ بجز از دل خنداں مژہ گریانش نیست

بسکہ از دقت فہم تو نظیری بگداخت ۱۲ نکتۂ نیست کہ آمیختہ با جانش نیست

قرعہ بروصل زند دیدہ و سامانش نیست ۱۲۱/۱ کیں خیالست از آں چشم کہ حیرانش نیست

(۶) ترجمہ:۔ عشق نے (تجھ کو) میرے اپنے دل سے تیرے دل تک کا راستہ دکھا دیا ہے، میں خوش ہوں کہ اس گھر کا دروازہ ایسا ہے کہ اس پر دربان نہیں (یعنی گو دریار پر دربان بیٹھا ہوا ہے اور وہ ہم کو یار تک نہیں پہونچنے دیتا لیکن خانہ دل پر تو کوئی دربان نہیں جو تصور یار سے مانع ہو یعنی از دل بدل رہیست)

(۷) تشریح:۔ "اعرابی" "صحرائی" "مغیلاں" "کیکر" ببول۔ ترجمہ:۔ اے اعرابی! کعبہ کی جانب ایک اور راستہ بھی (جاتا) ہے جس میں کیکر کے کانٹوں کے چبھنے کا اندیشہ نہیں (یعنی وہ دل کا راستہ ہے جس سے کعبۂ حقیقت تک رسائی ہو جاتی ہے اور جنگلوں کی خاک چھاننی نہیں پڑتی)

(۸) ترجمہ:۔ اے مرشد یا اے دوست! تیرا غیب کی باتیں ظاہر کرنے والا دل شاید جام جہاں نمائے جمشید ہے کہ میری صورت حال اس کے آئینہ سے مستور نہیں (یعنی میرا تمام حال تجھ پر روشن ہے)

(۹) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ ہمارا وہ ہدہد (دل) جس کے سر پہ سلیمانی تاج نہیں تیرے (مبارک) خط کے سایہ کو بازوئے ہما سمجھتا ہے۔

توضیح:۔ ہدہد کے سر پر کلغی سی ہوتی ہے وہ کوئی شاہی تاج نہیں ہوتا مگر ہمارا ہدہد دوست کے خط کو بال ہما کی طرح مبارک سمجھتا ہے، یعنی دوست کا پیام آجانے کے بعد ہمارا درجہ اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ کسی بادشاہ کا بھی کیا ہوگا۔ اشارہ:۔ ہدہد و سلیمان کا قصہ معروف ہے۔

(۱۰) ترجمہ:۔ وہ تاجر شخص جو وطن سے غربت و مسافرت کی طرف آرہا ہے (اس کے لئے) بھائیوں کے خطوط سے بہتر کوئی تحفہ نہیں (اسی طرح ہمارے لئے دوست کے خط سے بہتر کوئی تحفہ نہیں کیونکہ ہم بھی اس سے جدا ہو کر گویا غریب الوطن ہو گئے ہیں۔

(۱۱) ترجمہ:۔ دوست کے خط کے آنے سے میں (بھی) قلم کی طرح گریۂ شادی کرتا ہوں کیونکہ اس کی پلکیں بھی صرف خندہ زن دل کی وجہ سے مصروف اشکباری ہیں۔

توضیح:۔ قلم روتا ہے مگر اس کا دل ہنستا ہے اسی طرح نامۂ دوست سے میں دل میں خوش ہوتا ہوں اور آنکھوں سے اشک مسرت گرتے ہیں آواز قلم کو خندہ دل نوک قلم کو مژگاں، اور سیاہی کو اشک قرار دیا ہے۔

(۱۲) ترجمہ:۔ تیری نکتہ سنجی کی وجہ سے نظیری پر کیفیت رقت طاری ہوگئی (اس لئے کہ) جو نکتہ بھی ہے وہ اس کی جان کے ساتھ آمیزش رکھتا ہے۔

اشارہ:۔ اس غزل کے آخری پانچ شعر خاص کر خانخاناں کے خط کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔

بحر:۔ رمل مثمن مخبون مسکن مقصور :۔ ارکان و تقطیع مثل ۱۱۵ (ت)

نرگس از گردشِ چشمت بشراب افتادہ است ۲ مے پرستے ست کہ مخمور بدورانش نیست

شد ز شرمِ قلمت خضر نہاں در ظلمات ۳ کہ بجاں بخشیِ آں چشمۂ حیوانش نیست

در جوابِ تو فرو ماندہ ترم از طفلے ۴ کہ بسفتن شکند گوہر و تا دانش نیست

دل ز اندیشۂ وصلِ تو بجاں باز نگشت ۵ کہ جدائی ز ملاقاتِ تو آسانش نیست

عشق ما واقعہ نیست کہ آخر گردد ۶ ہرچہ آغاز ندارد غمِ پایانش نیست

شادم از دل کہ مے عشقِ تو مدہوشش کرد ۷ خبر از رشکِ وصال و غمِ ہجرانش نیست

چرخ را کاسۂ پر خونِ شفق گردانست ۸ لالہ را سنگ بہ پیمانہ کہ پیمانش نیست

(۱) ترجمہ:- (عاشق کی) آنکھ پھرک پھرک کر (وصل (دوست) پر قرعہ اندازی کر رہی ہے اور اس کا نشہ وابستہ کچھ نہیں بلکہ یہ خیال (وصل) تو اس آنکھ کی طرف سے (معلوم ہوتا) ہے جو اس (دیکھ بھال) ایسی محو نہیں (کیونکہ احساس جدائی اور وصل کے لئے قرعہ اندازی عدم محویت پر دلالت کرتی ہے حالانکہ قرعہ اندازی سے کام نہ چلے گا بلکہ ایسا محو تصور ہو جانا چاہیئے کہ نہ احساسِ وصل ہو اور نہ احساسِ ہجر)

(۲) ترجمہ:- تیری (نشیلی) آنکھ کی گردش سے نرگس شراب میں غرق ہو چکی ہے (یہ تیری آنکھ) ایسا مے پرست ہے کہ اس کے عہد میں کوئی خمار آلود نہیں رہ سکتا (یعنی چشمِ نرگس نے اتنی مستی چشمِ محبوب سے حاصل کی ہے)

(۳) ترجمہ:- تیرے قلم (کے آبِ حیات) کی شرم سے خضر ظلمات میں جا چھپے اسلئے کہ ان کا چشمۂ آبِ حیات اس کی حیات بخشی کے برابر نہیں۔ اشارہ ظلمات و آبِ حیات کا ربط معلوم ہے پھر خضر چونکہ نگاہوں سے مستور ہیں اس لحاظ سے بھی ظلمات میں چھپ جانا لطف سے خالی نہیں۔

(۴) ترجمہ:- تیرے سوال کے جواب میں میں اس (خورد سال) بچے سے بھی زیادہ عاجز ہوں جو پیدا ہوتے وقت موتی کو توڑ دیتا ہے حالانکہ اس کا تاوان کچھ اس پر نہیں پڑتا (یعنی ایسے بچے سے اگر سوال کیا جائے تو وہ اپنی خورد سالی کو ذریعہ معافی خیال کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ جواب دے سکتا ہے مگر میں اس سے بھی عاجز ہوں اور اشک کے موتی نوکِ مژگاں سے میں بھی توڑ رہا ہوں۔

(۵) ترجمہ:- دل تیرے خیالِ وصل کو چھوڑ کر زندہ واپس نہیں ہوا اس لئے کہ تیری ملاقات سے جدا ہونا اس کیلئے کوئی آسان کام نہیں۔

(۶) ترجمہ:- ہمارا افسانۂ عشق کوئی ایسا افسانہ نہیں جو ختم ہو جائے (اسلئے کہ) جس چیز کا آغاز نہیں اس کو انجام کا بھی خطرہ نہیں -

(یعنی) ع قصۂ شوق حدیثے ست کہ پایانش نیست -

(۷) ترجمہ:- میں (اپنے) دل سے خوش ہوں کہ تیرے عشق کی شراب نے اس کو بیہوش کر دیا چنانچہ اب اس کو رشکِ وصل اور غمِ ہجر کا کچھ احساس نہیں (یعنی اگر ہوش میں ہوتا تو غیروں کو دوست کے ساتھ ملتا دیکھ کر جلتا اور اپنی محرومی کا ماتم کرتا)

(۸) تشریح:- "را" ہر دو مصرعہ میں علامت اضافت ہے "شفق" طلوع و غروب آفتاب کے وقت جو سرخی افق پر ظاہر ہوتی ہے - ترجمہ:- آسمان کا خونِ شفق سے بھرا ہوا پیالہ (آفتاب یا شفق کا خون سے بھرا ہوا پیالہ برابر) گردش میں ہے لالہ کے پیالہ پر پتھر پڑے ہیں کہ اس کیلئے کوئی عہد و پیمان نہیں (یعنی اس سے اچھا تو پیمانۂ فلک ہی ہے کہ اس کا دور تو برابر جاری ہے اگرچہ وہ پر خون ہے مراد یہ ہے کہ افسوس ہے غم و رنج ہی اچھے ہیں کہ ساتھ تو نہیں چھوڑتے)

دولتِ عشق ندارد خطر از عینِ کمال	۹	کیں سعادت بکمالیست کہ نقصانش نیست
ما بایمانِ قوی عہدِ تو محکم داریم	۱۰	آنکہ پیماں شکند قوتِ ایمانش نیست
ہر جراحت کہ دلم داشت بمرہم بہ شد	۱۱	داغِ دوریست کہ جز وصلِ تو درمانش نیست
گر نظیری بفلک بر شدہ باشد چو مسیح	۱۲	بیتِ معمور بہ از کلبۂ ویرانش نیست

عشق عصیانست اگر مستور نیست	۱۲۲ / ۱	کشتۂ جرمِ زباں مغفور نیست
عشق در صنعت تصرّف میکند	۲	درمیاں فرہاد جز مزدور نیست
برتر از عشق ست حالم پایۂ	۳	راہ از من تا جنوں پُر دُور نیست
آنکہ منصور ست بردارش کنید	۴	ایں انا الحق گوئے خود منصور نیست
حسنت از سر ہوش بیروں مے برد	۵	بیش ازیں گنجایشِ مقدور نیست

(۹) تشریح:۔ "عینِ کمال" نظرِ بد۔ ترجمہ:۔ عشق کی دولت کو نظرِ بد کا خطرہ نہیں اسلئے کہ یہ سعادت ایسی کامل ہے کہ اسکو کسی طرح نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

(۱۰) ترجمہ:۔ ہم پختہ ایمان کے ساتھ تیرے عہد (عشق) کو پختہ رکھتے ہیں (اسلئے کہ) جو شخص عہد شکنی کرتا ہے وہ ایمان بھی نہیں رکھتا۔ (کیونکہ یَنْقُضُوْنَ عَہْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ کفار کی شان ہے۔

(۱۱) ترجمہ:۔ میرے دل میں جو زخم تھا مرہم سے اچھا ہوگیا سوائے داغِ جدائی کے کہ یہ ایسا داغ ہے جسکا مداوا وصل کے سوا کچھ نہیں (ہے دردمندِ عشق را دارو۔۔۔

(۱۲) ترجمہ:۔ اگر عیسیٰؑ کی طرح نظیری فلک (چہارم) پر بھی پہونچ جائے (پھر بھی) بیتِ معمور (عبادت خانۂ ملائک) اس کے ویران جھونپڑے سے (اس کے نزدیک) بہتر نہیں (یعنی بطفیلِ عشق مجھے وہ استغنا حاصل ہے کہ مقامِ عیسیٰؑ اور بیتِ معمور کو بھی اپنے خلوت خانہ سے فروتر سمجھتا ہوں)



بحر:۔ رمل مسدس مقصور ٭ **ارکان و تقطیع:۔** مثل ۱۱۶ (ب)

(۱) ترجمہ:۔ عشق اگر چھپا ہوا نہیں تو گناہ ہے (شریعتِ عشق میں) زبان کے جرم کا مارا ہوا بخشا نہیں جاتا۔ اشارہ:۔ شعر میں منصور پر طنز ہے۔

(۲) ترجمہ:۔ فنِ (کوہ کنی) میں عشق عمل پیرا ہے اور اس درمیان میں فرہاد ایک مزدور سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا (یعنی یہ سب کارفرمائی عشق کی ہے فرہاد۔۔۔

(۳) ترجمہ:۔ میرا حال عشق کی وجہ سے (یا مرتبۂ عشق سے بھی) ایک درجہ اور بلند ہوگیا (چنانچہ اب) مجھ سے لیکر دیوانگی تک راستہ کچھ زیادہ دور نہیں رہا (یعنی محبت کا آخری درجہ محویت و مدہوشی ہے اور اب اس درجہ پر میں پہونچا ہی چاہتا ہوں)

(۴) ترجمہ:۔ جو منصور ہو اُسکو سولی پر چڑھا دو (باقی) یہ انا الحق کہنے والا تو خود منصور نہیں ہے۔ **توضیح:۔** یعنی منصور نے اپنی ذات کو فنا کرکے اور ذاتِ حق سے واصل ہوکر انا الحق کہا تھا تو یہ صدائے حق تھی منصور کی صدا نہ تھی تو اب سولی کسے دے رہے ہو!

(۵) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تیرا حسن (میرے) سر سے ہوش اڑائے لئے جاتا ہے (اور) اس سے زیادہ (میری) مقدرت میں کچھ نہیں (یعنی حسن کے سامنے ہم اپنے ہوش و حواس کا تحفہ ہی پیش کر سکتے اور ہمارے پاس کچھ نہیں ؎ ایں جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست؛ روزے رخش ببینم و تسلیم وے کنم۔

مایۂ صد ماہ کنعانی بحُسن ۶ مصر در خوبی چنیں معمور نیست

کے بشر استغفر اللہ گوئیست ۷ راست سے گفتم ولے دستور نیست

دلفریبی ہائے دشمن دیدۂ ۸ جان سپاریہائے ما منظور نیست

عشرت و عیش نظیری کوتہ است ۹ در سرائے تنگدستاں سور نیست

این نخل کہ از چشمۂ جاں رستہ گشتہ است ۱۲۳/۱ ویں خط کہ دمید یا زمعجز کہ نوشتہ است

ما فتنہ ز مشاطۂ حسنیم نہ از عشق ۲ زنارِ مغاں رشتۂ خط و زلف کہ رشتہ است

جز از اثرِ دہشتِ تو وحشتِ ما نیست ۳ با پردہ بگو پردۂ رخسار کہ ہشتہ است

زیں لخت دلِ پارۂ جاں چاشنی گیر ۴ بر گریۂ تلخ و نمکِ خندہ برشتہ است

(۶) تشریح:۔ "ماہ کنعان" مراد یوسفؑ۔ "معمور" آباد، بھرا ہوا۔ ترجمہ:۔ (اے محبوب!) تو حسن کے اعتبار سے سینکڑوں یوسفوں کیلئے سرمایۂ (خوبی) ہے، شہر مصر حسن و خوبی میں اتنا بھرا پورا نہیں (جتنا تیرے حسن سے سارا عالم معمور ہے)

(۷) ترجمہ:۔ پناہ بخدا! میں تجھ کو انسان (خاکی نژاد) کب کہہ سکتا ہوں، میں سچ سچ کہہ دیتا مگر (کیا کروں؟) اجازت نہیں ہے (سب کچھ کہہ پھر کچھ نہ کہنا اسی کو کہتے ہیں، شعر بہت بلند ہے)

(۸) ترجمہ:۔ (اے دوست!) دشمن و رقیب کی دلفریبیوں پر تیری نظر ہے اور افسوس کہ ہماری جاں نثاریاں تیرے پیشِ نظر نہیں (یعنی رقیبوں کی جھوٹی محبت کو سچی سمجھ کر ان پر نظرِ التفات کرتا ہے اور سچے جاں نثاروں کو محروم رکھتا ہے)

(۹) ترجمہ:۔ نظیری کا عیش و راحت (بہت) ناقص ہے (سچ ہے) خالی ہاتھ لوگوں کے گھر میں مسرت و شادمانی نہیں ہوتی (یعنی نظیری کے پاس سامان و متاع ہی کہاں ہے جس پر خوشی منائے)

بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور ۰ ارکان و تقطیع:۔ مثل سابق (ت)

(۱) ترجمہ:۔ یہ درختِ خرما (سا) راست قد جو جان و روح کے چشمے سے اگا ہے (نہ معلوم) کس نے بویا ہے (اسی طرح) یہ خط (رخسار) جو معجزہ و کرامات کی یاد تازہ کر رہا ہے (نہ معلوم) کس نے لکھا ہے۔ توضیح:۔ یعنی نخلِ قدِ دوست جان و روح کے چشمے سے سیراب ہوتا ہے جبھی تو اس میں یہ لطافت و خوبی ہے۔

(۲) تشریح:۔ "فتنہ" بمعنی مفتون۔ "مشاطہ" آرائش دہندہ۔ ترجمہ:۔ ہم حسن کو آرائش دینے والے کی وجہ سے مفتون و شیدا ہیں، عشق کی وجہ سے نہیں، زنار تو بتان ترسا نے (خود) تیار کرلی (مگر یہ بتاؤ کہ انکے) خطِ رخسار اور زلف (کی زنار) کو کس نے تیار کیا۔ توضیح:۔ یعنی خط و زلف کی زنار خدا نے تیار کی ہے پس وہی اس حسن کی مشاطہ ہے اور ہم اسی کی وجہ سے فتنۂ عشق میں مبتلا ہیں۔

(۳) ترجمہ:۔ ہماری وحشت تیرے (عیبِ حسن) کے سوا کسی اور وجہ سے نہیں (یعنی تیرے رعب کی وجہ سے ہم کو مجالِ سوال نہیں) تو اے پردہ نشین! (یا اے دوست!) صاف نہیں تو پردہ رکھ کر ہی بتا دے کہ یہ چہرہ پر پردہ کس نے ڈال لیا ہے (یعنی تو نے ہی خود اپنے چہرۂ وحدت پر نقابِ کثرت ڈال رکھا ہے)

(۴) ترجمہ:۔ (اے دوست!) ہمارے دل و جان کے ٹکڑوں کا مزہ بھی چکھ لے (اس لئے کہ یہ کباب) تلخ آنسوؤں اور (تیری) ہنسی کے نمک

(باقی صفحہ ۱۷۸ پر)

ذوقِ غم از طینتِ خاکی نرود ہیچ ۵ ہر چند بشادیِ گِل آدم بسرشت است

گو روئے تو نظارہ کن و خوئے تو بنگر ۶ گوید کس اگر آدمی را کہ فرشتہ است

سرتا سرِ صحرائے رخت لالہ و نسرین ۷ صد رنگ وگر گل کہ نداند کہ کشت است

گل جامہ زبر ریخت سبک از نازکی انداخت ۸ عریانیِ گلزار ز کوتاہیِ رشت است

در حیرتم از ترک و فنائے تو نظیری ۹ کس غیر اجل فرشِ امل در ننوشت است

ناله ما نغمۂ اہلِ نوا را گرم ساخت ۱۲۴/۱ شوقِ ما ہنگامۂ ایں ماجرا را گرم ساخت

ز آتشِ وادی بیفگندیم نعلین از قدم ۲ موسیِ ما گرم رو گردید ما را گرم ساخت

(بقیہ صفحہ ۱۶۷) کے ساتھ پھوٹنے لگے ہیں (ضرور مزید ارہوں گے)

(۵) ترجمہ بقلب مصرعین:- ہر چند کہ آدم کے خمیر آب و گِل کو مسرت و خوشی کے ساتھ نہیں گوندھا یا گوندھا ہو، مگر میرے مزاجِ طبعی سے غمِ عشق کا مزہ دور نہیں ہو سکتا (یعنی خمیرِ انسانی مسرت سے خالی ہو تو ہو مگر مجھ کو غمِ عشق کی دائمی مسرت حاصل ہے یا خواہ خمیرِ آدم میں کتنی ہی مسرتیں کیوں نہ ملا دی گئی ہوں مگر میری طبیعت سے غمِ عشق نہیں نکل سکتا)

(۶) ترجمہ بقلب مصرعین:- اگر کوئی آدمی کے متعلق کہے کہ وہ فرشتہ ہے تو اس سے کہہ دو کہ وہ (اے دوست) تیرے چہرہ اور تیری عادت کو دیکھ لے

توضیح:- شعر میں تصدیقِ دعوی اور تکذیبِ دعوی دونوں پہلو نکل سکتے ہیں یعنی تیرا چہرہ اور عادت مثل فرشتہ فرخندہ و پاک ہے اس طرح دعوی کا ثبوت ہو جاتا ہے یا تیری عادت اور چہرہ آتشیں ہیں اور فرشتہ نوری ہوتا ہے اس طرح دعوی کی تکذیب ہو جاتی ہے۔

(۷) ترجمہ:- (اے محبوب!) تیرے چہرہ کا صحرا ایک کنارے سے لیکر دوسرے کنارے تک گلِ لالہ و نسرین سے بھرا ہوا ہے (ان کے علاوہ) اور بھی سینکڑوں رنگ کے پھول ہیں نہ معلوم یہ کس نے بوئے ہیں (یعنی چہرہ تو دوست، باغبانِ قدرت کا لگایا ہوا انوکھا گلزار ہے)

(۸) تشریح:- عریانیِ گلزار کنایہ از شگفتگی، کوتاہی بمعنی عدم۔ ترجمہ:- گُل نے بوجہ نزاکت بہت چھوٹی سی لباس (غنچگی) اتار پھینکا، چمن کا اس طرح برہنہ ہو جانا عیب نہونیکی وجہ سے ہے (اس سے معلوم ہوا کہ جو بدن کو لباسِ زنگارنگ سے چھپاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے عیب بدن کو چھپانا چاہتے ہیں ورنہ ؎ از خوردہ کہ دارد گل در قبا نگنجد ✤ ہر جا کہ ہست ذوقے میگردد آشکارا

(۹) ترجمہ:- اے نظیری! میں تیرے فنا اور تارکِ دنیا ہو جانے سے متحیر ہوں (اسلئے کہ) موت کے سوا کوئی چیز آرزوؤں کی بساط کو طے نہیں کرتی (اور تو نے موت سے پیشتر ہی یہ مقام حاصل کر لیا)

بحر:- رمل مثمن مقصور ✤ ارکان و تقطیع:- مثل سابق (ت)

(۱) ترجمہ:- ہمارے نالوں نے نوحہ گرانِ (عشق) کے نغموں کو اور تیز کر دیا اور ہمارے عشق نے ماجرائے (عشق) کا یہ ہنگامہ گرم کر دیا (یعنی عشق کی گرم بازاری اور اہلِ نوا کے نغموں کی تیزی ہمارے دم سے ہے)

(۲) ترجمہ:- (عشق کی) وادیِ ایمن میں آگ بھڑکتی دیکھ کر ہم نے پاؤں سے جوتے نکال کر پھینک دیئے، ہمارے موسیٰ (صفت دل) یا رہنما نے تیز روی

(باقی صفحہ ۱۶۹ پر)

در گرفت از بہر خاطر گرمیٔ پروانہ سوخت	۳	شمع مجلس شد کہ در کاشانہ جا را گرم ساخت
گرمیٔ ہنگامۂ گلشن پئے آشوبِ ماست	۴	گل شگفت از نعرۂ بلبل کہ ما را گرم ساخت
مایۂ مہر و محبت از رواج افتادہ بود	۵	صحبتِ ما روزِ بازارِ وفا را گرم ساخت
کینِ خسرو گر نبودے ساختے فرہاد کار	۶	طعنۂ ناموس خوئے بادشا را گرم ساخت
ہر بُنِ مژگان بچشم خلق قرباں کردہ است	۷	گریۂ من داستانِ کربلا را گرم ساخت
اعتمادے بر شمیم حلۂ یوسف نداشت	۸	سرمۂ خاکسترم بادِ صبا را گرم ساخت
شد ز غربت قدرِ من معلوم بر اہلِ وطن	۹	گرمیٔ ہنگامۂ مہرِ آشنا را گرم ساخت

(بقیہ صفحہ ۱۷۸) اختیار کی اور ہم کو بھی گرم رفتار بنا دیا۔ **توضیح:۔** موسیٰؑ نے وادی ایمن میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ بشکل آتش دیکھا تھا اور بحکم خداوندی جوتے نکالکر قریب گئے تھے شعر میں اس واقعہ کی طرف تلمیح ہے یہاں وادی ایمن سے وادیٔ عشق "آتش" سے تجلیات "نعلین" سے علائق دو عالم "اور موسیٰ" سے دل مراد ہے۔

(۳) **تشریح:۔** "سوخت" حاصل مصدر یعنی سوزش "کاشانہ" چھوٹا سا مکان جس کو تا بدانوں میں روشنی کیلئے آئینے لگائے جاتے ہیں "جا گرم کردن" اطمینان سے دیر تک بیٹھنا۔ **ترجمہ:۔** شمع نے پروانہ کے دل کو گرمانے کیلئے جلنا شروع کیا چنانچہ وہ جاں نثاروں کی محفل کی شمع بن گیا اسلئے کہ وہ کاشانہ (فانوس) میں جم کر بیٹھ گیا یعنی جل گیا۔ **توضیح:۔** یعنی شمع حسن عاشقوں کو پروانہ وار جلانے کیلئے روشن ہو کر جل جاتا ہے وہی بزم عشاق کیلئے باعث زینت بنجاتا ہے۔

(۴) **ترجمہ:۔** ہنگامۂ چمن کی گرمی ہم کو آشفتہ حال بنانے کیلئے ہے (چنانچہ) آوازِ بلبل پر پھول کھلا ہی تھا کہ ہم کو بھی سرگرم (فریاد و فغاں) بنا دیا (یعنی پھولوں کو دیکھ کر ہم اپنے دوست کی یاد میں مصروف ہوگئے ع اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری)

(۵) **ترجمہ:۔** عشق و محبت کی جنس کا رواج جاتا رہا تھا (آج) ہماری صحبت و ہمنشینی نے وفا کے کاروباری دن کی رونق بڑھا دی (یعنی عشق کی گرم بازاری آج

(۶) **ترجمہ:۔** خسرو کی عداوت اگر آڑے نہ آتی تو فرہاد کام بنا لیتا (یعنی جوئے شیر نکال لاتا مگر کیا کیجئے) عزت و آبرو پر طعنہ زنی کے خوف نے بادشاہ کے مزاج کو مشتعل کر دیا کہ شیریں کے مرنے کی جھوٹی خبر پہونچا کر فرہاد کو آمادہ خودکشی کر دیا)

(۷) **ترجمہ تقلیب مصرعین:۔** میری آہ و بکاہ نے میدان کربلا کی داستان گرم کر دی کہ لوگوں کی نظروں کے سامنے تمام پلکوں کو قربان کر دیا گویا طلب حق میں حضرت حسینؓ کی طرح اپنے سارے ساتھی کٹوا دئے مراد یہ ہے کہ روتے روتے تمام پلکیں بھی ٹوٹ گئیں)

(۸) **تشریح:۔** "شمیم" باد معطر، خوشبو "نداشت" کا فاعل ضمیر ہے جو باد صبا یا سرمۂ خاکستر کی طرف پھرتی ہے۔ **ترجمہ:۔** (باد صبا کو) یوسفؑ کے پیراہن کی خوشبو پر کوئی بھروسہ نہ تھا بلکہ میری خاکستر کا سرمہ باد صبا کو حرکت میں لایا جس کو اس نے بیچا کر دیدۂ یعقوبؑ میں ڈالدیا اور وہ بینا ہو گئے) دیگر:۔ میرے سرمۂ خاکستر کو پیراہن یوسفؑ کی عطر آمیز ہوا پر اعتماد نہ تھا اسلئے اس نے باد صبا کو سرگرم رفتار بنا دیا تاکہ دوست تک پہونچ سکے۔ شمیم، ہلکی ہوا کو کہتے ہیں اور صبا تیز کو پس عدم اعتماد کی وجہ شمیم کا ضعیف ہونا ہے۔

(۹) **ترجمہ:۔** وطن والوں کو میری قدر میرے سفر میں چلے جانے کے بعد معلوم ہوئی (چنانچہ) مہر و محبت کی ہنگامہ آرائی نے آشناؤں کو (میری یاد میں) سرگرم کر دیا (یعنی وہ سب یاد کرتے ہیں کہ واقعی اس مرد افگن کا حریف نظری ہی تھا)

دیدم اشفاق رخت محروم گشتم از لبت ۱۰ وسعت احسان در استغنا گدا را گرم ساخت

از غلوے رقتم معلوم شد حسن قبول ۱۱ چوں مراد دل اجابت شد دعا را گرم ساخت

رشح ابرست ایں نظیری یا صبا یا عطر گل ۱۲ بلبل از شعر ترت صوت و نوا را گرم ساخت

گل صلائے عام زد مرغ از سحر خوانی نشست ۱۲۵/۱ روز شد پروانہ از بال و پر افشانی نشست

خانۂ زیں گشت جولانگاہ ماہ خرگہی ۲ بر سر بازار شور ماہ کنعانی نشست

دیدہ پا انداز رخشش تحفۂ لائق ندید ۳ در مقامِ پا ہمہ جا فرش پیشانی نشست

مردم چشمم از فروغش بست آئیں خانہ را ۴ پادشہ در کلبۂ مسکیں مہمانی نشست

(۱۰) ترجمہ:۔ میں نے تیرے چہرہ کے احسان و کرم کو دیکھا مگر تیرے لبوں سے محروم رہا (یعنی شرف ہمکلامی نصیب نہوا) اس احسان کی فراوانی نے ہی مجھ گدا کو سرگرم بے نیازی بنا دیا (یعنی تیرے چہرہ کا دیدار کر کے ہم سب سے بے نیاز ہو گئے اگر شرف ہمکلامی بھی نصیب ہو جاتا تو ہمارا استغنا معلوم کہاں کہاں سے پہنچ جاتا)

(۱۱) ترجمہ:۔ میری رقت و دل سوزی کی فراوانی سے (ہی) حسن قبول (دوست) معلوم ہو گیا (یعنی میری رقت آمیز حالت یہ بتا رہی ہے کہ دوست نے ہماری التجا کو قبول فرمایا ہے کیونکہ) جب مراد دلی قبول ہوتی ہے تو دعا میں گرمی آجاتی ہے (گویا گرمی دعا مقبولیت کی علامت ہے)

(۱۲) ترجمہ:۔ اے نظیری یہ (تیری غزل) باد ل کی ہلکی ہلکی پھوار ہے یا باد صبا ہے یا عطر گلاب ہے کہ بلبل نے تیرے تر و تازہ اشعار سے اپنے نغموں کو تیز کر لیا (یعنی تیرے اشعار رشحۂ ابر یا صبا اور عطر گلاب کی طرح کیف آور ہیں کہ بلبل بھی تیرے اشعار کو سنکر مست ہو گیا ہے) اشارہ:۔ شعر میں تشبیہ تسویہ ہے۔

بحر:۔ رمل مثمن مقصور ۔ ارکان و تقطیع:۔ مثل نمبر (ت)

یہ ایک مختصر سا قصیدہ ہے بطرز غزل

(۱) ترجمہ:۔ پھول نے نظارہ کی ندائے عام دیدی اور (فراق گل میں) بلبل نے صبح کی نالہ و زاری چھوڑ دی۔ دن کی روشنی پھیل گئی (چنانچہ) پروانہ نے پر و بال کو پھڑ پھڑانا چھوڑ دیا (یعنی دن ہو گیا اور سیر چمن کا وقت آ گیا)

(۲) ترجمہ:۔ زین کا خانہ ایک مہ جبین خیمہ نشین کی جولانگاہ بن گیا (یعنی ممدوح یا معشوق گھوڑے پر سوار ہوا) تو کنعان کے چاند یوسفؑ کے حسن کا چرچا بازار میں کم ہو گیا

(۳) تشریح:۔ "پا انداز" وہ فرش جو راستہ میں بچھاتے ہیں۔ "ندید" کا فاعل دیدہ ہے یا دیدہ مفعول ہے اور فاعل ضمیر راجع بسوئے دوست۔
ترجمہ:۔ آنکھوں نے (اپنے آپ کو) اس کے گھوڑے کا فرش پا انداز بننے کیلئے مناسب تحفہ نہیں سمجھا یا دوست نے اپنے گھوڑے کے پا انداز کے لئے فرش دیدہ مناسب خیال نہیں کیا اسلئے جہاں جہاں (گھوڑے کے) قدم پڑے سب جگہ (دلدادگان کی) پیشانیوں کا فرش بچھ گیا (یعنی انکو نقش پا پر عشاق نے سجدہ کر دیا)

(۴) ترجمہ:۔ (میری) آنکھ کی پتلی نے اس کے نور (چہرہ) سے خانہ دل کی آرائش کر لی (یہ میری خوش قسمتی ہے کہ) ایک فقیر کے گھر میں پادشاہ (حسن) مہمان بن گیا۔ دوسرے

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے ؎ کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

تشنہ لب ماندیم ازو چوں ز آبِ کوثر دوزخی ۵ جنتے از خویشتن کرد و برضوانی نشست

خندہ زد بر طرزِ مجلس دل ز غم آزاد گشت ۶ نکتہ راند از درجِ لب عقل از پریشانی نشست

جانفشانی عذرِ بے سامانیٔ ہم خانہ گفت ۷ ناپشیماں رفت اگرچہ با پشیمانی نشست

تا بہ تعظیم از شکوہِ طلعتش برخاستم ۸ آنچناں محوم کہ نتوانم ز حیرانی نشست

پیشتر چندانکہ رفتم بیش شد سرگشتگی ۹ چوں تواند ذرہ با خورشیدِ نورانی نشست

سرورِ احرار عبد اللہ خانِ گنج بخش ۱۰ کز خود و از ہر چہ در ملکِ جہان فانی نشست

در چمن با خار و گل در کوہ با خارا و لعل ۱۱ قطرۂ بارانِ انعامش بعمانی نشست

تختِ شاہانِ دکن بیشک اقامتگاہِ اوست ۱۲ ہیں ز صدرِ سلطنت بر مسندِ خاقانی نشست

شاہ را شغلِ جہانگیری مسلم شد باو ۱۳ با دلِ وارستہ بر تختِ سلیمانی نشست

(۵) ترجمہ:- ہم اس کے شربتِ دیدار سے ایسے پیاسے رہ گئے جیسے آبِ کوثر (حوضِ جنت) سے دوزخی پیاسا رہتا ہے (خود اپنے ہی قد و بالا) سے اس نے جنت تیار کی اور (خود ہی) پہرہ دار بنکر بیٹھ گیا (رضوان دارو غۂ جنت کا نام ہے رضوانی داروغگی و پہرہ داری مراد ہے) کہ ؎

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی ؎ بازارِ خویش و آتشِ ما تیز می کنی

(۶) ترجمہ:- (محبوب یا ممدوح نے) مجلس کے طور و طریق پر قہقہہ لگایا کہ میرا دل غم سے آزاد ہو گیا اور اس نے لبوں کی ڈبیہ سے (دُر ہائے) نکات نکالے (کہ میری) عقل کی پریشانی جاتی رہے (یعنی اس کی ہنسی اور گفتگو نے دل کو غم سے اور عقل کو پریشانی سے نجات دیدی)

(۷) ترجمہ:- (میرے) ہمسایہ کی بے سرو سامانی کا عذر (میری) جاں نثاری نے بیان کر دیا (چنانچہ دوست) اگرچہ ندامت کیساتھ (میرے گھر میں) بیٹھا تھا مگر پشیمان ہو کر نہیں گیا (یعنی دوست کو ہمارے گھر کی بے سامانی دیکھ کر اوّلاً پشیمانی ہوئی کیونکہ اس کے قدموں پر نثار کرنے کیلئے گھر میں کچھ نہ تھا مگر جب ہم نے اپنی جان نثار کر دی تو اس کی پشیمانی جاتی رہی)

(۸) ترجمہ:- جب سے کہ میں تیرے چہرہ کی وجاہت دیکھ کر تعظیم کیلئے کھڑا ہوا ہوں ایسا محو ہوں کہ میری حیرانی دور نہیں ہو سکتی (یعنی مجھکو دیکھ کر میں تصویرِ حیرت ہو گیا)

(۹) ترجمہ:- میں جتنا آگے بڑھتا گیا اتنا ہی حیرانی میں اضافہ ہوتا گیا (واقعی یہ ہے کہ) ایک ذرہ روشن آفتاب کے روبرو کیسے ٹھہر سکتا ہے (یعنی میں مثل ذرہ ہوں اور دوست مثل آفتاب)

(۱۰) ترجمہ:- (میرا ممدوح) شرفا کا سردار عبد اللہ خاں ہے، جو خزانے لٹانیوالا ہے اور آزاد مردی میں اپنی خودی اور دنیا و مافیہا سب کو ترک کر بیٹھا ہے۔

(۱۱) ترجمہ بقلب مصرعین:- اس کے انعام و عطا کی بارش کے قطرے چمن میں گل و خار کیساتھ اور پہاڑوں میں سنگِ خارا اور لعل کیساتھ (موتی لگانے میں) عمان کی سی دریا دلی کے لیے آمادہ ہو گئے (یعنی اس کا فیضِ کرم ہر کہ و مہ کو پہونچتا ہے)

(۱۲) ترجمہ:- شاہانِ دکن کا تخت بلاشبہ اس کی قیامگاہ ہے تو دیکھو (کس طرح) صدرِ سلطنت (کے عہدہ) سے (ترقی کر کے) مسندِ شاہی پر بیٹھ گیا (یعنی پہلے امیر و والی کی حیثیت تھی اور اب مستقل بادشاہ کا سا درجہ حاصل ہو گیا)

اینکہ گویند اسم اعظم داشت جم افسانہ ایست ۱۴ ہمت او داشت بر تختِ جہانبانی نشست

ہمت از وے جو کہ ایں ہمت اگر دستت دہد ۱۵ جذبۂ گیرد گریبانت کہ نتوانی نشست

رشکِ ملکِ شیرواں امروز شادرواں اوست ۱۶ کو بہ از خاقاں نظیری ہم ز خاقانی نشست

ما و عیش و عشرتِ دائم کہ دولت بر سریر ۱۷ مہرباں تر باوے از معشوقِ پنہانی نشست

بشرحِ حالتِ من نامہا در اطراف است ۱۲۶/۱ ہزار قافلہ در زیرِ بار اوصاف است

بمہربانی او اعتماد نتواں کرد ۲ کہ تازہ عاشقم و خاطرش بمن صاف است

(۱۳) ترجمہ :- (اب) شہنشاہِ ہند کا ممالک فتح کرنے کا کام اس کے (یعنی عبداللہ خاں کے) سپرد ہو گیا اور وہ (خود) آزاد دل ہو کر جہانبانی کے تخت پر بیٹھ گیا (یعنی بادشاہ نے فتح ممالک کا کام اس کے حوالہ کر دیا اور حفاظتِ ملک کا کام آزادی کیساتھ خود شروع کر دیا)

(۱۴) تشریح :- "اسم اعظم" خدا کے ناموں میں سے ایک نام جو سب ناموں سے زیادہ عظمت والا ہے اُسکی صحیح تعین معلوم نہیں۔ ترجمہ :- یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ سلیمانؑ (اپنی انگوٹھی پر) اسم اعظم (کندہ) رکھتے تھے اور اسلئے سلطنتِ ہفت اقلیم ان کو حاصل تھی) یہ محض ایک (من گھڑت) افسانہ ہے (حقیقت یہ ہے کہ) انکو ممدوح کا سا عزم و حوصلہ حاصل تھا اسلئے وہ تختِ سلیمانی پر بیٹھ گئے تھے (یہ محض ایک شاعرانہ بیباک تخیل ہے)

(۱۵) ترجمہ :- اس (ممدوح) سے دعا یا حوصلہ طلب کر (اگر تو صاحبِ ہمت بننا چاہتا ہے) اسلئے کہ اگر تجھ کو یہ ہمت حاصل ہو جائیگی تو ایسا جذبۂ عمل تیرا گریبان تھام لے گا کہ (پھر) تو بیٹھ نہیں سکیگا۔

(۱۶) تشریح :- "شیرواں" نام شہر جو خاقانی کا وطن ہے اور رئیس شہر خاقان کبیر منوچہر اختانی ہے۔ ترجمہ :- آج اس کا شامیانہ ملکِ شیرواں کے لئے باعث رشک بنا ہوا ہے اس لئے کہ وہ خاقان (منوچہر اختستان) سے افضل ہے اور نظیری خاقانی سے (یعنی میرا ممدوح اوصاف و خصائل میں ممدوح خاقانی سے بڑھا ہوا ہے، اور میں مدح گوئی میں خاقانی سے آگے ہوں)

(۱۷) ترجمہ :- (اب) ہم ہوں گے اور دائمی عیش و عشرت، اس لئے کہ سلطنت خلوتی معشوق سے بھی زیادہ مہربان بنکر اس کے ساتھ تخت پر جلوہ افروز ہے (یعنی اللہ تعالے ممدوح اور اس کی سلطنت کو برقرار رکھے پھر ہمارے لئے عیش و راحت کی کیا کمی ہے)



بحر :- مجتث مثمن مخبون مسکّن مقصور ؛ ارکان و تقطیع :- مثل ہے (ف)

(۱) ترجمہ :- میری حالت کی شرح و بسط کے خطوط اطرافِ ملک میں پھیلے ہوئے ہیں (چنانچہ) ہزاروں قافلے میرے احوال کے بوجھ سے لدے ہوئے ہیں (یعنی میری عاشقی کی تشہیر سارے عالم میں ہوگئی ہے)

(۲) ترجمہ :- (ابھی) اس کی مہربانی پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اسلئے کہ میں نیا نیا عاشق ہوا ہوں اور (ابھی) اس کی طبیعت میری طرف سے صاف ہے (یعنی ذرا عشق پرانا ہو جائے اور دل اچھی طرح اس کے قابو میں آ جائے پھر اُس کا ظلم و ستم دیکھنا!)

بنالہ اشک فشانم کہ تازہ دولت را	۳	عطائے نیم درم دستگاہِ صد لاف است
بعشوہ کرد تبسم بخندہ جاں دادم	۴	خلافِ دوست نمودن خلافِ انصاف است
بہشت روزئے نابالغِ محبّت نیست	۵	کسے کہ طفل بمیرد مقامش اعراف است
تنلطّفی از لبِ ایں شاہدانِ شاہ شناس	۶	اگر شویم مکرم کمالِ الطاف است
ہزار مصر شکر صرفِ منعماں سازند	۷	نوالہ بفقیر ار دہند اسراف است
زعالمے کہ کسے دوستی بسر نرساند	۸	وفا مجوئے کہ عنقا ہنوز در قاف است
اگر ز رازِ دلت آگہم عجیب مداں	۹	کہ علم کشف نہ از قسمِ علمِ کشاف است

(۳) ترجمہ:۔ میں نالہ و زاری کے ساتھ (اس لئے) اشک گرا رہا ہوں کہ نو دولتے شخص کے لئے آدھے درم کی عطا بھی سینکڑوں بلند بانگ دعوں کا سرمایہ ہوتی ہے۔ توضیح:۔ یعنی نو دولتا جسکو قسمت سے کچھ مل گیا ہے فقیر کو ایک پیسہ دیکر اپنی سخاوت کی ڈینگیں مارا کرتا ہے اسی طرح میں عشق کی دولت پاکر اگر ذرا سی اشک فشانی کر رہا ہوں تو گویا فریاد و فغاں کے ذریعہ سے اسکی تشہیر کرنا چاہتا ہوں۔

(۴) ترجمہ:۔ (دوست نے) عشوہ و ادا کے ساتھ تبسم کیا تو میں نے بھی) ہنس کر جان دیدی (اسلئے کہ) دوست کی مرضی کیخلاف کرنا ناانصافی ہے (یعنی عشوۂ دوست کا تقاضا یہ تھا کہ ہم جان قربان کر دیں تو جس طرح دوست نے ہنس کر عشوہ دکھایا تھا اسی طرح ہنس کر ہم نے جان حوالہ کر دی اور یہی دوست کی رضا جوئی کا عین تقاضا تھا)

(۵) تشریح:۔ "اعراف" نام مقام درمیان دوزخ و جنت۔ ترجمہ:۔ جو شخص عشق و محبت کے لحاظ سے نابالغ ہے اسکو جنتِ وصل نصیب نہوگی اسلئے کہ جو شخص عالم طفلی میں مرجاتا ہے اسکا مقام اعراف ہے (یعنی جو عشق میں ناقص ہے وہ جنت میں جہاں دیدارِ دوست ہوگا نہیں جاسکتا)

(۶) تشریح:۔ "شاہ شناس" یعنی آداب شاہی جاننے والا۔ مراد مہذب و مودب۔ ترجمہ:۔ ان مہذب حسینوں کی گالیوں (ہی) سے اگر ہم سرفراز ہو جائیں تو بڑی مہربانی ہو۔

(۷) ترجمہ:۔ (دنیا والوں کا یہ حال ہے کہ) ناز و نعمت والوں کے لئے ہزاروں شکر کے مصر (یعنی بے حد سامانِ ضیافت) صرف کر ڈالتے ہیں مگر فقیر کو اگر ایک نوالہ دیدیتے ہیں تو (سمجھتے ہیں کہ) یہ فضول خرچی ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ اس عالم سے، کہ جس میں کسی نے دوستی و محبت نہیں نباھی، وفا کی توقع نہ کر اسلئے کہ ابھی تک (وفا کا) عنقا کوہِ قاف میں ہی ہے (ان شہروں میں نہیں آیا کہ کوئی اس سے واقف ہوسکتا مراد یہ ہو کہ دنیا وفا کے نام تک سے ناواقف ہے)

(۹) تشریح:۔ "کشاف" علامہ زمخشری کی تفسیر قرآن کریم۔ علم کشاف سے کسبی علم مراد ہے۔ ترجمہ:۔ (اے دوست!) اگر میں تیرے دل کے راز سے واقف (ہوگیا) ہوں تو اس کو عجیب و غریب بات نہ جان اسلئے کہ کشفی علم، کشافی علم کے قبیل سے نہیں ہوتا۔ توضیح:۔ یعنی عشق نے میرے دل کو آئینہ بنا دیا ہے اسلئے تیرے دل کا بھید مجھ پر منکشف ہو جاتا ہے یہ ایسا علم نہیں جس کے پڑھنے پڑھانے کی ضرورت ہو تو پھر تعجب کی کیا بات ہے یعنی سے بدل ز دل گذرے ہست تا محبت ہست ٭ رہ چمن نتواں بست تا صبا اینجا ست۔

بیک تبسم دز دیدہ ام فراہم ساز ۱۰ کہ چوں رُخِ تو پریشانیم ز اطراف است

نظیری از رہ سنجیدگی شود غالب ۱۱ دغل مساز کہ میزان بدستِ صراف است

ہیں قدح شمعِ شبستاں این ست ۱۲۷/۱ مونسِ خلوتِ مستاں این است

پر ترک دہ کہ بدو سے برسم ۲ ہر کہم تا بگلستاں این است

باش تا سجدۂ میخانہ کنم ۳ کعبۂ بادہ پرستاں این است

غافل از طوفِ صراحی مگذر ۴ دستِ زن عروۂ مستاں این است

یک بتِ سادہ و یک خم بادہ ۵ برگ و سامانِ زمستاں این است

(۱۰) تشریح :- "ام" ضمیر مفعولی "تبسم دزدیدہ" ہونٹوں کو دبا کر مسکرانا جس سے مسکرانا معلوم نہ ہو۔ ترجمہ :- (اے دوست!) ایک ہلکی سی مسکراہٹ سے مجھ کو دل جمعی عطا کر دے اسلیئے کہ تیرے چہرہ کی طرح مجھ کو بھی پریشانی نے گھیر رکھا ہے (چہرۂ یار کی پریشانی سے خطِ رخسار اور زلف کی پریشانی مراد ہے)

(۱۱) تشریح :- "سنجیدگی" معقولیت، وزن، وقار۔ ترجمہ :- (اے حاسد!) نظیری وزن اور بچاؤ کے لحاظ سے (تجھ پر) غالب ہی رہیگا، تو کھوٹ ملا دیا دغا بازی نکر) اسلیئے کہ (تنقید کی ترازو) صراف کے ہاتھ میں ہے (یعنی مبصرین جانتے ہیں کہ میرا نقد کلام کھرا ہے حاسد ونکے کھوٹا بنانے اور دھوکہ بازی

بحر :- رمل مسدس مخبون مسکن مقصور ⁂ ارکان :- فاعلاتن فعلاتن فعلات

تقطیع :-

ہیں قدح شم	ع شبستا	ں اینست	مونسے خل	وت مستا	ں اینست
فاعلاتن	فعلاتن	فعلات	فاعلاتن	فعلاتن	فعلات

(۱) تشریح :- "ہیں" حرفِ تنبیہ "قدح" یعنی قدح بگیر یا بیار "شبستاں" موسم سرما میں شبینہ محفلوں کا مکان۔ ترجمہ :- ہاں! پیالہ (شراب) لا وکہ یہی (رندوں کی) رات کے محفل خانہ کی شمع ہے اور یہی شراب نوشوں کے خلوت خانوں میں اُن کا ہمدم و مونس ہے۔

(۲) تشریح :- "پر ترک" میں تر علامت تفضیل اور کاف علامت تصغیر ہے "مرکب" سواری۔ ترجمہ :- (ہاں اے ساقی!) ذرا اور بھر کر دے تاکہ مجھ پر ایک خاص کیف طاری ہو جائے اس لیئے کہ گلشنِ (چہرۂ یار) تک پہونچنے کے لیئے یہی میری سواری ہے (یعنی ہم شراب پی کر گلشنِ روئے یار کا نظارہ کرتے ہیں)

(۳) ترجمہ :- (اے رفیقِ راہ!) کعبہ کی طرف جانے میں جلدی نہ کر) ذرا ٹھہر تاکہ میں (در) میخانہ پر سجدہ (تو) کر لوں اس لیئے کہ مے پرستوں کا قبلہ یہی ہے (یعنی ہمارے لیئے در میخانہ آستانہ کعبہ کا حکم رکھتا ہے)

(۴) تشریح :- "طوف" کسی چیز کے گرد گھومنا طوفِ صراحی میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے یا مفعول کی طرف "عروہ" برتن کا حلقہ و دستہ، قابلِ اعتماد چیز، مراد ذریعہ نجات۔ ترجمہ :- (میکدہ میں) صراحی کے طواف یا صراحی کے گرد طواف کرنے سے غفلت برتتے ہوئے نہ گذر بلکہ ہاتھ بڑھا کر اس کا دستہ تھام لے) اسلیئے کہ رندانِ مست کا عروۃ الوثقیٰ (ذریعۂ نجات) یہی ہے۔

(۵) ترجمہ :- ایک سادہ (رخ) حسین اور ایک مٹکے بھر شراب یہ ہے (ہمارے لیئے) جاڑوں کا ساز و سامان۔

مئے وخمار وخراباتِ مغاں ۶ درسِ اُستاد و دبستاں این است
گردنِ تاک بہ بازی نبرند ۷ سروِ سرِ فتنہ بستاں این است
کہربا رنگ تہمتن زورست ۸ زالِ یا رستمِ دستاں این است
مئے فردوس نظیری جستی ۹ بمیاں آمدہ بستاں این است

دل بقرب و بُعد او مہجور نیست ۱۳۸/۱ از نظر دور ست از دل دُور نیست
گرچہ زاں نورست روشن دیدہا ۲ دیدہ ہا را طاقتِ آں نور نیست

(۶) ترجمہ:۔ شراب اور مے فروش اور میخانہ، یہی ہمارا سبق اور استاد اور مکتب ہے۔ اشارہ:۔ شعر میں صنعت لف و نشر مرتب ہو اگر دوسرے مصرعہ میں حروف عطف نہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے مدرسہ کے استاد کا پڑھایا ہوا سبق یہی ہو کہ ان تین چیزوں کو ہم مہیا رکھیں

(۷) ترجمہ:۔ (باغ کے مالی، انگور کی بیل کی گردن (یونہی) کھیل سمجھ کے نہیں کاٹتے (بلکہ وہ اسی کی سزاوار ہے کیونکہ) باغ کیلئے اسکا وجود سراسر فتنہ ہے (پس فتنہ کا سر قلم ہونا ہی بہتر ہے یعنی شراب جو باعثِ فتنہ ہو اسی سے پیدا ہوتی ہو۔ اسی مضمون کو اکبر الہ آبادی نے مزاحی رنگ میں ادا کیا ہے ؎ ایک لڑکی نے اٹھا رکھی ہے دنیا سر پر ؛ خیریت ہوگئی انگور کے لڑکا نہ ہوا

(۸) تشریح:۔ "کہربا رنگ" اسم فاعل ترکیبی مراد شراب زرد "تہمتن" لقب رستم مرکب از تہم بمعنی دلاور و قوی و تن بمعنی جسم "زال" لقب پدر رستم "رستم دستاں" باضافت ابنی، دستاں، رستم کے باپ کا نام ہے۔ ترجمہ:۔ (یہ شراب) ہے تو کہربائی (زرد) رنگ والی (جیسے بیمار ہوتے ہیں مگر) رستم کا سا زور رکھتی ہے (بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید) رستم یا رستم کا باپ یہی ہے

(۹) تشریح:۔ "بمیان آمدہ" اس جملہ کی کئی ترکیبیں ہو سکتی ہیں اوّل یہ کہ "بمیان آ" الگ ہے اور "مدہ" صیغہ نہی الگ بمعنی از دست مدہ دوم یہ کہ آمدہ ماضی قریب ہے اور اس کا فاعل ضمیر ہے راجع بسوئے مے سوم یہ کہ آمدہ کی ہ عطف کے لئے ہو بمعنی بمیان آ وبستاں۔ ترجمہ:۔ اے نظیری! تو جنت کی شراب کی تلاش میں تھا (میکدہ کے) اندر آجا، ہاتھ سے نہ جانے پائے مانے یہ موجود ہو یا آ وہ شراب محفل میں آچکی ہے، لے یہ ہے (یا محفل میں آکر لے، یہ موجود ہے۔

بحر:۔ رمل مسدس مقصور ؛ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۱۳۴ (ب)

(۱) ترجمہ:۔ (ہمارا) دل (دوست سے) جدا نہیں، نہ قرب کی حالت میں اور نہ دوری کی حالت میں (اس لئے کہ اگر وہ دور بھی ہے تو) نظر سے دور ہے، دل سے دور نہیں (یعنی دل میں ہر وقت اس کا تصور موجود رہتا ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد اس کی شان ہے)

(۲) ترجمہ:۔ اگرچہ آنکھیں اسی (کے) نور سے روشن ہیں مگر آنکھوں کو اس نور کی تاب نہیں (چنانچہ موسیٰ علیہ السلام مدہوش ہو ہی گئے تھے یعنی اس کی شان لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ ہے)

شمع مجلس تیغ غیرت آختہ است	۳	نیست یک پروانہ کو رنجور نیست
عجز واصل شد چو عُجب از سر نہاد	۴	کبر جز از سر کشی مہجور نیست
اجتہاد عقل نفی شاہد است	۵	بس بزرگ است ایں خطا مغفور نیست
بہ نمے گردد بمرہم زخم ما	۶	عشق غیر از علت ناسور نیست
تا بفرماں بت پرستی میکنند	۷	بندہ در افعال جز مجبور نیست
سرو را زاں گل ہوائے در سر است	۸	غیر شورے در سر مخمور نیست
بس نظیری زیں فغان جان خراش	۹	نالۂ دل نغمۂ طنبور نیست

(۳) ترجمہ :- محفل کی شمع نے غیرت کی تلوار میان سے نکال لی چنانچہ ایک پروانہ ایسا نہیں، جو زخم خوردہ نہ ہو (اسی طرح محبوب نے اس غیرت میں کہ عشاق میری طرف کیوں دیکھتے ہیں سب کو قتل کر ڈالا)

(۴) ترجمہ :- (عاشق نے) جب غرور و پندار دماغ سے نکال دیا اور عجز و نیاز اختیار کر لیا تو اس کا عجز دوست سے واصل ہو گیا، کبر و غرور محض سرکشی کی وجہ سے (دوست) سے جدا پڑا ہوا ہے۔ **توضیح** :- یعنی دوست کی بارگاہ میں کبر مردود ہے اور عجز مقبول چنانچہ شیطان کبر کی وجہ سے مارا گیا اور فرشتے اظہار عجز کی وجہ سے مقربین بارگاہ بنے رہے۔

(۵) ترجمہ :- (اپنی) عقل سے اجتہاد اور کوشش (ادراک کرنا در حقیقت) شاہد حقیقی کی نفی کرنا ہے (بس) یہ خطا بہت بڑی ہے یہ نہیں بخشی جائیگی **توضیح** :- یعنی دین میں عقلی سے خدا تک پہونچنے کی کوشش کرنا بڑی سخت غلطی ہے یہاں ایمان بالغیب کی ضرورت ہے ورنہ عقل تو شکوک و شبہات میں مبتلا کر کے چھوڑ دیتی ہے ؎ در تو با اجتہاد و نظر کے تواں رسید ❊ صد شبہہ در رہ ست قیاس و دلیل را

(۶) ترجمہ :- ہمارا زخم (دل) مرہم سے اچھا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ عشق تو ناسور کی بیماری ہے اور ناسور لا علاج ہوتا ہے ؎

مریض عشق را مردن علاج ست ❊ دوائے درد دریا زار او نیست

(۷) ترجمہ :- "تا" حرف تنبیہ۔ "بفرماں" میں با رمطابقت ہے۔ "میکنند" کا فاعل کافران عشق ہیں اگر "تا" کی جگہ ما ضمیر متکلم اور میکنند کی جگہ میکنیم ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔ ترجمہ :- سنو! کافران عشق یا ہم حکم کے مطابق بت پرستی کر رہے ہیں اس لئے کہ بندہ اپنے افعال و اعمال میں محض مجبور ہے (یعنی ہم بحکم الٰہی تمام موجودات میں تفکر کرتے ہیں اور بتوں تک میں اسی کا جلوہ دیکھ کر اُن کی پرستش کرتے ہیں اور ایسا کرنے پر ہم مجبور ہیں پھر ہم پر کیوں طعن و تشنیع کیجاری ہے)

(۸) ترجمہ :- سرو کے دماغ میں بھی اسی گل (چہرہ) کا سودا سمایا ہوا ہے (یعنی اس) خمار آلود کے سر میں شور (عشق) کے سوا کچھ نہیں۔ (یعنی سرو بھی روئے یار پر فریفتہ معلوم ہوتا ہے)

(۹) ترجمہ :- نظیری! بس اب اس روح فرسا فریاد و فغاں کو بند کر دے کیونکہ دل کی آہ و فغاں کوئی طنبورہ اور سارنگی کا نغمہ تو ہے نہیں (جس سے سننے والے خوش ہوں بلکہ فریاد و فغاں کرنا تو اپنے علاوہ دوسروں کو بھی غمگین بناتا ہے)

کس نچشیدہ جرعۂ کز جگرم گزک نخواست ۱/۱۲۹ بے نمکی نگفت کس کز سخنم نمک نخواست

ہر کہ زیادہ دادمش بیشتری بمن نمود ۲ پُر ترکش نساختم کاسہ کہ پُر ترک نخواست

آمدہ نقش بازیم ورنہ فراز دیدہ ام ۳ کس ننشست کز حسد جائے دو شش دو یک نخواست

من ہمہ عجز و ہمگناں میل نزاع میکنند ۴ ہر کہ حریر باف شد عاقل از و خسک نخواست

رنگ رخ سخن نشاں میدہد از عیار مرد ۵ صاحب فہم خوردہ بیں ناسرہ را محک نخواست

بحر:- رجز مثمن مطوی مذال ؛ ارکان:- مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلان دو بار

تقطیع:- کس نچشی | د جرعئے | کز جگرم | گزک نخواست + بے نمکے | نگفت کس | کز سخنم | نمک نخواست

مفتعلن | مفاعلن | مفتعلن | مفاعلان + مفتعلن | مفاعلن | مفتعلن | مفاعلان

(۱) ترجمہ:- کوئی شخص ایسا نہیں جس نے (شراب سخن کا) کوئی گھونٹ پیا ہوا اور میرے جگر (یاروں) کو گزک نہ بنایا ہو (اور اسی طرح) کوئی ایسا نہیں جس نے بے نمک (یعنی بے ذوق کلام) کہا ہو اور میرے کلام سے سلونا پن (حاصل کرنا) نہ چاہا ہو (یعنی ہمعصر مجھ سے جلتے بھی ہیں اور میرے ہی کلام کو دیکھ کر اپنے کلام میں اصلاحیں کرتے ہیں یہ پوری غزل ہمعصر حاسدوں کے متعلق ہے)

(۲) تشریح:- "دادمش" میں "ش" ضمیر مفعولی بمعنی اورا "بیشتری" برتری "پُر ترکش" میں کاف تصغیر اور "ش" ضمیر مجرور کاسہ کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ:- جس کو میں نے (فیض سخن) زیادہ بخشا اس نے (الٹی) مجھ پر برتری جتلائی، میں نے اس کے جام کو کامل طور سے نہیں پُر کیا اس لئے کہ اس نے (اپنے اوچھے پن سے خود) بھرپور نہیں مانگا (کہ اگر موصولہ قرار دیا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا کہ میں اس شخص کے جام کو پُر نہیں کرتا جس نے بھرپور پینے کی خواہش نہیں کی ~ کس نیاموخت علم تیر از من ؛ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد)

(۳) تشریح:- "فراز" بمعنی پیش۔ "نقش بازی آمدن" جیت کا نقشہ آجانا۔ "دو شش و دو یک" بازی نرد کے دو داؤ ہیں "دو شش" بارہ کا داؤ اور "دو یک" دُکی کا، پہلے میں جیت ہے اور دوسرے میں ہار۔ ترجمہ:- (قسمت سے ہی) میری جیت کا نقشہ جم گیا ورنہ میری آنکھوں کے سامنے کوئی ایسا شخص (اس بازی میں) نہیں بیٹھا جس نے حسد کی وجہ سے (میرے لئے) بجائے بارہ کے داؤ کے دُکی کی خواہش نہ کی ہو (یعنی تقدیر نے ہی مجھے چمکا دیا ورنہ حاسدوں نے تو میری بدخواہی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی)

(۴) ترجمہ:- میں سراپا عجز و فروتنی ہوں اور سب کے سب (مجھ سے ہی) جھگڑا باندھنے کی خواہش کرتے ہیں (اور چاہتے ہیں کہ میں بھی ان کے بارے میں ہجویہ اشعار کہوں حالانکہ یہ بے وقوفی ہی اسلئے کہ) جو شخص (نرم) ریشم بننے والا ہو عاقل شخص اس سے گوکھرو بنوانے کی خواہش نہیں کرتا۔ خسک ایک قسم کی جھاڑی کا خار دار پھل ہے جس کے مثل لوہے کے گوکھرو بنا کر میدان جنگ میں ڈالے جاتے تھے مطلب یہ ہے کہ کہاں ریشم باف اور کہاں خسک ساز دونوں میں بڑا فرق ہے میں حاسدوں کے جواب کے درپے ہو کر خسک ساز بننا نہیں چاہتا)

(۵) ترجمہ:- کلام کے رُخ (یعنی ظاہری سطح) کا رنگ اور طرز ہی انسان (کی طبیعت) کے کھرے پن کا پتہ دیدیتا ہے (چنانچہ) باریک بین عقلمند آدمی کھوٹے (سکہ) کو پرکھنے کیلئے کسوٹی نہیں مانگتا (بلکہ دیکھتے ہی پھینک دیتا ہے اسی طرح طرز کلام کی بلندی یا پستی سے ہی متکلم کی بلند خیالی

گفت وشنودِ دوستاں مایۂ غیش میشود	۶	آنکہ شمردہ زد نفس ہمدمیٔ ملک نخواست
عالم ویک مسیح دم دیر مغان ویک صنم	۷	ہرچہ بخواست رائے من اخترنہ فلک نخواست
مصرعِ نظم بے غلط صیغہ نثر بے سقط	۸	نسخۂ نظم ونثرِ من نقطہ سہو وشک نخواست
طبع نظیری از ازل معجزہ خیز آمدہ	۹	کِزلک جاہلی مکش نسخہ صنع حک نخواست
گریز دا زصفِ ما ہرکہ مردِ غوغا نیست	۱۳۰/۱	کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست
جمالِ مغبچہ دیدی شرابِ مغبچہ نوش	۲	مگوئی عذر کہ در کیشِ ما مدارا نیست
زپائے تا بسرش ناز وعشوہ صف بستہ	۳	ہزار معرکہ در خصتِ تماشا نیست

(۶) ترجمہ:۔ دوستوں کے ساتھ مصروفِ گفتگو رہنا گو راحت (یا نقصان) کا سرمایہ ہوتا ہے مگر جس نے گن گن کر (احتیاط سے) سانس لئے (تو) وہ فرشتہ کی ہمدمی اور ہمسری (بھی) نہیں چاہتا (اسلئے کہ اس کا مرتبہ فرشتے کے مرتبہ سے بھی بالاتر ہو جاتا ہے)

(۷) ترجمہ:۔ عالم ہو اور ایک دمِ عیسی کی سی خاصیت رکھنے والا (محبوب) ہو، بتکدہ (عشق) ہو اور ایک بت (کافر ادا) ہو دیہ، جو کچھ میرے ذوق نے خواہش کی ہو تو آسمانوں کے ستاروں نے (بھی) نہیں کی رہوگی یعنی میرا ذوقِ نظر چشم فلک کے ذوق سے بھی ارفع واعلی ہے۔ دیگر:۔ سارا عالم ہے اور مسیح دم ایک ہی پورا دیر مغاں ہے اور بت ایک ہے (افسوس کہ) جو کچھ میرے ذوق نے چاہا تھا وہ اخترنہ فلک نے نہیں چاہا یعنی میں چاہتا تھا کہ بہت سے مسیح دم اور بت ہوں مگر فلک نے ایسا نہ ہونے دیا۔

(۸) ترجمہ:۔ (میری) نظم کا (ایک ایک) مصرعہ اور نثر کا (ایک ایک) لفظ غلطی اور لغزش سے پاک ہے (بلکہ) میری نظم ونثر کے نسخہ نے (تو) شک اور بھول چوک کا ایک نقطہ (بھی) نہیں چاہا (یعنی میرا کلام سہو اور غلط سے بالکل پاک ہے)

(۹) تشریح:۔ "کزلک" بکسر اوّل وسوم یعنی کارد کوچک "حک" کھرچنا۔ رگڑنا۔ ترجمہ:۔ نظیری کی طبیعت ہمیشہ سے معجزہ انگیز (یعنی ناقابل مقابلہ مضامین باندھنے والی) رہی ہے (اے نکتہ چیں!) تو جہالت کی چھری نہ نکال (اسلئے کہ) صنعت (فصاحت وبلاغت سے بھری ہوئی) تحریر حک وفک کا تقاضا نہیں کرتی (یعنی میرے کلام میں کوئی چیز قابل حک نہیں)

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور ✻ ارکان وتقطیع:۔ مثل بالا (رت)

(۱) ترجمہ:۔ جو شخص کہ شورِ (عشق) کا مردِ (میدان) نہیں ہے وہ ہماری قطار سے گریز کرتا ہے (اسی طرح) جو مقتولِ (تیغ عشق) نہیں بنا وہ ہمارے قبیلہ وجماعت سے نہیں (یعنی عشق سے خالی دل لوگوں سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں)

(۲) تشریح:۔ مغبچہ "طفلِ آتش پرست"۔ مراد معشوق حسین، مظہرِ حسن ازل۔ ترجمہ:۔ بت کافر ادا کا (جب) تو نے جمال دیکھ لیا (تو) اسکی (دی ہوئی) شرابِ (عشق) بھی پی لے، کوئی عذر بیان نہ کر اسلئے کہ ہمارے مذہب میں ظاہرداری کا برتاؤ نہیں ہے (یعنی حسن کو دیکھنے کے بعد اس کی پیشکش کو بھی بلا تردد قبول کر لینا چاہیئے)

(۳) ترجمہ:۔ اس کے سر سے قدم تک ناز وادا کی (افواج) نے صف بندی کر رکھی ہے (مقامِ حسرت ہے کہ) ہزاروں (جانستاں) معرکے درپیش

(باقی صفحہ ۱۸۹ پر)

بخاک نسۂ سحری کا کلے کہ دل نبرد ۴ کہ خارِ خشک بہ از سنبلے کہ بو یا نیست
بحکم عقل عمل در طریقِ عشق مکن ۵ کہ راہ دور کند راہبرے کہ دانا نیست
فلک سراسرِ بازارِ دہر غم چیداست ۶ نشاط نیست کہ یک جائے ہست و یکجا نیست
نشاطِ رفتہ ز دوراں بصبر بستانم ۷ کہ بد معاملہ آزردہ از تقاضا نیست
بپائے خویش کجا میتواں رسید کجا ۸ کہ طیِّ راہِ فنا جز ببال عنقا نیست
ہوائے وصل کسے میکند کہ بوالہوس ست ۹ دراں دلے کہ محبت بود تمنا نیست
نظیری ہست بحالے ز غمزہ خونیں تر ۱۰ بشکوہ تا دلت آزردہ است گویا نیست

(بقیہ صفحہ ۱۸۸) ہیں اور ابھی ہمکو دید کی اجازت نہیں (یعنی عشق میں ہمکو ناز و ادا کے ہزاروں تیر و خنجر کھانے پڑ رہے ہیں مگر دیدار اب بھی نصیب نہیں)

(۴) ترجمہ :- (دیکھ!) اس زلف کو جس میں دلربائی نہ ہو، خاک کے بدلہ (بھی) نہ خریدنا اسلئے کہ اس سنبل سے (تو) خشک کانٹا بہتر ہے جو مہکتا نہ ہو۔

(۵) ترجمہ :- رہِ عشق میں عقل کے حکم کے مطابق عمل نہ کر اس لئے کہ جو رہنما دانشمند نہ ہو وہ راستہ کو اور بعید کر دیتا ہے (یعنی راہِ عشق میں عقل کی حیثیت نادان رہنما کی سی ہے۔)

(۶) ترجمہ :- آسمان نے زمانہ کے بازار کے سب طرف غم (کے انبار) لگا رکھے ہیں (یعنی متاعِ غم کی بہت فراوانی ہے) یہ کوئی جنس نشاط نہیں ہے کہ ایک جگہ ہو اور ایک جگہ نہ ہو (یعنی خوشی تو کہیں کہیں پائی جاتی ہے ہاں غم ہر جگہ موجود ہے)

(۷) ترجمہ :- زمانہ سے گذشتہ نشاط و مسرت بذریعہ صبر کے لوں (تو لے لوں یعنی فوت شدہ عیش و راحت پر صبر ہی کر لینا چاہیئے) اس لئے کہ (اس) بد معاملہ کو تقاضوں سے کوئی ملال نہیں ہوتا (یعنی کتنے ہی تقاضے کئے جائیں مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا)

(۸) ترجمہ :- اپنے قدموں سے کہاں تک چلا جا سکتا ہے (یعنی بہر حال تھک کر رہ جاتا ہے) اس لئے کہ فنا کے راستہ کو طے کرنا شہپر عنقا کے بغیر (ممکن) نہیں۔ **توضیح** :- یعنی راہِ فنا میں اپنی سعی پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے بلکہ راہبر کامل جو عنقا کا حکم رکھتا ہے اس کی رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

(۹) ترجمہ :- وصل کی خواہش وہی شخص کر سکتا ہے جو حریص ہوتا ہے (اس لئے کہ جس دل میں سچی محبت ہوتی ہے اس میں تمنا نہیں ہوتی (اس لئے کہ تمنا بھی خود غرضی ہے)

(۱۰) ترجمہ :- (اے دوست) نظیری (تیری تیغ) غمزہ کی وجہ سے بہت زیادہ خون آلود حالت میں مبتلا ہے (مگر) جب تک کہ تیرا دل رنجیدہ ہے شکوہ زبان پر نہیں لاتا (کیونکہ شکوہ بھی کسی امید پر کیا جاتا ہے اور ؎

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب ✤ کیا کسی کا گلہ کرے کوئی

عشق مرا زبانِ حکایت بریدنیست ۱۳۱/۱ مکتوب سربمہرِ دلم ناشنیدنیست

رازیکہ در دلست ز دل بایدم نہفت ۲ گلہائے ناشگفتۂ ایں باغ چیدنیست

جلد و بیاض و دفترم از رازِ دل پُرست ۳ چشمم بہر چہ مے فتد از ہم دریدنیست

در سینہ تا بچند برآرم فرو برم ۴ ایں نیم قطرہ خوں کہ ز مژگاں چکیدنیست

خصمم آں حریف نیست کہ دل کیں کشد ازو ۵ زیں تیر نیم کش پر و پیکاں کشیدنیست

گفتم اگر بمنزلِ مقصود پے برم ۶ یکبار چند گام بہر سو دویدنیست

چوں یافت دل کہ بر سرِ راہے رسیدہ ام ۷ ننشست از طلب کہ بآں کو رسیدنیست

٭بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ٭ ارکان و تقطیع:- مثل ۱۲۱ (الف) مگر عروض و ضرب مقصور ہیں۔

(۱) ترجمہ:- میرے عشق کے بیان اور اظہار کی زبان کاٹ ڈالنے کے لایق ہے (کیونکہ) میرے دل کا سربند خط سننے کے قابل نہیں (یعنی نہ کسی زبان کو فسانۂ عشق کے بیان کا یارا ہے اور نہ کسی کان کو سننے کا)

(۲) ترجمہ:- جو رازِ (عشق) میرے دل میں ہے مجھ کو وہ (خود اپنے) دل سے (بھی) چھپانا چاہیئے (بس) اس باغ (دل) کے بے کھلے پھول توڑ دینے کے قابل ہیں (یعنی آرزو سے دل کو خالی کر لینا چاہیئے ایسا کرنے سے رازِ عشق خود دل کو بھی معلوم نہ ہو گا)

(۳) ترجمہ:- میری کتاب، بیاض اور دفتر (سب کے سب) دل کے راز سے بھرے ہوئے ہیں (چنانچہ) جس پر (بھی) میری نظر پڑتی ہے (جوشِ غیرت میں) وہ پرزہ پرزہ کر دینے کے قابل ہے تاکہ رازِ دل چھپا رہے، کتاب، بیاض اور دفتر سے سراپا مراد ہے یعنی میرا چہرہ مہرہ اور رنگ و روپ رازِ

(۴) ترجمہ بقلب مصرعین:- یہ خون کی آدھی بوند جو پلک سے ٹپک جانے ہی کے قابل ہے اس کو تا کے سینہ کے اندر ہی اندر نکالتا اور دباتا رہوں؟ (یعنی اچھا ہے کہ کچھ اشک بہ کر طبیعت ہلکی ہو جائے آخر ضبط کب تک کرتا رہوں)

(۵) تشریح:- "خصم" سے اپنی ذات یا دوست مراد ہے۔ "تیر نیمکش" یعنی تیر نیم کشیدہ وہ تیر جس کو کمان میں دبا کر پورا نہ کھینچا گیا ہو، ایسا تیر عموماً جسم سے پار نہیں ہوتا اسلئے اسکی تکلیف زیادہ ہوتی ہے غالبؔ کہا ہے ؎ کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیرِ نیمکش کو ٭ یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا۔ "پر" تیر میں پر لگانے کا خاص طریقہ ہے جس سے وہ سیدھا نشانہ پر جا کر لگتا ہے "پیکان" بوڑ، نوک دار شام۔ ترجمہ:- (اے دوست! تیرا) دشمن (نظیری یعنی جس کو تو دشمن سمجھتا ہے) ایسا مدِ مقابل نہیں ہے جس سے دلی کینہ نکالا جائے (بس) یہ تیر نیم کشِ (نظر) اس قابل ہے کہ اس سے پر و پیکانِ (مژگاں) نکال لیئے جائیں (یعنی میں تو تیرا جاں نثار ہوں، جاں نثار کے ساتھ تو یہ معاملہ نہ ہونا چاہیئے) دیگر:- میرا دشمن (جانِ دوست) ایسا مقابل نہیں جس سے کینہ نکالا جائے (بس) اس (آہ کے) تیرِ نیم کش سے پر و پیکانِ (درد) نکال لینے چاہئیں (یعنی دوست کے جور و جفا پر ہم کو دردبھری آہ بھی نہ کرنی چاہیئے)

(۶) ترجمہ:- میں نے (دل میں) کہا کہ ایک دفعہ چند چند قدم ہر طرف دوڑنے کی ضرورت ہے شاید (اس طرح سے) مجھے منزلِ مقصود کا پتہ چل جائے۔

(۷) ترجمہ:- (مگر) جب دل نے یہ معلوم کر لیا کہ میں راہ پر پڑ لیا ہوں تو اس نے طلب و جستجو کو (پھر بھی) نہ چھوڑا کہ (اب تو ذرا اور آگے بڑھ کر

رفتیم و رہ بکنہ جمالش نیافتیم ۸ قانع نگشت دل برسیدن کہ دید نیست
دیدیم و دیدنش زخودی بیخودی بداد ۹ ایں زہر اگر بحوصلہ گنجد چشید نیست
زیں عشق صد بلاست نظیری فسانہ چند ۱۰ افسونِ خامشی بلب و دل دمید نیست
بیا کہ مردم و بر راہِ چشم جان باز است ۱۳۲ بگفتگوئے تو زخم مراد ہاں باز است
بخونِ ما اگرت میل ہست مانع نیست ۲ مے مغانہ سبیل و درِ مغاں باز است
چہ یوسفی تو کہ در مصرِ حسن چو نتو کسے ۳ بروں نیامدہ تا راہ کارواں باز است

(۸) ترجمہ:- (پس کوچہ میں) ہم گئے مگر اس (دوست) کے حسن وجمال کی حقیقت دریافت کرنے کا موقعہ نہ ملا (یعنی دیدار دوست اب بھی نصیب نہوا) اور دل نے فقط پہونچ جانے پر اکتفا نہ کی بلکہ (یہ کہا کہ دوست تو) دیکھنے کے قابل ہے (یعنی اب دیدار دوست کی طلب پیدا ہوگئی)

(۹) ترجمہ:- (بالآخر) ہم نے (اس کو) دیکھ لیا اور اس کے دیدار نے ہم کو خودی سے بیخودی میں مبتلا کر دیا (یعنی جلوۂ یار دیکھا اور ضبط نہ کر سکے، بے ہوش ہوگئے، البتہ یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ) یہ زہر (دیدار) اگر حوصلہ میں سما سکے تو ہے چکھنے کے قابل (مگر موسیٰ کلیم اللہ تک سے تو برداشت ہو نہیں سکا پھر کس کا حوصلہ ہے کہ برداشت کر سکے) اشارہ:- نمبر ۵ سے نمبر ۹ تک کے اشعار باہم مربوط اور مسلسل ہیں یعنی ساری اس کد و کاوش کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر میں ہوش وحواس بھی گم ہوگئے۔

(۱۰) ترجمہ:- اے نظیری! اس عشق سے تو سینکڑوں بلائیں اور مصیبتیں (پیدا) ہوتی ہیں (اس کا) افسانہ تابکے؟ (بس اب) دل اور ہونٹوں پر خاموشی کا افسوں دم کر لینا چاہیئے (تاکہ نہ دل سے آہ نکلے اور نہ لب سے فغاں) ؎

بس نظیری زیں فغانِ جاں خراش ٭ نالۂ دل نغمۂ طنبور نیست

بحر:- مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور ٭ ارکان وتقطیع:- مثل ۱۰ (ت)

(۱) ترجمہ:- (اے دوست) آجا کہ میں (گو) مر چکا ہوں مگر (میری) روح (اب بھی) چشم براہ ہے اور تجھ سے بات کرنے کے لئے میرے زخم کا منہ کھلا ہوا ہے (یعنی غم ہجر میں میرا یہ حال ہوگیا ہے اب تو آجا)

(۲) ترجمہ:- اگر تجھ کو ہمارے خون کا شوق ہے (تو بسم اللہ کوئی) رکاوٹ نہیں (یہ) مغوں کی سی شراب حاضر اور وقف ہے اور دریچہ کھلا ہوا ہے (یعنی ہم حاضر ہیں اور ہمارا خون تیرے لئے حلال ہے، غالب کہتے ہیں ؎

آج واں تیغ وکفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں ٭ عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائینگے کیا

(۳) ترجمہ:- تو کس بلا کا حسین یوسف ہے کہ جب سے قافلوں کی آمد ورفت کا دروازہ کھلا ہے تجھ سا کوئی (حسین) مصرِ حسن (کے بازار) میں پیدا نہیں ہوا (یعنی تو حسن میں بے مثال ہے) اشارہ:- مصر و کارواں کے الفاظ سے قصۂ یوسف کی طرف تلمیح ہے۔

در آرزوئے نثارِ قدومِ تو ہمہ شب ۴ گہر فروشِ دو چشمِ مرادکاں بازاست

نمے رود چوں گرسنہ دلی چہ سود ازیں ۵ کہ خوانِ وصل پرودست میہماں بازاست

چو بلبلِ قفسم من ازیں چہ ذوق مرا ۶ کہ گل شگفتہ و درہائے بوستاں بازاست

صمد بجائے صنم بر زبانم آمدہ است ۷ بتم فتادہ و زنارم از میاں بازاست

دعاکنید بوقتِ شہادتم اورا ۸ کہ آں دمیست کہ درہائے آسماں بازاست

مکن شتاب نظیری بکارِ جاں بازی ۹ کہ چشمِ کار شناسانِ کارداں بازاست

زبانِ طعنۂ ما کوتہ از بریدن نیست ۱۳۳/۱ علاج شکوۂ عاشق بجز شنیدن نیست

(۴) ترجمہ:- تیرے قدموں (یا تیری آمد) پر نثار کرنے کی آرزو میں میری دونوں گہر فروش آنکھوں کی دوکان ساری ساری رات کھلی رہتی ہے۔ **توضیح**:- یعنی جوہری چشم نے اشک کے بہت سے موتی جمع کرکے دوکان لگا رکھی ہے۔ اور اس آرزو میں بیٹھا ہوا ہے کہ تو آئے اور تیرے قدموں پر انھیں نثار کیا جائے۔

(۵) ترجمہ:- جب دل کی بھوک نہیں جاسکتی تو اس سے کیا فائدہ؟ کہ (دوست کا) خوانِ وصل (قسم قسم کی نازونعمت سے) بھرا ہوا ہے اور مہمان کا ہاتھ (بھی) بند نہیں۔ **توضیح**:- یعنی عاشق کے دل کی ہوس وصل میسر ہوجانے کے بعد بھی پوری نہیں ہوتی۔ "دست باز شدن" خالی ہونے سے بھی کنایہ ہوتا ہے مگر یہاں یہ درست نہیں۔

(۶) ترجمہ:- میں تو (قید و بند) قفس میں گرفتار بلبل کے مثل ہوں مجھے اس سے کیا لطف حاصل ہوسکتا ہے؟ کہ باغ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور پھول کھل رہے ہیں (بات تو جب ہے کہ میرے قفس کا دروازہ کھل جائے ورنہ جب سے بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھالیا ہے اسکی بلا سے بوم بسے یا ہُما رہے)

(۷) ترجمہ:- صنم صنم کے بجائے (اب) میری زبان پر صمد صمد جاری ہوگیا (پس میری آغوش سے) میرا بت گر پڑا اور میری کمر سے زنار کھل گئی۔ **توضیح**:- یعنی المجاز قنطرۃ الحقیقۃ کے مطابق میں مجاز کی سرحدوں کو عبور کرکے حقیقت تک پہونچ گیا ہوں۔

(۸) ترجمہ:- میری شہادت کے وقت اُس (قاتل) کیلئے دعائیں کرو اسلئے کہ یہ وہ وقت ہے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں (یعنی یہ دعا کے قبول ہونے کا وقت ہے پس میرے بجائے میرے قاتل کے لئے دعا کرو کہ اللہ اس کو معاف کرے یا اُس کی عمر دراز کرے کہ اُس نے مجھے قتل کرکے ایک دیرینہ حسرت پوری کردی)

(۹) ترجمہ:- اے نظیری! جاں نثاری کے معاملہ میں جلدبازی نہ کر اسلئے کہ (معاملاتِ عشق کے) واقف کار اور معاملہ فہم لوگوں کی نظریں (تیری طرف) لگی ہوئی ہیں۔ **توضیح**:- یعنی راہِ دوست میں بڑے صبر و سکون کے ساتھ جان فدا کرنی چاہیئے مبادا جلدی میں کوئی مضطربانہ سبک حرکت ہوجائے اور مجمع عشاق میں شرمندہ ہونا پڑے

بحر:- مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور ٭ ارکان و تقطیع:- مثل ۱۳ (ت)

(۱) ترجمہ:- کاٹ ڈالنے سے (بھی) ہماری طعنہ زن زبان خاموش نہیں ہوسکتی، عاشق کے شکوہ و شکایت کا علاج سن لینے کے سوا اور کچھ (باقی صفحہ ۲۰۳ پر ملاحظہ ہو)

زبسکہ گشتہ ام از دردِ انتظار ضعیف ۲ نگاہ را بر خست قوتِ رسیدن نیست

چنانکہ خانۂ زندانیاں فرود آید ۳ شکستہ جاں قفس و جرأتِ پریدن نیست

ز بے تعلقی خویشتن بایں شادم ۴ کہ جاں سپردن اگر ہست دل طپیدن نیست

بہجر و وصل و ملال و نشاط گریہ کنم ۵ در آں دلے کہ طلب ہست آرمیدن نیست

ز تار زلف تو زنار بر میاں دارم ۶ بیا کہ مصلحت پیرہن دریدن نیست

گرفتہ طبع نظیری سوال از و کنید ۷ درختِ گل نشگفت ست وقتِ چیدن نیست

(بقیہ صفحہ ۱۹۲) نہیں۔ **توضیح** :- یعنی عاشق اسی وقت خاموش ہو سکتا ہے جب کہ اس کا شکوہ گوشِ التفات سے سن لیا جائے ورنہ اس کی زبان کاٹ دینا بھی مفید نہیں، بزبانِ بے زبانی شکوہ کرتا رہے گا ؎

حرفِ عاشق بے زبانی شکوۂ دل عاجزی ست ❊ آنچہ ہرگز آشنا بالب نشد دادِ من ست

(۲) **ترجمہ** :- چونکہ میں انتظار کی تکلیف سہتے سہتے بہت ناتواں ہو گیا ہوں اس لئے میری نگاہ میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ وہ تیرے چہرہ تک پہونچ سکے (یعنی) ؎ دل کو نیاز حسرتِ دیدار کر چکے ❊ دیکھا تو ہم میں طاقتِ دیدار بھی نہیں

(۳) **ترجمہ** :- جس طرح کہ قیدیوں کے قید خانہ کی چھت گر پڑے (اور وہ دب کے دبے رہ جائیں) بالکل یہی مجھ بلبلِ گرفتار کا حال ہے کہ قفس بوسیدہ ہو چکا ہے اور (مجھ میں) اُڑنے کی طاقت نہیں (یعنی کسی روز اس قفس میں دب کر جان نکل جائے گی اور آزادی کا ارمان دل کے دل میں رہ جائے گا۔)

(۴) **ترجمہ** :- (دنیا سے) اپنی بے تعلقی پر میں اس لئے خوش ہوں کہ جان اگر حوالے بھی کرنی پڑی تو دنیا کی حسرتوں پر دل تو نہیں تڑپے گا (یعنی ہم نے علائق دنیا کو ترک کر کے اپنا مرنا سہل کر لیا ہے)

(۵) **ترجمہ** :- ہجر اور وصال، غم اور خوشی (غرض ہر حالت میں میں گریہ و زاری کرتا رہتا ہوں (اسلئے کہ) جس دل میں دردِ عشق ہوتا ہے اس کو کسی حال میں سکون نصیب نہیں ہوتا۔

(۶) **ترجمہ تقلیب مصرعین** :- (اے دوست!) آجا کہ پیراہن چاک کرنا خلاف مصلحت ہے اسلئے کہ تیرے زلف کے تاروں کی زنار (میری) کمر پر بندھی ہوئی ہے۔ **توضیح** :- یعنی تیرے جنونِ عشق کا تقاضا تو یہی تھا کہ ہم پیراہن چاک کر ڈالتے لیکن اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو تو آزردہ نہ ہو، پیراہن چاک کرنا خلافِ مصلحت ہے، اس سے تیری رسوائی ہو جائیگی کیونکہ ہم تیری زلف کے تاروں کی زنار پہنے ہوئے ہیں اگر پیراہن چاک کیا گیا تو یہ راز سب کو معلوم ہو جائے گا۔

(۷) **تشریح** :- "گرفتن طبع" رنجیدہ ہونا۔ دوسرے مصرعہ میں "طبع گرفتہ" کو "غیر شگفتہ درختِ گل" سے اور "سوال" کو "چیدن" سے تعبیر کیا ہے۔ **ترجمہ** :- (آج) نظیری کی طبیعت ملول ہے اس سے (زیادہ) پوچھ گچھ نہ کرو (یعنی ابھی) درختِ گل پر پھول نہیں کھلے اور پھول چننے کا وقت نہیں آیا (ہاں جب اس کا گلشن طبیعت کھل جائیگا تو اس وقت خوب گلہائے سخن حاصل کرنا)

ایں پیش خیل کج کلہاں از سپاہ کیست	۱۳۴ / ۱	ویں قبلۂ کج شدہ طرفِ کلاہِ کیست
دامن کشاں چو ابر بگلزار میرود	۲	تا آب نرگس کہ و برق گیاہِ کیست
یاراں خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہِ کیست	۳	پایم بہ پیش از سرِ ایں کوئے نرود
آں ابروئے کشیدہ کماں از چہ خانہ خاست	۴	ویں غمزۂ گرفتہ کمیں در پناہِ کیست
گیرم تبسمت کشد انکار کشتنم	۵	آں غمزۂ حریصِ سیاست گواہِ کیست
گردِ سرِ تو گشتن و مردن گناہِ من	۶	دیدن ہلاک و رحم نکردن گناہِ کیست
بر باد دادہ طرۂ رخسارِ یار اگر	۷	لختِ جگر بجیب کہ گل در نگاہِ کیست

بحر :- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ؛ ارکان و تقطیع :- مثل ۵۲ (ت)

(۱) تشریح :- "پیش خیل" سرگروہ و سردار جماعت۔ "کج کلہ" اسم فاعل ترکیبی آڑی ٹوپی والا، مراد حسین بانمکین۔ ترجمہ :- یہ آڑی ٹوپی والے حسینوں کا پیش رو کس کی فوج کا (یا ٹھکانہ ترک) ہے اور یہ قبلہ جو ذرا کج نظر آرہا ہے کس (حسین بانمکین) کی ٹوپی کا کنارہ ہے یعنی دوست کا گوشۂ کلاہ عاشقوں کا قبلہ ہے مگر فرقۂ امامیہ کے قبلہ کی طرح صحیح سمت سے کچھ پھرا ہوا ہے۔ اشارہ :- شعر میں استفہام بطور تجاہل عارفانہ ہے۔

(۲) تشریح :- "تا" حرف تنبیہ ہے۔ ترجمہ :- (دوست اٹھلا کر) بادل کی طرح دامن گھسیٹتا ہوا باغ کی طرف جا رہا ہے (تو دیکھئے!) کس کی نرگس (چشم) کے واسطے پانی بنتا ہے اور کس کی گیاہ (دل) کے واسطے بجلی؟ توضیح :- یعنی دیکھئے! کس خوش قسمت کی آنکھیں اسکے آب دیدار سے سیراب ہوتی ہیں اور کس کے خرمن ہستی پہ بجلی گرتی ہے۔ آب و برق ابر کے لوازم میں سے ہیں۔ محبوب کو ابر سے اور اسکی نظر مہر اور نظر قہر کو آب و برق سے تشبیہ دی ہے۔

(۳) ترجمہ بتقلیب مصرعین :- اے رفیقو! بتاؤ تو سہی کہ آخر یہ کس کی جلوہ گاہ ہے کہ میرا قدم اس کوچہ سے آگے نہیں سرکتا یعنی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی شوخ فتنہ ساماں کی جلوہ گاہ ہے کہ قدم خود بخود رک گئے بس اب دل و جان کی خیریت نہیں۔

(۴) ترجمہ :- ذرا یہ بھی بتاؤ کہ (وہ ابرو کی تنی ہوئی کمان کس کارخانہ سے نکل آئی ہے اور یہ غمزہ جو دل و جانِ عاشق کی گھات میں ہے کس کی پناہ میں ہے کہ ایسی بے باکی سے تیر اندازی کر رہا ہے یعنی ابرو ہے یا غضب کی کمان۔ غمزہ غضب کے تیرانداز اور نگاہیں غضب کے تیر ہیں)

(۵) تشریح :- "غمزہ" اشارۂ چشم و ابرو۔ "سیاست" سزائے قتل۔ ترجمہ :- میں مانتا ہوں کہ تیرا مسکرانا میرے قتل سے انکار کر رہا ہے (مگر یہ تو بتا کہ) وہ قتل کا شوقین غمزہ کس کا گواہ ہے۔ توضیح :- یعنی تیری آنکھوں کے اشارے میرے قتل کا ثبوت پیش کر رہے ہیں باوجودیکہ تیرا تبسم خوشدلی کا اظہار کرتا ہے تو میرے قتل سے منکر ہے۔

(۶) ترجمہ :- تیرے سر کے گرد گھومنا اور جان دینا (مانا کہ) میرا گناہ ہے (مگر یہ تو بتا کہ) ہلاک ہوتے دیکھنا اور (پھر بھی) رحم نہ کرنا (یہ) کس کا گناہ ہے یعنی میں صاف تو نہیں کہہ سکتا کہ یہ تیری خطا ہے باقی تو خود ہی سمجھ لے۔

(۷) ترجمہ :- اگر ہوا نے رخسار (یار سے زلفوں کو منتشر کر کے ہٹا) دیا تو دیکھنا چاہئے کہ کس کے جیب (و دامن) میں (آنکھ سے) جگر کے

(باقی صفحہ ۱۹۵ پر)

مے بدیدم بجوں و نمے آردم بیاد ۸ کایں گریہائے تلخ ز زہرِ نگاہِ کیست

از کف بعذر دامن دوست نمید ہم ۹ دانستہ ام کہ گوشۂ چشمت براہِ کیست

کف میکشد بزلف و نمے گویدش کسے ۱۰ کاں زلف در ہم از اثرِ دودِ آہِ کیست

چوں بگذرد نظیریِ خونیں کفن بحشر ۱۱ خلقے فغاں کنند کہ ایں دادخواہِ کیست

خواہم ایں بستانِ پر غم را بشورے در شکست ۱۳۵ ایں قفس تنگست بر مرغ تو بال و پر شکست

روزگار از خاطرم چوں نیل از رخسار شست ۲ آسماں بر آتشم چوں عود در مجمر شکست

(بقیہ صفحہ ۱۹۴) ٹکڑے گرتے ہیں اور کس کے دامن نظر ہیں نظارے کے پھول ریعنی دیکھنے کون نظارہ سے محروم رہکر آنکھوں سے لخت جگر بہاتا ہے اور کون محو نظارہ ہوکر اپنے دامنِ نگاہ کو جلوۂ یار کے پھولوں سے بھرتا ہے ؟)

(۸) تشریح :- "بدیدم اور نآردم" میں میم ضمیر مفعولی ہے۔ گریہ ہائے تلخ " مراد اشکہائے تلخ۔ ترجمہ :- (دوست) مجھ کو خون (کے اشکوں) میں غرق دیکھ رہا ہے اور (پھر بھی) اسکے خاطر میں نہیں لاتا (یہ نہیں سوچتا) کہ یہ (میرے خونیں) تلخ آنسو آخر کس کی زہریلی نگاہوں کا نتیجہ ہیں ؟ (یعنی یہ خیال کرکے کہ اسی کی نگاہِ زہر آلود سے ہم اس نوبت کو پہونچے ہیں دوست کو کچھ تو ترس کھانا چاہیئے)

(۹) ترجمہ :- (اے دوست !) میں تیرے دامن اور ہاتھ کو (اب) کسی عذر و معذرت پر نہیں چھوڑونگا اسلئے کہ مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تیرا گوشۂ چشم کس کے انتظار میں ہے۔ توضیح :- یعنی یہ معلوم کرلینے کے بعد کہ تو رقیب کیطرف مائل ہے میری غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ میں تجھکو نہ جانے دوں اور کوئی

(۱۰) ترجمہ :- معشوق زلف پر ہاتھ پھیر (کر بالوں کو جما) رہا ہے اور کوئی اس سے یہ نہیں دریافت کرتا کہ وہ زلفیں کس کے آہ کے دھوئیں کے اثر سے پریشان ہو رہی ہیں۔ توضیح :- یعنی دوست کو بار بار بالوں کو سنوارتے دیکھ کر چاہیئے عاشق پر نظر التفات فرما کر دودِ آہ کو بند کرانا چاہیئے کہ یہی پریشانیِ زلف کا حقیقی سبب ہے جب تک یہ زائل نہ ہوگا دوست کی زلفوں کی پریشانی نہیں مٹ سکتی۔

(۱۱) ترجمہ :- جب نظیری میدانِ حشر میں خون آلود کفن پہنے گذرے گا تو ساری مخلوق شورِ فغاں برپا کردیگی کہ یہ کس (بے رحم) کا فریادی ہے (یعنی وہ کون سنگدل قاتل ہے جس نے نظیری کو اس بری طرح ہلاک کیا)

بحر :- رمل مثمن مقصور ❊ ارکان و تقطیع :- مثل غزل (۱۰)

(۱) ترجمہ بقلب مصرعین :- اے دوست ! تیرے مرغ (اسیر) پر یہ قفس (دنیا) بہت تنگ ہو رہا تھا چنانچہ اس کے سب پر دبا کر توڑ ڈالے (ہیں) میں بھی چاہتا ہوں کہ اس غم سے بھرے ہوئے باغ (عالم) کو شورِ فغاں سے درہم برہم کر ڈالوں۔ توضیح :- یعنی علایق دنیا نے ہمیں بالکل مجبور بنا دیا اسلئے چاہتے ہیں کہ سینہ سے ایک ایسا شورِ فغاں اٹھے کہ یہ کارخانہ ہی تہ و بالا ہو جائے)

(۲) تشریح :- "خاطرم اور آتشم" میں میم ضمیر مفعولی ہے بمعنی مرا "عود" ایک خوشبودار لکڑی "مجمر" انگیٹھی۔ ترجمہ :- زمانہ نے مجھ کو دل سے ایسا دھو ڈالا جیسے کہ نیل (کا داغ) رخسار سے (دھو دیا جاتا ہے) اور آسمان نے مجھ کو آتش (مصائب یا عشق) میں اس طرح پھونکدیا

(باقی صفحہ ۱۹۶ پر)

پائے در پیش آمد و کارم ز پس دامن گرفت	۳	دست در اندیشۂ بارم بزیر سر شکست
طعم شکر داد عشق ار در گلو کافور ریخت	۴	تلخی مے داد غم در شیر ما ار شکر شکست
دیدنش بر عشرت من حسرتِ دیگر فزود	۵	خواستم پیکاں برآرم در جگر نشتر شکست
دوستاں ہرگز نہ بینند از محبت عیبِ دوست	۶	خاطرم خوش شد اگر مے ریخت گر ساغر شکست
در رخش آہے کشیدم خاطرم آزادہ شد	۷	باد بر بستاں وزید و شاخِ نازک تر شکست
میکشم حرمانِ مے بے ظرف در بزمِ وصال	۸	شوقِ دل پیمانہ ام را بر لبِ کوثر شکست

(بقیہ صفحہ ۱۹۵) جس طرح کہ عود کو (دہکتی) انگیٹھی میں ڈال دیا جاتا ہے یعنی زمانہ نے میرا ذرا خیال نہیں کیا اور فلک نے ستانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑا)

(۳) **تشریح:۔** "دست زیر سر شکستن" سوچتے وقت سر کے نیچے ہاتھ رکھ لینا۔ **ترجمہ:۔** (میرا) قدم آگے بڑھا مگر پیچھے سے میرے کار و بار نے (میرا) دامن پکڑ کر کھینچ لیا (تو) کہ میرا ہاتھ اپنے سامان (عصیاں) کی فکر میں سر کے نیچے (دبے دبے) ٹوٹ گیا (کہ اتنے بھاری بوجھ کے ہوتے ہوئے یہ سفر کیسے طے ہوگا۔ کار و بار عشق اور مصائبِ عشق بھی مراد ہو سکتے ہیں یعنی یہ فکر ہے کہ عشق کی ذمہ داریوں سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکوں گا)

(۴) **ترجمہ:۔** عشق نے اگر (میرے) حلق میں (تلخ) کافور بھی ڈالا تو اس نے شکر کا سا مزہ دیا اور غم (ہجر یا غم دنیا) نے اگر میرے دودھ میں شکر بھی ملائی تو اس نے شراب کی سی تلخی پیدا کر دی (یعنی عشق کی تلخیاں بھی گوارا ہیں اور غم ہجر یا غم دنیا کی شیرینیاں بھی ناگوار)

(۵) **تشریح:۔** "دیدنش" مصدر مضاف بسوئے ضمیر مفعول یا ضمیر فاعل "عشرتِ من" عشرت کی جگہ اگر حسرت ہوتا تو زیادہ بہتر تھا باقی اس صورت میں بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ **ترجمہ:۔** اس کے دیدار نے (یا اس کے دیکھ لینے نے) میری حسرت پر ایک اور حسرت کا اضافہ کر دیا (یعنی) میں چاہتا تھا یہ کہ (اس کے تیر نگاہ کے) پیکاں کو نکالوں (مگر) جگر میں نشتر ٹوٹ کر رہ گیا۔ **توضیح:۔** یعنی جب تک اسکے دیدار یا گوشۂ التفات سے محروم تھا تو اسکی حسرت تھی اب میسر ہوا تو دل و جگر زخمی ہو کر رہ گئے ۔

ہے ایک تیر جس میں دونوں چھدے پڑے ہیں ٭ وہ دن گئے جب اپنا دل جگر جدا تھا

(۶) **ترجمہ:۔** فرطِ محبت کی وجہ سے دوست، دوست کا عیب نہیں نکالتے (اسلئے) اگر (میرا) جام ٹوٹ گیا اور شراب گر گئی تو میرا جی خوش ہو گیا (یعنی اپنا عیب صواب خود بخود ہی ظاہر ہو گیا)

(۷) **تشریح:۔** "خاطرم آزادہ شد" کی جگہ اگر "خاطرش آزردہ شد" ہوتا تو دوسرے مصرعہ کا ربط بلا تکلف درست ہو جاتا۔ **ترجمہ:۔** میں نے اس کے سامنے آہ کی تو (میرا دل (غم سے) آزاد ہو گیا مگر) اسکی طبیعت ملول ہو گئی (گویا) باغ (حسن) پر (یہ آہ کی) ایک ہوا چلی اور اس نے ایک نازک ترین شاخ کو توڑ دیا (یعنی دوست ہماری اس بیباکی کے ساتھ آہ کرنے سے آزردہ ہو گیا "شاخ نازک تر" سے دوست مراد ہے)

(۸) **ترجمہ:۔** جام نہ ہونیکی وجہ سے میں بزم وصال میں شراب سے محرومی (کی حسرت) اٹھا رہا ہوں (افسوس! کہ) شوق و اضطرابِ دل نے میرا جام حوض کوثر کے کنارے (پہونچکر) توڑ دیا (یعنی جب اسکے دیدار کی شراب طہور پینے کا وقت نزدیک آیا اسی وقت جام حوصلہ ٹوٹ گیا ۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند ٭ دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

در بیرونِ در نظیری شد ہلاک از انتظار ۹ مژدۂ بخشید مسکیں را کہ مجلس برشکست

١٣٦
۱

داند اخلاصِ مرا و ز حالِ من آگاہ نیست ۱ در دلش رہ دارم و بر آستانم راہ نیست

بخت با ما سرکش ست و مدعا با ما بجنگ ۲ کہربائے شوقِ ما را جذبۂ یک کاہ نیست

فصلہا شد در تباہی پرنیامد عمرِ ما ۳ کشتیِ ما را سفر از سیرِ سال و ماہ نیست

شستِ دل صد رہ گشودم بر ہدف کارے نکرد ۴ گوئیا پیکان و پر با ایں خدنگِ آہ نیست

ن، یاران — خاطرِ دوراں ز کینِ دوستان در عہدِ تو ۵ آنچناں پر شد کہ دلہا را بدلہا راہ نیست

عرضِ حالِ جملہ رہ دارد بخلوت گاہِ قرب ۶ جز دعائے من کہ آں مقبولِ ایں درگاہ نیست

(۹) ترجمہ:- (دوست کے محلِ خانہ کے) دروازہ کے باہر نظیری انتظار کرتی کرتی مر مٹا اگر بلاتے نہیں ہوتی (اس بیچارہ کو یہی) خوشخبری پہونچا دو کہ مجلس برخاست ہوگئی (تاکہ زحمتِ انتظار تو ختم ہو) اشارہ:- نظیری نے اس شعر میں اپنی بیچارگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔

بحر:- رمل مثمن مقصور ٭ ارکان و تقطیع:- مثل نمبر (ت)

(۱) ترجمہ:- (دوست) میرے اخلاص و وفا کو (خوب) جانتا ہے مگر میرے حالات سے واقف نہیں (کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے یعنی) اس کے دل کے اندر تو میں جا سکتا ہوں مگر اس کے آستانہ پر نہیں جا سکتا (سبحان اللہ! کیا عجیب حال ہے!!)

(۲) ترجمہ:- (خود ہمارا) نصیبہ ہمارے ساتھ آمادہ بسرکشی ہے اور (خود ہمارا) مدعا اور مقصد ہمارے ساتھ برسرِ جنگ ہے (ادھر) ہمارے شوق کے کہربا میں گھاس کے ایک تنکے کو (بھی) کھینچنے کی طاقت نہیں رہ جائے دوست کو کھینچ سکے (یعنی ہماری محرومی میں جورِ فلک یا تغافلِ دوست کا دخل نہیں، اصلی سبب اپنی بدبختی اور جذبۂ شوق کی کمی ہے۔ بگردش مہ و خورشید طعنہا دایم ٭ و بختِ خویش زپا لکار پر سر جنگ ست

(۳) تشریح:- "سیرِ سال و ماہ" رفتارِ زمانہ، ماہ و سال کی رفتار سے ہی فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ ترجمہ:- (موافق و مخالف سب قسم کی) فصلیں گذر گئیں مگر ہماری عمر (کی کشتی گرداب) تباہی سے نہ نکلی (معلوم ہوتا ہے کہ) ہماری کشتیِ (عمر) کا سفر گردشِ سال و ماہ کے ذریعہ سے طے نہیں ہوتا۔ توضیح:- مطلب یہ ہے کہ رفتارِ زمانہ سے موافق و مخالف سب قسم کی فصلیں پیدا ہوتی ہیں مگر ہماری عمر کی کشتی کیلئے کسی موسم میں موافق (ہوا نہیں چلتی)

(۴) تشریح:- "شست" سوفارِ تیر کی گرفت "ہدف" نشانہ "خدنگ" تیر۔ ترجمہ بقلب مصرعین:- یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس تیرِ آہ میں (شاید سوز و گداز کے) پر و پیکاں نہیں لگے ہوئے ہیں کہ سو بار میں نے دل کی شست (بھر کر تیرِ آہ) کو چھوڑا (مگر) نشانہ پر ایک تیر نہ لگا (یعنی آہ نے دوست کے دل پر کوئی اثر نہیں کیا اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سوز و گداز میں کمی ہے)

(۵) ترجمہ:- (اے دوست!) تیرے عہد میں زمانہ (یا دوستوں) کا دل دوستوں کے بغض و عداوت سے ایسا بھر گیا ہے کہ (اب) دلوں کو دلوں سے راہ باقی نہیں رہی (یعنی تیری ستم پیشگی کے زمانہ میں سب آشنا بیگانے بن گئے

(۶) ترجمہ:- (دوست کی) خلوت گاہِ تقرب میں سب لوگوں کو عرضِ حال کا موقع مل سکتا ہے سوائے میری درخواست کہ دیں

(باقی صفحہ ۱۹۸ پر)

پیش ازیں در جاں نثاری یاراں لب بہ مطلب داشتم ۷ حرفِ مطلب بود اکنوں گاہ ہست گاہ نیست

جستجوئے وصل با ایں زندگی بیطاقتی است ۸ ذوقے از پرواز با ایں رشتۂ کوتاہ نیست

گر نظیری شکوہ از بے مہریت دارد مرنج ۹ عیبِ صاحب را کہ پوشد بندہ دولتخواہ نیست

ہر کس شہید آں مژہ ہائے دراز نیست ۱۳۶ در شرع بر جنازۂ آں کس نماز نیست

محمود را اگرچہ جہاں زیرِ خاتم است ۲ جائے بہ از گوشۂ چشمِ ایاز نیست

شہ را چو پردہ از رخِ شاہد بر افگند ۳ چشمش سوئے خراجِ خطا و طراز نیست

معذورم ار ضعیف و جگر خستہ ماندہ ام ۴ در عرصۂ ہمم کہ چو من شاہباز نیست

(بقیہ صفحہ ۱۹۷) وہی اس درگاہ میں مقبول نہیں ہوتی یعنی سب نامراد ہیں ایک میں ہی نامراد ہوں)

(۷) ترجمہ:- اس سے پہلے جاں نثاریوں کے پاؤں میں میرے مطلب (کوئی نہ کوئی لگاؤ) آجاتی تھی لیکن اب وہ بھی کبھی ملتی ہے اور کبھی نہیں۔

(۸) ترجمہ:- اس (فانی اور ناکافی) زندگی کے رکھتے ہوئے وصل (دوست) کی جستجو کرنا کم حوصلگی اور بے صبری ہے (اسلئے کہ) اس چھوٹے سے رشتۂ (حیات) کے ساتھ (مرغِ گرفتار کو) پرواز کا کوئی لطف نہیں آسکتا۔ توضیح:- یعنی ہمارا حال بالکل اس طائر کا سا ہے جس کے پاؤں میں ایک چھوٹا سا دھاگا باندھ کر اڑا دیا جائے تو اسکی ہوس بلند پروازی کیسے پوری ہو سکتی ہے پس اس کوتاہ رشتۂ حیات کے ہوتے ہوئے ہمارا بھی اوجِ وصل پہ پہونچنا

(۹) ترجمہ:- اے دوست! نظیری اگر تیری سرد مہری کا شکوہ سنج ہے تو تو برا نہ مان (اسلئے کہ) جو غلام آقا کے عیب کو چھپاتا ہے وہ (درحقیقت) اس کا خیرخواہ نہیں ہوتا۔ توضیح:- یعنی خیرخواہ غلام کا یہ فرض ہے کہ وہ آقا سے اگر کوئی نامناسب بات دیکھے تو اس کو بتا دے اور آقا کا فرض ہے کہ وہ غور کرے اگر واقعی نامناسب ہے تو اس کو چھوڑ دے ورنہ ناراض ہونے کا کیا کام۔ نظیری نے اظہارِ شکوہ کیلئے وجہ خوب نکالی۔

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ۰ ارکان و تقطیع:- مثل ۵۴ (ت)

(۱) ترجمہ:- جو شخص کہ (محبوب کی) ان لمبی لمبی پلکوں کا شہید نہیں شریعتِ (عشق) میں اسکے جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(۲) ترجمہ:- اگرچہ سارا عالم محمود کے زیرِ نگیں ہے (یعنی اگرچہ وہ تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہے مگر) ایاز کے گوشۂ نظر سے بہتر اس کے لئے کوئی جگہ نہیں (یعنی محبوب کی نظر میں جگہ حاصل کر لینا ہی درحقیقت عاشق کی معراج ہے)

(۳) تشریح:- "برافگند" کی جگہ "برافگنند" بصیغۂ جمع ہونا چاہیئے "را" بمعنی برائے "خطا" نام شہر مابین ترکستان و چین و توران "طراز" نام شہر حسن خیز از حدود ترکستان۔ ترجمہ:- اگر (میرے) معشوق کے چہرہ سے نقاب بادشاہ کیلئے ہٹا دیں تو پھر اسکی نگاہ خطا اور طراز کے ٹیکس کی طرف نہ جائے (اسی مضمون کو پوری جامعیت کے ساتھ پہلے اس طرح ادا کیا ہے)

عابد کہ بیندش بدر آید ز خانقاہ ؛ سلطان کہ بیندش بگذارد سپاہ را

(۴) ترجمہ:- اگر میں (طلبِ دوست میں) ناتوان اور زخمی جگر ہو کر رہ گیا ہوں تو میں اس میں معذور ہوں (سزاوارِ ملامت نہیں اسلئے کہ) میں ایسی

(باقی صفحہ ۱۹۹ پر)

عاشق وفا نماید و معشوق سرکشی ۵ حسن از حجاب خالی و عشق از نیاز نیست

دائم کماں کشے بکمیں گہ نشستہ است ۶ آں طاق ابرو از گرہ فتنہ باز نیست

گو غمزہ خشمگیں شو و گو ناز کینہ ورز ۷ یک شیوہ بے کرشمۂ عاشق نواز نیست

مارا چہ اعتبار و اثر با وجود دوست ۸ جائے کہ جلوہ کرد حقیقت مجاز نیست

یار از غرور مست و نظیری بخود اسیر ۹ بیچارہ دل کہ ہیچ کسش چارہ ساز نیست

عشق را کام بعہد دل خود کام تو نیست ۱۳۸/۱ صبح امید و شب وصل در ایام تو نیست

دیدہ ام دفتر پیمان وفا حرف بحرف ۲ نام خوباں ہمہ ثبت ست ہمیں نام تو نیست

(بقیہ صفحہ ۱۹۸) فضا میں پرواز کر رہا ہوں کہ جہاں شاہ باز کے سوا اور کوئی طائر) نہیں۔ توضیح :- یعنی عشق کی بلند اور وسیع فضا میں پرواز کرنا عالی ہمت شہبازوں کا کام ہے پس اگر مجھ سا حقیر و ضعیف طائر تھک کر رہ گیا ہو تو نہ جائے تعجب ہے اور نہ جائے ملامت بلکہ میرا حوصلہ قابل داد ہے کہ ہمت تو نہیں ہاری کہ ع شیریں اگر نہ پا بھی سکا سر تو کھو سکا۔

(۵) ترجمہ :- عاشق (اظہار اخلاص و) وفا کرتا ہے اور معشوق (اظہار) سرکشی (و بے نیازی) اسلئے کہ حسن حجاب (و حیا) سے اور عشق عجز و نیاز سے خالی نہیں ہوتا۔ توضیح :- یعنی عاشق کا طرۂ امتیاز عجز و نیاز ہے اسلئے اس کا پیشہ اخلاص و وفا ہونا ہی چاہیئے اور معشوق کا وصف خاص پردہ داری و حیا ہے اسلئے سرکشی و سرتابی اس کا لازمی نتیجہ ہے ع کجا ماند و نیاز عاشق و معشوق گم گردد؟ ز حاجت حسن مستغنی و ما محتاج استغنا۔

(۶) ترجمہ تقلیب مصرعین :- (دوست کی) وہ محراب ابرو (کبھی) فتنہ انگیز گرہ سے صاف نہیں رہتی (گویا) ہمیشہ ایک تیر انداز (ہمیشہ) عاشق کے دل کی گھات میں بیٹھا رہتا ہے۔ اشارہ :- گرہ ابرو کو کمان کش، طاق ابرو کو کمین گاہ اور ابرو کو کمان قرار دیا ہے۔

(۷) ترجمہ :- غمزہ (یار) سے کہدو کہ خوب غصہ دکھائے اور ناز سے کہدو کہ خوب دشمنی برتے (کہ دونوں طریقوں تک) کوئی طریق بھی ادائے عاشق نوازی سے خالی نہیں (یعنی دوست کا خشمگین غمزہ اور کینہ ور ناز عاشق کیلئے نوازش کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اسکو تو دوست کی ہر ادا پسند ہے)

(۸) ترجمہ :- دوست کے سامنے ہمارا نشان نمود اور اعتبار کیا؟ کیونکہ جہاں حقیقت جلوہ گر ہو وہاں مجاز نہیں ٹھہر سکتا (یعنی ہیچ ہوں تو اند ذرہ با خورشید)

(۹) ترجمہ :- دوست (اپنے) غرور میں مست ہے اور نظیری اپنی الجھنوں میں گرفتار (رہا) بیچارہ دل (تو) کوئی اس کا چارہ گر اور پرسان حال (ا) نہیں (شعر کیا ہے بے کسی و بے بسی کی مجسم تصویر ہے)

بحر :- رمل مثمن مخبون مقصور ✻ ارکان و تقطیع :- مثل ۱۲۸ (ت)

(۱) ترجمہ :- اے دوست! (تیرے خود غرض دل کے عہد میں عشق کی کوئی مراد حاصل نہیں (یعنی عاشق نامراد ہی رہتا ہے) (تیرے زمانہ میں نہ امید کی صبح پائی جاتی ہے اور نہ وصل کی شب (یعنی تیرے زمانہ کا یہ انقلاب کہ ایک دن اور ایک رات ہی سرے سے غائب ہو گیا اور ہماری محرومی کا یہ دردناک

(۲) ترجمہ :- میں نے عہد وفا باندھنے والوں کا رجسٹر ایک ایک حرف کر کے دیکھ لیا سب کا نام درج ہے ایک تیرا ہی نام نہیں (یعنی تمام معشوق اپنے اپنے عاشقوں سے کبھی نہ کبھی وعدہ وفا کرتے ہیں، ایک تو ہی ایسا ہے کہ وفا سے بالکل نا آشنا ہے)

مَن دلِ شیفتہ آزار سے دانم چیست	۳	کہ زخویشم خبر از لذتِ دشنام تو نیست
آبِ حیواں نخورد صیدِ تو از لذتِ تیغ	۴	جاں بحسرت دہد آں مرغ کہ در دامِ تو نیست
آتشم در سروساماں بچہ تدبیر زدی	۵	یکسر موئے مرا نیست کہ از رامِ تو نیست
آخر اے دُرِ گرامی زکدام آب و گِلی	۶	ہیچ دل نیست کہ پروردۂ اکرامِ تو نیست
بہ برازندگیٔ قامتِ موزوں نازم	۷	یک قبا نیست کہ شایستۂ اندامِ تو نیست
باش در دوستی از خویش نظیری نومید	۸	کہ ز آغازِ تو پایندہ تر انجامِ تو نیست
ہر کرا معنی نے خیزد ز دل گفتار نیست	۱۳۹	نیست یک عارف کہ خود ساقی و خود خمار نیست

(۳) تشریح :۔ "دل شیفتہ" فریفتہ دل، مبتلائے عشق۔ "دشنام" مرکب از دُش بمعنی زشت و نام۔ ترجمہ :۔ مجھ فریفتہ دل کو کیا خبر کہ آزار کسے کہتے ہیں (جبکہ) تیری گالیوں کی لذت کی وجہ سے مجھے اپنا بھی ہوش نہیں ہے

تو حرفِ تلخ فروشی و من شکر نوشم ✤ کہ چاشنیٔ ہزار آشتی ست جنگ ترا

(۴) ترجمہ :۔ اے محبوب! تیرا شکار (تیرے آبِ) تیغ کی لذّت کو چھوڑ کر (یا اس کی وجہ سے) آبِ حیات نہیں پی سکتا (حتی کہ) وہ طائر جو تیرے دامِ (عشق) میں گرفتار نہیں وہ بھی اسی حسرت (گرفتاری) میں جان دیدیتا ہے (یعنی ہر ایک شخص تیرے دامِ عشق میں گرفتار اور تیری تیغِ نگاہ کا شہید بننے کا آرزومند ہے اسلئے کہ آبِ حیات بھی اتنا جاں بخش نہیں ہے جتنا کہ آبِ تیغ ہے)

(۵) تشریح :۔ "آتشم" میں م سروساماں کا مضاف الیہ ہے۔ "رام" تابع، مملوک۔ ترجمہ :۔ (اے دوست! یہ بتا کہ) میرے ساز وساماں میں تونے کیا سمجھ کر آگ لگا دی (جبکہ) میرا رونگٹا رونگٹا تیرے تابعدار دں میں (اور تیری ملک) ہے۔ توضیح :۔ یعنی تونے میرا کچھ نقصان نہیں کیا اسلئے کہ میں سرتاپا تیری ملکیت تھا تونے میری خانماں ہستی کو تباہ کرکے درحقیقت اپنا نقصان کرلیا، تونے کیا سوچکر ایسا کیا!!

(۶) ترجمہ :۔ اے بلند قدر موتی (یعنی دوست)! آخر بتا تو کون سے آب وگل (کے خمیر) سے بنا ہے (کہ اس قدر کریم ورحیم ہے) کہ ایک دل بھی ایسا نہیں جو تیرے رحم وکرم میں نہ پلا ہو (یعنی تیرا لطف عمیم اور تیرا نام رحیم وکریم ہے)

(۷) ترجمہ :۔ (اے یارِ حقیقی!) میں تیرے قد کے سجیلے پن پر ناز کرتا ہوں کہ کوئی قبا ایسی نہیں جو تیرے بدن پر راست نہ آتی ہو (یعنی تجھ پر ہر لباس پھبتا ہے، کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ)

(۸) ترجمہ :۔ اے نظیری! عشق ومحبت میں اگر قدم رکھا ہے تو اپنی جان سے ہاتھ دھولے اسلئے کہ تیرا انجام بھی تیرے آغاز سے کچھ زیادہ محکم ومضبوط نظر نہیں آتا (یعنی اگر تونے عشق ومحبت کا نام لیا ہے تو اپنے انجام وآغاز سے بے خبر اور دل وجان کو خیرباد کہنے کیلئے تیار ہوجانا چاہئے)

بحر :۔ رمل مثمن مقصور ✤ ارکان وتقطیع :۔ مثل نمبر ۲ (ت)

(۱) ترجمہ :۔ جس شخص کے دل سے معانی پیدا نہیں ہوتے اسکو گویائی (بھی باثر) نہیں ملتی (اور) عارف (صاحبِ دل) کوئی ایسا نہیں ہے

(باقی صفحہ ۲۰۱ پر)

خار خار کوئے یارے ہست ہر کس را دلیست ۲ نشگفد ہر گل کہ در پائے دلش ایں خار نیست

سحر چشم بت بکارست و دعائے برہمن ۳ گبر ہر تارے کہ بندد بر میاں زنار نیست

توبۂ ہشیار مے گویند می گردد قبول ۴ تا نہ نوشم مے مرا یارائے استغفار نیست

مستی و شاہد پرستی ہرزہ خندی و نشاط ۵ کار کار مے گسارانست و دیگر کار نیست

پیش پائے گرم و سرد روزگار افتادہ ایم ۶ سایۂ در ویرانۂ ما از پستی دیوار نیست

اندکے اے نالہ امشب بے اثر می یابمت ۷ آنکہ ہر شب مے شنید امشب مگر بیدار نیست

مردم از شرمندگی تا چند با ہر ناکسے ۸ مردمت از دور بنمایند و گویم یار نیست

(بقیہ صفحہ ۲۰۰) جو خود ہی مے ساز اور ساقی ہو۔ **توضیح**:- یعنی حالانکہ ساقی و خمار جدا جدا ہوتے ہیں مگر صاحب دل خود اپنے دل سے کیف آور معانی عرفان پیدا کرتا ہے اور خود ہی موثر گفتار سے سامعین کے دلوں میں اتار دیتا ہے لیکن اگر دل مضمون آفریں نہ ہو تو گفتار بے اثر ہوتی ہے۔

(۲) **تشریح**:- "خار خار" تکرار لفظ سے کثرت مراد ہے "یارے" میں یائے تنکیر تعظیم کے لئے ہے "ہر کس را دلے ست" کے بعد "بسم اللہ! قدم نہد" محذوف ہے یا یہ مبتدا ہے، اور "خار خار" اسکی خبر مقدم ہے دوسرا مصرعہ دعا بھی قرار دیا جا سکتا ہے اور علت بھی۔ **ترجمہ**:- ایک یار فتنہ ساماں کے کوچہ کا خارزار موجود ہے جو شخص دل رکھتا ہے (بسم اللہ) اس کوچہ میں قدم رکھے اسلئے کہ (جس پھول کے پائے دل میں یہ کانٹا نہ لگ چکا ہو وہ کھلتا ہی نہیں (یا خدا کرے وہ پھول کبھی نہ کھلے جس کے پائے دل میں یہ کانٹا نہ لگ چکا ہو۔

(۳) **ترجمہ** (تقلیب مصرعین):- گبر آتش پرست جو تار بھی کمر پر باندھ لے وہ زنار قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ کافر عشق کیلئے بت (کافر ادا) کا جادو نظر اور برہمن (یعنی رہنما) کی دعائیں بھی درکار ہیں۔ **توضیح**:- یعنی محض زنار باندھ لینے سے کفر عشق کی تکمیل نہیں ہو جاتی جب تک کہ بت حقیقت کا سحر آلود گوشۂ چشم اور رہنمائے طریقت کی دعائیں شامل حال نہ ہوں۔

(۴) **ترجمہ**:- لوگ کہتے ہیں کہ صاحب عقل و ہوش کی توبہ قبول ہوتی ہے مگر میں جب تک شراب پی کر مدہوش نہ ہو جاؤں مجھ کو توبہ کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہوتی (پس توبہ کا ہونا معلوم)

(۵) **ترجمہ**:- مست و بیخود رہنا، محبوب کی پرستش کرنا، خوب ہنسنا اور خوش ہونا (یہی) کام جو شراب نوشوں کے ہیں درحقیقت کام ہیں اور ان کے علاوہ کوئی کام کام نہیں۔

(۶) **ترجمہ**:- ہم زمانہ کے گرم و سرد (یعنی رنج و تکلیف) کے سامنے پڑے ہوئے ہیں (اسلئے کہ) ہمارے ویرانہ میں دیوار کی پستی کی وجہ سے سایہ نہیں آتا (کہ جس کے ذریعہ سے ہم زمانہ کی گرمی و سردی سے محفوظ رہ سکیں مراد یہ ہے آلام روزگار بیشمار پیش آ رہے ہیں جن سے بچنے کی تدبیر کوئی نہیں

(۷) **ترجمہ**:- اے نالہ! آج کی رات میں تجھے ذرا بے اثر پاتا ہوں (اسلئے کہ) ہر رات جو (محبوب) سنا کرتا تھا وہ آج کی رات شاید بیدار نہیں ہوا (یعنی روزانہ نالہ کی تاثیر یہ تھی کہ دوست خواب سے بیدار ہو جایا کرتا تھا مگر آج کی رات بیدار نہیں ہوا معلوم ہوتا ہے کہ نالہ کا اثر کچھ کم ہو گیا ہے)

(۸) **ترجمہ**:- (اے دوست!) میں تو شرم کے مارے مر مٹا آخر کہاں تک لوگ تجھ کو دور سے ہر کس و ناکس کے ساتھ (ملتا ہوا) دکھاتے رہیں اور

(باقی صفحہ ۲۰۲ پر)

مجلس آخر شد نظیری حال خود با او بگو ۹ ہر نفس بزمے وہر دم صحبتے درکار نیست

داغِ دل در عشق افسردن نمیداند کہ چیست ۱۴۰/۱ لالۂ ایں باغ پژمردن نمیداند کہ چیست

خندہ بر حالم مزن کیں گریہ ہر کس را گرفت ۲ دامن از خونِ دل افشردن نمیداند کہ چیست

باغبان دہر نخل عمر را آبے نداد ۳ کاشتن دانست پروردن نمیداند کہ چیست

عشق از یک تاختن بنگاہِ دل تاراج کرد ۴ صبرِ بیدل حملہ آوردن نمیداند کہ چیست

زخم پیکانم بآبِ زندگی شوید دہن ۵ ہر کہ تیر او خورد مردن نمیداند کہ چیست

ترکِ خصمی کن کہ دارد خوئے افعیٔ روزگار ۶ نیست تا آزردہ آزردن نمیداند کہ چیست

(بقیہ صفحہ ۲۰۱) میں یہ کہتا رہوں کہ یہ تو (میرا) محبوب نہیں ہے (کوئی اور ہوگا) یعنی مجھ پر لوگ فقرے کستے ہیں خدا کیلئے تو رقیبوں سے ملنا چھوڑ دی)

(۹) ترجمہ:- اے نظیری! مجلس ختم ہونے کو ہے اپنے دل کا حال اس سے کہہ ہے ہر دم (ایسی) محفل اور ہر لحظہ (ایسی) مجلس میسر نہیں ہوتی (یعنی اس موقعہ کو غنیمت سمجھ اور جو کچھ عرض کرنا ہے کرلے)

بحر:- رمل مثمن مقصور ؛ ارکان و تقطیع:- مثل نمبر (ت)

(۱) ترجمہ:- عشق میں میرے دل کا داغ (ہمیشہ ہرا رہتا ہے) کمھلانا جانتا ہی نہیں کہ کس کو کہتے ہیں (یعنی) اس باغ (عشق) کا گل لالہ پژمردہ ..... [illegible]

(۲) ترجمہ:- (اے فارغ دل!) میرے حالِ زبوں پر نہ ہنس اسلئے کہ اس گریہ (خونیں) نے جس کو (ایکبار) گھیر لیا (پھر) وہ خونِ دل سے دامن نچوڑ (کر صاف کر) نا جانتا ہی نہیں کہ کیسا ہوتا ہے (یعنی عاشق کا دامن ہمیشہ خونیں اشکوں سے تر رہتا ہے)

(۳) ترجمہ:- (اس) زمانہ کے باغبان نے (ہماری) عمر کے درخت کو (بالکل) نہیں سینچا (یعنی) اس نے بونا تو جانا (مگر) پالنا جانتا ہی نہیں کہ کس چیز کا نام ہے۔

(۴) تشریح:- بنگاہ "سامان رکھنے کی جگہ، خیل خانہ - ترجمہ:- عشق نے ایک ہی حملہ میں دل کے سامان (ضبط و قرار) کے مقام کو لوٹ لیا (اور ادھر عاشق) بیدل کا صبر (تحمل) حملہ کرنا بالکل نہیں جانتا (یعنی عشق نے عاشق کے خانۂ دل کو بالکل ویران کر ڈالا اور وہ چپ کھڑا دیکھتا رہا)

(۵) ترجمہ:- (تیر یار کے) پیکاں سے لگا ہوا میرا زخم اپنے منہ کو آبِ حیات سے دھوتا ہے (پس واضح رہے کہ) جو اس (محبوب کا) تیر کھالیتا ہے (پھر) وہ نہیں جانتا کہ موت کسے کہتے ہیں۔ توضیح:- یعنی ؎ کشتگانِ خنجر تسلیم را ٭ ہر زماں از غیب جانے دیگر ست طریقہ ہے کہ مرہم لگانے سے پہلے زخم کو دھوتے ہیں اس لئے کہتا ہے کہ میرے زخم کو اس معمولی پانی سے دھونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا منہ تو آبِ حیات سے دھل چکا ہے۔

(۶) ترجمہ:- (زمانہ کے ساتھ) دشمنی کو چھوڑ دے اسلئے کہ زمانہ کی سانپ کی سی خاصیت ہے کہ جب تک خود اسکو نہ ستایا جائے وہ ستانا نہیں جانتا

غنچ وافسونِ زلیخا کار دریوسف نہ کرد ۷ ہر کہ دل درباخت دل بُردن نمیداند کہ چیست

عشرتِ تنگِ دلِ ما نو رس ہر گلشن ست ۸ غنچہ برگِ عیش گستردن نمیداند کہ چیست

از حجاب امشب نظیری بادہ بر سجادہ ریخت ۹ پارسا آدابِ مے خوردن نمیداند کہ چیست

گشت دوزخ شررے ز آتش سوداش ریخت ۱۴۱/۱ شد قیامت قدرے فتنہ ز بالائش ریخت

ہر کرا زلف جوئے مشک بہ پیمانہ فگند ۲ خندہ مشتے نمکِ سودہ بصہبائش ریخت

حسن در پردہ نہاں بود کہ نقد دو جہاں ۳ عشق از گریہ بدل گرمیٔ سودائش ریخت

(۷) ترجمہ:۔ زلیخا کے ناز و ادا نے یوسف پر کوئی اثر نہ کیا (اور حقیقت یہ ہے کہ جو اپنا دل ہار بیٹھا وہ (دوسرے کا) دل چھین لینا نہیں جاتا (یعنی جو اپنا دل قابو میں نہیں رکھ سکتا وہ دوسرے کا دل کیا قابو میں کر سکتا ہے)

(۸) تشریح:۔ "نو رس" میوۂ تازہ اور ہر وہ چیز جو تازہ ہو یہاں غنچۂ نو رس مراد ہے۔ ترجمہ:۔ ہمارے دل کی تنگ زندگی اور عیش و عشرت کی مثال ہر گلشن کی تازہ کلی کی سی (اور) کلی سامانِ عیش و عشرت کو پھیلانا نہیں جانتی کہ کسے کہتے ہیں۔ توضیح:۔ یعنی ہمارا دل ہمیشہ مثل غنچہ ... سمٹا ہوا رہتا ہے)

(۹) ترجمہ:۔ آج رات نظیری نے شرم و حجاب کی وجہ سے شراب مصلے پر گرا دی (بیچارہ یہ) پارسا (ابھی) شراب نوشی کے آداب نہیں جانتا کہ کیا کیا ہیں۔ توضیح:۔ یعنی آدابِ مے نوشی میں سے ایک چیز یہ ہے کہ بیانگ دہل پینا چاہیئے اور مصلے کو پہلے ہی سے خیر باد کہہ دینا چاہیئے مگر نظیری کی شراب نوشی کی چونکہ ابھی ابتدا ہے اسلئے ابھی مصلی بھی نہیں چھوٹا اور لوگوں کا حجاب بھی باقی ہے تو چھپائیں میں کہیں پیالہ الٹا ہو گیا اور مصلی شراب سے تر ہو گیا غریب کی ... [illegible]

بحر:۔ رمل مثمن مخبون مسکن مقصور ❊ ارکان و تقطیع:۔ مثل (۱۲۸ ت)

(۱) تشریح:۔ "ز آتش" و "ز بالائش" کے پہلے کاف ہر جملہ محذوف ہے یہ جملے صفت ہیں اور "شررے" اور فتنہ موصوف ہیں۔ ترجمہ:۔ وہ چنگاری جو اس (محبوب) کے عشق کی آگ سے نکلی دوزخ بنگئی اور جو فتنہ کہ اس کے رفتنہ سامان) قد سے پیدا ہوا قیامت کا ہم رتبہ ہو گیا (یعنی آتشِ عشق کا ہر شرارہ دوزخ بکف اور قدِ یار کی ہر فتنہ زا دا قیامت بدوش ہے)

(۲) ترجمہ:۔ جس کے پیمانہ (شراب) میں زلفِ (یار) نے جو برابر مشک ڈالی تو (دوست کی) ہنسی نے اس کی شراب میں مٹھی بھر نمک جھونکدیا توضیح:۔ تیزی اور خوشبو کے لیے شراب میں مشک ملایا کرتے ہیں اور نمک ملانے سے شراب سرکہ بنجاتی ہے ان دونوں باتوں کو پیش نظر کہتا ہے کہ ہماری شرابِ زندگی میں زلفِ یار کی جو برابر مشک ملجانے سے جو لطف پیدا ہوا تھا وہ سب اسکی تمسخر آمیز اور طنزیہ ہنسی کی مٹھی بھر نمک ملجانے سے جاتا رہا حتی کہ شراب کھٹا سرکہ بنکر رہگئی اور یہ شوخی تو دیکھئے کہ مشک جو برابر ڈالی اور نمک مٹھی بھر۔

(۳) ترجمہ:۔ حسن (ابھی) پردہ ہی میں مستور تھا کہ عشق نے اس کا سودا کرنے کے شوق میں آنسو گرا کر نقد دو عالم (سامنے) ڈالدیا۔ توضیح:۔ یعنی حسنِ قدیم نے ابھی چاہا ہی تھا کہ پردہ سے باہر آئے کہ عشق خریداری کیلئے تیار ہو گیا اور محبت کے آنسو جو نقدِ دو عالم کے مساوی ہیں قیمت کے طور پر نکال کر رکھدئے شعر میں کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ کے پورے مضمون کو ادا کر دیا ہے کہ خود

(باقی صفحہ ۲۰۴ پر)

شبنم — کام ازاں یافت زلیخا کہ چو یوسف را دید ۴ اوّل اسباب تعلق ہمہ در پائش ریخت

از پے تربیتم خضر دہد آب حیات ۵ عشق تا بر گلِ من تخم تمنائش ریخت

سرمہ در چشم بلا غمزۂ بے باکش کرد ۶ بادہ در کام حیا نرگس شہلائش ریخت — جام

نخلِ پیوند تو ہر چند نظیری بر کند ۷ در نفس تخم نوی عشق تو بر جائش ریخت

رفتی ببزم غیر نکونامی تو رفت ۱۴۲/۱ ناموس صد قبیلہ بیک خامی تو رفت

اکنوں اگر فرشتہ نکو گویدت چہ سود ۲ در شہر صد حکایت بدنامی تو رفت

ہم صحبت رقیب شدی از غرور حسن ۳ نام خوشی تو در سر خود کامی تو رفت

یاران متفق ہمہ انکار مے کنند ۴ ہر جا حدیث نیک سرانجامی تو رفت

(بقیہ صفحہ ۲۰۳) حسن قدیم کو اپنے اظہار کا شوق ہوا تو یہی شوق تمہید ایجاد حسن ٹھہرا اور وجود دو عالم جو اس شوق کا نتیجہ تھا بمنزلہ قیمت قرار پایا۔ جس کا مرتبہ پیدا ہوا ہے خرید ارکا دوسرا درجہ قیمت کا نمبر اسی ترتیب سے حسن شوق اور پھر دو عالم وجود میں آ گئے۔

(۴) ترجمہ:۔ زلیخا نے اپنی مراد (یعنی ملاقات یا عشق میں نامور ی) اس وجہ سے حاصل کر لی کہ اس نے جب یوسفؑ کو دیکھا تو سب سے پہلے تمام (تعلق دنیوی) کا سامان اسکے قدموں میں ڈالدیا لہٰذا قرب دوست کے ہر طلب گار کو ایسا ہی کرنا چاہیئے)

(۵) ترجمہ تقلب مصرعین:۔ جب سے کہ عشق نے میرے (سینہ کی) زمین میں اس کی تمنا کا بیج بویا ہے (اس وقت سے برابر) خضر آب حیات سے میری آبیاری کر رہا ہے (یعنی عشق دوام حیات کا موجب ہے)

(۶) تشریح:۔ شہلا" وہ نرگس جس میں بجائے زردی کے سیاہی ہوتی ہے یہی نرگس مشابہ چشم ہوتی ہے۔ ترجمہ:۔ اس (دوست) کے بیباک غمزوں نے بلا کی آنکھ میں سرمہ لگا دیا (جس کی وجہ سے ہم اسکی نگاہوں سے کہیں نہ چھپ سکے اور) اس کی (آنکھ کی) نرگس شہلا نے حیا کے کام و دہن میں شراب ڈالدی کہ خود حیا بھی مست و بیخود ہو گئی مراد یہ ہے کہ اسکے غمزے بڑی فتنہ انگیز اور بلا خیز ہیں اور اسکی آنکھیں بڑی مست اور شرمیلی)

(۷) ترجمہ:۔ نظیری نے تیرے تعلق خاطر کے درخت کو ہر چند اکھاڑا مگر تیرے عشق نے اس (اکھڑے ہوئے درخت) کی جگہ دل میں (پھر) نیا بیج ڈالدیا (یعنی مجھ کو جو تعلق خاطر دوست سے ہے وہ کسی تدبیر سے دور نہیں ہو سکتا)

بحر:۔ مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ۰ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۱/۷۵ (ت)

(۱) ترجمہ:۔ (اے دوست!) تو رقیب کی محفل میں چلا گیا (جس سے) تیری تمام نیک نامی جاتی رہی (یہی نہیں بلکہ) سینکڑوں قبیلوں کی آبرو تیری (اس) ایک خامی کی وجہ سے جاتی رہی (یعنی تو نے تمام حسینوں کو بدنام کر دیا اسلئے کہ ؏ چو از قومے یکے بے دانشی کرد ۰ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را)

(۲) ترجمہ:۔ اب فرشتہ بھی تجھے اچھا بتائے تو کیا فائدہ؟ کہ شہر میں تیری بدنامی کے سینکڑوں قصے مشہور ہو چکے ہیں۔

(۳) ترجمہ:۔ تو غرور حسن کی وجہ سے (مجھ سے کٹ کر) رقیب کا ہمنشین بنا پس تیرا نام نیک تیری خود کامی و خود غرضی کے پیچھے جاتا رہا۔

(۴) ترجمہ تقلب مصرعین:۔ جہاں تیری نیک کرداری کا ذکر ہوا تو تمام احباب متفق طور پر اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

رندے کہ مے فروش ندادش دُرو ئے ۵ مشہورِ خاص و عام بیجا مئی تو رفت
بُرد از رخِ تو رنگِ حیا بادہ ہوس ۶ شرمے کہ بود در ہمہ جا حامئی تو رفت
با کاوِ کاوِ غمزہ نظیری اثر نماند ۷ فارغ نشیں کہ خونِ دلِ آشامئی تو رفت

۱۴۲ تا بصد راز لب خبر دارم وے دستور نیست
ہیچ راز از دیدۂ صاحب تمیزاں دور نیست ۱
دیدۂ بے معرفت را در دو دنیا نور نیست ۲
ہر کہ از معشوق غافل گشت لذت در نیافت
سرو را غیر از ہوائے در سر مخمور نیست ۳
گل گریباں چاک و نرگس مست رفتند از چمن

(۵) ترجمہ:۔ وہ رذیل، رند (یعنی رقیب) کہ جس کو مے فروش تلچھٹ تک نہ دیتا تھا تیرا اس کا سہ بیجائی کی وجہ سے خاص و عام میں مشہور ہوگیا۔
(۶) ترجمہ:۔ شراب ہوسناکی نے تیرے چہرہ سے حیا کا رنگ کھو دیا (یس) وہ شرم و حیا جو ہر جگہ تیری حمایت کرتی تھی جاتی رہی (یعنی تیری حیا تجھ کو بدنامی سے بچا لیتی تھی مگر تیرے ہرجائی پن نے اس کو بھی کھو دیا)
(۷) تشریح:۔ "کاوکاو" حاصل مصدر سماعی از کاویدن مرکب از دو امر۔ ترجمہ:۔ اے نظیری داب دوست کے، غمزہ کی کاوشوں میں کوئی اثر نہیں رہا، تو بھی مطمئن ہو کر بیٹھ جا، کہ اب تیرا خون دل پینا ختم ہوگیا (یعنی دوست کی رقیب نوازی اور ہرجائی پن نے اب عشق سے ہی دل کھٹا کر دیا، جب دوست کو ہمارا کوئی خیال نہیں تو ہمیں ہی کیا پڑی ہے کہ خونِ دل پئیں۔)

بحر:۔ رمل مثمن مقصور ٭ ارکان و تقطیع:۔ مثل نمبر (۵)

(۱) تشریح:۔ "تا بصد راز لب" بمعنی از لب تا بصد راز ہر چہ ہست لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تصحیف واقع ہوگئی ہے اصل میں "تا بصد راز ت" ہوگا۔ ترجمہ:۔ صاحبِ عقل و تمیز لوگوں کی آنکھوں سے کوئی راز مخفی نہیں حتی کہ میں تیرے سینکڑوں راز (یا لب و سینہ کے درمیان جو کچھ ہے اس کو بخوبی) جانتا ہوں مگر بتانے کی، اجازت نہیں۔ توضیح:۔ یعنی دوست کے خلوت خانہ میں باتمیز عاشقوں کا گذر ہوتا ہے اور وہ من و تو کی تفریق کے مٹ جانے سے پوری طرح واقف ہوتے ہیں مگر اس کے اظہار کی اجازت نہیں ورنہ منصور کی طرح بے تمیز ٹھہرا دیئے جائیں گے۔
(۲) ترجمہ:۔ جس نے معشوق سے غفلت برتی وہ (پھر کبھی) کوئی لطف نہ پا سکا (نور) معرفت نہ رکھنے والی آنکھ دونوں عالم میں نور سے بے بہرہ رہتی ہے۔ اشارہ:۔ آیت مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى کی طرف تلمیح ہے یعنی جو اس عالم میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ برخلاف اس کے ؎

دید حسن و جمال آنجا را ٭ در بصر ہر کہ کحل سود اینجا

(۳) ترجمہ:۔ پھول گریبان چاک کر کے اور نرگس مست و بیخود ہو کر اس چمن سے چلے گئے اور سرو کے خمار آلود سر میں (بھی) سودائے عشق کے سوا کچھ نہیں (یعنی تمام موجوداتِ عالم پر عشق و مستی طاری ہے)

بر درِ پیرِ مغاں ہرگز نمے میرد کسے ۴ در مقامے کآبِ حیوانست غیر از سور نیست

چوں سرائے کاروانگاہست دُنیا بر گذر ۵ شب نمے آید کہ صد مسکیں دروں رنجور نیست

سینۂ دارم کہ از مرہم جراحت مے شود ۶ زخمے از نیشِ محبت نیست کآں ناسور نیست

بندہ گر بیباکی کرد از خداوندی ببخش ۷ گرچہ مغرور است اما جز بتو مغرور نیست

پر بجا گر عشق اینجا لافِ رفعت میزند ۸ جلوہ ہا در چشمِ عاشق ہست کاندر طور نیست

کوہکن را خود بناخن سنگ می باید برید ۹ جوئے شیر و نقشِ شیریں کارِ ہر مزدور نیست

عشق یوسف را دریں سودا بدیناری فروخت ۱۰ بندگی خواہد پیمبرزادگی منظور نیست

(۴) ترجمہ:- پیرِ مغاں (یعنی رہنمائے حقیقت) کے دروازہ پر (پہونچکر) کوئی نہیں مرتا اس لئے کہ جس جگہ آبِ حیات موجود ہو، وہاں عیش و مسرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا (شراب کو آبِ حیات قرار دیا ہے مراد یہ ہے کہ جس کو ایک دفعہ شرابِ عشق مل گئی پھر وہ مرنے کا نام نہیں لیتا)

(۵) ترجمہ:- دُنیا قافلوں کے ٹھہرنے کی سرائے کے مثل ہے (جو) گذرگاہ پر (بنی ہوئی ہوتی ہے پس) کوئی رات ایسی نہیں کہ سینکڑوں مسکین بیمار اور دردمند اس میں (پڑے ہوئے) نہ ہوں (یعنی دنیا جائے قیام نہیں ہے بلکہ جائے سفر ہے)

(۶) ترجمہ:- میں ایسا (زخمی) سینہ رکھتا ہوں جو مرہم سے اور (زیادہ) زخمی ہوجاتا ہے اس لئے کہ نشترِ عشق کا کوئی زخم ایسا نہیں جو ناسور نہ بنگیا ہو ؎ بہ نمی گردد بمرہم زخمِ ما ؛ عشق غیر از علتِ ناسور نیست

(۷) ترجمہ:- (اے خدا!) اگر بندہ نے بے باکانہ کوئی گناہ کیا ہے تو تو اپنے رحم و کرم سے بخشدے (اسلئے کہ) اگرچہ وہ مغرور ہے مگر اس کو تیرے ہی اوپر غرہ ہے (یعنی تیری رحمتِ وسیع کے بھروسہ پر اس سے بے باکیاں ظہور میں آجاتی ہیں)

(۸) ترجمہ:- اگر عشق یہاں (پہونچکر) سربلندی کا دعویٰ کرنے لگے تو بالکل بجا ہے کہ عاشق کی آنکھ (یا دل) میں وہ وہ جلوے ہیں جو طور میں نہیں۔ توضیح:- یعنی طور پر تو بہت ہی ادنیٰ تجلی کا ظہور ہوا تھا مگر موسیٰ اس کی بھی تاب نہ لاسکے اور یہاں عاشق کی نظر میں اُس سے بہت اعلیٰ جلوے ہیں اسلئے اگر عشق دعویٰ رفعت کرے تو کیا بیجا ہے۔

(۹) تشریح:- "سنگ بناخن بریدن" نہایت مشقت اٹھانا۔ ترجمہ:- (فرہاد) کوہکن کو خود اپنے ناخن سے پتھر کاٹنے کی ضرورت ہے (ورنہ) جوئے شیر (نکال لانا) اور نقشِ شیریں (حاصل کرلینا) ہر مزدور کا کام نہیں۔ توضیح:- یہ فرہاد پر طنز ہے کہ اس نے عام مزدوروں کی طرح تیشہ کیوں استعمال کیا اس کو تو ناخن سے کوہ کنی کرنی چاہیئے تھی، مراد یہ ہے کہ طلبِ دوست میں آلات و اسباب پر بھروسہ نکرنا چاہیئے۔

(۱۰) ترجمہ:- عشق نے یوسفؑ کو اسی (الفت و محبت کے) معاملہ میں ایک دینار کے بدلے بکوادیا (اس لئے کہ) عشق تو (اپنی) بندگی اور غلامی میں لینا) چاہتا ہے (کسی کا) پیمبرزادہ ہونا اس کی نظر میں وقعت نہیں رکھتا۔ توضیح:- بھائیوں نے چند درہم کے بدلے یوسفؑ کو قافلہ کے ہاتھ فروخت کردیا تھا پھر مصر کے بازار میں جاکر بکے، یہ ساری کارفرمائی عشق کی تھی جو کسی کی پیمبرزادگی کا بھی لحاظ نہیں کرتا

گر ثری گر عرش اینجا لاف رفعت میزنند ۱۱ جلوه ہا در بطن ماہی ہست کاندر طور نیست
عافیت خواہی نظیری بستۂ خوباں مشو ۱۲ از نتاج حسن اگر حور ار ملک مستور نیست

ردیف الثاء

عطا ش را نه صوابست و نے خطا باعث ۱ بس ست بہر کرم نالۂ گدا باعث
اگرچہ رزق گدا باز پس نمے گردد ۲ مقدرست کہ می گردد ش دعا باعث
خزاں درود و سحاب آب داد و دہقاں کشت ۳ ببیں کہ بردو کہ پرورد شد چہا باعث

(۱۱) ترجمہ:۔ خواہ زمین کی تہ ہو یا عرش (کی چوٹی) یہاں (پہونچ کر) سب سربلندی کا دعوی کرنے لگتے ہیں (کیونکہ) مچھلی کے پیٹ میں بھی وہ وہ جلوے ہیں جو طور میں نہیں (اگرچہ مچھلی پستی میں ہے اور طور بلند ہے مگر درجۂ عشق میں دونوں برابر ہیں بلکہ بعض اوقات جو پست ہے وہ بلند سے بھی بلند تر ہو جاتا ہے کہ بطن ماہی میں یونس ؑ نے وہ وہ جلوے دیکھے جو طور پر موسیٰ نہ دیکھ سکے، گویا بطن ماہی سر طور سے بلند تر نکلا)

(۱۲) ترجمہ:۔ اے نظیری! اگر تو راحت و عافیت چاہتا ہے تو حسینوں سے دل نہ لگا (اس لئے کہ) حسن کے نتیجہ (یعنی درد و الم) سے خواہ حور ہو یا فرشتہ، کوئی بچ کر نہیں جا سکتا۔ **توضیح:۔** یعنی حسن تو وہ بلا کا بھرا ہوا ہے کہ حور و ملک تک کو آرام دسکوں سے محروم کر رکھا ہے تو تیری تو کیا حقیقت ہے مگر حسن سے قطع نظر کرنا بھی مقدور میں نہیں خلاصہ یہ کہ درد و الم سے خلاصی ناممکن ہے۔

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مسکن مقصور ٭ **ارکان و تقطیع:۔** مثل ۱۴۲ (الف)

(۱) ترجمہ:۔ اس (خدا) کی عطا و بخشش کا سبب نہ (درست کاروں کی) درست کاری ہے اور نہ (خطا کاروں کی) خطا، (بلکہ اس کے) رحم و کرم کا سبب بننے کے لئے گدا کا نالہ کافی ہے (یعنی خدائے بزرگ بندوں کے ایمان و کفر اور طاعت و معصیت سے بے نیاز، وہ چاہے تو عاصیوں کو بخشدے اور عابدوں کو پکڑلے، اس کے رحم و کرم کی طلب کے لئے اظہار عجز و نیاز کافی ہے ؎

دست و دل بشکن کہ اینجا عاجزی آید بکار ٭ ایں کماں را چاشنی کے زور بازو کردہ است

(۲) ترجمہ:۔ اگرچہ (یہ صحیح ہے کہ) فقیر کا (مقدر) رزق پلٹ نہیں سکتا (اس کو ضرور ملے گا مگر یہ بھی) ازل سے طے ہو چکا ہے کہ اس کا (ظاہری) سبب دعا بنتی ہے۔

(۳) ترجمہ:۔ کسان نے بویا، بادل نے سینچا اور خزاں کاٹ کر لے گئی تو غور کرو کہ کس نے تو بویا تھا؟ اور کس نے پرورش کی تھی؟ اور لے کون گیا؟ (پس یہی حال دنیا کا ہے کہ انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے)

جنونِ عشق بتقدیر بود من چہ کنم ۴ بوئے گل کہ شدم مست شد صبا باعث

بر آستانۂ پیرِ مغاں رہے خواہم ۵ تو گر سبب نشوی می شود خدا باعث

خراب و مست چنیں میزیم نمیدانم ۶ در آفریدنِ من شد چہ مدعا باعث

لئیم را مئے و معشوق اگر کریم نکرد ۷ سخاش را نشود گنج کیمیا باعث

عجب ز ہمتِ درویش اگر قبول کند ۸ سعادتے کہ شود سایۂ ہما باعث

ریا ز دیر بمسجد برد نظیری را ۹ کہ فقر بادہ کش و کبر پارسا باعث

بر طبع سادہ زود شود خوشگوار بحث ۱۴۵/۱ دارد برائے طفل شکر در کنار بحث

پر خشمگیں مباش چناں کز پئے نزاع ۲ بر ہر غبار خاستہ سازی سوار بحث

(۴) ترجمہ:- جنونِ عشق میرے مقدر میں تھا (اس میں) میں کیا کروں، پھول کی خوشبو سونگھ کر جو میں بیخود ہو گیا ہوں اس کا سبب بادِ صبا بنی ہے (یعنی ظاہر میں یہ چیزیں سبب بن گئی ہیں اور جو امر تقدیری تھا وہ پیش آ کر رہا)

(۵) ترجمہ:- (اے ہمدم یا اے زاہد) میں پیرِ مغاں کے دروازہ پر جانا چاہتا ہوں اگر تو وسیلہ نہیں بننا چاہتا ہے (نہ بن) خدا وسیلہ بن جائیگا (یعنی جذبۂ طلب اگر صادق ہے تو کسی کی رہنمائی کی حاجت نہیں خود توفیقِ خداوندی رستہ دکھا دے گی)

(۶) ترجمہ:- (جبکہ) میں بربادی اور بیخودی کے اس عالم میں زندگی بسر کر رہا ہوں تو نہیں معلوم کہ میرے پیدا کرنے کا کیا مقصد تھا (یعنی ؎ نہ تھا کچھ تو خدا تھا نہ ہوتا کچھ خدا ہوتا ؛ ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا؟

(۷) ترجمہ:- بخیل کو اگر شراب اور معشوق سخی نہیں بنا سکے تو پھر اس کی سخاوت کیلئے خزانۂ کیمیا بھی سبب نہیں بن سکتا۔ توضیح:- یعنی عشق اور شراب کی وجہ سے انسان اپنا تمام مال و دولت حتٰی کہ اپنی جان اور عقل و ہوش بھی لٹا دیتا ہے مگر جس کو یہ بھی سخی نہ بنا سکیں تو پھر کونسی چیز ...

(۸) ترجمہ:- اگر درویشِ (باصفا) کی ہمتِ عالی اس سعادتِ دنیوی (یعنی شاہی) کو قبول کرلے جس کا سبب بازوئے ہما بنتا ہے تو یہ بڑی حیرت کی بات ہوگی (یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ تو رجعت قہقری ہے)

(۹) ترجمہ:- ریاکاری نظیری کو دیر سے مسجد کی طرف لیجا رہی ہے اس کا سبب بادہ کش فقرا اور پارسا کا فخر ہے (یعنی زاہد نے مے نوشی شروع کر دی ہے اور کبر کو پارسائی کا ہیضہ ہو چلا ہے اسلیئے میں نے بھی دیر سے مسجد کا رخ کر لیا کہ نماز کے بہانہ سے شراب نوشی رہے گی)

بحر:- مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور ؛ ارکان تقطیع:- مثل ۱۴۴ (ت)

(۱) ترجمہ:- بحث سادہ (ناواقف) طبیعت کو بہت جلد بھلی معلوم ہونے لگتی (گویا بے موقع) بچے کیلئے بحث (اپنے) پہلو میں مٹھائی لئے ہوئے ہوتی ہے (یعنی جس طرح بچے مٹھائی پر مائل ہوتے ہیں اسی طرح اسرارِ قدرت سے ناواقف لوگ بحث و مباحثہ کی رغبت رکھتے ہیں)

(۲) ترجمہ:- تو اتنا زیادہ غصہ نہ کر کہ جھگڑا باندھنے کو ہر اڑتے غبار پر بحث و مباحثہ شروع کر دے (یعنی اے دوست! معمولی لغزشیں تو قابلِ عفو ہوتی ہیں ان پر بحث و مباحثہ نہیں کیا کرتے)

از ہر غمے بخاطرِ ما کیں سبک تراست ۳ ایں راح مابروح کند در عیار بحث

آنم کہ حالِ مستی و مخموریم یکیست ۴ ہرگز نکردہ ام بکسے در خمار بحث

ریزم گلِ نیاز و تضرع در اضطراب ۵ زاں بر ستیزہ ام نگرفتہ است یار بحث

خطِ مسلمی بکفِ صدق دادہ اند ۶ ہرگز ز راستی نشود شرمسار بحث

مطلب گریزد از تو نظیری جفا مکش ۷ جز در ضمیر کند نگیرد قرار بحث

ردیف الجیم

فسونِ خطِ تو پیغامِ بعثتِ شبِ داج ۱۴۶/۱ نگاہ بر رُخِ تو مصطفیٰ ست بر معراج

(۳) ترجمہ:۔ (لوگوں دوست کا ہم سے) عداوت رکھنا ہماری طبیعت پر سب غموں سے ہلکا ہے (حتی کہ صلح جوئی یا عشق کی) ہماری یہ شراب روح کے ساتھ کھرے پن میں بحث و مقابلہ کرتی ہے۔ توضیح:۔ یعنی اپنی خصلتِ صلح پسندی کی وجہ سے ہم دوسروں کو آزار پہونچانے کا خیال تک نہیں کرتے یا عشق میں دوست کا کینہ بھی ہمارے لئے دل گرانی کا باعث نہیں۔

(۴) ترجمہ:۔ میں وہ ہوں کہ میری مستی اور خمار کی حالت یکساں ہے (حتی کہ) میں نے خمار کی حالت میں بھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا (یعنی میرا مشرب صلح کل ہے)

(۵) ترجمہ:۔ میں انتہائی اضطراب کی حالت میں بھی عجز و نیاز کے پھول گراتا ہوں اس لئے مجھ سے جھگڑا باندھنے کا بحث و مناظرہ نے کوئی موقع نہیں پایا۔ توضیح:۔ یعنی میں لڑائی جھگڑے میں نہیں پڑتا بلکہ اضطراب اور جان پر بن آنے کے وقت میں بھی عجز و انکسار سے کام لیتا ہوں حالانکہ ایسی حالت میں مجبور ہو کر عام طور سے انسان سب کچھ کر بیٹھتا ہے۔

(۶) ترجمہ:۔ سلامتی کا پروانہ (کارکنان قضا و قدر نے) سچائی کے ہاتھ میں دیدیا ہے (چنانچہ) سچ بولنے سے بحث کبھی شرمندہ نہیں ہوتی (یعنی سانچ کو آنچ نہیں) اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُہْلِکُ، سچ نجات دلاتا ہے اور جھوٹ ہلاک کراتا ہے۔

(۷) ترجمہ:۔ اے نظیری! (بحث و مباحثہ کی) زحمت نہ اٹھا (اصلی) مقصد تجھ سے دور ہوا جاتا ہے بحث تو صرف کند ذہن اور غبی (لوگوں) کے دل میں جاگزیں ہوا کرتی ہے (یعنی یہ کام احمقوں کا ہے کہ بیکار بحثوں میں پڑ کر اصلی مقصد کو فوت کر دیں)

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مقصور ❊ ارکان و تقطیع:۔ مثال ۱/۲ (ق)

(۱) تشریح:۔ "داج" صیغہ اسم فاعل بمعنی تاریک۔ "معراج" بمعنی آلہ عروج، نردبان۔ عرف خاص میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانوں کو طے کر کے بارگاہ رب العزت تک جانیکے معنی میں مستعمل ہونے لگا ہے گویا افلاک سے نردبان کا کام لیا گیا

(باقی صفحہ ۲۱۰ پر)

ظہورِ حسنِ تو اینسے بدوراں داد ۲ کہ بادشہ ز رعیت نمے ستاند باج

چہ صلح بود کہ حسنِ تو با وفا انگیخت ۳ کز آب و آتشِ ما بُرد اختلافِ مزاج

میانِ زخمِ خدنگِ تو اُلفتے پیوست ۴ کہ از دکانِ مسیحا نمی خرند علاج

حسودِ مہرۂ دل قلب کرد و غافل ازیں ۵ کہ کعبتینِ دغا خانہ مے دہد تاراج

سرشکِ رزق در آنکو روا نمی گردد ۶ نبود سیم دغل را بہیچ جائے رواج

نماند شوکتِ شاہاں کسے نمی داند ۷ درازدستیِ حسنے کہ میر باید تاج

سوار معرکۂ آخر الزماں ایرج ۸ کہ طالعش بظفر کردہ اند استخراج

(بقیہ صفحہ ۲۰۹) ترجمہ:- اے دوست! تیرے خط (رخسار) کا جادو (گویا) تاریک رات کا پیغام ہے اور تیرے رخسار پر (عاشق کی نظریں) (گویا) مصطفٰی ہیں جو معراج پر روانہ ہیں۔ توضیح:- تیرے خط رخسار اور اس پر نظر عاشق نے لیلۃ المعراج کا پورا نقشہ پیش کر دیا ہے۔

(۲) ترجمہ:- تیرے حسن کے جلوہ نے زمانہ کو ایسا امن و امان عطا کر دیا کہ اب بادشاہ (تک) رعایا سے محصول نہیں مانگتا کیونکہ اس نے شاہی چھوڑ کر تیرے در کی گدائی اختیار کر لی ہے۔ شہ را چو پردہ از رخ شاہد برافگنند ؛ بخشش سوئے خراج خطا ہا ز نیست

(۳) ترجمہ:- وہ بھی کیا (عجیب) صلح تھی، جو تیرے حسن نے (ہماری) وفاداری کے ساتھ کی کہ ہماری آگ، پانی سے ہی مزاج کے اختلاف کو دور کر دیا (یعنی عاشق و معشوق میں اتحاد پیدا ہو گیا۔ آتش سے حسن کی طرف اشارہ ہے اور آب سے وفا کی طرف)

(۴) ترجمہ:- تیرے تیر اور ہمارے زخم کے درمیان ایسی محبت پیدا ہو گئی کہ وہ مسیحا کی دکان سے بھی دوا نہیں خریدتے۔ توضیح:- یعنی ہم کو یار کے تیر نازسے اپنا سینہ زخمی کر لینا منظور ہے لیکن مسیحا سے علاج کرانا منظور نہیں اس لئے کہ جو اس زخم میں لطف ہے وہ اچھا ہو جانے میں کہاں۔ حضرت غالب تو زخم دل دکھانا بھی پسند نہیں کرتے ؎

تنزلگے نہیں اسکے دست و بازو کو ؎ یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

(۵) تشریح:- "حسود" حاسد "مہرہ قلب کردن" مہرہ بدل لینا، دھوکہ کرنا "کعبتین" پانسے۔ ترجمہ:- (میرے) حاسد نے (اپنے) دل کا مہرہ پلٹ لیا مگر اس سے غافل ہے کہ دغا کے پانسے (خود اپنا) گھر تباہ و برباد کر دیتے ہیں (یعنی حسد اور دغا بازی کا انجام خراب ہی ہوتا ہے)

(۶) ترجمہ بتقلیب مصرعین:- کھوٹی چاندی کہیں نہیں چلتی (پس دوست کے) اس کوچہ میں ریا کے آنسو نہیں چل سکتے (یعنی عشق سچا ہونا چاہئے اسی وقت کچھ قدر و قیمت ہو سکتی ہے، اشک رزق کو سیم دغل قرار دیا ہے۔

(۷) ترجمہ:- بادشاہوں تک کی شان و شوکت باقی نہیں رہی، اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ کس کے حسن کی درازدستی تاج اتارے لئے جا رہی ہے (یعنی یہ میرے محبوب کے حسن کی کارفرمائی ہے جس نے بادشاہوں کا تاج چھین کر انکو اپنا بندہ بنا لیا ہے)

(۸) تشریح:- "ایرج" عبدالرحیم خانخاناں کے بیٹے کا نام "طالع" ستارۂ بخت جو وقت ولادت طلوع ہو "استخراج" نکالنا۔ ترجمہ:- (میرا ممدوح) اپنے زمانہ کا آخری (یعنی یکتا) سوار معرکہ (جنگ) میرزا ایرج (ہے) جسکے طالع کو (منجموں) نے ظفر و فتحمندی کے

(بقیہ تشریح اگلے صفحہ پر)

چناں بعربدہ قلبِ عدو بہم شکند	۹	کہ شیر پنجہ گشاید بہ بساطِ زجاج
مثالِ نسبتِ اعقابِ جدِ او اینست	۱۰	کہ آنقدر کہ گہر بیش بیش قیمتِ تاج
قبولِ تربیتِ اُستاد میکند شاگرد	۱۱	ہوائے معرکہ شہباز میکند دراج
بیانِ قصۂ رزمش نکو نمیدانم	۱۲	وگرنہ نظم کنم بودے ہم آنجا کاج
غنیمتے کہ من از گنجِ فقر یافتہ ام	۱۳	خراجِ ملک دہند و نمی دہم بخراج
سرِ نظیری و خاکِ سرائے پیرِ مغاں	۱۴	ز آستانِ کریماں کجا رود محتاج

ردیف جیم فارسی

اے کعبہ کہ گرد تو نشیند بصفا ہیچ ـ۱۴۷ـ جائیکہ عطائے تو بود کفر و خطا ہیچ

(۹) **تشریح**:۔ "قلب" لشکر کا وسطی حصہ "زجاج" شیشہ "بساط" فرش، خوان۔ **ترجمہ**:۔ وہ جنگ میں دشمن کے لشکر کے قلب کو ایسا چکنا چور کردیتا ہے جیسے کہ شیر شیشہ کے فرش پر پنجہ مارد سے (تو شیشہ ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے)

(۱۰) **تشریح**:۔ "اعقاب" جمع عقب بمعنی خلف "جد" دادا۔ **ترجمہ**:۔ اس کے دادا اور اسکے اخلاف کی نسبت کی مثال ایسی ہے کہ جس قدر موتی زیادہ ہوتے ہیں اتنی ہی تاج کی قیمت زیادہ ہوجاتی ہے (یعنی میرزا ایرج اور اس کے بھائی عبدالرحیم خانخاناں اور بیرم خاں کے لیے بمنزلہ تاج کے موتی کے ہیں)

(۱۱) **ترجمہ**:۔ استاد کی تربیت شاگرد قبول کیا کرتا ہی ہے اور شہباز کے معرکہ آرائی کی خواہش تیتر کیا ہی کرتا ہے (اسی طرح یہ بچے اپنے آبا و اجداد کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتے ہیں)

(۱۲) **ترجمہ**:۔ اس کے لڑائی کے قصے کو میں اچھی طرح بیان نہیں کرسکتا ہوں کاش کہ میں وہاں ہوتا تو خوب نظم کرتا (یہ شعر مقام مدح کچھ مناسب نہیں)

(۱۳) **ترجمہ**:۔ وہ مال غنیمت جو میں نے خزانہ درویشی سے حاصل کرلیا ہے اگر مجھے پوری سلطنت کا (وصول شدہ) خراج بھی دیں تو میں اس میں سے بقدر خراج نہیں دے سکتا (یعنی یہ دولت عشق ہے جس نے تمام دولتوں سے بے نیاز کردیا ہے اور یہ ہم کو اتنی عزیز ہے کہ اسکو ہم دنیا و مافیہا کے ۔۔۔

(۱۴) **ترجمہ**:۔ (اب) نظیری کا سر ہے اور پیر مغاں (یعنی مرشد) کے گھر کی زمین نہیں ہے (دیکھو) سخیوں کا آستانہ چھوڑ کر محتاج جائے تو کہاں جائے؟

اشارہ:۔ یہ اشعار اس وقت کے ہیں جبکہ نظیری نے ملازمت ترک کرکے گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی۔

بحر:۔ ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور ﴿ ارکان و تقطیع:۔ مثل ۲۹ (ت)

(۱) **تشریح**:۔ "گرد تو" میں "تو" ضمیر "صفا" کا مضاف الیہ ہے "صفا" صفائی، جلا۔ "صفا مروہ" دو پہاڑیوں کے نام جن کے درمیان

(باقی صفحہ ۲۱۲ پر)

نرخ نظر حسن قبول تو بلند است ۲ ریزیم دل ار بر سر دل تا بسما ہیچ

گر بہرہ از خلق و سرشت تو ندارد ۳ خاک پے روح القدس و آب بقا ہیچ

با قہر تو علت نہ و با مہر بہا نہ ۴ آنرا کہ مراد تو بلا خواست دعا ہیچ

عشق تو مرا از بت و زنار بر آورد ۵ آنرا کہ تو کردی طلب اعراض و رضا ہیچ

با آنکہ ز پے چشم عزیزاں نگراں بود ۶ رفتیم و نکردیم نگاہے بقفا ہیچ

کونین چکار آید م ار با تو نباشم ۷ بے دولت وصل تو نعیم دو سرا ہیچ

کم حوصلگی از طرف ماست و گرنہ ۸ از بحر نوالت نشود کم بعطا ہیچ

از تست کہ ایں زمزمہ با طبع نظیری ۹ بانگے کہ نباشد نکند کوہ صدا ہیچ

(بقیہ صفحہ ۲۱۱) حاجی سعی کرتے ہیں اس معنی کے اعتبار سے صنعت ایہام پائی جاتی ہے۔ ترجمہ:۔ اے کعبۂ (مقصود!) کہ تیرے صفا اور آب پر کوئی گرد نہیں بیٹھ سکتی (یعنی تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے) جہاں تیری عطا ہو وہاں کفر و گناہ ہیچ ہیں۔

(۲) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اگر ہم دل پر دل ڈال کر آسمان تک ڈھیر لگا دیں تو تیری رضا و قبول کی نظر کا نرخ (اس سے بھی زیادہ ہے (یعنی ہم تیری نظر کرم کی کوئی قیمت ادا نہیں کر سکتے یہ سب کچھ تیرا تفضل و احسان ہے)

(۳) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اگر روح القدس (جبرئیل ع) کی خاک قدم اور آب حیات تیرے خلق اور سرشت سے بے بہرہ ہوں تو وہ ہیچ ہیں (یعنی آب حیات اور خاک پائے جبرئیل میں بھی برکت تیرے فیض سے آئی ہے خاک قدم جبرئیل سے سامری کے گوسالہ بنانے اور اسکو زندہ کرنیکی طرف اشارہ ہے)

(۴) ترجمہ:۔ تیرے قہر و غضب کیلئے کوئی (دوسری چیز) علت نہیں اور مہر و محبت کے لئے کوئی قیمت نہیں (کہ کوئی قیمت دیکر حاصل کر سکے) جس کے متعلق تیرا ارادہ آزمائش و ابتلا کا ہو اس کی دعائیں بیکار ہیں (اسی طرح جس پر نظر کرم ہو اس کو بھی دعا کی ضرورت نہیں)

(۵) ترجمہ:۔ تیرے عشق نے مجھ کو بت (پرستی) اور زنار (پوشی) سے آزاد کر دیا (پس) جس کو تو نے اپنی طرف بلا لیا اس کی روگردانی اور رضا ہیچ ہیں (یعنی سه رشتہ در گردنم افگندہ دوست ٭ مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست)

(۶) ترجمہ:۔ (اس کے باوجود کہ ہمارے پیچھے عزیزوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں (مگر) ہم (سیدھے) چلے گئے اور ذرا مڑ کر نہیں دیکھا۔ (یعنی ترک دنیا کرتے وقت ہم نے عزیزوں کی بھی پرواہ نہیں کی)

(۷) ترجمہ:۔ (اے دوست!) اگر میں تیرے ساتھ نہ ہوں تو دونوں عالم میرے کس کام کے ہیں اسلئے کہ دونوں عالم کی نعمتیں تیری وصل کی نعمت کے بغیر ہیچ ہیں

(۸) ترجمہ:۔ ہماری طرف سے کم حوصلگی (ظاہر) ہوتی ہے ورنہ (اے محبوب!) تیرے دریائے عطا سے بخشش میں (یا بخشش کرنے سے) کوئی کمی نہیں (ہوتی)

(۹) ترجمہ:۔ یہ نغمہ جو (نظیری) کی طبیعت کے ساتھ ساتھ ہے یہ تیری ہی طرف سے ہے (اس لئے کہ) اگر کوئی آواز نہ ہو تو پہاڑ سے بھی صدائے بازگشت نہیں آتی (گویا میرا نغمہ تیری آواز کی صدائے بازگشت ہے)

ردیف الحاء

دہل و نائے دریدیم بآوازۂ صبح ۱۴۸/۱ بانگِ فتحے نشنیدم ز دروازۂ صبح

دیر گشتیم زفیضِ سحر آگاہ دریغ ۲ جامۂ پارہ نکردیم باندازۂ صبح

مئے و معشوق باندازۂ ما می باید ۳ رطلِ خورشید کند چارۂ خمیازۂ صبح

کم خراشست دمِ مرغِ سحر برخیزید ۴ جگرے تازہ کنیم از نمکِ تازۂ صبح

مغفرِ جام بیارا برشِ مے درزیں کش ۵ تا بیک حملہ کنم غارتِ جمّازۂ صبح

بحر :- رمل مثمن مخبون مقصور ⁂ ارکان و تقطیع :- مثل نمبر (ت)

(۱) ترجمہ :- گلبانگِ سحر پر ہم نے (بجاتے بجاتے اور پیٹتے پیٹتے) بانسری اور ڈھول پھاڑ توڑ ڈالے (مگر) پھر بھی صبح کے دروازے سے فتح و کشائش کی کوئی آواز نہ سنی۔ توضیح :- یعنی وقتِ سحر ہم نے بہت آہ و بکا کی مگر سب بے اثر ثابت ہوئی، عقدۂ دل نہ کھل سکا۔

(۲) ترجمہ :- افسوس کہ ہم فیضِ صبح سے دیر میں واقف ہوئے کہ ہم نے صبح کے مطابق اپنے پیرہن کو چاک نہ کیا۔ توضیح :- یعنی صبح کی روشنی کے پھیل جانے کے بعد جس طرح تاریکی بالکل غائب ہو جاتی ہے اسی طرح اگر ہم اپنے جامۂ مادیات کو بالکل چاک کر ڈالتے تو ہم بھی نورِ معرفت حاصل کر لیتے مگر افسوس کہ یہ راز بہت دیر میں معلوم ہوا جبکہ آفتابِ عمر بر سرِ بام ہے۔

(۳) ترجمہ :- ہمارے (شوق و طلب کے) مطابق ہی حصولِ شراب اور وصلِ دوست ہونا چاہیئے (جس طرح کہ) پیمانۂ آفتاب ہی صبح کی انگڑائیوں کا علاج کر سکتا ہے۔ توضیح :- خمار کی حالت میں انگڑائیاں آنے لگتی ہیں صبح کے طلوع کو انگڑائی سے تعبیر کر کے اُس کو مخمور قرار دیا ہے جس کا علاج طلوعِ آفتاب ہے اسی طرح ہمارے شوقِ بے انتہا کے مطابق ہم کو بھی مے و معشوق ملنا چاہیئے، اس تھوڑی سی شراب اور رخِ یار کی ہلکی سی جھلک سے تو ہماری تشنگی دور نہیں ہو سکتی۔

(۴) تشریح :- "دم" "نالہ" "مرغِ سحر" "بلبل" "جگرے تازہ کنیم" یعنی زخمِ جگر تازہ کنیم۔ ترجمہ :- بلبل کا نالہ تو بہت کم دل خراش ہے (اے دوستو!) اٹھو تاکہ ہم (سب ملکر) زخمِ جگر کو صبح کا تازہ نمک چھڑک کر تازہ کریں (یعنی ایسے دل خراش نالے کریں کہ سارا عالم شور و فغاں سے پر ہو جائے۔

(۵) تشریح :- "مغفر" خود، لوہے کی ٹوپی۔ "ابرش" وہ گھوڑا جس پر مخالف رنگ کے نقطے ہوں یا سرخ و سپید رنگ کا ہو۔ "جمّازہ" تیز رفتار اونٹنی۔ ترجمہ :- جامِ شراب کا خود لاؤ اور شراب کے اسپ پر زین کسو تاکہ میں ایک ہی حملہ میں (قافلۂ) صبح کی (فیضِ تجلی سے لدی ہوئی) اونٹنی کو لوٹ لوں۔ توضیح :- قزاق قافلہ کے اونٹوں کو لوٹ لیا کرتے ہیں اسی تمثیل کے پیشِ نظر کہتا ہے کہ فیوضِ تجلی سے لدی ہوئی صبح کی اونٹنی کو لوٹنے کے لئے کچھ یہی اسپ اور اسلحہ کام دے سکتے ہیں۔ جام کو وضع کے لحاظ سے خود اور شراب کو تیزی و تندی کی وجہ سے اسپ اور طلوعِ سپیدۂ صبح کو ناقۂ تیز رفتار قرار دیا ہے۔

سپہ شب بشبیخونِ دعا بشکستم ! ۶ عَلمِ روز زنم بر درِ دروازۂ صبح
رفتہ اوراقِ شب و روز بہم برچینم ۷ بخیۂ ثابت و سیارہ و شیرازۂ صبح
دست در گردنِ عذرائے جہاں اندازم ۸ حلیۂ روز بہم بر زنم و غازۂ صبح
سرو و شمشاد بوجداند نظیری وقت است ۹ بسرِ شاخ سرائیم سرآوازۂ صبح

گوشِ گل میدرد از مژدۂ پیغامِ صبوح ۱۴۹/۱ زندہ دارد نفس بادِ صبا نامِ صبوح
تا تو مرغِ فلکی رامِ گلستاں شدۂ ۲ خوابِ مرغِ سحری رفتہ آرامِ صبوح

(۶) ترجمہ :- میں نے شبِ (غم) کی فوج کو دعاؤں کا چھاپہ مار کر شکست دیدی (اب) مجھے چاہیئے کہ دن کا (سفید) جھنڈا صبح کے دروازے پر گاڑ دوں (یعنی اس طرح شبِ ہجر کی شکست اور صبحِ وصل کے حاصل ہو جانے کا اعلان کر دوں)

(۷) تشریح :- دوسرے مصرعہ کی نثر یہ ہوگی :- بخیۂ ثابت و سیارہ زنم و شیرازۂ صبح بندم - شیرازہ بندی عرف جلد سازی میں اجزائے کتاب کی سلائی کے دھاگوں کو کہتے کا نام ہے "ثابت" غیر متحرک ستارہ "سیارہ" متحرک ستارہ - ترجمہ :- مجھے چاہیئے کہ رات اور دن کے گئے گذرے (منتشر) ورقوں کو جمع کر لوں اور ثابت و سیارہ کی بخیہ کر دوں اور صبح کا شیرازہ (ان پر) کس دوں تاکہ کتابِ زندگی محفوظ ہو جائے مراد یہ ہے کہ گذشتہ زندگی پر نظر ڈالنی چاہیئے اور گردشِ دوران کا خوب مطالعہ کرنا چاہیئے -)

(۸) تشریح :- "عذرا" "دوشیزہ" "حلیہ" "زیور" "غازہ" "پاؤڈر" - ترجمہ :- (مجھے ایسا بھی کرنا چاہیئے کہ) دوشیزۂ عالم کے گلے میں باہیں ڈالوں (اور بوس و کنار سے اسکے) زیورِ روز اور غازۂ صبح کو درہم و برہم کر دوں (یعنی خوب دادِ عیش و عشرت دوں)

(۹) تشریح :- "سرآوازہ" نعرہ ، گیت - ترجمہ :- سرو و شمشاد بحالتِ وجد میں اے نظیری! یہ وقت ہے کہ ہم بھی (مثلِ بلبل) کسی شاخ پر بیٹھ کر صبح کے گیت گائیں - توضیح :- یعنی جبکہ ساری کائنات پر کیف و وجد کا عالم طاری ہے تو ہمیں بھی خوابِ غفلت میں نہ پڑا رہنا چاہیئے ، صبح کا سہانا وقت ہے کچھ ذکرِ خدا کرنا چاہیئے -

---

بحر :- رمل مثمن مخبون مقصور :- ارکان و تقطیع :- مثل ۱۴۵ (ت)

(۱) تشریح :- "صبوح" وقتِ صبح ، شرابِ صبح - ترجمہ :- پیغامِ صبح کی خوشخبری سے پھول کے کان پھٹے جاتے ہیں (یعنی) صبح کا نام بادِ صبا کے دم سے زندہ ہے (مراد یہ ہے کہ بادِ صبا صبح کے طلوع ہونیکی خوشخبری باغ میں پہونچاتی ہے جس کو سُن کر پھول کھل جاتے ہیں اگر بادِ صبا نہ ہوتی تو صبح کو یہ نیکنامی کیسے حاصل ہوتی کہ وہ پھول کھلا دیتی ہے)

(۲) ترجمہ :- اے آشیانۂ فلک میں رہنے والے طائر! جب سے تو اس چمن (عالم) کا تابع بن گیا ہے اس وقت سے بلبل کی (رات کی) نیند اور صبح کا آرام جاتا رہا - توضیح :- یعنی یارِ حقیقی نے اس عالم میں جلوہ فگن ہو کر سب کو مبتلائے عشق بنا دیا کہ اب نہ رات کو نیند ہے اور نہ دن کو چین -

تو گل از مرغ سحر گاہ گرفتار تری ۳	دم نزد صبح حریفاں کہ نشد دامِ صبوح
در چناں بزم کہ مستانِ سحر مے نوشند ۴	صافِ خورشید بود دردِ تہ جامِ صبوح
دست و پا گر نزند دل نفسم می گیرد ۵	در گور و زفتادم زلب بامِ صبوح
غمِ مطلوب سر از دامنِ دلبر نگرفت ۶	لابہ نیم شبی کردم و ابرامِ صبوح
حقِ دیدار نظیری نرسانی بتمام ۷	در شبِ وصل ادا گر نکنی وامِ صبوح
ماندہ ام بادے از ہجرِ عزیزاں مجروح ۱۵۰	دیدہ شد غرقۂ طوفاں چو جگر گوشۂ نوح

(۳) ترجمہ:- اے تازہ پھول! تو بلبل سے بھی زیادہ گرفتار ہے (اس لئے کہ) ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حریفان (بادہ پیما) کی صبح طلوع ہوئی ہو اور وہ جامِ صبوحی کے لئے دام نہ بن گئی ہو۔ توضیح:- جس طرح طلوع صبح کے وقت جامِ صبوحی کا ہونا لازمی ہے اسی طرح تو کھلنے پر مجبور ہے گویا تو محفلِ رندان کا جامِ صبوحی ہے۔

(۴) ترجمہ:- ایسی (نشاط انگیز) محفل میں کہ جس میں صبح کے متوالے شراب نوشی کر رہے ہیں آفتاب کی نتھری ہوئی شراب (اُنکے) جامِ صبوحی کی تلچھٹ (کا درجہ رکھتی) ہے۔ توضیح:- یعنی صبح کے وقت عاشقانِ حقیقی جامِ صبوحی میں جلوۂ رخسارِ ساقی دیکھتے ہیں جس کے آگے جامِ آفتاب بھی مکدر تلچھٹ سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

(۵) ترجمہ تقلب مصرعین:- میں (پرسکون) صبح کے لب بام سے دن کے (شور و شغب والے) گڑھے میں گر پڑا ہوں (جس سے نکلنے کے لئے) اگر (میرا) دل ہاتھ پاؤں نہیں مارتا تو میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ توضیح:- یعنی صبح کا وقت سکون و اطمینان کا وقت تھا جس میں دیدارِ دوست حاصل تھا دن نکل آنیکے بعد دنیوی دھندوں میں مشغول ہو جانیکی وجہ سے دوست نظروں سے اوجھل ہو گیا یہی امر ہمارے لئے باعث اذیت ہے۔

(اذیت مزید: دل گھبرانا)

(۶) ترجمہ:- دوست (کی جدائی) کے غم نے (میرے) دل کے دامن سے (اپنے) سر کو نہیں ہٹایا (یا دلبر کے دامن کو نہیں پکڑا) ہر چند کہ میں نے آدھی رات کو خوشامدانہ التجائیں بھی کیں اور صبح کو بصد اصرار بھی۔ توضیح:- یعنی ہر چند میں نے دعائیں اور التجائیں کیں مگر غم ایکبار میرے دامنِ دل میں آکر پھر نہیں نکلا یا اس نے دامنِ دوست نہیں پکڑا ہر صورت وصل سے محروم رہا۔

(۷) ترجمہ تقلب مصرعین:- اے نظیری! اگر تو شبِ وصل میں صبح کی شراب نوشی کے قرضہ کو دے چکا یگا تو دیدارِ (دوست) کے حق کو کماں ادا نہ کرسکے گا۔ توضیح:- یعنی دیدارِ دوست کا تقاضا یہ ہے کہ شب ور وز مست و بیخود رہا جائے رات بھر شراب دیدار سے اور صبح کو جامِ صبوحی سے گویا صبوحی پینا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ ادائیگی قرضہ جسکی ادائیگی پر حق دیدار کا ادا ہونا موقوف ہے شراب صبوحی سے مراد مئے عرفان و فیضان ہے۔

بحر:- رمل مثمن مخبون مقصور ✽ ارکان و تقطیع:- مثل ۱۴۸ (الف)

(۱) ترجمہ:- عزیزوں کے (غم) ہجر کی وجہ سے میں زخمی دل ہو کر رہ گیا ہوں اور میری آنکھیں (کنعان) فرزند نوح علیہ السلام کی طرح طوفانِ (اشک) میں غرق ہو گئی ہیں۔

در رہِ دوست ہلاکِ زن و فرزند بجاست ۲ بر درِ وصل وداعِ کس و پیوند فتوح

صد بہانہ کہ یکے بر نزند بر تقصیر ۳ صد کنایت کہ یکے را نبود رنگِ وضوح

گاہم از بادِ ہوا سنگ ببارد ظاہر ۴ گاہم از کلکِ قضا جرم بزاید مشروح

بر دل و سینۂ من داغِ جفا گردد مہر ۵ در رگ و ریشۂ من قوتِ بلا گردد روح

نہ بخود حاملِ پیمانِ محبت گشتم ۶ عشوۂ دیدم و خوش بو سر از جامِ صبوح

صالح و طالح اگر جملہ چو من وا جویند ۷ توبہ در توبہ ز زشتی بگریزد چو نصوح

(۲) ترجمہ:- دوست کے راستہ میں بیوی بچوں کا ہلاک ہو جانا درست ہے اور لوگوں اور ان کے تعلقات کا رخصت ہو جانا دروازۂ وصل کا کھل جانا ہے (یعنی وصلِ دوست علائقِ دنیوی سے پوری طرح سے قطع تعلق کر لینے کے بعد ہی حاصل ہو سکتا ہے)

(۳) ترجمہ:- (دوست کے پاس مجھے آزار پہونچانے کے) سینکڑوں بہانے ہیں جن میں سے ایک بھی (میرے) جرم پر منطبق نہیں ہوتا اور سینکڑوں ایسے اشارے و کنائے ہیں جن میں سے ایک کو بھی وضاحت کا رنگ حاصل نہیں (یعنی ہم پر جو فردِ جرم لگا کر سزا دی جا رہی ہے اس کی کوئی دفعہ واضح نہیں اور نہ کسی دلیل سے ہمارا گناہ ثابت ہوتا ہے ہم کو بے خطا ستایا جا رہا ہے۔

(۴) تشریح:- "ہوا" حرص و ہوس، فضائے عالم "مشروح" صیغہ اسم مفعول بمعنی مفصل۔ ترجمہ:- کبھی مجھ پر حرص و ہوس (یا فضائے عالم) کے ابر و باد سے کھلم کھلا پتھر برسنے لگتے ہیں اور کبھی قلمِ قضا و قدر سے میرے گناہ بتفصیل پیدا ہونے لگتے ہیں (غرضکہ راحت و اطمینان ایک لمحہ کیلئے

(۵) ترجمہ:- مہر و محبت میرے دل اور سینہ پر داغِ جفا بن جاتی ہے اور روح (میرے) رگ و ریشۂ (جسم) میں آفتوں کی غذا۔ توضیح:- یعنی میں دوست سے محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ پر جفا کرتا ہے یا بالفاظِ دیگر یہ سمجھئے کہ محبت ہی داغِ جفا بنکر ظاہر ہو رہی ہے اور روح کو عشق کی آفتیں گھلا رہی ہیں

(۶) ترجمہ:- میں خود بخود پیمانِ عشق کا حامل نہیں بنا (بلکہ) میں نے (تیری) ایک ادا دیکھی اور (بس میرا) دماغ جامِ صبوحی سے سرشار تھا (یعنی میں تیرے اندازِ معشوقانہ دیکھتے ہی مست و بیخود ہو گیا بس یہیں سے عشق کی بنیاد پڑی)

(۷) تشریح:- "صالح" نیک۔ "طالح" بد۔ "واجستن" جستجو کرنا۔ دوسرے مصرعہ کی نثر یہ ہوگی توبہ از زشتی مثل نصوح در توبہ بگریزد "در چیزے گریختن" طلب کرنا، پناہ لینا "نصوح" سچے دل کی توبہ، ایک شخص کا نام جس کا پیشہ دلاکی تھا اس کے توبہ کرنے کا قصہ مثنوی مولانا روم میں بتفصیل مذکور ہے یہاں یہی مراد ہے۔ ترجمہ:- نیک اور بدسب (بلکہ بھی) اگر میری طرح (توبہ کی) خوب جستجو کریں تو (میری) بدعملی کی وجہ سے نصوح کی طرح توبہ، توبہ کی پناہ میں چلی جائے گی۔ توضیح:- میں اپنے بد اعمال پر توبہ کا طلب گار ہوں مگر توبہ کو مجھ سے عار آتی ہے کہ اگر میرے بدلے عالم کے سب نیک و بد لوگ بلکہ بھی اسکو تلاش تو جس طرح نصوح نے اپنے اعمال پر توبہ کی پناہ لی تھی اسی طرح میری توبہ خود توبہ کی پناہ میں چھپ جائیگی یعنی ع ہست استغفارِ ما محتاجِ استغفارِ ما۔ دیگر:- اگر تمام نیک و بد لوگ میری طرح (اپنے اعمال کی) تحقیق و جستجو کرلیں تو (میری طرح ان کی) توبہ بھی زشتیِ اعمال کی وجہ سے نصوح کے مانند توبہ کی پناہ تلاش کرنے لگے (یعنی سب کا یکساں حال ہے بے عیب صرف خدا کی ذات ہے۔

سوئے رحمٰن علی العرش توجہ کردم ۸ بانگ زد عرش کہ پاکے زمکان یا سبّوح
درِ صحبت ہمہ بر روئے نظیری بستند ۹ بخود لے فاتح ابواب درے کن مفتوح

ردیف الخاء

چگونہ نامِ تو آریم بر زباں گستاخ ۱۵۱ کہ یادِ تو نتواں کرد در نہاں گستاخ
اگر بگلبنِ تو بلبلے پناہ آرد ۲ کسے نمیزندش گل بر آشیاں گستاخ
ہراز جمند کہ در راہِ تو شہید شود ۳ ہما نمیکندش قصد استخواں گستاخ
بآبِ خنجرِ جلاد دہ طہارتِ ما ۴ کہ پیش تو نتوانیم داد جاں گستاخ
اگر سوالے ازاں لب کنیم خیرہ ببخش ۵ بمیزبان کریمست میہماں گستاخ

(۸) **تشریح**:- "رحمٰن علی العرش" تلمیح بآیت اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى یعنی خدا عرش پر آگیا۔ "سبّوح" خدا کے ناموں میں سے ایک نام بمعنی پاک از عیب۔ ترجمہ:- میں نے آیت الرحمٰن علی العرش پر غور کیا تو (خود) عرش نے پکار کر کہا کہ اے خدائے پاک تو مکان سے منزہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ مکان اور جسمیت سے منزہ ہے استوا علی العرش سے جسمانیت اور مکانیت کا وہم بھی پیدا نہ ہونا چاہیئے۔

(۹) ترجمہ:- سبھوں نے صحبت و ہمنشینی کا دروازہ نظیری پر بند کر دیا ہے تو لے دروازوں کا کھولنے والے خدا تو (اس کے لئے) اپنی طرف دروازہ کھولدے (یعنی مجھ مردودِ خلائق کو تو ہی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے)

بحر:- مجتث مثمن مخبون مسکّن مقصور ۝ ارکان و **تقطیع**:- مثل ۲۴ (ت)

(۱) **ترجمہ بقلب مصرعین**:- (اے دوست!) جبکہ تیری یاد بھی ہم دل میں بے باکانہ طور سے نہیں کر سکتے تو تیرا نام گستاخی سے زبان پر کب لا سکتے ہیں (یعنی ہمارے آلودہ دل و زبان اس قابل نہیں کہ تیری یاد اور ذکر کر سکیں)

(۲) ترجمہ:- (اے خدا تیرا حریم امن ایسا ہے کہ) اگر کوئی بلبل تیرے گلشن میں پناہ لے تو پھر کوئی اسکے آشیانہ پر (پتھر تو کہاں) پھول بھی بیباکی کیساتھ نہیں مار سکتا۔

(۳) ترجمہ:- ہر وہ قابل قدر شخص، جو تیری راہ میں شہید ہو جائے، اس کی ہڈیاں ہُما بھی بے باکانہ طور پر نہیں کھا سکتا (یعنی تیرے شہید ناز کا ادب مبارک فال ہُما بھی کرتا ہے تو دوسرے پرندے تو اسے کیا آزار پہونچا سکتے ہیں)

(۴) ترجمہ:- اے شاہِ حُسن! (پہلے) جلاد کے آبِ خنجر سے ہمیں پاک کر دے کہ تیرے سامنے بیباکی کے ساتھ ہم (اپنی آلودہ) جان پیش نہیں کر سکتے۔ (یعنی پہلے آبِ تیغ تجلی سے مادیت کی آلودگی زائل ہو کر روح پاکیزہ ہو جائے اس وقت وہ شاہِ حُسن کے سامنے پیش کرنیکے قابل تحفہ بن سکتی ہے)

(۵) ترجمہ:- اگر ہم شوخی سے کوئی سوال (بوسہ تیرے) ان لبوں سے کر بیٹھیں تو (اللہ کیلئے) بخشدینا (یعنی ہماری جرأت رندانہ کو معاف کر دینا اسلئے کہ صاحب کرم میزبان پر مہمان جری ہو جایا کرتا ہے (یعنی تیرا لطف و کرم ہی ہم کو اس سوال کی جرأت دلا رہا ہے)

بکعبہ سجدۂ عارف نمی کنند قبول ۶ اگر بدیر نہد پا بر آستاں گستاخ

محرّمات حرم گاہ ہائے معبود اند ۷ بمقتضائے طبیعت مدہ عیاں گستاخ

عجب کہ جاں بسلامت برند مغروراں ۸ ستارگاں قدر انداز و آسماں گستاخ

چگونہ حرمتِ درویش پارسا ماند ۹ سوال زشت و غنی سخت دل زماں گستاخ

مبادصاعقۂ بے نیازی بجہد ۱۰ چنیں مجوئے نظیری ازو نشاں گستاخ

چو نیست حد کہ بیالیں نہم سرے گستاخ ۱۵۲/۱ چہ سود از حرم امن و خوابگاہِ فراخ

ہزار بار بروں می زنند طبل رحیل ۲ ہنوز رخت زایواں کسے نبردہ یکاخ

(۶) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اگر کوئی عارف بے تمیزی کیساتھ بتکدہ کے آستانہ پر قدم رکھے گا تو پھر اسکے سجدے خانہ کعبہ میں (بھی) ناقابلِ قبول ہو جائینگے (یعنی ع بس بزرگ است این خطا مغفور نیست مراد یہ ہے کہ دونوں مقام دوست کے جلوہ گاہ ہیں پس جو بتکدۂ حقیقت کا احترام نہیں کرتا وہ کعبہ سے بھی نامراد ہوئیگا۔

(۷) تشریح:۔ "محرّمات" جمع محرّمہ یعنی زن منکوحہ کہ برائے دیگراں حرام می گردد مراد پردہ نشین۔ ترجمہ:۔ (اسرارِ حُسن وعشق) معبودِ (حقیقی) کے حرم سرا کے پردہ نشین ہیں (ان کو اپنے) طبعی تقاضے کے مطابق بے پردہ نہ کر۔ توضیح:۔ یعنی عاشق ومعشوق کے درمیان جو رابطہ اتحاد ہے وہ برملا کہنے کی چیز نہیں، منصور سے یہی غلطی تو ہوگئی تھی جس پر سولی کی سزا بھگتنی پڑی۔

(۸) ترجمہ بقلب مصرعین:۔ ستارے درست نشانہ والے تیر انداز ہیں اور آسمان (قتل کرنے میں) بیباک ہے (پھر بھی اگر) مغرور اور سرکش لوگ سلامتی کے ساتھ بچ نکلیں تو یہ بڑے تعجب کی بات ہوگی (یعنی سرکش ومغرور کیلئے نجات نہیں، اسکی تباہی وبربادی یقینی ہے)

(۹) ترجمہ:۔ متقی اور پارسا درویش کی عزت کیسے باقی رہ سکتی ہے (جبکہ) زمانہ بے حیاء مالدار، سخت دل (بخیل) اور سوال کرنا ذلت ہے۔ توضیح:۔ یعنی زمانہ کی بے حیائی اور مالداروں کی بے رحمی ایک روز ضرور درویش پارسا سے بھیک منگوا کر رہے گی ورنہ چاہیئے تو یہ تھا کہ زمانہ اسکی موافقت کرتا اور مالدار بغیر مانگے اس کی حاجت پوری کر دیتے۔

(۱۰) تشریح:۔ "صاعقہ" گرنے والی بجلی۔ ترجمہ بقلب مصرعین:۔ اے نظیری! اس (یارِ حقیقی) کا نشان اس طرح بے باک بنکر نہ تلاش کر کہیں ایسا نہ ہو کہ (اسکی طرف سے) بے نیازی کی بجلی گر پڑے (اور تجھے جلا کر خاکستر کر دے یعنی راہِ سلوک ومعرفت میں بڑے ادب واحتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ ذرا سی بے ادبی اور بے قاعدگی سے سب کیا دھرا غارت ہو جاتا ہے)

بحر:۔ مجتث مثمن مخبون مسکّن مقصور ۔ ارکان وتقطیع:۔ مثل ۱۵۶ (ت)

(۱) تشریح:۔ "حد" مجال، اختیار۔ "امن" بمعنی مامون۔ "گستاخ" آزادانہ۔ ترجمہ:۔ جب کہ میری یہ مجال بھی نہیں کہ آزادانہ تکیہ پر ہی سر رکھ سکوں تو حرم سرائے (عالم) کے پر امن اور خوابگاہِ (دنیا) کے وسیع ہونے سے (مجھے) کیا فائدہ؟۔ توضیح:۔ یعنی اگر دنیا میں اسباب راحت ہیں تو ہوا کریں، جب مجھے حاصل نہیں تو میری طرف سے ان کا وجود وعدم برابر ہے۔

(۲) تشریح:۔ "ہزار بار بروں" اس فقرے کی دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں اوّل بمعنی از ہزار بار بروں یعنی ہزار بار سے بھی سوا دوم بمعنی بیرون در

(باقی صفحہ ۲۱۹ پر)

نشستہ نغمہ سرایاں بہم چہ دانستیم ۳ کہ سنگ تفرقہ ماں می پرانداز سرِ شاخ

زدام و دانۂ صیاد مرغ مے تالد ۴ خبر نداشت کہ بر سیخ می کشند طباخ

غبار لشکرِ یاجوج غم جہاں بگرفت ۵ کہ گفت سدِ سکندر نمی شود سوراخ

بہیچ حیلہ زپیشِ اجل خلاصی نیست ۶ زگرگ اگر بجہی پوست می کند سلّاخ

چناں رسید جراحت بدل کہ دیدہ ندید ۷ ززخمِ حادثہ ز ناگہاں نظیری آخ

(بقیہ صفحہ ۲۱۰) ہزار بار: ایوان" بڑا دلان، نشست گاہ۔ "کاخ" محل، مکان۔ ترجمہ بقلب مصرعین:۔ ابھی تک کوئی دلان سے (اٹھاکر) گھر کے اندر (بھی) اسامان نہیں پہنچا چکا ہے کہ باہر سے (تغیرات زمانہ کے نقاچیوں نے) کوچ کا نقارہ ہزاروں بار بجا ڈالا یا ہزاروں بار سے بھی سوا بجا ڈالا یعنی ع آکے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے۔ اسی مضمون کو پہلے اسطرح ادا کیا ہے ہر فرد گشتہ حاکم ایں ملک غیر تو بہ ناکردہ گم جازدہ کوس رحیل را

(۳) تشریح:۔ "مان" ضمیر مفعولی بمعنی مارا۔ ترجمہ:۔ ہم بلبلان مست کی طرح (باہم بیٹھے ہوئے مزے سے) گیت گا رہے تھے ہمیں کیا خبر تھی کہ سنگ تفرقہ (عیش وطرب کی) شاخ سے ہم کو (ناگاہ) اڑا دے گا۔ **توضیح**:۔ یعنی جیسے ایک ڈھیلا پھینکدینے سے درخت پر بیٹھی ہوئی چڑیاں اڑ جاتی ہیں اسی طرح حوادث زمانہ نے ہماری جمعیت کو پریشان کر دیا۔

(۴) ترجمہ:۔ مرغ (نو گرفتار) شکاری کے دام و دانہ کی وجہ سے تو نالہ وزاری کر رہا ہے (مگر) اسے یہ معلوم نہیں کہ (ابھی تھوڑی دیر میں) باورچی اسکو سیخ پر چڑھا دے گا اور کباب بنا ڈالیگا مراد یہ ہے کہ انسان اپنی غفلت کی بنا پر دنیوی تکلیفوں پر جزع جزع کرتا ہے کیونکہ اس سے آگے کی کٹھن منزلوں کی اسکو

(۵) **تشریح**:۔ "یاجوج و ماجوج" ایک مردم آزار قوم کا لقب جن کو روکنے کیلئے سکندر ذوالقرنین نے سیسہ اور کانسی کی دیوار بنائی پورا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ "سدّ" دیوار۔ ترجمہ:۔ یاجوجِ رنج وغم کے لشکر کا غبار عالم پر چھایا ہوا ہے (پھر یہ) کون کہتا ہے کہ سدِّ سکندر میں سوراخ نہیں ہوتا۔ **توضیح**:۔ یعنی یاجوجِ غم نے ضبط و قرار کی سدِّ سکندری کو توڑ ڈالا اور سارے عالم کو مبتلائے رنج والم بنا دیا ہے۔

(۶) **تشریح**:۔ "سلّاخ" پوست کن، قصاب۔ ترجمہ:۔ کسی تدبیر سے (بھی) موت کے آگے سے (جان بچا کر) نکل جانا (ممکن) نہیں، بھیڑیئے سے اگر تو بچ نکلا (بھی) تو (تیری) کھال قسائی کھینچ ڈالے گا (یعنی بہر حال موت کا آنا لازمی ہے مثل مشہور ہے کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے)

(۷) **تشریح**:۔ "آخ" اسم صوت بمعنی چیخ۔ ترجمہ:۔ دل پر ایسا زخم لگا ہے جو (آج تک کسی) آنکھ نے نہ دیکھا تھا حتی کہ اس (دردناک) حادثہ کے زخم کی وجہ سے نظیری کے منہ سے اچانک چیخ نکل گئی (یعنی زمانہ کے حوادث نے بری طرح پامال کر دیا)

الحمد وللہ والمنۃ کہ آج بتاریخ ۲ر محرم الحرام ۱۳۵۹ھ نفحات عبیری شرح غزلیات نظیری کی پہلی جلد کی تسوید سے فراغت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد دوسری جلد شروع ہوتی ہے، اللہ تعالےٰ تکمیل کی توفیق بخشے اور شرف قبول عطا فرمائے۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

۱۱ر فروری سنہ ۱۹۴۰ء

محبوب الٰہی

(پروفیسر اورنٹیل کالج فتحپوری دھلی)

کتب خانہ

جامعہ [illegible] کے قواعد

۱- اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس [illegible]، مجلس انتظامی [illegible] ایک وقت میں [illegible]

جاری شدہ [illegible] پانچ کتابیں [illegible] ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۲- اساتذہ جامعہ [illegible] ایک وقت میں [illegible] کتابیں ایک ماہ [illegible] اور اگر ضرورت [illegible]

۳- اراکین دارالترجمہ [illegible] دو کتابیں [illegible] ایم اے، ایل ایل بی [illegible] رکھ سکیں گے۔

۴- طلباء [illegible] ایم اے [illegible] اپنے پاس [illegible] تو طالب علم [illegible]

کے طالب علم تین کتابیں [illegible] دو ہفتہ [illegible]

طلبہ پانچ کتابیں [illegible] مقررہ [illegible] واپس کیا جائے گا۔

۵- [illegible] ایک طالب علم [illegible] کتابیں [illegible] جاری کی جا سکیں گی اگر اس [illegible]

۶- شرط [illegible] کتاب کا لانا لازم ہے۔

بجز [illegible] کتب خانہ میں کتاب [illegible] خراب ہو جائیں تو مستعیر پر [illegible] داری

عائد ہوگی۔

۷- کتابوں پر کسی قسم کا نشان سیاہی یا پنسل سے

نہ لگایا جائے۔

۸- قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں

جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط